Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرفروش

ایم اے راحت

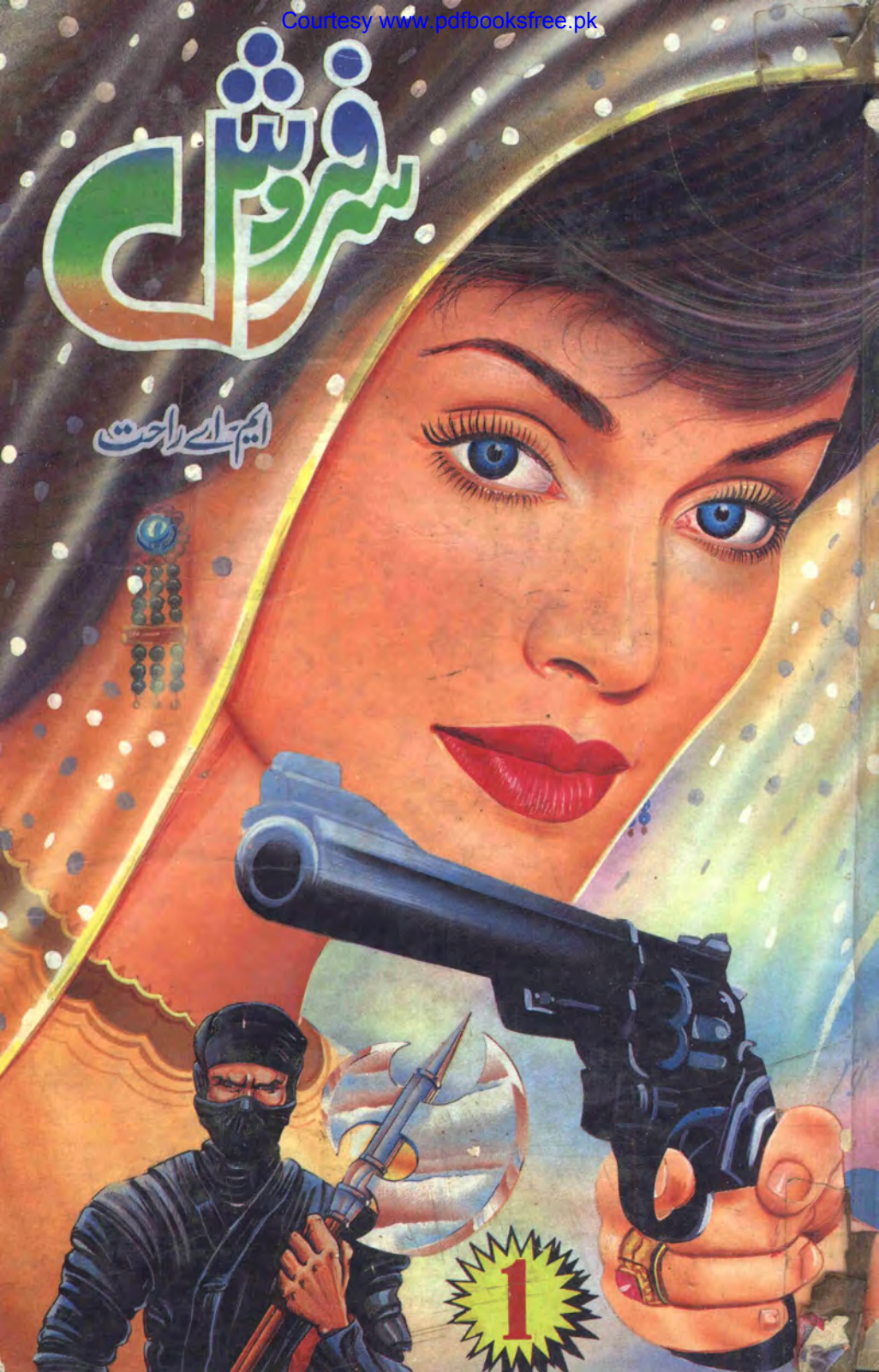

1

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیشِ لفظ

سرحدوں پر دشمن کے سامنے سینہ سپر وطن کے رکھوالے عظمتِ وطن کے پاسبان ہوتے ہیں۔ اِسی طرح کچھ اور سرفروش بھی ہوتے ہیں جو سرحدوں سے دُور گنجان آبادیوں میں سماج اور معاشرے کی رکھوالی کرتے ہیں۔ جنگ ہر محاذ پر ہوتی ہے، یہ ذمہ داری تو ہر اُس شخص پر ہے جس کا تعلق وطن سے ہے اور جو اسے محسوس کرتا ہے۔ بازاروں میں ضرورت کی اشیاء فروخت کرنے والے جن کی جنگ مہنگائی سے ہوتی ہے، کارخانوں میں اِستعمال کی اشیاء تیار کرنے والے، زمین میں اہلِ وطن کے لیے اناج اور سبزیاں حاصل کرنے والے، ہر شخص سرفروشی کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے اور یہی جذبے مُلکوں کی تاریخ رقم کرتے ہیں۔

ایم۔اے راحت اِس نادر روزگار ناول میں قانون کے رکھوالے ایسے سرفروشوں کی داستان پیش کر رہے ہیں جو رات کی تاریکی اور دن کے اُجالوں میں جاگتے رہ کر وطن ہی میں بسنے والے ایسے ناسوروں کا آپریشن کرتے ہیں جن سے نامُوسِ وطن دا غدار ہوتی ہے۔

زیرِ نگاہ داستان اپنے طرزِ بیان میں منفرد اور ایک ایسا شگفتہ اندازِ بیان لیے ہوتے ہے جو ایم۔اے راحت کی تحریر کی خصُوصیت ہے۔ اِدارہ اِس سے قبل ایم۔اے راحت کے بہت سے ناول پیش کر چکا ہے جنہیں بے مثال مقبولیت حاصل ہوئی ہے، سرفروش بھی ہم اِسی خوشگوار اعتماد کے ساتھ پیش کر رہے ہیں کہ یہ آپ کے ذوقِ نگاہ پر پورا اُترے گا۔

اِدارہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غضنفر حسین خاں صاحب بے شک خالص روہیلہ تھے مگر میں یعنی لفٹی غضنفر حسین خاں بھی انہی کا خون تھی پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ جو چاہتے وہ نہ ہوتا اور میں جو نہ چاہتی وہ نہ ہوتا۔ انہوں نے مجھے اپنی پسند کی تعلیم کے لئے پیرس بھیجا تھا اور میں نے اپنی پسند سے اپنا زیادہ تر وقت لندن میں گزارا تھا۔ انہوں نے مجھے پیرس کے بوئے ڈی بولون میں ایک خوبصورت کانیج کرائے پر حاصل کر کے دیا تھا اور میں نے لندن کے ٹرافلگر اسکوائر میں لارڈ نیلسن کے مجسمے کے عین سامنے ایک فلیٹ اپنے لئے منتخب کیا تھا۔ ڈوور اور ڈنکرک کی بندرگاہوں میں فاصلہ ہی کتنا تھا جو میرے راستے طویل ہوتے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وطن واپس آکر میں نے خان صاحب کی پسند کی ڈگری ان کے سامنے رکھ دی تھی اور فخر سے ان کی مونچھیں کچھ اور اونچی ہو گئی تھیں۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم ایک باعمل زندگی گزارو، جو تعلیم میں نے تمہیں دلائی ہے وہ تمہارا سنہرا مستقبل تعمیر کرے گی۔ میں تمہاری زندگی کو روایتی انداز سے ہٹانا نہیں چاہتا لیکن تمہیں ایک خاص حیثیت دینے کے بعد تمہارے بارے میں سوچوں گا۔ خود تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں باعمل زندگی گزارنا چاہتی ہوں؟" میں نے کہا اور خان صاحب خوش ہو گئے۔

"شاباش کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"کسی اخبار میں ملازمت" میں نے کہا اور خاں صاحب نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"مذاق کر رہی ہو باپ سے۔"

"ہرگز نہیں ڈیڈی میں بھلا یہ جرات کر سکتی ہوں۔"

"تو پھر۔"

"آپ کو علم ہے ڈیڈی کہ یہ میری بچپن کی خواہش ہے صحافت سے متعلق میں نے بہت کچھ سیکھا ہے میں نے اس کے علاوہ اور کچھ کرنا ہی نہیں چاہتی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اور تمہاری یہ ڈگری۔"

"آپ کے لئے ہے۔" میں نے جواب دیا پھر دو روہیلوں میں چھڑ گئی۔ میرے بھائی البتہ میرے ساتھ تھے اور سارے روہیلوں نے مل کر خان صاحب کو مجبور کر دیا وہ بولے۔

"اپنا اخبار نکال لو۔"

"بعد میں یہ بھی کرلوں گی۔ ابھی تجربہ حاصل کرنا چاہتی ہوں۔" چنانچہ ایک اچھے اخبار میں نوکری کرلی۔ خاں صاحب کی پسند کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ میں نے لندن میں اپنا یہ مشغلہ بھی جاری رکھا تھا اور بڑے پائے کے صحافیوں اور رپورٹروں کے ساتھ وقت گزارا تھا۔ جدید ترین اصول سیکھے تھے جرم اور اس کے عوامل پر گہری نگاہ رکھی تھی۔ اس سلسلے میں مسٹر رابرٹ اوٹول میرے استاد رہے تھے جو اسکاٹ لینڈ یارڈ میں جاسوسی کی تربیت دیتے تھے۔ مسٹر ٹول نے مجھے خصوصی لیکچر دیئے تھے۔ جرائم کی رپورٹنگ سے مجھے خاص دلچسپی تھی اور میں روایتی قسم کی کہانیاں لکھنے کی بجائے حقائق تلاش کرتی تھی اس طرح میری رپورٹنگ کا انداز جداگانہ ہوتا تھا۔ لندن کے کئی اخبارات نے بارہا میرے آرٹیکل اور میری دی ہوئی خبریں نمایاں اہمیت کے ساتھ چھاپی تھیں۔ میں جانتی تھی کہ وطن واپس آکر مجھے پسند کی زندگی حاصل کرنے کے لئے سخت جدوجہد کرنا ہوگی۔ خاں صاحب کو تیار کرنا ہوگا چنانچہ ابتدائی وقت میں نے اس کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ اپنی پسند کی نوکری حاصل کرنے کے بعد میرا دوسرا کام مائل کی تلاش تھا۔ مائل کا پورا نام شہریار تھا۔ کالج سے یونیورسٹی تک میرا ساتھی رہا تھا۔ شاعری کرتا تھا اور مائل تخلص کرتا تھا۔ میڈیکل کی تعلیم اس کی خواہش تھی لیکن نامساعد حالات کی بنا پر اس کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی اور اس کی شاعری بجھ گئی۔ خوددار انسان تھا۔ کسی کی مدد لینا پسند نہیں کرتا تھا۔ میں جب بیرون ملک جانے کے لئے کمربستہ ہوئی تو اس نے کہا۔

"تمہاری جدائی کے احساس سے دل میں جو دکھن پیدا ہوئی ہے اس سے احساس ہوتا ہے کہ شاید میں تم سے محبت کرتا ہوں بہرحال یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ اکثر ایسا ہو جاتا ہے ہم دونوں اب کوئی رابطہ نہیں رکھیں گے کیونکہ یہ فضول باتیں اکثر مقصد کے حصول میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ ہم ایک دوسرے سے خط و کتابت بھی نہیں کریں گے تمہارے لئے نہ سہی میرے لئے یہ ضروری ہے۔" پیرس سے میں نے اسے کئی خط لکھے مگر اس نے کبھی جواب نہیں دیا بعد میں' میں نے بھی یہ سلسلہ ترک کر دیا تھا مگر یہ سچ ہے کہ میں اسے بھول نہ سکی تھی اور جب وطن واپس آرہی تھی تو مجھے دوسری خوشیوں کے ساتھ اس سے ملاقات کی خوشی بھی تھی لیکن میں نے اصولوں کو مدنگاہ رکھا تھا اور پہلے اپنے مقصد کے حصول کی کوشش کی تھی۔ میرا اخبار ایک پروقار اخبار تھا۔ زمانے بھر کی خبروں کے ساتھ ساتھ اس میں ملکی اور غیر ملکی جرائم کی خبریں بھی شائع ہوتی تھیں لیکن سنسنی خیز اور معیار سے گری ہوئی نہیں بلکہ ٹھوس حقائق پر مشتمل' ان پر خصوصی تبصرے ہوتے تھے جن کا آغاز میں نے کیا تھا اور میرے اس اسلوب نے

کرائم رپورٹرز کے حلقے کو چونکا دیا تھا۔ انہیں ایک نیا انداز ملا تھا اس کے ساتھ کچھ اور اخبارات میری طرف متوجہ ہوئے۔ میرے لئے پیشکش بھی آئی تھیں لیکن میں ضرورت مند نہ تھی بلکہ شوقین تھی اور پھر مجھے وہ اخبارات پسند بھی نہیں تھے چنانچہ میں نے معذرت کرلی۔ ادھر متعلقہ لوگ بھی میری طرف متوجہ ہوئے تھے جیسے محکمہ پولیس' چونکہ ان سے میرا براہ راست واسطہ تھا اس لئے میں نے ان کی پذیرائی کی لیکن میں یہاں بھی منفرد رہی اور اس میں میرے والد یعنی غضنفر حسین خاں صاحب کی شخصیت نے بھی میری مدد کی تھی چنانچہ میرا کام بہترین طریقے سے چل پڑا اور مجھے کوئی الجھن نہیں ہوئی۔ مائل کی تلاش کے سلسلے میں' میں نے اس کے گھر سے ابتداء کی' لیکن وہ گھر خالی ملا۔ مائل کی فیملی دو سال قبل وہاں سے چلی گئی تھی۔ کہاں گئی تھی یہ معلوم نہ ہوسکا۔ کچھ ایسے قریبی لوگوں سے رابطے ہوئے جو ہم دونوں کو مشترک طور پر جانتے تھے مگر ان سے بھی کچھ پتہ نہ چل سکا۔ البتہ اس کی تلاش میں زیادہ جدوجہد نہ کرنی پڑی۔

ایک شام میں ڈی ایس پی نصرت بلال کے دفتر میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک سب انسپکٹر کسی تھانے سے ایک فائل لے کر ان کے پاس پہنچا' ایڑیاں گھما کر اس نے فائل ڈی ایس پی کے سامنے رکھی تو میں نے سرسری نگاہوں سے اسے دیکھا اور اچھل پڑی۔

"ارے شہریار تم۔ تم"

"جی میڈم" اس نے آہستہ سے کہا۔

"اوہ' کہاں غائب ہوگئے تھے جانتے ہو تمہیں کہاں کہاں تلاش کرتی پھری ہوں۔"

"جی میڈم۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا میڈم میڈم لگا رکھی ہے۔ ڈی ایس پی صاحب یہ میرے بچپن کا دوست ہے' میرا بہت قریبی ساتھی ہے۔ خدا کی پناہ تم نے پولیس میں نوکری کرلی۔ سوری ڈی ایس پی صاحب آپ کے سامنے اس کا دم نکل رہا ہے ورنہ۔ یہ۔ میں اجازت چاہتی ہوں۔ پھر حاضر ہو جاؤں گی۔" ڈی ایس پی صاحب نے گردن ہلا دی اور میں وہاں سے دوڑ گئی۔ پھر میں اسے کھینچتی ہوئی باہر لائی اور اپنی کار تک پہنچ گئی۔ "بیٹھو" میں نے دروازہ کھول کر کہا اور وہ آہستہ سے بولا۔

"میری بائیک۔"

"جہنم میں جھونکو اسے اور خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔" اسے گاڑی میں بٹھا کر میں نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور پھر ایک ریستوران کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہ سعادت مندی سے میرے ساتھ ریستوران میں داخل ہوگیا۔ میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ سب کیا ہے شہریار۔" میرا اشارہ اس کی وردی کی طرف تھا۔

"ایک عدد پتلون' ایک بشرٹ' ٹوپی بھی ہے اور یہ چند عدد بیج۔" وہ مسمسی سی شکل بنا کر بولا۔

"میں کہتی ہوں پولیس میں نوکری کیوں کی تم نے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"داور صاحب تھے ایک اعلیٰ سرکاری عہدیدار ان سے نوکری کے لئے کہا تھا انہوں نے نوکری دلا دی۔"

"سب انسپکٹر ہو بس؟"

"یہی نوکری ملی تھی کیا کرتا۔"

"خیر نوکری بری نہیں ہے ترقی کرسکتے ہو۔"

"مشکل ہے۔" اس نے کہا۔

"کیوں؟"

"داور صاحب کا تبادلہ ہوچکا ہے۔"

"اوہ' بکواس کرتے ہو۔ جانتے ہو کہاں کہاں تلاش کرچکی ہوں تمہیں۔ کتنے لوگوں سے پوچھا ہے تمہارے بارے میں۔ گھر کیوں چھوڑ دیا؟"

"کرائے کا تھا۔"

"اور اب؟"

"سرکاری ہے۔"

"میرے خطوط کا جواب کیوں نہ دیا؟"

"پہلے ہی کہہ دیا تھا۔"

"کیا پیو گے؟"

"چائے۔" اس نے اسی انداز میں کہا اور میں ہنس پڑی۔ پھر میں نے ویٹر سے چائے منگوالی۔

"موٹے ہوگئے ہو کچھ۔"

"پولیس کی نوکری میں ہوتا ہے۔" اس نے کہا۔

"رشوت لیتے ہو؟"

"میں نہیں لیتا۔"

"پھر؟"

"لوگ دے دیتے ہیں۔"

"ہوں۔ گویا خراب ہوچکے ہو' تم ایسے تو نہ تھے۔ یہ بتاؤ میرے آنے کی خبر نہیں ملی تھی تمہیں؟"

"مل گئی تھی۔"

"کہاں سے؟"

"اخبار پڑھتا ہوں۔"

"اس کے باوجود مجھ سے نہیں ملے؟"

"تمہاری مصروفیت سے واقف تھا۔"

"کچھ کھنچے کھنچے سے محسوس ہو رہے ہو' کیا بات ہے مجھ سے ناراض ہو کچھ۔ ارے ہاں تمہاری شاعری کا کیا حال ہے؟"

"ٹھیک ہے' تخلص بدل گیا ہے۔"

"کیا تخلص کرتے ہو؟" میں نے چائے کا گھونٹ لے کر کہا۔

"ابتداء کی تھی تو مائل تھا کیونکہ ایک بڑا شاعر بننا چاہتا تھا۔ والدین ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے نہ بن سکا تو نادم تخلص کرلیا آج کل مرحوم لکھتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں' تمہیں تخلص بدلنا ہوگا۔ ویسے کچھ بد دل ہوگئے ہو' اس نوکری سے خوش نہیں ہو کیا؟ میرے خیال میں تو بہت ایڈونچر لائف ہے۔ ذہنی اور جسمانی ورزش ہوتی ہے اور مجھے تو خاص طور سے خوشی ہوتی ہے کیونکہ جو پیشہ میں نے اختیار کیا ہے اس کا مسلسل تم سے رابطہ ہے۔ میری رپورٹنگ پڑھتے ہو؟"

"ہاں!"

"تبصرہ نہیں کرو گے؟"

"کروں گا مگر کچھ تفصیلات معلوم کرنے کے بعد۔" اس نے کہا اور ہم دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ میں نے اسے تمام کہانیاں سنائیں۔ اپنا نظریہ بتایا اس سے اس کا پتہ معلوم کیا اور پھر اسے پولیس ہیڈ کوارٹر چھوڑ دیا جہاں اس کی بائیک موجود تھی۔ بعد میں اس کے گھر جاکر اس کے اہل خاندان سے ملی۔ اسے خود سے ملتے رہنے کی ہدایت کی۔ ویسے بھی اس سے رابطہ قائم رہتا تھا' جس تھانے میں اس کی پوسٹنگ تھی وہاں کا انچارج صاحب خان تھا۔ خالص پولیس والا جس کا نظریہ تھا کہ ہر مرض کی دوا ڈنڈا ہے۔ مجرم تلاش کرنے کے لئے دماغ خالی کرنے کی کیا ضرورت ہے کچھ مشکوک لوگ تلاش کرلو۔ یہ معلوم کرو کس کی رسائی کس بڑے آدمی یا بڑے پولیس افسر تک ہے۔ بات اطمینان بخش ہو تو اسے تھانے لے آؤ۔ اطمینان سے اقبال جرم کروالو۔ بقول صاحب خان کے ایک جرم کی ذمے داری بعض اوقات دس دس افراد قبول کرلیتے ہیں۔ حسب توفیق نو کو چھوڑ دو اور جو بالکل ہی "ناکارہ" ہو اسے ٹانگ دو پولیس کا کام اسی طرح چل جاتا ہے۔"

"تم بھی ایسا ہی کرتے ہو؟" میں نے شہریار سے پوچھا۔

"ایسا کرنا سیکھ رہا ہوں۔ صاحب خان میرا افسر ہی نہیں تھا استاد بھی ہے۔"

"تب کم از کم تمہارا خون میں اپنے ہاتھوں سے کروں گی اسے لکھ لینا۔ اصل مجرم تلاش کرنا پولیس کی ذمے داری ہوتی ہے۔"

"اصل مجرم گرفتار ہی کب ہوتا ہے۔ اخبار میں صرف لکھتی ہو یا اخبار پڑھتی بھی ہو کبھی کبھی پڑھ بھی لیا کرو۔ وہاں کے اخبارات میں صرف ایک کہانی ہوتی ہے جرم ہوا' پولیس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تفتیش شروع کی' پولیس ناکام رہی کیس داخل دفتر ہوگیا قصہ ختم ایسے ختم نہیں ہوتا اس کے پس پردہ خفیہ کہانیاں ہوتی ہیں جو کبھی لکھی نہیں جاتیں۔"

"کم از کم تمہیں یہ انداز بدلنا ہوگا۔"

"دوسری نوکری دلاسکتی ہو۔"

"ہرگز نہیں تم یہی نوکری کرو گے اسی میں ترقی کرو گے۔ مجرم کی تلاش مشکل کام نہیں ہوتا' غلط آدمی پر کبھی ہاتھ نہیں پڑتا جرم کی نفسیات تلاش کرو مجرم ظاہر ہو جائے گا۔"

"مجرم ظاہر ہو جاتا ہے بعض اوقات' مگر..... وہ شانہ تھپک کر کہتا ہے جاؤ صاحبزادے نوکری کرو گندی گندی باتیں نہیں کرتے۔"

شہریار کی باتیں کسی حد تک درست تھیں۔ ہو جاتا ہے ایسا مگر ہر جرم ایسا نہیں ہوتا۔ میں نے فیصلہ کرلیا کہ اب اپنا اصل کام شروع کروں گی۔ میرے اخبار کے مالکان بااختیار تھے اور ان کے ہاتھ بھی لمبے تھے پھر میری منفرد انداز کی رپورٹنگ کو سراہا بھی جا رہا تھا۔ اس کے علاوہ خان صاحب بھی بااثر تھے اس لئے میرے راستے مشکل نہیں تھے اور میں نے ان حالات کے باوجود اپنے طور پر کام کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا لیکن میں صرف چند سہاروں کے ساتھ سب کچھ نہیں کرلینا چاہتی تھی بلکہ عقل کا تقاضا یہ تھا کہ پہلے یہاں کے ماحول کا جائزہ لوں۔ حالات سے پوری طرح واقفیت حاصل کروں اس کے بعد عمل کروں۔ شاید اس کے پس پردہ شہریار سے قربت کی خواہش بھی تھی کیونکہ اس کے لئے میں نے اسی کا سہارا لیا تھا مگر براہ راست نہیں بلکہ اس کے تھانہ انچارج صاحب خان کے ذریعے۔ صاحب خان ٹیڑھا آدمی تھا اس نے میرا کارڈ پڑھ کر کہا۔

"ہاں بی بی پچھلے دنوں سے تمہاری بڑی دھوم مچی ہوئی ہے۔ مگر ادھر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ بڑی محنت کی ہے ہم نے مجرموں کو راہ راست پر لانے کے لئے۔ صاحب خاں کی چھڑی بڑی مضبوط ہے ایک بار کوئی اس کا مزہ چکھ لیتا ہے تو دوبارہ صاحب خاں کے علاقے میں واردات نہیں کرتا۔"

"گویا آج کل کوئی کیس نہیں ہے آپ کے تھانے میں۔"

"نہیں جی اللہ کا بڑا فضل ہے لاک اپ میں جھانک لو کوئی ملزم بھی نہیں ہے۔" صاحب خان نے کہا۔

"مجھے جرم کی وارداتوں پر کام کرنے کا بڑا شوق ہے۔ آپ کے علاقے میں کوئی ایسا کیس ہوا ہو جس کی تفتیش نامکمل رہ گئی ہو اور جسے آپ نے داخل دفتر کر دیا ہو' اگر اس کے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں۔" میں نے کہا۔ اسی وقت شہریار اندر آگیا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ چونکا لیکن پھر خاموشی سے اپنی سیٹ پر جاکر بیٹھ گیا۔ صاحب خاں نے شہریار سے کیس کے سلسلے میں چند سوالات کئے اور اس کے جواب سے مطمئن ہوکر میری طرف متوجہ ہوگیا۔

"ہاں جی..... اور کوئی کام؟"

"میں نے آپ سے ایک سوال کیا تھا۔"

"اوئے ہوئے ہوئے۔ ایک تو تم اخباری رپورٹروں کو سوال کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے۔ بی بی کوئی واردات ہوئی تو تمہیں اطلاع مل جائے گی۔ دعا کرو کچھ ہو جائے۔ ویسے تمہارا شوق اچھا نہیں ہے۔ ایسے شوق بیکار ہوتے ہیں۔ او کوئی کھانا پکانا سیکھو' سینا پرونا سیکھو' مستقبل میں یہی کام آتا ہے۔ او میاں شہریار انہیں بتاؤ یہاں کیسوں کو دفتر میں داخل کرنے کی فرصت نہیں ملتی یہ کیس دفتر سے نکلوا رہی ہیں۔"

"سمجھ جائیں گی سر کچھ عرصے میں۔" شہریار نے کہا۔ میں نے اسے گھور کر دیکھا مگر وہ گردن جھکائے اپنے کام میں مصروف ہوگیا تھا۔

○ ---------- ☆ ---------- ○

اسی شام میری ملاقات پھر شہریار سے ہوئی تھی۔ "تمہیں صاحب خان کے پاس جانا ہی نہیں چاہئے تھا۔ یہاں محکمہ پولیس میں ایسے ہی لوگوں کو تلاش کرکے بھرتی کیا جاتا ہے۔"

"مگر اس طرح کام کیسے چلتا ہوگا۔"

"کام چلانا صاحب خان کا کام ہے۔ دراصل تم جس ماحول سے آئی ہو وہ مختلف ہے۔ وہاں انسانی زندگی کی اہمیت ہوتی ہے۔ انسانی اقدار کی اہمیت ہوتی ہے۔ انصاف کا ایک میزان ہوتا ہے' میں یہ نہیں کہتا کہ وہاں جرائم نہیں ہوتے لیکن جرم سے نفرت بھی ہوتی ہے۔ ذمہ دار ارکان عموماً دیانتداری سے اپنا فرض پورا کرتے ہیں' یہاں بھی ایک میزان ہے لیکن ذرا مختلف۔ وہ کیس جس میں کچھ "پکڑ" نہیں ہوتی کسی کے لئے باعث دلچسپی نہیں ہوتا۔"

"اور تم یہ نوکری کر رہے ہو؟"

"ہاں۔ میں یہ نوکری کر رہا ہوں۔"

"کوئی حل ہے؟"

"نہیں..... ویسے تمہیں وقت ضائع کرنے کا شوق ہے تو میں تمہارے لئے ایک مشغلہ مہیا کرسکتا ہوں۔" میں سرد نگاہوں سے شہریار کو دیکھنے لگی۔ پھر میں نے کہا۔

"تم ایسے تو نہ تھے شہریار۔"

"ہاں اس وقت زمانہ شناس نہ تھا' تجربے کار نہ تھا۔ اس وقت میں "مائل" تھا دنیا کو کچھ قریب سے دیکھا تو "نادم" ہوگیا اور جب عملی زندگی میں قدم رکھا تو "مرحوم" اور بس مزید کچھ کہوں۔"

میں نے شہریار کے الفاظ میں چھپے ہوئے کڑوے سچ کو محسوس کیا۔ پہلے اس کے بدلے ہوئے تخلص پر غور نہیں کیا تھا لیکن اب اس کے لفظوں کی کڑواہٹ عیاں ہو رہی تھی۔ پھر میں گہری سانس لے کر بولی۔ "وہ مشغلہ کیا ہے؟"

"تمہاری لائن کی طرز کا..... میرا مطلب ہے کہ جیسا تم دیکھتی رہی ہو' جیسا تم سوچتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہی ہو' وہ لڑکی بھی تمہاری طرح مغرب زدہ معلوم ہوتی ہے اور شاید یہ نہیں جانتی کہ یہاں اس کی مدد موثر طور پر نہیں کی جاسکتی جسے مرجانے کا اندیشہ ہو چہ جائیکہ کسی سات سال قدیم موت کی تفتیش- صاحب خان ایسے موقع پر کہتا ہے"او بی بی تم تو زندہ ہو- اللہ کی مرضی میں دخل دیتی ہو قانون پر شک کرتی ہو قانون نے جو فیصلہ کیا وہی ٹھیک ہے- تم اپنی زندگی کی فکر کرو بس یہی ٹھیک ہے-"

"کون ہے وہ لڑکی-"

"زیب النساء عرف زیبا-"

"کیا قصہ ہے؟"

"چائے منگوالو-" شہریار نے کہا- اور میں چونک پڑی- ویٹر کئی بار ہمارے قریب سے گزرا تھا- میں نے اس سے چائے کے لئے کہا- شہریار سوچ میں گم تھا- پھر اس نے کہا-

"بقول صاحب خان کے اس کی ماں نے ورثے میں اس کے لئے جائیداد نہ چھوڑی ہوتی جما جمایا کاروبار نہ چھوڑا ہوتا تو وہ دفتر شادی کے چکر لگا رہی ہوتی یا پھر کسی جگہ نوکری کرکے "صاحب" کی توجہ حاصل کرنے کی فکر میں لگی ہوتی' اسے اس خط سے کوئی دلچسپی نہ ہوتی جو اس کی ماں نے اس کے لئے چھوڑا تھا-"

"مجھے گول مول باتوں سے الجھن ہوتی ہے شہریار-" میں نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا-

"چونکہ قتل کا یہ کیس صاحب خان کے پاس ہی تھا اور صاحب خان نے اسے مکمل کیا تھا- اس لئے وہ اسی کے پاس آئی تھی- واردات سات سال قبل ہوئی تھی اور صاحب خان ہیڈ کوارٹر سے افسر تفتیش مقرر ہوا تھا- بعد میں کئی تھانوں سے ہوتا ہوا وہ اس تھانے میں آیا ہے- کچھ باتیں بے شک الجھی ہوئی ہیں لیکن ان الجھنوں کو سلجھانے کا وقت کسی کے پاس نہیں تھا-" شہریار نے چائے کے چند گھونٹ لئے پھر میری طرف دیکھا اور میری آنکھوں میں قہر و غضب کی بجلیاں کوندتی دیکھ کر جلدی سے چائے کی پیالی نیچے رکھ دی-

"اوہو' بڑی مشکل ہے بھئی- ارے بھائی میں پولیس والا ہوں مجھے کیوں شاعری پر مجبور کرتی ہو- ذرا آئینے میں ان آنکھوں کو دیکھو' ان کی گلابیاں اس قدر حسین لگ رہی ہیں کہ ..... کہ ..... اب تو موقع کا کوئی شعر بھی نہیں ہوتا-"

"تم واقعی بہت مختلف ہوگئے ہو شہریار-" میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا-

"او یار ناراض نہ ہو' سنو پوری تفصیل سنو' سات سال قبل قتل کی ایک واردات ہوئی تھی' قتل ایک مصور صنعت کار تاجر راحیل نقاش کا ہوا تھا- اچھا مصور تھا- دولت نہ جانے کہاں سے آئی تھی اس کے پاس- سنا گیا ہے کہ وہ اس کی بیوی کے ذریعہ اس تک پہنچی تھی اور اس کی بیوی نے اس سے محبت کرکے شادی کی تھی' کیونکہ اس وقت میرا پولیس سے کوئی تعلق

نہیں تھا اس لئے مجھے پورا کیس نہیں معلوم لیکن مختصر واقعات یوں ہیں کہ راحیل نقاش کی بیوی کو اس قتل کا ذمہ دار قرار دیا گیا تھا اور اسے سزا بھی ہوئی تھی' بعد میں پتہ نہیں کیا ہوا- کچھ عرصہ میں وہ لڑکی یعنی مقتول کی بیٹی صاحب خان کے پاس ایک خط لے کر آئی تھی جو اس کی ماں نے لکھا تھا کہ وہ اس کے باپ کی قاتل نہیں ہے اور بے گناہ ہے- لڑکی کو یقین ہے کہ اس کی ماں نے غلط نہیں لکھا- وہ اسے بے گناہ ثابت کرنا چاہتی ہے-"

"اس کی ماں کو اس قتل کے الزام میں سزا ہوئی ہوگی-"

"تو اور کیا ہوتا-"

"کیا عمر قید کی سزا-"

"یہ نہیں معلوم"

خدا کے نیک بندے اپنی ماں کو بے گناہ ثابت کرکے کیا وہ اس کی سزا نہیں ختم کرانا چاہتی؟"

"اگر ایسا ہوتا تو صاحب خان شاید اس کے مسئلے پر کچھ توجہ ضرور دیتا مگر اس کی ماں مرچکی ہے- وہ اسے بے گناہ ثابت کرکے اس کی روح کو سکون بخشنا چاہتی ہے اور صاحب خان کہتا ہے کہ یہاں زندہ لوگ بے سکون ہیں اور بعض بے گناہ سزائیں بھگت رہے ہیں- وہ مردہ لوگوں کے کیس لئے پھر رہی ہے-"

"ظاہر ہے محکمہ پولیس میں صاحب خان جیسے لوگ موجود ہیں جو ایک جرم کا اعتراف دس دس افراد سے کرالیتے ہیں تو بے گناہوں کو سزا نہ ہوگی تو اور کیا ہوگا-" میں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا- میں اس لڑکی کے درد کو محسوس کرنے لگی تھی جو اپنی مظلوم مردہ ماں کی بے گناہی ثابت کرکے اس کی روح کو سکون دینا چاہتی تھی-

"تو پھر کیا خیال ہے؟" شہریار نے پوچھا-

"مجھے اس لڑکی کا پتہ درکار ہے-"

"اس وقت تو ممکن نہیں ہے کل مل جائے گا- تمہارے دفتر فون کردوں گا لیکن ہاتھ پاؤں بچا کر کام کرنا-"

"کیا مطلب؟"

"کرائم رپورٹر اور پولیس کا چولی دامن کا ساتھ ہے- دونوں کے کام ایک دوسرے سے چلتے ہیں اگر تم نے پولیس کے خلاف کام شروع کر دیا تو تم سے عدم تعاون کا عمل شروع ہو جائے گا ویسے ہی تمہارے آرٹیکل زہریلے سمجھے جاتے ہیں-"

"میں صرف سچ لکھنا پسند کرتی ہوں اور سچ لکھتے رہنا چاہتی ہوں-"

"خدا کرے تمہیں اس کے مواقع ملتے رہیں-" شہریار نے کہا-

بعد میں' میں اس لڑکی کے بارے میں سوچتی رہی تھی- پھر دوسرے دن شہریار نے حسب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وعدہ مجھے ٹیلیفون کرکے زیبا نقاش کا پتہ بتا دیا تھا۔ میں نے جلدی جلدی ضروری کام کئے اور کچھ دیر کے بعد اس پتے پر روانہ ہوگئی۔ ایک خوبصورت بنگلے کے سامنے میری گاڑی رکی تھی۔ بنگلے کے دروازے پر چوکیدار نہیں تھا لیکن گیٹ کے دوسری طرف ملازم نظر آ رہے تھے۔ میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ ملازم میری طرف متوجہ ہوگئے اور میں نے ان میں سے ایک کو اشارہ کرکے اپنے پاس بلالیا۔"میں مس زیبا نقاش سے ملنا چاہتی ہوں۔" ایک ملازم نے ڈرائنگ روم تک میری رہنمائی کی اور کچھ دیر کے بعد ایک دبلی پتلی تقریباً انیس سالہ لڑکی اندر داخل ہوگئی۔ اس کے چہرے سے مظلومیت کا اظہار ہوتا تھا۔ خدوخال جاذب نگاہ تھے لیکن مظلومیت کا نقاب اوڑھے۔ میں نے اپنی جگہ کھڑے ہوکر اس کا استقبال کیا تو وہ جلدی سے بولی۔

"نہیں براہ کرم تشریف رکھئے' میں زیبا ہوں۔ زیب النساء ہے میرا نام۔" اس کے انداز میں کسی قدر گھبراہٹ تھی۔

"ہیلو۔ مجھے لیٹی غضنفر کہتے ہیں۔ ایک اخبار کی رپورٹر ہوں۔" میں نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ اس نے اپنا سرد نرم اور بے جان سا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیدیا۔ وہ ایک سادہ سا لباس پہنے ہوئے تھی۔ میں نے اسے اپنے پاس ہی صوفے پر جگہ دی تھی۔"آپ کو میری آمد پر حیرت تو ہوئی ہوگی؟"

"جی ہاں..... جی نہیں۔" وہ بولی۔

"آپ پریشان ہو رہی ہیں اس لئے میں فوراً آپ کو اپنی آمد کی وجہ بتائے دیتی ہوں۔ ایک کرائم رپورٹر کی حیثیت سے میرا تعلق پولیس کے افراد سے رہتا ہے۔ میرے ایک پولیس افسر دوست نے بتایا تھا کہ کچھ دن پہلے آپ ایک پولیس تھانے کے انچارج سے ملی تھیں اور آپ نے اس سے درخواست کی تھی کہ وہ آپ کے والد کے قتل کے کیس کی دوبارہ تفتیش کرے۔ جس کا الزام آپ کی والدہ پر لگایا گیا تھا۔"

لڑکی کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے۔ وہ بار بار تھوک نگل رہی تھی' پھر اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔"میرے لئے کوئی خطرہ پیدا ہوگیا ہے کیا۔ مجھ سے شاید غلطی ہوگئی ہے۔"

"اوہ نہیں زیبا ڈیئر' پہلے تو میں تم سے ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ تم مجھے اپنی دوست اپنی بڑی بہن کی مانند سمجھو اور کسی قسم کا خوف نہ کرو' دراصل جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ تھانہ انچارج نے تمہاری خواہش کو ٹھکرا دیا اور تمہاری بات پر کوئی توجہ نہیں دی تو میں نے فیصلہ کیا کہ میں تمہاری خواہش کی تکمیل کروں گی اور اپنے اخبار میں لکھ لکھ کر پولیس کو مجبور کر دوں گی کہ وہ یہ کام ضرور کرے اس سلسلے میں' میں تمہارے پاس آئی ہوں۔" میں نے نہایت محبت آمیز لہجے میں کہا اور آپ سے تم پر اتر آئی تاکہ وہ مجھ سے زیادہ قربت محسوس کرے۔ میں نے اس کی آنکھیں بھیگتی محسوس کیں لیکن آنسو رخساروں تک نہیں آئے تھے۔

چند لمحوں کے بعد اس نے کہا۔

"ہاں میری ماں بے گناہ تھیں' انہوں نے' انہوں نے میرے..... میرے ابو کو زہر نہیں دیا تھا۔ انہوں نے قسم کھائی ہے کہ انہوں نے یہ جرم نہیں کیا اور مجھے تشویش ہے۔ مجھے..... مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری ماں کی روح مجھ سے مطالبہ کرتی ہے کہ میں' ان کی بے گناہی ثابت کروں۔ میں نے یہ کوشش کی تھی' لیکن..... میرے خدا' پولیس بہت بھیانک ہوتی ہے۔ وہ میری زندگی کا ہولناک تجربہ تھا اور اس کے بعد میری ہمت پست ہوگئی۔ میں نہیں جانتی یہ کام مجھے کس طرح کرنا چاہئے۔" وہ ایک سسکی سی لے کر خاموش ہوگئی۔ میں اس کی کیفیت کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہ شدید نفسیاتی الجھنوں کا شکار معلوم ہوتی تھی دنیا سے ڈری ہوئی سہمی ہوئی لیکن اس خوف و دہشت کے عالم میں جینے پر مجبور۔

"دنیا بہت بری جگہ ہے زیبا' اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ہم دوسروں پر بھروسہ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ میں تمہیں اپنے خلوص کا یقین دلانا چاہتی ہوں۔ مجھے تم سے کوئی لالچ نہیں ہے۔ اس کا تم تجربہ کرلینا لیکن میں تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گی اور اس کیس کی تفتیش دوبارہ ہوگی۔ اگر تمہاری مرحوم ماں بے گناہ ہوئی تو میرا اخبار بڑی سرخیوں کے ساتھ یہ داستان چھاپے گا۔ کیا تم نے کبھی میرا نام پہلے پڑھا ہے؟" اس نے نفی میں گردن ہلا دی تھی۔

"پھر تم مجھے مختصراً اپنے بارے میں تفصیل بتاؤ۔"

"میرا نام زیبا' زیب النساء ہے۔"

"ہاں میں جانتی ہوں۔"

"پہلے میں یہاں نہیں رہتی تھی۔"

"اوہ..... پھر کہاں تھیں؟"

"اپنی خالہ کے پاس دوسرے شہر میں۔ بچپن ہی سے ان کے پاس رہتی تھی ماں کو میں نے بہت کم دیکھا ہے۔"

"تمہارے اور بہن بھائی بھی ہیں؟"

"نہیں کوئی نہیں ہے۔"

"تم اپنی ماں سے دور کیوں رہتی تھیں؟"

"میں نہیں جانتی' لیکن میری پرورش میری خالہ نے ہی کی تھی وہ بھی تنہا تھیں بس وہ تھیں اور میں' پھر مجھے علم ہوا کہ وہ میری خالہ بھی نہیں ہیں۔"

"اوہ' میں نے طویل سانس لے کر کہا' کہانی میرے لئے بہت دلچسپ ہوگئی تھی۔" پھر وہ کون تھیں؟"

"میں نہیں جانتی بس مجھے اتنا ہی معلوم ہوسکا' مجھے تو یہ بھی علم نہیں ہوا کہ میرے ساتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایسے انوکھے حادثے پیش آچکے ہیں۔ اپنے والدین سے الگ تھلگ میں اس چھوٹے سے شہر میں زندگی گزارتی رہی شاید مجھے نہ جانے کب تک ان حالات کا علم نہ ہوتا لیکن ماں کے انتقال کے بعد مجھے یہ سب کچھ معلوم ہوا' اس وقت جب مجھے بتایا گیا کہ یہ سب کچھ ہوچکا ہے اور میری ماں کی جائیداد میرے نام منتقل ہوگئی ہے اور مجھے یہاں آکر اس جائیداد کا انتظام سنبھالنا ہے۔"

"کیا خالہ کے گھر قیام کے دوران تمہارے والدین تم سے نہیں ملتے تھے؟" میں نے حیرانی سے کہا۔

"ابو' میں نے یہاں آکر صرف ان کی تصویریں دیکھی ہیں' وہ بھی اس وقت جب مجھے ان کے بارے میں بتایا گیا۔"

"گویا وہ کبھی تم سے نہیں ملے؟"

"کبھی نہیں۔"

"اور ماں؟"

"میں نے سات سال پہلے کچھ بار انہیں دیکھا تھا۔ اس سے پہلے بھی وہ کبھی کبھی مجھ سے ملنے آتی تھیں لیکن بہت مختصر وقت کے لئے اور اس وقت مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کہا جاتا تھا کہ وہ میری ماں ہیں لیکن' میں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا تھا مگر بعد میں سب کچھ ہو جانے کے بعد۔" وہ پھر ایک سسکی لے کر خاموش ہوگئی۔ میں اس انوکھی کہانی پر غور کرنے لگی واقعات بڑے پراسرار تھے۔

"پھر کیا ہوا؟"

"خالہ کی موت کے بعد میں تنہا رہ گئی لیکن میں یہاں کی عادی تھی اور مجھے زندگی کے معمولات میں کوئی دقت پیش نہیں آتی تھی۔ میری والدہ شاید ان خالہ کو میری پرورش کے لئے رقومات دیتی تھیں۔ اس گھر میں خالہ کی موت کے بعد بھی بہت کچھ تھا بعد میں' میں نے سوچا تھا کہ مجھے ملازمت کرلینی چاہئے۔ لیکن مجھے اس کی ضرورت پیش نہ آئی کیونکہ ہر ماہ مجھے ایک مخصوص رقم کا منی آرڈر مل جاتا تھا جو میرے لئے حیران کن ضرور ہوتا تھا لیکن بہرحال میری ضروریات پوری ہو جاتی تھیں۔ پھر مجھے یہاں بلا کر یہ سب کچھ میرے حوالے کر دیا گیا۔ اس کے لئے میرے بڑے ہونے کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ میری وہ زندگی بہت پرسکون تھی وہاں لوگ بہت اچھے تھے۔ میرا خیال رکھتے تھے' مجھے کوئی تکلیف نہ ہونے دی جاتی تھی۔ یہاں بھی سب بہت اچھے ہیں لیکن یہاں آکر میں بے چین ہوگئی۔ میں نے کئی بار خواب میں ماں کو دیکھا اور پھر ان کے خط نے تو مجھے..... مجھے....." پھر وہ خاموش ہوگئی۔

"وہ خط تمہیں کہاں سے ملا.....؟"

"ان کے سامان کا جائزہ لیتے ہوئے۔ انہیں یقین تھا۔ انہیں یقین تھا کہ میں ان کا سامان ضرور دیکھوں گی اور شاید انہیں یہ بھی یقین تھا کہ میں....." وہ پھر سسک کر خاموش ہوگئی۔

"کیا تم مجھے وہ خط دکھا سکتی ہو؟"

"ہاں..... ہاں ابھی' ابھی لائی۔" وہ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ گئی پھر میرے کچھ بولنے سے قبل ہی باہر نکل گئی۔ میں تشویش زدہ نظروں سے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے بارے میں اس مختصر وقت میں ہی میں نے بہت کچھ جان لیا تھا۔ اس نے اس ماحول سے بہت مختلف ماحول میں زندگی گزاری تھی۔ اس کی ذہنی پہنچ محدود تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ کافی دولت مند تھی۔ نہ جانے کیوں اب تک کوئی بوالہوس نگاہیں اس تک نہیں پہنچی تھیں۔ نہ جانے کیوں بھیڑیئے اسے ابھی تک نہ سونگھ پائے تھے۔ وہ تو ایک بہت آسان شکار تھی۔ بہت غیر محفوظ لڑکی۔ سخت خطرات میں گھری ہوئی۔ میں اس کی واپسی کا انتظار کرتی رہی۔ وہ کچھ دیر میں آئی تھی۔ ایک خط اس کے ہاتھ میں تھا جو ایک پیلے رنگ کے لفافے میں تھا اوپر خوبصورت تحریر میں لکھا تھا۔

"زیبا کے لئے۔ اس کی ماں قمر کی طرف سے۔"

"تمہاری اجازت ہے..... میں اسے کھول لوں؟"

"جی....." اس نے آہستہ سے کہا۔ اور میں نے پیلے رنگ کا کاغذ نکال لیا۔ لکھا تھا۔

زیبا..... میری بدنصیب بچی۔ کاش میں تمہاری تقدیر روشن کرسکتی۔ ایسا میں کبھی نہ کرسکی۔ مجھے یقین ہے کہ ایک نہ ایک دن یہ خط تمہیں ضرور ملے گا۔ اس یقین کی وجہ میں خود بھی نہیں جانتی۔ پتہ نہیں زیبا اس وقت تک تمہیں اپنے ماضی کی کہانی معلوم ہوسکے گی یا نہیں۔ بس میں تمہیں اتنا بتانا چاہتی ہوں بچی کہ میں تمہارے باپ کی قاتل نہیں ہوں۔ خدا کی قسم میں نے نقاش کو زہر نہیں دیا۔ خدا کی قسم میں آخری وقت تک اس سے محبت کرتی تھی۔ زیبا حالات کیا تھے۔ وقت شاید تمہیں خود بتا دے گا۔ میں تم سے صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ اپنی ماں کو قاتل نہ سمجھنا اور اگر ہوسکے تو دنیا کے سامنے یہ ثابت کر دینا کہ میں نقاش کی قاتل نہیں تھی۔ یہ میری آرزو ہے کہ زیبا دنیا پر حقیقت آشکارا ہو جائے۔ اگر ایسا ہوگیا تو میری بے سکون روح کو قرار آجائے گا اور اگر تم یہ نہ کرپاؤ تو دل چھوٹا نہ کرنا میری بچی۔ میں بھی مجبور تھی تم بھی مجبور ہو۔ کاش میری موت کے بعد ہی سہی تمہاری تقدیر روشن ہو جائے۔

"تمہاری تم سے زیادہ بدنصیب ماں۔"

میرا ذہن جھنجھنا گیا۔ کتنا درد تھا اس داستان میں' کتنا کرب تھا ان الفاظ میں' دیر تک میں اس پرچے کو ہاتھ میں لئے گم صم بیٹھی رہی تھی۔ پھر ایک ملازمہ ٹرالی دھکیلتی اندر داخل ہوگئی۔ اس پر چائے اور دوسرے لوازمات سجے ہوئے تھے۔

"یہ تکلف تم نے کیوں کر ڈالا زیبا۔" اس کے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں کھنچے اور پھر برابر ہوگئے۔ میں نے پرچہ لفافے میں رکھ کر اس کے حوالے کر دیا پھر کہا۔ "تم نے اس پولیس افسر سے ملاقات کے بعد اس سلسلے میں کوئی اور کوشش کی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں لبنیٰ صاحبہ۔ میری ہمت پہلے مرحلے پر ہی جواب دے گئی۔ میری عقل اس سے زیادہ کام نہیں کرتی۔"

"تمہارے کچھ دوست تو ضرور ہوں گے؟"

"نہیں کوئی نہیں ہے۔ بس وہ لوگ مجھ سے ملتے ہیں جو میرا کاروبار چلاتے ہیں اور بس۔" اس نے بے بسی سے کہا اور میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر وہ چونک کر چائے کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔ چائے پیتے ہوئے میں نے کہا۔

"میں تمہاری اس خواہش کی تکمیل کے لئے کوشش کرنا چاہتی ہوں۔ زیبا تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔"

"آپ اعتراض کی بات کرتی ہیں لبنیٰ صاحبہ۔ میں تو دل سے یہ چاہتی ہوں اگر کچھ ہو سکتا تو میں یہ سب کچھ کر ڈالتی مگر ڈر لگتا ہے سب سے ڈر لگتا ہے مجھے۔"

"میری نصیحت ہے تمہیں دنیا سے ڈرنا چھوڑو۔ لوگ تمہیں خوفزدہ پائیں گے تو تمہارے خوف سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ یہ پرچہ تم اپنے پاس محفوظ رکھو۔ اگر مجھے ضرورت پڑی تو تم سے لے لوں گی۔ میری نصیحت یاد رکھنا۔" کچھ دیر کے بعد میں وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

○ ---------- ☆ ---------- ○

شہریار سے اب ملاقات نہ ہونے کا کیا سوال تھا۔ میں نے اسے ہدایت کر دی تھی کہ ہر روز آٹھ بجے شب وہ مجھ سے ایک ریستوران میں ملا کرے اور اس نے وعدہ کرلیا تھا۔ آج بھی جب میں ریستوران میں داخل ہوئی تو وہ موجود تھا۔

"خوب شہرت حاصل کرتی جا رہی ہو، محکمہ پولیس خاص طور سے تم سے متاثر ہے۔ انسپکٹر اعجاز کو جانتی ہو؟"

"کیوں نہیں۔"

"عادل شاہ کیس کی بات کر رہا تھا وہ تم نے جو رپورٹ لکھی ہے وہ اس کے خلاف جاتی ہے کہہ رہا تھا یہ اچھی بات نہیں ہے۔ آئندہ وہ تم سے تعاون نہیں کرے گا۔"

"عادل شاہ کے سلسلے میں اس نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط تھا۔"

"پولیس جادوگر تو نہیں ہوتی مس لبنیٰ۔ غلطی سب سے ہوتی ہے۔"

"کوئی غلطی اگر کسی بے گناہ کے لئے عذاب بن جائے تو قابل معافی نہیں ہوتی۔ اپنی ذمہ داریاں سوچ سمجھ کر پوری کرنی چاہئیں۔"

"میرے خلاف کچھ نہ کر ڈالنا۔ بہرحال سناؤ اس لڑکی سے ملاقات ہوئی۔"

"ہاں! اور اب تمہارے سپرد ایک ذمہ داری ہے۔ مگر فوری طور پر۔"

"ایک بات بتاؤ۔" شہریار نے کہا اور میں سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ "یہ میرے اوپر جو ذمہ داریاں ڈالی جا رہی ہیں یہ کس حساب میں ہیں۔"

"ایڈوانس رشوت سمجھ لو، تاکہ میں تمہارے بارے میں کچھ نہ لکھوں۔" میں نے کہا اور شہریار ہنس پڑا۔

"میں سب انسپکٹر ہوں محترمہ۔ صاحب خاں کا آلہ کار۔ میرا کوئی ذاتی مسئلہ تو ہوتا نہیں آپ کو مایوسی نہیں ہوگی اس سلسلے میں۔"

"مستقبل کی بات کر رہی ہوں جب تم انسپکٹر، پھر ڈی ایس پی اور اس کے بعد ایس پی ہو گے، میں نے ایڈوانس کا لفظ استعمال کیا ہے۔"

"مگر میں عرض کر چکا ہوں کہ داور صاحب کا تبادلہ ہوگیا ہے۔ اس لئے ترقی کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"محکمہ پولیس کو بدنام نہ کرو ایمانداری سے کام کرتے رہو گے تو صلہ ضرور ملے گا سمجھے۔" میں نے کہا اور پھر وہ ہنس پڑا۔

"جب تمہاری لغت ہی غلط ہے تو میں کیا کروں۔ خیر کام بتاؤ۔" اس نے کہا۔

"جس وکیل نے راحیل نقاش کا کیس لڑا تھا میں اس کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"چائے منگواؤ۔" شہریار نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ یہ جملے وہ اس وقت ادا کرتا تھا جب کوئی کام کرنے کا وعدہ کرتا تھا یا پھر کوئی اہم انکشاف کرنے جا رہا ہوتا تھا۔ حالانکہ آج تک چائے کا بل وہ خود ہی ادا کرتا رہا تھا اور مجھے ایک بار بھی پرس نہ کھولنے دیا تھا۔

"تمہیں ان جملوں کی عادت ہوگئی ہے۔"

"تربیتی کورس میں شامل تھے کیا کروں۔ وکیل صاحب کا نام فاضل عرشی ہے عرشی صاحب کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اٹھائیس لائٹ چیمبر میں بیٹھتے ہیں فون نمبر ہے۔" یہ کہہ کر اس نے نمبر بتایا۔

"ارے۔" میں اچھل پڑی۔ "اتنی پرانی بات اور تمہارے دور کی بھی نہیں پھر تمہیں کیسے معلوم ہوگیا.....؟"

"جانتا تھا کہ تم دوسرا کام یہی سپرد کرو گی اس لئے معلومات حاصل کرلیں۔" اس نے جواب دیا اور میری آنکھوں میں تجسس کے آثار نمودار ہوگئے۔

"اس کا مطلب ہے کہ باصلاحیت ہو اور ترقی کی طرف سفر کر رہے ہو۔ میرا کہنا غلط تو نہیں ہے تمہارے بارے میں۔" میں نے کہا اور ویٹر کو اشارے سے چائے لانے کے لئے کہا۔ اور پھر میں نے پاکٹ ڈائری میں عرشی صاحب کا پورا پتہ نوٹ کرلیا۔

عرشی صاحب سے میں کورٹ ٹائم کے بعد اس وقت ان کے دفتر میں ملی جب میرے اندازے کے مطابق وکلاء صاحبان پرسکون ہوتے ہیں۔ لائٹ چیمبر خوبصورت عمارت تھی اور کمرہ نمبر 28 خوبصورت ترین۔ عرشی صاحب نے میرا کارڈ پڑھ کر مجھے فوراً اندر بلوا لیا۔ ایک خوبصورت سا نوجوان ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ خود عرشی صاحب معمر لیکن وجیہہ آدمی تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انہوں نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا اور بولے۔

"خوبصورت' ذہین' معاملہ فہم اور اعلیٰ خاندان کی چشم و چراغ' کوئی کمی ہے آپ میں مس لبنیٰ.....؟"

"بے حد شکریہ جناب۔" میں نے مسکرا کر کہا اور وکیل صاحب کے اشارے پر ان کے سامنے بیٹھ گئی۔

"ان سے ملو مسٹر تنویر ایاز آج نہ سہی کل' یا پرسوں تمہیں ان سے ضرور ملنا ہوگا۔ تیور یہی بتاتے ہیں کہ ان سے مقابلہ ہوتا رہے گا۔ بھلا بوجھو تو کون ہو سکتی ہیں.....؟ وکیل صاحب نے سامنے بیٹھے ہوئے نوجوان سے کہا۔

"یہ تو نہیں جان سکا لیکن ان کا کارڈ پڑھ کر آپ نے جس خوشی کا مظاہرہ کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ ہیں۔" نوجوان نے جس کا نام تنویر ایاز لیا گیا تھا' کہا۔

"مس لبنیٰ غضنفر حسین خان۔" عرشی صاحب بولے۔

"اوہ..... خوب..... بہت خوب.....' وہ جینئس خاتون جو ان دنوں صحافت کے حلقوں کا موضوع بنی ہوئی ہیں۔ خاتون آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ آپ کے بارے میں ہم لوگوں نے ایک نظریہ قائم کیا ہے۔" تنویر نے کہا۔

"کیا.....؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اول یہ کہ آپ نے یورپی ممالک میں پرائیویٹ سراغ رسانی کے اداروں کا طریق کار اختیار کیا ہے اور چونکہ یہاں اس کام کے لئے ماحول سازگار نہیں ہے اس لئے آپ نے اخبار میں خصوصی طور پر اس شعبے کا سہارا لیا ہے۔ دوئم یہ کہ آپ ہمارے لئے خطرناک ثابت ہوں گی اور ہمیں آپ سے بنا کر رکھنا ہوگی' میرا نام تنویر ایاز احمد ہے اور میں پبلک پراسیکیوٹر ہوں کورٹ نمبر اٹھارہ میں تعینات ہوں۔"

"آپ سے تعارف کار آمد رہے گا مسٹر تنویر۔ اس لئے آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔"

"اور اب چونکہ تم میرے ساتھ چائے پی چکے ہو اس لئے خدا حافظ۔ کل ملاقات ہوگی۔" عرشی صاحب نے کہا۔ اور تنویر ہنس پڑا۔

"کاش آپ مجھے خود اٹھ جانے کا موقع دیتے عرشی صاحب عزت سادات رہ جاتی۔ بزرگوں کو کبھی دوست نہیں بنانا چاہئے۔ قدیم طریقہ بزرگی میں اخلاق نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اچھا مس لبنیٰ اس ہولناک جگہ کے علاوہ بھی کہیں ملاقات ضرور ہوگی چنانچہ خدا حافظ۔" تنویر ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔ عرشی صاحب میری طرف متوجہ ہوگئے۔

"تمہارا طریقہ کار بے مثال ہے لبنیٰ' تمہارے والد غضنفر حسین صاحب سے میرا تعارف ہے اور وہ مجھ سے عدم شناسائی کا اظہار نہیں کریں گے اس لئے میں خود بخود تمہارا بھی بزرگ ہوں۔"

"شکریہ عرشی صاحب.....!" عرشی صاحب نے انٹرکام پر چائے کے لئے کہا اور پھر میری طرف متوجہ ہوگئے۔

"ایک ایسے کیس کے سلسلے میں آپ سے تفصیلات معلوم کرنا چاہتی ہوں عرشی صاحب جو آپ نے سات سال قبل لڑا تھا۔"

"تفصیل.....؟" عرشی صاحب نے کہا۔

"مقتول کا نام راحیل نقاش تھا' اور اسے اس کی بیوی نے زہر دیا تھا۔"

"ہاں مجھے یاد ہے' اس کے سلسلے میں کیا معلوم کرنا چاہتی ہو' اگر زیادہ تفصیل درکار ہے تو میں اس کیس کی یادداشت کی فائل منگوائے لیتا ہوں۔"

"شکر گزار رہوں گی۔" میں نے کہا اور عرشی صاحب نے انٹرکام پر کسی کو طلب کرلیا۔ ایک نوجوان کے آنے پر انہوں نے کہا۔

"سیریل آر میں راحیل نقاش کا فائل درکار ہے۔ تقریباً سات سال پرانے ریکارڈ میں ملے گا.....!" نوجوان چلا گیا۔ پھر چائے اور فائل ساتھ ہی آئی تھی۔ عرشی صاحب نے کہا۔

"اب تم اچھی بیٹیوں کی طرح چائے بنا کر مجھے دو خود لو' اس وقت تک میں اس فائل پر نگاہ ڈال لوں۔" میں نے خوشدلی سے اس ہدایت پر عمل کیا تھا۔ عرشی صاحب چند لمحات کے بعد اپنے کام سے فارغ ہوگئے۔

"ہاں اب یہ بتاؤ تم اس سلسلے میں کیا معلوم کرنا چاہتی ہو' نیز اس کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔"

"راحیل نقاش کی بیٹی کا خیال ہے کہ اس کی ماں اس کے باپ کی قاتل نہیں ہے اور یہ خیال اسے اپنی ماں کے ایک خط سے پیدا ہوا ہے جس میں اس نے اپنی بیٹی سے کہا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی قاتل نہیں ہے چنانچہ وہ لڑکی چاہتی ہے کہ اس کی ماں کی بے گناہی ثابت کی جائے۔"

"اوہ..... مگر شاید قمرالنساء نقاش تو مر چکی ہے۔"

"ہاں.....! مگر اس کی روح زندہ ہے۔"

"جذباتیت..... بہرحال یہ انسانی عمل ہے۔ لیکن واقعات اس خیال کی نفی کرتے ہیں۔ میرا مطلب ہے خود قمرالنساء کا اس کیس کے سلسلے میں رویہ۔ اس نے خود کو بچانے کی بالکل کوشش نہیں کی۔ اسے موت کی سزا سنائی گئی تھی جو بعد میں عمر قید میں بدل دی گئی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک پروقار عورت تھی' خاموش اور پرسکون مجھے اچھی طرح یاد ہے۔"

"آپ کے خیال میں وہ قاتلہ ہو سکتی ہے؟"

"محرکات پر منحصر ہے' ممکن ہے وہ اس قدر مشتعل ہوگئی ہو کہ اس نے یہ قدم اٹھا ڈالا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جتنا عرصہ اس کا مقدمہ چلتا رہا..... وہ پرسکون رہی اس نے کوئی احتجاج نہ کیا اور خوشدلی سے اپنے خلاف فیصلہ قبول کرلیا۔ جیسے وہ اس فیصلے سے مطمئن ہو۔"

"آپ کے خیال میں ایسا کیوں ہوا.....؟"

"میرے خیال میں.....؟" عرشی صاحب نے رخسار کھجاتے ہوئے کہا۔"میرے خیال میں وہ اپنے شوہر سے بہت محبت کرتی تھی۔"

"بہت محبت کرنے والی کیا اپنے محبوب کو قتل کرسکتی ہے۔"

"ہاں' انسانی نفسیات میں چند جذبے بڑے پیچیدہ ہوتے ہیں۔ نفرت اور محبت کا فاصلہ بال سے زیادہ باریک ہوتا ہے۔ ایک ہلکا سا مدوجزر ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں ان دونوں جذبوں کو گڈمڈ کر دیتا ہے اور اس وقت لحاتی طور پر جو جذبہ حاوی ہو جائے اس کا عمل بھی اتنی ہی جلدی ہو جاتا ہے۔ پھر جب یہ مدوجزر ختم ہوتا ہے تو ہوش آتا ہے اور یہ احساس ہوتا ہے کہ جلد بازی ہوگئی۔ اسے بھی جب اس مدوجزر سے نجات ملی تو اسے احساس ہوا کہ وہ کیا کر بیٹھی ہے اور اسی احساس نے اس کی زبان گنگ کر دی۔"

عرشی صاحب پرخیال انداز میں کہہ رہے تھے اور میں خاموشی سے ان کی صورت دیکھ رہی تھی۔ مجھے اس پیچیدہ مسئلے کا پورا پورا احساس ہو رہا تھا ساتھ ہی یہ خیال بھی کہ یہ معاملہ واقعی شدید ذہنی ورزش کا حامل بن جائے گا۔ تاہم میں خود بھی یہی چاہتی تھی۔ یہی میرا شوق تھا اور یہی میری پسند۔

○---------☆---------○

عرشی صاحب ایک مصروف وکیل تھے لیکن وہ مجھ سے پورا تعاون کر رہے تھے۔ میں نے چائے کی پیالی سے آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "آپ نے میرے والد سے شناسائی کا اظہار کر کے مجھے مزید حقوق دیدیئے ہیں انکل' اس لئے میں ابھی آپ کا کافی وقت برباد کروں گی حالانکہ میں جانتی ہوں کہ آپ بے حد مصروف ہیں۔" میرے ان الفاظ پر عرشی صاحب مسکرائے پھر بولے۔

"جلد بازی کر رہی ہو حقوق کا خرچ احتیاط سے کرنا چاہئے ابھی تو خود تمہاری اپنی شخصیت استعمال ہو رہی ہے اور اس میں سے کچھ بھی خرچ نہیں ہوا۔ غضنفر حسین کا نام کسی ایسے وقت کے لئے رہنے دو جب کبھی مجھے میری مرضی کے خلاف استعمال کرنا چاہو۔" عرشی صاحب کے پر مزاح الفاظ پر مجھے ہنسی آگئی تو وہ بولے۔ "نہیں سچ کہہ رہا ہوں۔ ممکن ہے غیر متعلق حلقے تمہاری اہمیت کو نہ سمجھ پائے ہوں لیکن جو متعلق ہیں وہ تمہارے اخبار کے آرٹیکل پڑھ کر چونک پڑے ہیں اور انہیں یہ احساس ہوگیا ہے کہ ایک طاقتور قلم ان کی چھان بین کرسکتا ہے اور وہ سب کچھ لکھ سکتا ہے جو حقیقت ہو' اس حقیقت سے کچھ لوگوں کو فائدہ پہنچے گا اور کچھ لوگوں کو نقصان بھی پہنچے گا' لیکن متعلقہ حلقوں کی بات کر رہا ہوں میں' انہیں تم سے ہر طرح کا تعاون

کرنا پڑے گا خواہ ان کی مرضی ہو یا نہ ہو' دراصل کرائم رپورٹنگ ایک الگ شعبہ ہے لیکن زندگی سے اتنا گہرا ربط ہے اس کا کہ اسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ جرم ہر طبقے میں ہوتا ہے اور ہر طبقے کے لوگ اس سے متاثر بھی ہوتے ہیں اس کے بارے میں اگر اتنی گہرائیوں پر غور کرنے کی ہمت کوئی کرتا ہے تو پھر لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ تو ہے۔ میرا خیال ہے ہمارا ایک مثلث ہے اور ہم ایک دوسرے سے اس مثلث کے ذریعے بڑی مضبوطی سے منسلک ہیں مثلاً تم جو کسی جرم کی تفتیش کے سلسلے میں پولیس کا ساتھ دو یا کوئی جرم منظرعام پر آجائے تو اس کی تفتیش ایک صحافی کی حیثیت سے کر کے اس کی باریکیوں سے پردے اٹھاؤ تو ظاہر ہے پولیس تم سے متاثر ہوگی اور بہت سے لوگ اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کی کوشش کریں گے ان کا تم سے رابطہ بھی رہے گا بلکہ یہ رابطہ خود ان کے لئے سود مند ہوسکتا ہے کیونکہ وہ تو فرائض کے طور پر اپنا کام کریں گے کبھی کبھی جلد بازی بھی کر جائیں گے لیکن تم اپنے طور پر جو کچھ کرو گی وہ بالکل ایک الگ چیز ہوگا' ہمارے ہاں کی صحافت میں یہ طریقہ کار رائج نہیں ہے لیکن متعلقہ حلقے تمہارے بارے میں گفتگو کرنے لگے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک بہتر طریقہ کار ہے' اسے برا تو کوئی کہہ ہی نہیں سکتا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ مثلث کا ایک حصہ پولیس ہوئی' دوسرا حصہ تم یعنی ایک کرائم رپورٹر اور تیسرا حصہ ہم وکیل لوگ جنہیں بہرطور تم سے براہ راست فائدہ پہنچ سکتا ہے چنانچہ اگر کسی مسئلے میں تمہیں ہم سے تعاون کی ضرورت پیش آئے تو یہ ہماری بھی ضرورت ہے کہ ہم تم سے پورا پورا تعاون کریں اور اپنے کاروبار کو جاری رکھیں۔" میں مسکراتی رہی تو عرشی صاحب بولے۔

"میرا خیال ہے چائے ایک ایک کپ اور ہو جائے ذرا دیکھو گنجائش ہے۔" میں نے جلدی سے عرشی صاحب کے کپ میں چائے انڈیل دی تھی اور پھر جو باقی بچی وہ اپنی پیالی میں ڈال لی اور اس کے بعد ہم پھر اسی موضوع پر آگئے' میں نے کہا۔

"تو انکل آپ کا کیا خیال ہے' کیا آپ کے خیال میں وہ مجرم تھے.....؟"

"بظاہر تو ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔"

"کیا اس نے اقرار گناہ کرلیا تھا....."

"اقرار تو نہیں کیا تھا اس نے لیکن انکار کرنے کے وسائل نہیں تھے اس کے پاس۔"

"آپ کے خیال میں وہ احساس گناہ سے خاموش رہی یا اس کی کوئی اور وجہ ہوسکتی تھی.....؟" میرے اس سوال پر عرشی صاحب چند لمحے سوچ میں ڈوبے رہے پھر بولے۔

"ذرا سا پس منظر میں جانا پڑے گا سنا گیا ہے کہ قمرالنساء نے راحیل نقاش سے محبت کر کے شادی کی تھی' راحیل نقاش فطری طور پر مصور تھا اور اس قسم کے لوگ پتہ نہیں کیوں اپنے آپ کو ذرا دوسروں سے منفرد کرنا پسند کرتے ہیں' مثلاً حسن پرستی عام طور سے ان کی فطرت میں شامل ہوتی ہے اور اپنی تصاویر میں حسن کو خصوصی طور پر موضوع بناتے ہیں۔ نیز یہ کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شراب بھی ان کی زندگی سے دور نہیں ہوتی اور وہ ہر قیمت پر اس سے منسلک رہنا چاہتے ہیں۔ یہ دونوں "خوبیاں" راحیل نقاش میں بھی تھیں۔ ہر حسین لڑکی اس کی توجہ کا مرکز رہتی تھی اور عموماً وہ اس سلسلے میں کافی وقت صرف کیا کرتا تھا جس کی بناء پر قمرالنساء کو اس سے اختلاف پیدا ہوگیا اور یہ اختلاف جھگڑے کی شکل میں نمودار ہوا۔ قمرالنساء نے بارہا اس بات کا اظہار کیا کہ وہ دوسری لڑکیوں کے پیچھے لگا رہتا ہے اور اس طرح سے اس کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔ اکثر قمر النساء اس کا تعاقب کرتی تھی اور کئی بار ایسے واقعات پیش آئے جس میں اس نے سخت گیری کا ثبوت دیکر اپنے شوہر کو ان لڑکیوں کے چنگل سے آزاد کرایا لیکن میری اپنی معلومات کے مطابق آخری واقعہ اس سے ذرا مختلف رہا' نوجوان اور حسین شمائل بذات خود ایک دولت مند باپ کی بیٹی تھی اور اس نے راحیل نقاش سے اپنی تصویر بنوائی تھی۔ یہی صورت حال راحیل نقاش کی حسن پرست فطرت کا ردعمل بن گیا اور وہ شمائل سے بہت زیادہ متاثر ہوگیا لیکن اس بار جب قمرالنساء نے اس کے راستے میں آنے کی کوشش کی تو اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ قمر النساء کو طلاق دے کر شمائل سے شادی کرلے گا۔ اس سے پہلے بات کبھی یہاں تک نہیں پہنچی تھی قمر النساء نے شدت جوش میں اس سے کہا کہ اگر اس نے ایسی حرکت کی تو وہ اسے قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرے گی اور یہ دھمکی اس نے چند دوسرے افراد کے سامنے دی تھی جو اس کے لئے کافی نقصان دہ ثابت ہوئی۔ قتل سے ایک دن پہلے راحیل نقاش کسی دوست کے ہاں چائے پر گیا اور اسی دن اس کی خاص دواؤں میں سے ایک انتہائی زہریلی دوا کی شیشی غائب ہوگئی بعد میں وہی شیشی قمریعنی قمرالنساء کے کمرے سے برآمد ہوئی تھی۔"

"اوہ' کیا قمرالنساء نے اس سلسلے میں کوئی وجہ بتائی.........؟"

"ہاں اس نے کہا کہ وہ خودکشی کرنا چاہتی تھی لیکن اس سوال کا اس کے پاس کوئی تسلی بخش جواب نہیں تھا کہ اگر اس نے خودکشی نہیں کی اور وہ زندہ ہے تو دوا کی وہ شیشی خالی کیسے ہوگئی' یہ سوال بھی اٹھا کر اگر راحیل نقاش نے خودکشی کی ہوتی تو اس شیشی پر اس کی انگلیوں کے نشانات ضرور ملتے جبکہ شیشی کا گہرا تجزیہ کرنے کے بعد اس پر صرف اور صرف قمرالنساء کی انگلیوں کے نشانات پائے گئے۔"

"زہر کس طرح دیا گیا تھا.........؟" میں نے سوال کیا۔

"مشروبات میں ملا کر' دراصل راحیل نقاش مصوری کے دوران مشروب کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لیتا رہتا تھا اور یہ فرض اس کی بیوی پر عائد ہوتا تھا کہ وہ اسے مشروب مہیا کرے چنانچہ اس دن اس کے نگارخانے میں جو بوتل اور گلاس قمرالنساء نے پہنچایا تھا وہی اس کے خلاف ثبوت کا باعث بنا' وہ اپنے نگار خانے میں مردہ پایا گیا تھا۔"

"ہوں اور ظاہر ہے بوتل پر قمرالنساء ہی کی انگلیوں کے نشانات ملے ہوں گے.........؟"

"ہاں لیکن وہ نشانات زیادہ واضح نہیں تھے۔"

سر...تل میں زہر کوئی اور بھی ملا سکتا ہے.........؟" میں نے سوال کیا
لے۔

"اس کا مطلب ہے کہ بو... اس سے ...ں پایا گیا بلکہ گلاس میں تھا اور یہ بات اتنی اہمیت کی حامل
اور عرشی صاحب مسکرا دیئے پھر بولے مجھے ا...
"شاید' لیکن زہر بوتل میں ... خصوصی ...لے میں کوئی اہم ثبوت نہ حاصل کرسکو گی کیونکہ عدالت
نہیں بن سکی' لیکن مائی ڈیئر تم اس سلسلے ...ارٹر پہنچا ...صلہ دیا تھا۔"
نے کافی چھان بین کے بعد اس کے خلاف ...ک اس تی ہوسکتے ہیں کہ زہر قمرالنساء نے اپنے شوہر کو
"نہیں عرشی صاحب اس بات کے امکانات ...یا عدالت
نہ دیا ہو بلکہ اس کا ذمے دار کوئی اور ہی ہو.........؟" ...کی ابنیادی وجہ قمرالنساء کی وہ پراسرار
"بظاہر تو اس کے امکانات نظر نہیں آتے اور اس کی الی کسی
خاموشی تھی' اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے اس حقیقت کا بڑی گرابادری سے گناہ سامنا کیا اور عدالت میں اپنی صفائی کے سلسلے میں کوئی شور و غوغا نہ کیا' اگر وہ اس کی مجرم نہ ہوتی تو کم از کم اپنی صفائی میں کچھ نہ کچھ ضرور کہتی"۔

"ہاں یہ بات واقعی قابل غور ہے لیکن عرشی صاحب نفسیاتی طور پر ایک بات آپ ضرور ذہن نشین کر لیجئے ہم تھوڑا سا ان لوگوں کے گھریلو حالات پر غور کرلیتے ہیں اور چند باتیں ہمارے سامنے آ جاتی ہیں۔ مثلاً قمرالنساء کی بیٹی زیب النساء یا زیبانقاش' بچپن سے اسے ایک دوسرے شہر میں رکھا گیا' جبکہ وہ والدین کی اکلوتی اولاد تھی جس کی بنیادی وجہ یہ ہوسکتی ہیں کہ قمرالنساء اپنے شوہر کی برائیوں میں اپنی بیٹی کو شامل نہ ہونے دینا چاہتی ہو۔ اس نے اسے اس ماحول سے دور رکھنے کے لئے بچپن ہی سے الگ رکھا اور اس کے اخراجات اٹھاتی رہی اور ظاہر ہے اگر باپ ایک آوارہ مزاج اوباش ہو تو ماں کی اپنی اولاد سے محبت اور زیادہ بڑھ سکتی ہے' یقینی طور پر قمرالنساء اپنی بیٹی کے لئے بھی تڑپتی اور ترستی ہوگی اور اسے خود سے دور رکھ کر خوش نہ رہتی ہوگی۔ پھر خاص طور سے ایسے حالات میں جبکہ شوہر سے بھی اسے سکون نہیں مل سکا تھا اور اسے یہ احساس تھا کہ اس نے ایک غلط شخص سے محبت کر کے اسے اپنی زندگی میں شامل کیا ہے' ایسے حالات میں بیٹی سے الفت اور گہری ہو جاتی ہے اور اگر اپنی اتنی پیاری بیٹی کو وہ ایک خط میں یہ لکھے کہ وہ اس کے باپ کی قاتل نہیں ہے تو اس میں کم از کم ہمیں سچائیاں محسوس ہوتی ہیں کیونکہ یہ خط اس کی موت کے بعد اس کی بیٹی تک پہنچا ہے' تاہم بظاہر ابھی تک یہ ایک جذباتی مسئلہ ہے لیکن کم از کم ہمیں اس سلسلے میں تھوڑی سی چھان بین ضرور کرنی چاہئے' براہ کرم مجھے پہلے یہ بتائیے کہ اس سلسلے میں اور کون کون ملوث تھا.........؟"

"پولیس نے جن لوگوں کو شامل تفتیش کیا تھا ان میں پہلے نمبر پر انور راہی تھا' انور راہی' راحیل نقاش کا گہرا دوست تھا بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ راحیل نقاش کی رنگین فطرت کا ساتھی بھی اور عموماً راحیل نقاش اس کے ہاں قیام بھی کرلیا کرتا تھا' گھر سے غائب رہ کر اگر اسے کہیں پایا جاسکتا تھا تو وہ انور راہی کا گھر ہی تھا' دوسرا انور راہی کا ایک بہت ہی گہرا دوست بلکہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یوں سمجھو کہ رشتے دار شاید کزن وغیرہ تھا' اس کا نام رحمٰن درانی ہے' رحمٰن درانی بھی اچھی خاصی شخصیت کا مالک ہے' یہ یونانی جڑی بوٹیوں پر ریسرچ کر رہا ہے اور اس سلسلے میں اس کا نام بڑی اچھی حیثیت کا حامل ہے' یہ بھی انور راہی کے ساتھ راحیل نقاش کے دوستوں میں تصور کیا جاتا تھا اور ان حسین راتوں میں ساتھ ہی ہوا کرتا تھا جب راحیل نقاش' انور راہی کے ہاں قیام کرتا تھا' ان محفلوں میں کیا ہوتا تھا یہ بات تو کبھی منظرعام پر نہ آسکی لیکن تصور یہ کرلیا گیا ہے کہ راحیل نقاش کی فطرت کے عین مطابق تھے یہ دونوں' تیسرا نمبر آتا ہے' قمرالنسا کی سوتیلی بہن (روبی کلر) قمرالنساء کی ایک سوتیلی بہن بھی تھی جس کا نام روحی ہے اور روحی کے ساتھ اس کی آیا جس نے روحی کو ہمیشہ اپنے سینے سے لگا کر رکھا' وہ بھی اس تفتیش میں شامل کی گئی تھی' پانچویں نمبر پر شمائل تھی جس کا تذکرہ میں تم سے کرچکا ہوں۔ گویا اس طرح بنتے ہیں پانچ افراد اور راحیل نقاش کے قتل کی کہانی انہی پانچوں افراد کے گرد گھومتی ہے' میرا مطلب سمجھ رہی ہوگی تم کہ پولیس نے ان پانچوں افراد کو شامل تفتیش رکھا تھا۔"

میں نے پرخیال انداز میں گردن کھجائی' چائے کے چند گھونٹ لئے اور اس کے بعد بولی۔

"تو پھر انکل عرشی اگر واقعی قمرالنساء نقاش نے اپنے شوہر کو زہر دے کر ہلاک نہیں کیا تو پھر ان پانچوں ہی میں سے کوئی اس کا ذمے دار ہوسکتا ہے۔"

فاضل عرشی صاحب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور انہوں نے لطف لیتے ہوئے کہا۔

"ہوسکتا ہے ایسا ہو لیکن پولیس اپنی تمام تر تفتیش میں ان لوگوں کو کہیں سے مشکوک نہیں پاسکی تھی اور بالآخر قرعہ فال قمرالنساء کے نام ہی نکلا تھا اور اسے سزا دی گئی تھی' ویسے ظاہر ہے پولیس کے چالان میں ہر طرح کی تفصیلات درج ہوتی ہیں اور پولیس نے اس سلسلے میں جو کچھ بھی کیا ہوگا بہت غور کرنے کے بعد کیا ہوگا' تاہم میں تمہاری بات کی تردید نہیں کرتا' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب تم اس سلسلے میں کیا کرو گی.....؟"

"ابھی کیا کہہ سکتی ہوں انکل عرشی بہرطور چھان بین ضرور کرلوں گی اور اس کے بعد آپ میرے اخبار میں اس سلسلے میں تفصیل پڑھ سکتے ہیں۔"

"ارے نہیں بھئی نہیں دیکھو یہاں تو تعاون والی بات آگئی ہے اگر کوئی ایسی بات محسوس کرو جس کا تعلق براہ راست ہم سے بھی ہو جائے تو کم از کم اپنے اخبار میں آرٹیکل لکھتے ہوئے ہم سے مشورہ ضرور کرلینا ہوسکتا ہے ہم بھی اس میں کسی نہ کسی طرح پھنس جائیں بات سمجھ رہی ہو ناہمیں خود بھی تو اپنی وکالت کا یہ پیشہ عزیز ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے گردن ہلائی اور کہا۔ "انکل معاشرے میں بہت سی ایسی گڑبڑیں ہیں جنہیں درست کرنا ہر شخص کی خواہش ہوگی' آپ بھی یہ نہ چاہتے ہوں گے کہ آپ کے پرزور دلائل کسی بے گناہ کو سزا دلوا دیں لیکن جو حقائق آپ کی نگاہوں کے سامنے آتے ہیں آپ

صرف انہی پر عمل کرتے ہیں مجھے اس سے بھی ذرا سا اختلاف ہے' شعبہ میرا بھی صحافت ہے اور جرائم کی رپورٹنگ کرتے ہوئے مجھے انہی لوگوں کا سہارا لینا پڑتا ہے جو اس معاملے میں تھوڑی بہت تفصیلات بتا سکتے ہیں بلکہ خصوصی طور پر میں نے تو یہاں یہ دیکھا ہے کہ کرائم رپورٹر پولیس اسٹیشن پہنچا پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچا وہاں سے خبریں حاصل کیں اور جو کچھ اسے بتایا گیا اس نے جوں کا توں چھاپ دیا۔ بے شک اس کی ذمے داری یہی ہوتی ہے' لیکن اگر اس کی اپنی تھوڑی سی محنت پولیس کی مدد بھی کرسکے یا عدالت میں پہنچنے والے کیس میں وکیل کو بھی تھوڑا سا سہارا دے سکے تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ اس کی اپنے فرض سے وفاداری ہوگی اور ایسا ہونا چاہئے کیونکہ معاملہ کسی دکان پر فروخت ہو ہونے والی کسی شے کا نہیں ہوتا بلکہ ایک ایسے انسان کا ہوتا ہے جو بعض اوقات بے گناہ بھی نکل آتا ہے اور اگر اس کی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے کوئی تگ و دو نہ کی جائے تو پھر اسے اس ناکردہ گناہ کے الزام میں سزا مل جاتی ہے اور یہ ایک بہت بڑا المیہ ہوتا ہے' تاہم میں یہ بات اس لئے نہیں کہہ رہی کہ میں آپ کو اس بارے میں لاعلم رکھوں گی' بلکہ صرف اس لئے کہہ رہی ہوں کہ اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو اور آپ یہ محسوس کریں کہ اس سلسلے میں چھان بین کی ضرورت ہے تو مجھ سے ضرور رابطہ کریں' میں یہ نہیں کہتی کہ اس سلسلے میں بہت زیادہ ذہانت کا مظاہرہ کرسکتی ہوں لیکن میں اپنی کوششیں کرکے آپ کو صحیح حقائق سے روشناس کراؤں گی۔"

"اور کیا یہ کوئی معمولی بات ہے' بھئی فرض کرو پولیس نے ایک کیس کی تفتیش کرکے چالان بنایا اور عدالت تک پہنچا دیا۔ مجھے اس کیس کی مخالفت یا موافقت میں کام کرنے کا موقع ملا اور اگر کچھ ایسے حقائق خفیہ طور پر مجھ تک پہنچ گئے جن کا تعلق براہ راست اس مسئلے سے ہو تو تمہارا کیا خیال ہے' کیا مجھے اس میں مدد نہیں ملے گی' دراصل میں نے اس مثلث کا ذکر کیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ مثلث ناقابل تردید ہے' سمجھ رہی ہو ناہمیری بات میری تمام تر خدمات تمہارے لئے حاضر ہیں اور کبھی کبھی اگر ہماری بھی کچھ مدد ہو جائے تو یوں سمجھ لو کہ تمہارا شکریہ ہی ادا کریں گے۔" میں نے ہنس کر گردن ہلا دی تھی پھر میں نے کہا۔

"انکل ایک اہم بات رہ جاتی ہے....."

"کیا.....؟"

"یہ قمرالنساء کی سوتیلی بہن روحی' اس سوتیلی بہن کی کیا کہانی ہے.....؟"

"مجھے حیرت ہے کہ تم نے یہ اہم سوال کیوں نہیں کیا۔ قمرالنساء کا باپ بچپن میں مرگیا تو اس کی ماں نے دوسری شادی کرلی۔ روحی اسی دوسرے شوہر کی بیٹی تھی قمرالنساء کا دوسرا باپ بھی زیادہ عرصہ نہ جی سکا اور کافی دولت چھوڑ کر مرگیا چنانچہ ماں نے ساری دولت اور جائیداد کاروبار وغیرہ دیانتداری سے دونوں بیٹیوں کے نام منتقل کردیا۔ بڑی ہونے کی وجہ سے قمرالنساء نے کاروبار پر اپنا تسلط قائم رکھا اور زیادہ تر حالات وہی سنبھالے رہی۔ اس سے ممکن ہے کچھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

الجھنیں پیدا ہوئی ہوں جو منظرعام پر نہیں آئیں۔ مگر پھر وہ نقاش کے عشق میں گرفتار ہوگئی اور یہیں سے کھیل بگڑ گیا۔ اس کی شخصیت نقاش کی بداعمالیوں سے ختم ہوگئی اور وہ اس کی آوارہ گردیوں کے مصائب میں گرفتار ہوگئی۔ اسے یقیناً نقاش سے الفت تھی چنانچہ طویل عرصہ تک وہ اس کی اوباش فطرت کو برداشت کرتی رہی اور شاید مزید برداشت کرتی رہتی مگر شمائل نے نقاش پر مضبوط گرفت قائم کی تھی جس کا یہ المناک نتیجہ برآمد ہوا۔"

"اوہ....." میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ بات ختم ہوگئی تھی چنانچہ میں نے عرشی صاحب سے اجازت مانگ لی۔

"مجھے آپ کی ضرورت پڑتی رہے گی انکل"۔

"انکل حاضر ہیں بیٹے۔" عرشی صاحب نے خلوص سے کہا تھا۔

معمول کے مطابق شام کو سات بجے "سبز فوارہ" پہنچ گئی۔ گرین فاؤنٹین میرا وہ پسندیدہ ریستوران تھا جہاں میں اور شہریار بیٹھا کرتے تھے میں نے بڑی چھان بین سے اسے تلاش کیا تھا بے حد پرفضا اور پرسکون جگہ تھی۔ میں ریستوران میں داخل ہوئی تو شہریار کو اپنی مخصوص میز پر بیٹھے پایا وہ کھلی کھڑکی سے عین سامنے نظر آنے والے "شن جوون" پھولوں کو دیکھ رہا تھا جو جاپان سے لاکر یہاں لگائے گئے تھے اور بے شک حسین تھے۔ میں نے یہ پھول پیرس کے لیمن پارک میں ایک فلاور شو میں دیکھے تھے یا پھر یہاں گرین فاؤنٹین میں نظر آئے تھے شہریار ہلکے گرین رنگ کے سفاری سوٹ میں ملبوس اس وقت بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ ویسے بھی وہ اسمارٹ اور جامہ زیب تھا' جو بھی پہن لیتا اس میں خوبصورت لگتا تھا' اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہماری تمہاری ملاقات کا یہ انداز یونیورسٹی یا کالج کے ان طالب علموں سے مختلف نہیں ہوتا' جو وقت نکال کر ایک دوسرے سے کہیں کسی خاموش گوشے میں ملاقات کرتے ہیں' معاف کرنا اس وقت یہ الفاظ میں ذرا جذباتی ہو کر کہہ گیا' لیکن اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے' جب تم یہاں سے جارہی تھیں تو میں نے اپنے دلی احساسات کا تذکرہ کیا تھا تم سے' یہ دوسری بات ہے کہ کبھی اس پودے کی آبیاری نہ ہوسکی اور یہ یونہی ٹنڈمنڈ کھڑا ہے' لیکن جب میں شام کو سات بجے تمہارے لئے گرین فاؤنٹین کی جانب دوڑتا ہوں تو یہ احساس شدید ہو جاتا ہے اور پھر عموماً یہی ہوتا ہے کہ مجھے ہی تمہارا انتظار کرنا ہوتا ہے اور اس وقت میرے دلی جذبات کچھ ایسے ہی ہوتے ہیں"۔

میں مسکراتی ہوئی اس کے سامنے بیٹھ گئی اور پھر میں نے کہا۔ "کھانے پینے میں پرہیز کرو شہریار' میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم کچھ موٹے ہوتے جارہے ہو' ثقیل اشیاء احساسات پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں اور انسان ایسی ہی احمقانہ باتیں سوچنے لگتا ہے' بسا اوقات تم پولیس کی

وردی میں بھی یہاں آتے ہو اور میں تو خیر دفتر سے اٹھ کر ادھر ہی کا رخ کرتی ہوں اس طرح ہم دونوں دو سمجھدار افراد معلوم ہوتے ہیں جن کے پیشے ایک دوسرے سے ربط رکھتے ہیں اور ہماری یہ ملاقاتیں ایک طرح سے پیشہ ورانہ بھی ہوجاتی ہیں۔"

شہریار نے غصیلی نگاہوں نے مجھے دیکھا اور بولا۔ "کبھی کبھی تو کچھ انسانوں جیسی گفتگو بھی کرلیا کرو' سارا موڈ چوپٹ کردیتی ہو۔"

"سناؤ کیسی رہی ہے؟"

"جیسی پولیس والوں پر گزرتی ہے" شہریار نے ہونٹ سکیڑ کر کہا اور بولا۔ "چائے منگواؤ' میرا موڈ بہت خراب ہوگیا ہے' اتنی دیر سے تمہارا انتظار کرتے ہوئے اس قسم کی باتیں سوچ رہا تھا جن پر تم نے' تم نے....." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا میں نے ہنستے ہوئے ویٹر کو چائے لانے کا اشارہ کردیا تھا۔

"کہو تمہارا محکمہ جاسوسی کس راستے پر سفر کررہا ہے؟"

"کام کر رہی ہوں اپنا' تم نے میرا کل کا آرٹیکل نہیں دیکھا۔ میرے آفس کے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ میرا ایک مشاہدہ ہے" شہریار اپنا موڈ درست کر کے مسکرا پڑا۔ پھر بولا۔

"میں اس لئے مسکرا رہا ہوں کہ اس آرٹیکل کے تذکرے سے مجھے خصوصی طور پر خوشی ہوئی ہے' ڈی آئی جی میرا مطلب ہے ایڈیشنل ڈی آئی جی حامد فخری کو جانتی ہو؟"

"نام کی حد تک' کبھی ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"ایک کام سے ان کے دفتر میں جانے کا اتفاق ہوگیا تھا' بیٹھے ہوئے تمہارے اس آرٹیکل پر تبصرہ کر رہے تھے اور انہوں نے اسے سرخ پنسل سے نشان زد کر دیا تھا۔ اپنے کچھ دوستوں سے وہ اس کی تعریف و توصیف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہے تھے کہنے لگے' یہ لڑکی تو قیامت ڈھا رہی ہے' ایسے فکر انگیز مضامین لکھتی ہے کہ بعض اوقات تو ہمارا تجربہ پانی بھرنے لگتا ہے' بلاشبہ ذہین ہے میں نے اس کے پرانے فائل بھی طلب کئے ہیں' دیکھنا چاہتا ہوں کہ کس حد تک ہے' ویسے بہت کامیاب صحافی ہے اور اپنی فیلڈ میں بڑی ترقی کرے گی۔"

میری آنکھوں میں مسرت کے آثار پیدا ہوگئے' ذہن پر کلک سی ہوئی تھی میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ "تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

"اول تو میں نے وہ آرٹیکل ہی نہیں پڑھا ابھی تک جس کی تعریف ہو رہی تھی اور دوسری بات یہ کہ اس بات سے جلتا ہوں۔"

"کیوں؟"

"بھئی جسے میرا ذہن تسلیم نہ کرے اور کوئی اس کی تعریف کرے تو تمہارا کیا خیال ہے مجھے خوشی ہوگی؟"

"تمہارا ذہن کیوں تسلیم نہیں کرتا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بھئی سوچنے کے انداز میں فرق ہے' میں جس سطح کا انسان ہوں اس میں رہ کر سوچتا ہوں اور یہ سوچ میرے ماحول سے پوری مطابقت رکھتی ہے۔ یہاں جرائم ہوتے ہیں پولیس تفتیش کرتی ہے چند ملزم گرفتار ہوتے ہیں انہی میں سے پھر نکال لیا جاتا ہے باقی سب کچھ تمہیں بتا ہی چکا ہوں۔ یہ افکار کی نزاکتیں بال سے کھال اتارنے کی کوششیں' شاعری میں تو شامل کی جاسکتی ہیں تفتیش میں نہیں۔ ڈی آئی جی صاحب اس مضمون میں شاعری تلاش کر رہے تھے سب انسپکٹر ہوتے تو دیکھتا" میں ہنستی رہی شہریار نے کہا۔

"تمہارا مسئلہ کہاں تک پہنچا؟"

"فاضل عرشی صاحب سے مل چکی ہوں۔"

"کچھ کام بنا؟"

"ہاں وہ بہت اچھی طرح ملے ان سے جو معلومات حاصل ہوئیں ان کے بعد مجھے تمہارے صاحب خان سے معاملہ طے کرنا ہے۔"

"یقین کرو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے اس کے دو ہی مشغلے ہیں نوکری کرتا ہے اور گیارہ بچوں کا باپ ہے تھانے آتا ہے تو اس فکر میں سرگرداں رہتا ہے کہ اس کے علاقے میں کوئی جرم نہ ہو گھر جاتا ہے تو فکر ہوتی ہے کہ گڈو کو ڈاکٹر کے پاس لے جائے جس کی آنکھ میں گیند لگ گئی ہوتی ہے پپو کے اسکول سے شکایت آتی ہے کہ وہ میتھ میں بالکل کورا ہے' بو کے منہ سے اکثر سگریٹ کی بو آتی ہے منجھی کی ڈاڑھ میں کیڑا لگ گیا ہے اور وہ ٹافیاں کھانے سے باز نہیں آتی اور منی....."

"خدا کے لئے' خدا کے لئے' میں نے ہنستے ہوئے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"جھوٹ تھوڑی بول رہا ہوں' اکثر ملزموں کی ٹھکائی کرتے ہوئے ان سے پوچھ بیٹھتا ہے کہ آخر یہ تمباکو نوشی کہاں سے شروع ہوئی تھی۔"

"مگر اسے اس سلسلے میں میری مدد کرنی ہوگی" میں نے پرزور لہجے میں کہا۔

"چائے منگواؤ" شہریار جھلا کر بولا۔

"آچکی ہے حضور والا اور ٹھنڈی ہو رہی ہے نوش فرمایئے" میں نے ہنس کر چائے کی طرف اشارہ کیا۔

"معلوم ہے' معلوم ہے' یوں کرو حامد فخری صاحب سے مل لو' تم سے بہت متاثر ہیں مدد کریں گے اور تمہارا کام بن جائے گا۔"

"بے حد شکریہ' یہی میں نے سوچا تھا" میں نے کہا۔

"ایک بات بتاؤ تم۔ میں شکل سے تمہیں گدھا لگتا ہوں۔"

"شکل سے تو نہیں لگتے' میں نے ہنسی روک کر کہا۔

"کسی اور طرح لگتا ہوں"

"زور گدھے پر ہی کیوں ہے" میری ہنسی چھوٹ گئی۔

"یعنی میں شہر کے کسی بھی حصے میں ہوتا ہوں گھڑی دیکھتا رہتا ہوں کہ تمہارے پاس پہنچنے میں دیر نہ ہو جائے' کسی کام میں مصروف ہوتا ہوں تو یہی کوشش کرتا ہوں کہ چھ بجے فراغت ہو جائے نہیں ہوتی تو بہانہ کر کے بھاگ آتا ہوں۔ کس لئے آخر کس لئے۔"

"تم ہی بتا دو۔"

"اس لئے کہ تمہیں انتظار نہ کرنا پڑے۔ دیر نہ ہو جائے۔ تم پر بھی کچھ فرض عائد ہوتا ہے کہ نہیں۔"

"مثلاً" میں نے شرارت آمیز لہجے میں پوچھا۔

"مثلاً' مثلاً وہ دانت پیستا ہوا بولا' سوٹ کو دیکھو' اس سوٹ کو دیکھو' درزی نے دو دن لیٹ کر دیا تو اسے تھانے میں بند کرنے کی دھمکی تک دے دی پانچ بجے حاصل کیا گھر بھاگا' نہایا تیار ہوا اور تمہارے منہ سے یہ تک نہ پھوٹا کہ کیسا لگ رہا ہے۔"

"او بہت خوبصورت' کتنے اسمارٹ لگ رہے ہو تم اسے پہن کر۔"

"اور اگر اسے نہ پہنتا تو۔"

"گرین فاؤنٹین کا عملہ پولیس بلا لیتا" میں نے جواب دیا اور شہریار ہونٹ کاٹنے لگا پھر بولا۔

"کان کھول کر سن لیجئے محترمہ میں صرف اس لئے یہ بھاگ دوڑ نہیں کرتا کہ یہاں آکر آپ کے آرٹیکلز کے لئے مواد فراہم کروں۔ کچھ حسن و عشق کی باتیں بھی ہونی چاہئیں فراق کے تذکرے اور..... وصال کی آرزوئیں ان کے بغیر کام نہیں چلے گا۔"

"اوہ مشکل مرحلہ ہے دو چار رومانی ناول پڑھنے پڑیں گے خیر ٹرائی کروں گی۔"

○ ---------- ☆ ---------- ○

میں موقع سے فائدہ اٹھانے سے چوکنے والی نہیں تھی۔ دوسرے دن بارہ بجے دفتر سے ڈی آئی جی حامد فخری صاحب کا فون نمبر لے کر انہیں فون کیا۔ رابطے میں دیر نہیں لگی تھی۔

"سر میرا نام لبنیٰ غضنفر ہے اور میں۔"

"اوہ' میں پہچان گیا بے بی۔ میں تو تمہارا فین ہوں۔ کمال کے مضامین لکھ رہی ہو تمہاری کئی رپورٹیں پڑھ چکا ہوں تمہارے اخبار کے پرانے فائل سے نکلوا کر اور ان سے بہت متاثر ہوا ہوں۔"

"عزت افزائی کے لئے شکر گزار ہوں سر' آپ سے ملاقات کی خواہشمند ہوں کیا آپ اپنے قیمتی وقت کے کچھ لمحات دے سکتے ہیں مجھے۔"

"آجاؤ اس وقت مجھے فرصت ہے۔"

"بے حد شکریہ۔ میں آدھے گھنٹے میں پہنچ رہی ہوں۔"

"میں نے کہا پھر بھلا دیر کی گنجائش تھی فخری صاحب اپنے تن و توش اور شخصیت کے لحاظ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے مکمل ڈی آئی جی تھے بارعب' خطرناک لیکن نرم خو۔

"تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم کرچکا ہوں بہترین کام کر رہی ہو۔ بہت خوش ہوں میں تم سے۔"

"آپ میرے کام سے متفق ہیں سر"

"ہاں کیوں نہیں۔ سب کچھ ہونا چاہئے اس سے پولیس کو بھی مدد ملتی ہے اور بعض اوقات وہ بھی سامنے آ جاتا ہے جو پولیس کی نظروں سے بچ جاتا ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ تم جیسے ذہین لوگ پولیس کی مدد کرتے رہو۔"

"اور پولیس کو بھی ہم سے تعاون کرنا چاہئے نا۔"

"بالکل کرنا چاہئے ویسے بھی ہم اخبار نویسوں سے ہر طرح تعاون کرتے ہیں۔"

"بعض اوقات ایسا نہیں ہوتا سر۔"

"تمہیں کوئی شکایت ہے؟"

"شکایت پیدا ہوجانے کا خطرہ ہے۔ دراصل میں ایک ایسے کیس کے بارے میں چھان بین کر رہی ہوں جو سات سال پرانا ہے مجھے اس کی تفصیلات درکار ہیں مگر پہلے تو سات سال پرانے فائل کا حصول میرے لئے مشکل ہے اور پھر ان لوگوں کا تعاون جو اس کیس سے متعلق رہ چکے ہیں۔"

"ہوں' ذاتی طور پر تو میں تمہاری مشکل حل کرسکتا ہوں لیکن قانونی طور پر کوئی سرکاری چیز کسی غیرسرکاری آدمی کو نہیں دی جاسکتی تم افسر متعلقہ سے مل لو وہ تمہارا کام کر دے گا۔"

"یہی میں چاہتی ہوں سر۔"

"کون ہے افسر تفتیش۔"

"انسپکٹر صاحب خان۔"

"اس سے بات کرو' تعاون نہ کرے' تو مجھے فون کرا دینا" فخری صاحب نے کہا اور میں مسرور ہوگئی۔ جب میں وہاں سے اٹھی تو فخری صاحب نے کہا۔ "اور سنو۔" آئندہ بھی کوئی مشکل پیش آئے تو مجھ سے بات کرلینا" میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے چل پڑی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس سلسلے میں بھی شہریار نے ہی میری مدد کی تھی' حالانکہ یہ کام اصولی طور پر ہونا چاہئے کم از کم بیرون ملک میں اتنی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ لیکن پھر وہی بات' مجھے یہاں کے اور وہاں کے فرق کو بار بار محسوس کرنا چاہئے تھا۔ اس کے بعد صاحب خان پر چھاپہ مارنا کوئی مشکل کام نہیں ہوا' بس اس کے بارے میں یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ دفتر میں موجود ہے یا نہیں میں بغیر کسی اطلاع کے صاحب خان تک پہنچی تھی اور اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"آؤ بھئی شرلاک ہومز' کہو کیا ہو رہا ہے' بڑی دھوم مچا رہی ہو آج کل۔"

"جی صاحب خان صاحب' بس آپ کی دعائیں چاہئیں۔"

"او بی بی اگر ہماری دعائیں کسی کام کی ہوتیں' تو ہمارے کام نہ آتیں' بیٹھو خیر تو ہے کیسے آنا ہوا۔" "بس صاحب خان صاحب' ہمارا آپ کا ساتھ تو کسی ایسے اہم مسئلے پر ہی ہو سکتا ہے جس کے لئے ہمیں آپ کی ضرورت ہو۔"

"ہاں بی بی آج کل ضرورت کے بغیر کون کس سے مل سکتا ہے کہو کیا قصہ ہے۔"

"وہی صاحب خان صاحب جس کا تذکرہ پہلے بھی آپ سے ہوچکا ہے وہ لڑکی جس کا کہنا ہے کہ اس کی ماں بے گناہ تھی اور اسے بے گناہی کی سزا ملی اور وہ اپنی ماں کی روح کو پرسکون دیکھنا چاہتی ہے۔"

"اوئے خیر اوئے خیر اور تم اس کی ماں کی روح کو سکون پہنچانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہو' کیوں یہی بات ہے نا؟"

"ہاں صاحب خان صاحب۔"

"او بی بی تو کوئی خیرات وبرات کر دو۔ کوئی نذر نیاز دلوا دو اس کی روح کو سکون مل جائے گا' اب بے چاری کو کیوں پریشان کر رہی ہوں۔"

"نہیں صاحب خان صاحب' آپ کو اس سلسلے میں میری مدد کرنا ہوگی۔"

"کمال کرتی ہو' ہم نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہم سر اٹھانے کی فرصت نہیں رکھتے' پچاس جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں' کوئی بات ہو نہ ہو بات بن جاتی ہے اور پھر سات سال پرانی بات ہے' ہم تو اس تھانے میں تھے ہی نہیں' ہزاروں واقعات آگئے اس کے بعد' بھلا کیا مدد کی جاسکتی ہے تمہاری۔"

"صاحب خان صاحب' میں آپ کی اس دوران کی تفتیش کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں' جو واقعات ہیں وہ میرے علم میں آنے چاہئیں۔"

"ہمارے علم میں نہیں ہیں تمہارے علم میں کہاں سے آ جائیں گے بی بی اس سلسلے میں ہم معافی چاہتے ہیں اور پھر سات سال پرانا ریکارڈ تو نکلوانا بھی مشکل ہے' بڑے نخرے ہوتے ہیں ریکارڈ آفس والوں کے' بڑے جھگڑے ہوتے ہیں اس سلسلے میں' تمہیں کیا معلوم' کوئی نیا بازار ہے تو آ جانا ہمارے پاس' ہم سے جو خدمت ہوسکے گی کردیں گے۔"

جاتا ہے کیونکہ میں اس سلسلے میں مصروف ہوں صاحب خان صاحب اور آپ سے مدد چاہتی

اس نے اپنا کام کر دکھ

افسر تفتیش کی پہلی رہاری بھی تم آخری بات سن لو' ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے اور

"وہ مہمان کون تھے جو واردات بھے چکی ہے۔"

"مقتول کا گہرا دوست انور راہی ولد محمد حسینؒ' بتا سکتے ہیں۔"

"ایک اور دوست رحمان درانی' یونانی ادویات پر ریسرچ کا سکا ے نہیں چلتے' تو پھر کوئی اتنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پرانا کام۔"

"تو آپ میری مدد سے انکار کر رہے ہیں صاحب خان صاحب۔"

"پکا انکار جی' پکا انکار........ تکلیف کی بات ہی نہیں ہے کوئی ایسی بات ہو جو کی جاسکے کی جاسکتی ہے باقی جھگڑے ہمارے بس کے نہیں ہیں۔"

"میں ڈی آئی جی حامد فخری صاحب سے ملی تھی۔" میں نے کہا اور انسپکٹر صاحب خان سنبھل کر مجھے دیکھنے لگا۔

"تو پھر؟"

"انہوں نے مجھے کہا تھا کہ صاحب خان بہت اچھے آدمی ہیں تم اگر ان سے درخواست کرو گی تو وہ تمہاری مدد کریں گے اور اگر وہ بہت زیادہ مصروف ہوں اور اس سلسلے میں انکار کریں تو ان سے کہنا کہ مجھے فون کرلیں" صاحب خان کا منہ ایک لمحے کے لئے کھلا' پھر بند ہوگیا۔ وہ غصیلی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے جھلائے ہوئے انداز میں ٹیلی فون اپنے ساتھ پٹخا اور ریسیور کریڈل سے اتار کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"فخری صاحب سے بات کرا دو۔" "ہاں صاحب خان بول رہا ہے انسپکٹر صاحب خان" وہ انتظار کرتا رہا اور کچھ دیر کے بعد کرسی پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"جی سر' آپ کا خادم سر' صاحب خان بول رہا ہے سر' سر وہ ایک بی بی آئی ہے میرے پاس' نام ہے لبنیٰ غضنفر' اخبار میں کام کرتی ہے' وہ کہتی ہیں کہ ایک سات سالہ پرانا فائل انہیں دکھا دیا جائے۔ سر سر' سر۔" اس کے بعد صاحب خان صرف سر سر ہی کرتا رہا تھا اور آخر میں اس نے مردہ لہجے میں کہا تھا۔

"جی سر' ٹھیک ہے' بہت بہتر سر بہت بہتر۔" پھر اس نے ریسیور ٹیلی فون پر پٹخ دیا اور مجھے دیکھتا رہا اس کے بعد وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"آج تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ٹائم ختم ہوگیا ہے' کل دن کو ایک بجے تم مجھ سے مل لینا۔"

"جی صاحب خان صاحب' بالکل ٹھیک ہے بہت بہت شکریہ۔"

"او بی بی ہمارا شکریہ ادا کرنے کا تکلف کیوں کر رہی ہو' شکریہ تو تم نے فخری ... م اصولی ادا کر ہی دیا ہوگا" میں ہنستی ہوئی وہاں سے باہر نکل آئی تھی۔ شہریار اس ... لیکن پھر وہی بات' ظاہر ہے کسی کام سے گیا ہوگا۔ لیکن بہرطور میرا کام حامد فخری صاحب کے بعد صاحب خان پر ... ن میں ... معلوم کرنا تھا کہ وہ دفتر میں موجود اور اس کے بعد مجھے دوسرے دن کا انتظار تھا جب ... والا تھا۔

شام کو حسب معمول ... ب خان تک پہنچی تھی اور اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے

... مز' کہو کیا ہو رہا ہے' بڑی دھوم مچا رہی ہو آج کل۔"

جو ہمارے معمولات کے مطابق تھا' آج میں نے اس کے ساتھ اپنا رویہ کافی نرم رکھا تھا ویسے شہریار کی اصلیت سے میں واقف تھی' جو خول اس نے اپنی ذات پر چڑھایا تھا وہ حقیقی نہیں تھا اور اس خول کے نیچے مجھے وہی پرانا مائل نظر آتا تھا۔ جس کے اشعار میں زندگی تھی امنگیں تھیں جذبات تھے۔

O---------☆---------O

صاحب خان نے حیرتناک تبدیلیوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ آج اس کی پیشانی شکنوں سے پاک نظر آ رہی تھی۔ میں حیران حیران اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس نے ایک پرانا فائل کھول لیا تھا۔ پھر وہ مشینی انداز میں شروع ہوگیا۔ "ایکس اکتوبر کو دو بج کر بیس منٹ پر پولیس کو یعنی علاقے کے تھانے کو خبر دی گئی کہ بنگلہ نمبر ایک سو دس میں زہر خورانی کا ایک کیس ہوا ہے اور اس میں ایک مشہور آدمی فوت ہوگیا ہے جس کا نام راحیل نقاش ہے۔ یہ خبر اس ڈاکٹر نے دی تھی جسے بلا کر راحیل نقاش کو دکھایا گیا تھا اور جس نے اس کی موت کی تصدیق کی تھی۔ پولیس موقع پر پہنچ گئی اور ابتدائی تفتیش شروع ہوگئی۔ راحیل نقاش شرابی اور آوارہ مزاج آدمی تھا۔ وہ اپنے مصوری کے کمرے میں تصویر بناتے بناتے مرا تھا گھر میں دوسرے لوگ موجود تھے کچھ مہمان بھی آئے ہوئے تھے جنہوں نے دوپہر کا کھانا ساتھ کھایا راحیل عموماً کھانے میں ان کے ساتھ شامل نہیں ہوتا تھا مصوری کرتے ہوئے وہ شراب پیتا جاتا تھا اور جب اس کا جی چاہتا تھا کھانا اپنے کمرے میں منگوا لیتا تھا۔ اس دن بھی کھانے سے فراغت پاکر اس کی بیوی اپنی سوتیلی بہن کی آیا کے ساتھ اس کے کمرے میں یہ پوچھنے گئی تھی کہ وہ کھانا کب کھائے گا۔ بس جی وہاں ان دونوں نے اس مردہ حالت میں دیکھا۔ راحیل کی بیوی کے حواس خراب ہوگئے آیا نے فون کر کے ڈاکٹر کو بلایا ڈاکٹر نے اسے دیکھ کر تصدیق کر دی کہ وہ مرچکا ہے۔ مقتول کے جسم پر زخم کا کوئی نشان نہیں تھا نہ ہی اس کے نگارخانے میں کوئی ابتری تھی۔ ابتدائی تفتیش کے بعد پولیس نے لاش پوسٹ مارٹم کے لئے بھجوا دی اور جی یہ ہے پوسٹ مارٹم رپورٹ۔"

مقتول کو دھتورے کاست دیا گیا ہے۔ یہ زہر دھتورے سے حاصل کیا جاتا ہے اور اس کا استعمال کسی ایلوپیتھک دوا میں نہیں کیا جاتا ہاں کچھ یونانی دواؤں میں اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ بازار میں عام نہیں ملتا اور ضرورت پڑنے پر نکلوایا جاتا ہے۔ اس زہر کو شراب یا شربت میں دیا جاتا ہے کیونکہ یہ کڑوا ہوتا ہے۔ زہر ایک اور دو بجے کے درمیان استعمال ہوا اور دس منٹ میں اس نے اپنا کام کر دکھایا۔

افسر تفتیش کی پہلی رپورٹ۔

"وہ مہمان کون تھے جو واردات کے دن مقتول کے گھر موجود تھے"

"مقتول کا گہرا دوست انور راہی ولد محمد حسین' ساکن الٰہی منزل نئی کالونی۔"

"ایک اور دوست رحمان درانی' یونانی ادویات پر ریسرچ کا سکالر۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مقتول کی ایک اور دوست شائل فرزند علی جس نے مقتول سے اپنی تصویر بنوائی تھی۔ باقی لوگوں میں مقتول کی بیوی کی سوتیلی بہن روحی جمال اور اس کی آیا رقیہ بیگم..... اور تین گھر کے نوکر۔"

"متعلقہ لوگوں سے چھان بین کی گئی تو اسکالر رحمان درانی نے بتایا کہ دھتورے کے زہر کی شیشی اس کی تجربہ گاہ سے چرائی گئی تھی اور صرف ایک روز قبل یہ سارے لوگ جن میں مقتول کی بیوی بھی تھی اس کے گھر جمع ہوئے تھے۔"

ملازم کریم داد خان سے معلوم ہوا۔ "صاحب نشہ باز اور لا ابالی آدمی تھے وہ عورتوں کے پیچھے بھاگتے پھرتے تھے اور گھر میں اکثر جھگڑا رہتا تھا' یہی وجہ تھی کہ بیگم صاحبہ نے اپنی اکلوتی بیٹی کو بچپن ہی سے اپنی ایک رشتے دار کے پاس بھجوا دیا تھا اور وہ وہیں پل رہی تھی بیگم صاحبہ اس سے بہت کم ملنے جاتی تھیں مگر اس کا خرچ برابر منی آرڈر ہوتا تھا۔ کاروبار بیگم صاحبہ خود سنبھالتی تھیں اور وہ انہیں بھی اپنی ماں سے ملا تھا جبکہ صاحب کے کوئی جائیداد نہیں تھی وہ بس محبت کی شادی سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔"

ملازمہ شبانہ خاتون بنت عدنان علی کا بیان۔

"صاحب آوارہ مزاج انسان تھے اور کئی بار انہوں نے اسے بھی بری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ بیگم صاحبہ ان کی حرکتوں سے تنگ تھیں مگر ان سے بہت محبت کرتی تھیں۔ واردات سے ایک دن قبل دونوں میاں بیوی میں جھگڑا ہوا تھا شائل بی بی بھی اس جھگڑے میں شامل تھیں بات اس دعوت سے شروع ہوئی تھی جو رحمان درانی صاحب کے گھر پر تھی اور جس کی اطلاع دینے شائل بی بی آئی تھیں۔ شائل نے مسکرا کر کہا تھا۔"

"تم موجود ہو میری کیا ضرورت ہوگی۔" قمرالنساء بیگم نے کہا تھا۔

"ہاں واقعی اب تو یہی ہونا چاہئے۔ خیر کچھ دن کے بعد سہی۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا۔؟"

"مطلب یہ ہے کہ بہت جلد تمہارا یہ غصہ ختم ہو جائے گا۔ اس وقت جب آفاقی مصور میرا شوہر ہوگا۔"

"تمہارا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا شائل مجھے جانتی ہو میں کون ہوں۔ وہ بلی جو کھاتی نہیں ہے تو لڑھکا دیتی ہے۔ نقاش میرا شوہر ہی نہیں میرا محبوب ہے اور اپنا محبوب میں کسی اور کے حوالے نہیں کروں گی۔ اگر اسے روک نہ سکی تو ہلاک کر دوں گی۔"

اس کی تصدیق شائل اور آیا نے بھی کی روحی کی آیا نے بتایا کہ ایک اور جھگڑے کے دوران شائل نے قمرالنساء سے کہا تھا۔ "یقین کرو قمر' شائل سے شادی کرنے کے بعد بھی میں تم سے منحرف نہیں ہو جاؤں گا تمہارا اور زیب کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا اور تمہیں کوئی شکایت نہ ہوگی جس کے جواب میں قمرالنساء نے پھنکارتے ہوئے کہا تھا۔

"احمقوں کی جنت میں رہتے ہو راحیل' وہ وقت کبھی نہ آئے گا' تم اپنی زندگی میں ایسا نہ کر سکو گے میں تمہیں اس عمل کے لئے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

دھتورے کے زہر کی خالی شیشی پولیس کی تلاشی کے دوران قمرالنساء کے بیڈ روم سے ملی بعد میں اس نے اقرار کیا کہ یہ شیشی رحمان درانی کے ہاں سے اسی نے چرائی تھی مگر اس نے کہا اس زہر سے وہ خودکشی کرنا چاہتی تھی۔ پولیس کے سوال پر کہ جب اس نے یہ زہر استعمال نہیں کیا تو شیشی خالی کیسے ہوگئی تو وہ کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکی۔ پولیس نے اسے اپنے شوہر کو قتل کرنے کے الزام میں گرفتار کرلیا۔ یہ پولیس رپورٹ ہے بعد کے کام عدالت کے ہیں۔ کیا عدالت کے فائل بھی ہمیں ہی دکھانے ہوں گے۔

"تو ہماری چھٹی ہوئی۔"

"نہیں صاحب خاں صاحب میں پولیس تفتیش کا فائل دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"یقیناً اگر اس فائل میں اس کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے تو..... بس ٹھیک ہے لیکن کیا یہ تفتیش نامکمل نہیں ہے؟" صاحب خان نے غصیلی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمارے لئے اتنی ہی کافی ہوئی تھی کمی رہی گئی ہے تو تم پوری کر لو۔"

"مجھے اس کی نقل مل سکتی ہے۔"

"اور یہ نوٹس کس لئے لے رہی ہو۔" صاحب خان بولا۔

"اس کے باوجود ضرورت پڑے گی۔"

"اس کا حکم نہیں ملا ہے۔ یہ پولیس ریکارڈ کی فائل ہے اس کی نقل کورٹ کے ریکارڈ میں مل جائے گی۔"

"تاہم آپ اسے اپنے پاس رکھیں۔ ممکن ہے میں اس کی نقل کے لئے اجازت حاصل کرلوں۔"

"اس کا ایک اور طریقہ بھی ہو سکتا ہے۔ تم کورٹ سے ساری عدالتی کارروائی کا فائل حاصل کرلو۔ تھوڑی سی کوشش سے یہ کام ہو سکتا ہے۔" "ہوں اچھا مشورہ ہے۔ ویسے صاحب خان صاحب آپ کا ذاتی خیال کیا ہے کیا وہ عورت قاتلہ تھی۔"

"نہیں۔" صاحب خان نے بھاری لہجے میں کہا اور میں اچھل پڑی۔

"کیا مطلب۔۔۔ گویا آپ خود بھی اسے قاتل نہیں سمجھتے۔"

"بالکل نہیں۔"

"پھر آپ کے خیال میں اسے کس نے قتل کیا؟"

"ہم نے.....! اس لئے تو ہماری تفتیش ہو رہی ہے۔ تم اپنے اخبار میں یہی لکھ دینا۔"

میں ہنس پڑی' شاید صاحب خان نے خوشدلی سے یہ سب کچھ نہیں کیا تھا اور ڈی آئی جی کی طرف سے ملنے والے حکم کو اپنی سبکی سمجھا تھا۔ میں نے گردن ہلا کر اٹھتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس تعاون کے لئے بہت بہت شکریہ- امید ہے کہ آپ آئندہ بھی اسے جاری رکھیں گے اچھا اجازت....." صاحب خان نے اس کے جواب میں دل ہی دل میں کیا کہا ہوگا یہ میں جانتی تھی لیکن ظاہر ہے بیان نہیں کرسکتی- تاہم جو کچھ معلوم ہوا تھا وہ بہت دلچسپ اور سنسنی خیز تھا- بیشک پولیس کی تفتیش ایک طرح سے قمرالنساء کو قاتلہ ثابت کرتی تھی لیکن ابھی بہت سے نقطے باقی تھے ممکن ہے میری محنت باور ہو جائے-

صاحب خان کی کیفیت کا تذکرہ میں نے شہریار سے کیا تو اس نے بے شمار قہقہے لگائے تھے وہ بولا- "تو تم نے اسے اونٹ اور خود کو پہاڑ ثابت کر دکھایا ہے لیکن ایسے کسی پہاڑ کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا جس کے سامنے جاکر تم خود اونٹ بن جاؤ-"

"یقیناً' لیکن فلسفہ کچھ مزید وضاحت طلب ہے-"

"محکمہ پولیس بھی پوری طرح بااختیار نہیں ہے بلکہ یوں سمجھ لو بااختیار ہے ہی نہیں- کسی واردات کی ایف آئی آر کاٹتے ہوئے بعض اوقات ہمیں انتظار کرنا پڑتا ہے کہ کسی "خطرناک" جگہ سے سفارش نہ آجائے- ایف آئی آر کاٹتے ہوئے پہلے ملزم کے بارے میں بھی تحقیقات کرنی ہوتی ہے- اگر ایف آئی آر کٹ جائے تو بڑی مشکل ہو جاتی ہے اور بعض اوقات نوکری داؤ پر لگ جاتی ہے سمجھ رہی ہو نا میرا فلسفہ-" شہریار نے کہا-

"ہاں کسی حد تک- ایسی الجھن کا کوئی حل نکالا ہے تم نے یا تمہارے صاحب خان نے-"

"شادی کے بعد بتاؤں گا" شہریار نے کہا-

"کیا مطلب- میں سمجھی نہیں- کیا تمہاری شادی ہو رہی ہے-"

"ہو ہی جائے گی- میں تو تیار ہوں دیکھیں تم کس دن تیار ہوتی ہوں-" شہریار گہری سانس لے کر بولا-

"اوہ' ہنسانے کی کوشش کر رہے ہو شاید میں ہنس لوں گی لیکن جو سوال کیا ہے اس کا جواب دو-"

"معافی چاہتا ہوں- راز کی یہ بات صرف نصف بہتر کو بتائی جاسکتی ہے- اور تم ابھی چوتھائی بہتر ہو باقی بدتر' بلکہ بدترین کیونکہ اخبار نویس ہو اور شہر بھر میں ڈھنڈورا پیٹ سکتی ہو-"

شہریار-" میں نے کرخت لہجے میں کہا-

"افوہ- یہ محکمہ پولیس کے راز ہیں تمہیں کیسے بتا دوں کہ کچی پکی کا معاملہ ہے ضروری ہی ہو جائے تو پھر کچی ایف آئی آر کاٹ دی جاتی ہے بعد میں مناسب ہوا تو پکی' کیا سمجھیں- مگر ایک بات کان کھول کر سن لو اگر یہ بات اخبار میں لکھ گئی تو نوکری چھوڑ کر کسی آئل ڈپو میں ملازمت کرلوں گا-" میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی-

ایک بہترین مشغلہ ہاتھ آیا تھا اور میں نہایت پرامید تھی کہ اس میں کامیابی حاصل کرلوں گی جہاں تک پہنچ گئی تھی تسلی بخش تھا اور آگے کے بھی پورے پورے امکانات تھے- نقاش

کیس کے دوسرے افراد کے پتے حاصل کرنا بیشک ایک مشکل کام تھا لیکن کسی کرائم رپورٹر کے لئے نہیں البتہ بھاگ دوڑ نہیں کرنی پڑتی تھی اس سلسلے میں' میں نے پہلی ملاقات انور راہی سے کی تھی-

"افسوس کچھ بدذوق انسان ہوں- اخبار وغیرہ باقاعدگی سے نہیں پڑھتا یا اگر پڑھتا بھی ہوں تو بس سیاسی یا خاص نوعیت کی سرخیوں کی حد تک- بہرحال کوئی بات نہیں- آپ کی شخصیت آپ کا تعارف ہے لیکن مجھ سے ملاقات کی ضرورت آپ کو کیوں پیش آگئی- میں خیریت سے تو ہوں نا-"

"یقیناً میں بھی آپ کی خیریت کی خواہاں ہوں- معاملہ آپ کے ایک عزیز دوست راحیل نقاش کا ہے-" انور راہی اچھل پڑا تھا- پھر اس نے حیرانی سے کہا-

"راحیل نقاش' مگر وہ تو' اور پھر-"

"مرچکا ہے اور وہ بھی سات سال پہلے-" میں نے اس کا جملہ پورا کر دیا-

"ہاں لیکن وہ میرا اتنا عزیز دوست تھا کہ میں اسے ساری عمر نہیں بھول سکتا مجھے یہ تعجب ہے کہ اتنے عرصے بعد کسی اخبار یا ایک کرائم رپورٹر کو ان واقعات سے کیا دلچسپی پیدا ہوگئی-"

"راحیل آپ کا گہرا دوست تھا؟"

"یقیناً ہم نے بے شمار خوشگوار لمحات ایک ساتھ گزارے ہیں اور میں اسے کبھی نہیں بھول سکوں گا وہ خوش باش تھا بے فکر تھا زندگی کو ایک خوشگوار ہنسی کی مانند سمجھتا تھا خوش رہتا تھا مگر-"

"جی ہاں؟" میں نے سوال کیا-

"میں یہ جاننا چاہتا ہوں مس لبنیٰ کہ اب اتنے عرصے کے بعد آخر اس چھان بین کی ضرورت کیوں پیش آگئی- آپ کا جواب دینا ضروری ہے تاکہ جو کچھ میں آپ کو بتاؤں اسی روشنی میں بتاؤں-"

"بیشک میں اس کی ذمے دار ہوں آپ راحیل نقاش کی بیٹی زیبا نقاش سے ضرور واقف ہوں گے-"

"ہاں یقیناً مگر میں نے اسے بہت چھوٹی عمر میں دیکھا تھا بعد میں اسے اس کی ایک خالہ کے پاس بھیج دیا گیا تھا-"

"زیبا کا خیال ہے کہ اس کی ماں بے گناہ ہے اور اس خیال کا محرک ایک خط ہے جو اس کی ماں نے اسے موت سے قبل لکھا تھا- اس کے بارے میں آپ کی رائے جاننا چاہتی ہوں-"

"لیکن اب کیا فائدہ ہے سب کچھ تو ہو چکا ہے قانون کی آنکھیں بند نہیں تھیں جو کچھ ہوا ہے قانون کے زیرنگاہ ہوا ہے جہاں تک میری ذاتی رائے ہے یہ عورت کے حسد اور نفرت کی کہانی ہے اور ڈیئر کرائم رپورٹر میں تمہیں یہ کہانی سنانے کے لئے تیار ہوں کیونکہ تمہیں اس کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ضرورت ہے۔ ایک دلچسپ فیچر۔ کیوں؟" انور راہی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بیشک۔ لیکن ذہانت کے ساتھ' اور آپ کی آنکھوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی یادداشت بہترین ہے۔" میں نے انور راہی کی تعریف کر دی اور وہ موڈ میں آگیا۔ چند لمحے سوچتے رہنے کے بعد وہ بولا۔

"راحیل سے میری دوستی بہت پرانی تھی' اس وقت سے جب وہ صرف راحیل تھا۔ مصوری اسے قدرتی فن کے طور پر ملی تھی اس کا کوئی استاد نہیں تھا اور اپنے اس فن کو اس نے کبھی دولت کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا اور ورنہ شاید دولت اس سے دور نہ رہتی۔ لیکن بالآخر یہ دولت اسے اس کی محبت کے ذریعے حاصل ہوگئی۔ قمر سے اسے سچ مچ محبت ہوگئی تھی۔ لیکن ایک مصور کی فطرت میں حسن پرستی نہ ہو تو اس کا فن ادھورا رہ جاتا ہے۔"

"قمرالنساء کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" "قمرالنسا بے پناہ محبت کی شکار۔ ایک جھلسی ہوئی عورت تھی۔ وہ بلا کی حاسد بھی تھی خصوصاً اس کا ماضی' جب اس کے باپ کا انتقال ہوگیا تو اس کی ماں نے دوسری شادی کرلی اور جب اس کے ہاں دوسری بیٹی روحی پیدا ہوگئی تو اپنے نظرانداز کئے جانے پر اس کے اندر طوفانی جذبے بیدار ہوگئے۔ روحی کے ساتھ اس کا برتاؤ بہت خراب رہا ہے۔"

"راحیل کے ساتھ اس کا کیسا رویہ تھا؟"

"زیادہ سخت نہیں تھا مگر اسے راحیل کی فطرت نے دیوانہ کر دیا تھا اور خود راحیل اس سے شادی کر کے شدید پچھتاوے کا شکار تھا۔ ایک عجیب الجھاؤ پیدا ہوگیا تھا۔ یہاں تک کہ روحی بھی قمرالنسا کے برے برتاؤ کے باوجود راحیل کے خلاف ہوگئی تھی اور اسے اپنی بہن سے ہمدردی تھی۔"

میں نے سنبھل کر انور راہی کو دیکھا یہ دلچسپ انکشاف تھا۔ چنانچہ میں نے اسے کریدتے ہوئے کہا۔ "روحی کے راحیل سے کیسے تعلقات تھے؟"

"نہایت کشیدہ۔ روز اول سے ہی دونوں ایک دوسرے سے بے تکلف نہ ہوسکے تھے۔ اور جب راحیل کی حسن پسند فطرت سامنے آئی اور قمر پریشان ہوگئی تو روحی اس کی طرفدار بن گئی اس کے بعد دونوں بہنوں کے درمیان کشیدگی تقریباً ختم ہوگئی تھی۔ لیکن احمق راحیل کسی بات پر سنجیدہ نہیں ہوتا تھا حالانکہ میں نے اسے سمجھایا تھا لیکن شمائل بری طرح اس پر حاوی ہوگئی تھی اور وہ کوئی بات سننے کو تیار نہیں تھا روحی خود بھی شمائل سے نفرت کرتی تھی۔"

"قتل سے ایک روز قبل ان کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا تھا؟"

"روز ہوتا تھا اس دن میرے ایک اور گہرے دوست درانی نے ان سب کو اپنے ہاں مدعو کیا تھا وہ یونانی جڑی بوٹیوں پر تحقیق کرتا ہے اور مشہور آدمی ہے۔ اسی روز اس کی تجربہ گاہ سے ایک مہلک زہر چوری ہوگیا تھا جس کی خالی شیشی بعد میں قمر کی خواب گاہ سے برآمد ہوگئی

تھی۔ مجھے قمر کا اس دن کا انداز یاد ہے وہ غمزدہ اور غصے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اور شاید الجھی ہوئی بھی۔"

"قتل کے دن آپ بھی وہاں موجود تھے۔"

"ہاں نہ صرف میں بلکہ دوسرے لوگ اور خود شمائل بھی۔ راحیل اکثر ہم لوگوں کو بلاتا رہتا تھا لیکن ہم اس کی فطرت کے عادی ہوگئے تھے وہ مہمانوں کو مدعو کر کے خود اپنے نگارخانے میں جاگھستا تھا اور اپنے ہی گھر میں ہمارے ساتھ کھانے میں کبھی شریک نہ ہوتا تھا مگر ہم اب اس بات کے عادی ہوگئے تھے۔ اس دن بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ راحیل نگارخانے میں تھا اور شمائل بھی اس کے ساتھ تھی۔ وہ شمائل کی تصویر مکمل کر رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد شمائل مسکراتی ہوئی آگئی اور اس نے قمر سے کہا کہ راحیل کو مشروب کی ضرورت ہے قمر خاموشی سے اٹھ کر چلی گئی تھی غالباً اسے مشروب فراہم کرنے اور اسی دوران سب کچھ ہوگیا۔ دوپہر کا کھانا ہم نے ان کے بغیر کھایا اور مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر قمرالنسا رقیہ بیگم کے ساتھ نگارخانے میں گئی اور وہاں انہوں نے راحیل کو مردہ دیکھا۔ قمرالنسا نے جذباتی انداز میں چیخنا شروع کر دیا اور سب کو راحیل کی موت کی خبر ہوگئی۔ شمائل نے درد بھرے انداز میں قمرالنسا سے کہا تھا۔"

"ظالم عورت' تم نے بالآخر اسے قتل کر دیا۔" قمرالنسا نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"خدا کی قسم' نہیں اس نے' اس نے خودکشی کی ہے۔" بس اس کے بعد بقیہ واقعات پیش آئے اور لاش پولیس کی تحویل میں دے دی گئی۔ ثبوت اور واقعات سوفیصدی قمر کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ انور راہی نے شانے اچکائے اور بولا۔ بس یہی معلومات ہیں۔ پھر اس نے چونک کر کہا "مگر زیبا' اب تو بہت بڑی ہوگئی ہوگی تقریباً جوان۔"

"ہاں لیکن ایک گہرے دوست کے باوجود آپ نے کبھی زیبا کی خبر نہیں لی راہی صاحب۔"

"اس مسئلے کو خود راحیل اور اس کی بیوی نے اپنے دوستوں سے دور رکھا تھا۔ حالانکہ روحی نے بارہا کہا کہ زیبا کو واپس لے آیا جائے۔ مگر قمر ان لمحات میں بہت سخت ہو جایا کرتی تھی۔ ہم میں سے شاید کوئی نہیں جانتا تھا کہ زیبا کہاں رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ بعد میں ذہن سے ہی نکل گئی۔"

میں نے راہی سے ہی رحمان درانی کا پتا لیا تھا۔ رحمان درانی البتہ میرا تحریری شناسا نکلا۔ "ہیلو مسی لیٹی غضنفر' زہے نصیب آپ کے آرٹیکل بڑے نفسیاتی ہوتے ہیں اور میں انہیں بغور پڑھتا ہوں آپ سے متفق بھی ہوں سچی بات ہے کہ مجرم کی ایک نفسیات ہوتی ہے اور جرم کی تحریک کے عوامل ہوتے ہیں اگر کسی الجھے ہوئے نقطے کی تلاش ہو تو ملزم یا مجرم کا ماضی بڑا مددگار ہوتا ہے مگر افسوس ہمارے ہاں پولیس بہت مصروف ہے اسے عوامل سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی مجرم کو سزا دلوا کر اپنا فرض پورا سمجھ لیتی ہے میں نے آپ کی رپورٹنگ کے انداز میں ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انفرادیت پائی ہے۔"

"مجھے خوشی ہے رحمان صاحب کہ میرے وطن کے لوگ اس پر غور کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں جو میں کہنا چاہتی ہوں۔"

"تحریر خود بولتی ہے فرمائیے میرے لئے کیا خدمت ہے۔" رحمان درانی کو سات سال پہلے کے واقعات کی از سرنو چھان بین پر حیرت ہوئی تھی اور مجھے وہ کہانی اسے بھی سنانی پڑی تھی۔ زیبا کی خواہش اور خط کی تفصیل سننے کے بعد اس نے کہا۔

"میں اس بارے میں ذاتی طور پر جو رائے رکھتا ہوں دوسروں سے مختلف ہے قمرالنسا نقاش کو ہم سب سے زیادہ جانتی تھی ہوسکتا ہے اس نے خودکشی ہی کرلی ہو۔ وہ دولت پرست نہیں تھا اور اس نے کبھی قمرالنسا کی دولت کو اہمیت نہیں دی تھی ہاں حسین لڑکیاں اس کی کمزوری تھیں اور اکثر دونوں میاں بیوی میں جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ نقاش شمائل کے سلسلے میں جس قدر سنجیدہ ہوگیا تھا اس سے پہلے کسی لڑکی کے لئے نہیں ہوا تھا۔ ویسے ایک مصور کی حیثیت سے وہ جذباتی اور حساس تھا۔ ممکن ہے اس نے غور کیا ہو کہ قمر اسے بے پناہ چاہتی ہے اور وہ شمائل کو نہیں چھوڑ سکتا کیوں نہ اس زندگی سے نجات ہی حاصل کرلے۔ اس نے کئی بار اس بات کا اعتراف بھی کیا تھا کہ قمر اس سے بہت محبت کرتی ہے قتل سے کچھ روز قبل قمر میرے پاس آئی تھی وہ شمائل اور نقاش کے تعلق سے بہت پریشان تھی۔ اس نے کہا تھا۔

محبت تو نقاش نے مجھ سے بھی کی تھی شادی کی تھی اس نے مجھ سے۔ یہ کیسی محبت ہے جو مستقل ہوتی رہتی ہے۔ یہ محبت نہیں ہوس ہے۔ شمائل کو ایک دن میری طرح پچھتانا پڑے گا۔ اسے بھی میری طرح خودکشی ہی کرنا ہوگی۔ اس وقت میں نے اس کے الفاظ کو جذباتی بڑ سمجھا تھا اور اسی بات پر یقین کیا جاسکتا ہے کہ اس نے میری تجربہ گاہ سے زہر کی شیشی خودکشی کے لئے چرائی ہو۔ واقعات کو یوں مربوط کیا جاسکتا ہے کہ قمر کی چرائی ہوئی شیشی کس طرح نقاش کے علم میں آگئی اور اس نے وہ زہر خود استعمال کرلیا۔"

"لیکن پولیس رپورٹ میں درج ہے کہ زہر کی شیشی پر قمر کی انگلیوں کے نشانات پائے گئے ہیں۔"

"کاش میں وکیل ہوتا تو ثابت کرنے کی کوشش کرتا کہ جب نقاش نے زہر پی لیا تو قمر النساء کو خالی شیشی مل گئی اور اس نے اسے چھپالیا۔ کمرہ عدالت میں اس کی خاموشی اور اپنی بے گناہی ثابت نہ کرنے کی کوشش ممکن ہے اس احساس جرم کے تحت ہو کہ نہ وہ زہر چراتی اور نہ وہ نقاش کے ہاتھ لگتا۔ حالانکہ ضمیر میرا بھی داغدار ہے کیونکہ وہ زہر میری تجربہ گاہ سے چرایا گیا تھا۔"

○---------☆---------○

رحمان درانی کے بیان سے مجھے کوئی نقطہ نہیں مل سکا۔ لیکن ابھی اور بھی تین تھے۔

تیسری ملاقات میں نے شمائل سے کی تھی۔ سرخ و سفید اور ایسے خدوخال رکھنے والی جسے واقعی چاہا جاسکے۔

"کیا آپ کسی رسالے کے دفتر سے آئی ہیں؟"

"نہیں میرا تعلق اخبار سے ہے۔"

"میرا انٹرویو لینا چاہتی ہیں؟"

"آپ چاہیں گی تو وہ بھی ہو جائے گا۔ فی الحال میں آپ کو ایک دلچسپ کہانی کا مرکزی کردار بنانا چاہتی ہوں۔"

"کوئی کہانی لکھ رہی ہیں آپ؟"

"جی' سچی کہانی۔"

"اوہ میرے خدا' اس پر آشوب دور میں عام لوگوں نے نہ سہی کم از کم رسالہ نکالنے والوں نے سچ بولنا شروع کر دیا ہے۔ ہر رسالے نے سچی کہانیوں کے انبار لگا دیئے ہیں اور یہ سچی کہانیاں وہی تمام مصنفین لکھتے ہیں جو کہانیاں لکھنا جانتے ہیں آپ ان الجھنوں میں کیوں پڑیں۔ آپ بھی اپنی رائٹنگ ٹیبل پر بیٹھ کر تمام سچی کہانیاں لکھ ڈالیں۔"

"آپ تسلیم کریں کہ میری لکھی ہوئی کہانی سچ ہوگی۔"

"میرا اس سے کیا تعلق ہوگا؟"

"کہانی کے ایک سچے کردار کا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"آپ کے خیال میں' میں سچ ہی بولوں گی آپ سے۔"

"میرا یہی خیال ہے۔"

"کہانی کیا ہے۔" اس نے پوچھا۔

"راحیل نقاش۔" میں نے کہا اور وہ چونک پڑی۔ اس نے بغور مجھے دیکھا اور پھر میرا کارڈ پڑھا۔ پھر بولی۔

"آپ جانتی ہیں میرا اس سے جذباتی رشتہ تھا۔ اور میں اس عظیم مصور کے تذکرے کو مذاق نہیں بنا سکتی۔"

"میں اسے مذاق بنا کر نہیں بلکہ سچے کرداروں کا ایک ٹھوس سچ بنا کر پیش کرنا چاہتی ہوں۔ اور اس کے لئے مجھے آپ کا تعاون درکار ہے۔"

"میں ضرور آپ سے تعاون کروں گی۔ آپ اس ڈائن کی کہانی ضرور لکھیں جسے قانون نے موت کی سزا نہ دی لیکن وقت نے اس کی گردن مروڑ دی' اسے اس کے کئے کی سزا ملی اور یہی میری آرزو تھی۔"

"آپ کی؟"

"ہاں وہ جاہل عورت اس عظیم مصور کو کیا سمجھتی جس کے ہاتھوں میں آسمانوں کا سحر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پوشیدہ تھا جو رنگوں سے باتیں کرتا تھا اور جس کی ہر لکیر اپنی کہانی آپ بن جاتی تھی نہ جانے کیوں وہ اس کے ہاتھوں دھوکہ کھا گیا۔ وہ کتنا بڑا تھا کوئی نہیں جانتا کوئی بھی نہیں۔ وہ مجھ سے محبت کرتا تھا کیونکہ میں نے اس کے فن کو سمجھا تھا وہ پیاسا تھا جو کچھ اسے ملا اسے سمجھنے والا کوئی نہ تھا۔ اس حاسد چڑیل نے اسے ہلاک کر دیا اس نے آرٹ کے ایک سچے فنکار کو مار دیا۔ مجھے اس سے محبت تھی اور آج بھی ہے اس کی یاد میں خون کے آنسو روتی ہوں۔ کاش اسے زندہ جلا دیا جاتا۔ کاش اسے تیزاب پلا کر ہلاک کیا جاتا اس نے ایسا ہی گناہ کیا تھا۔ شمائل کے چہرے پر شدید نفرت کے آثار تھے۔ میں نے سوچا کہ اگر قمرالنسا قتل کے الزام میں گرفتار نہ ہوتی یا سزا سے بچ جاتی تو شمائل اپنے ہاتھوں سے اس کا خون کر دیتی۔"

"آپ کی نقاش سے کہاں ملاقات ہوئی تھی؟"

"ایک پارٹی میں وہ فن کی دنیا میں بہت مقبول تھا قمرالنسا نے اسے کیا دیا۔ ناقدری ایک بوجھل اور غیر فنکارانہ ماحول اس نے سوچا تھا کہ جب میں اس کی زندگی میں شامل ہو جاؤں گی تو اسے ایک ایسا نگارخانہ بنا کر دوں گی جو مائیکل اینجلو اور پکاسو کا بھی نہ ہوگا۔ اس گھر کو دنیا بھر کے پھولوں سے سجادوں گی تاکہ جب وہ اس پر ایک نگاہ ڈالے تو اس کے ذہن کو خوشگوار کیفیت کا احساس ہو' لیکن لیکن۔ پارٹی میں مجھے بتایا گیا کہ وہ ایک باکمال مصور ہے تو میں نے اس سے اپنی تصویر بنانے کی فرمائش کر ڈالی۔ اس نے بخوشی میری فرمائش پوری کرنے کا وعدہ کرلیا۔ اس نے کہا تھا کہ اس کے ہاتھوں کو یہی سب کچھ بنانا آتا ہے جو بننے کے قابل ہو اس نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی تھی۔ میں وہاں گئی تو قمرالنساء مجھ سے خوشگوار انداز میں نہ ملی اس کے اندر ایک جاہل بددماغ اور حاسد عورت سمائی ہوئی تھی۔ میں نے اسے نظرانداز کر دیا اور نقاش سے ملتی رہی۔ وہ مجھ سے محبت کرنے لگا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ پیاسا ہے وہ ایک گندے اور گھناؤنے جال میں پھنسا ہوا ہے میں نے فنکار کو سہارا دیا میں نے اس سے کہا کہ میں اس کی قدر دان ہوں اور اسے زندگی کے اس بوجھ سے آزاد کراؤں گی اور میں نے اس کی بیوی اور دوستوں کے سامنے کھل کر اس کا اظہار کر دیا۔ نقاش نے بھی دلیرانہ اعتراف کرلیا تھا کہ وہ جاہل عورت چڑ گئی۔ اس نے اسے سب کے سامنے قتل کی دھمکی دی تھی۔ اس منحوس دن وہ میری تصویر کو آخری ٹچ دے رہا تھا میں اس کے کمرے میں اس کے ساتھ تھی۔ حاسد عورت کا حسد انتہا کو پہنچ گیا۔ نقاش نے مجھ سے مشروب مانگا۔ میں نے اس کا پیغام قمر کو دے دیا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ کیا کرنے جا رہی ہے۔ اس نے اپنے شوہر کو ہلاک کر دیا۔ شدید نفرت ہے مجھے اس قاتلہ سے۔ اتنی نفرت کہ..... کہ..... ! مگر کیا کروں وہ مرچکی ہے۔ اس کا مرجانا اس کے حق میں بہتر ہی ہوا۔"

"اس کے ساتھ اس کی سوتیلی بہن رہتی تھی اور شاید ایک آیا بھی؟"

"روحی ہاں وہی گندہ خون اس کی رگوں میں بھی موجود تھا۔ باپ کی طرف سے نہ سہی

ماں کی طرف سے۔ نقاش کو ان دونوں عورتوں نے نفرت کا نشانہ بنایا ہوا تھا۔"

"کیا روحی اب بھی نقاش کے گھر میں رہتی ہے؟"

"نہیں۔ وہ آیا کے ساتھ ایک اور مکان میں منتقل ہوگئی ہے۔"

ان سے کبھی نہیں ملی اس قاتل خاندان سے بھلا مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔" شمائل نے نفرت سے کہا۔

"لیکن محترمہ اس بات کے امکانات بھی تو ہو سکتے ہیں کہ نقاش کو کسی اور نے زہر دیا ہو؟"

"تم چاہو تو اپنی کہانی میں یہ رنگ آمیزی کر سکتی ہو کہانی کاروں کے لئے یہ کام کیا مشکل ہے لیکن جاننے والے اور حقیقت حال سے باخبر لوگ تمہاری اس تحریر کو احمقانہ تصور کریں گے کیونکہ سات سال پہلے یہ کیس عدالت میں باقاعدہ چلا ہے اور اخبارات بھی اس کی تفصیلات چھاپتے رہے ہیں۔ میرا خیال ہے تم اس وقت اسکول یا زیادہ سے زیادہ کالج میں پڑھتی ہوگی۔ تم نے یہ الفاظ کہہ کر میرا موڈ خراب کر دیا ہے۔ میں آج بھی اس کے لئے روتی ہوں اور تم اس کی بے گناہی کی بات کر رہی ہو اس کی قاتل ہے؟" کیا وہ تصویر مکمل ہو گئی تھی جو نقاش بنا رہا تھا؟" میں نے سوال کیا۔ شمائل جذباتی لہجے میں بولی

"افسوس! اب میں تم سے کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتی۔" اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور میں اس کا شکریہ ادا کر کے اٹھ گئی۔

○---------☆---------○

یہ سب سن کر شہریار نے کہا۔ "مشغلے کے طور پر یہ سب کچھ برا نہیں ہے لیکن تم نے ایک مشکل ذمہ داری قبول کی ہے۔"

"سات سال قبل ہونے والی ایک واردات میں ایک بیوی نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا تھا۔ پولیس اور اس کے بعد عدالت نے اپنا کام مکمل کر کے مجرم کو سزا دیدی دلچسپ بات یہ کہ عمر قید کی مجرمہ اب زندہ بھی نہیں ہے کہ اسے بے گناہ ثابت کر کے اس کی بقیہ قید ختم کرائی جاسکے۔ پھر اس بھاگ دوڑ سے اور چند لوگوں سے جھگڑا مول لینے سے کیا فائدہ۔"

"جھگڑا کس سے؟"

"پہلا نمبر تو صاحب خاں ہی کا ہے۔ ڈی آئی جی صاحب کی سفارش سے اس نے یہ سب کچھ کر تو دیا مگر بات اس کے خلاف جاتی ہے۔ اس کی تفتیش اگر غلط ثابت ہوگئی تو اسے شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔"

"بہت افسوسناک الفاظ ہیں شہریار' غلط تفتیش سے اگر ایک بے گناہ کو گناہ گار ثابت کر کے سزا دلوا دی گئی تو شرمندگی کی بات نہیں ہے۔ آخر سوچ کا یہ کونسا انداز ہے۔"

"ابھی تم تازہ تازہ باہر سے آئی ہو مقامی حالات سے واقفیت ہی نہیں ہے تمہیں' بہت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کچھ ہو جاتا ہے۔ لبنیٰ صاحبہ اس سے کہیں زیادہ ہو جاتا ہے۔ بے گناہ تلاش کئے جاتے ہیں گناہ گاروں کو بچانے کے لئے موت کی سزا تک پاتے ہیں وہ۔ میرا مطلب تو یہ تھا کہ اگر قمرالنساء زندہ ہوتی تو اس سے زیادہ بھی بھاگ دوڑ کوئی حرج نہیں تھا۔"

"ایک ننھی سی بچی' جو ماں کی چاہتوں اور اپنے باپ کی شفقتوں سے دور رہی جو ان ہوئی تو ایک مقتول باپ کی بیٹی ایک قاتل ماں کی اولاد کہلائی۔ تم بتاؤ شریار یہ چھاپ کبھی اس سے ہٹ سکتی ہے کہ اس کی ماں اپنے شوہر کی قاتل ہے۔ کیا معاشرے میں پوری زندگی وہ مشکوک نگاہوں سے نہ دیکھی جائے گی۔ لوگ اس پر انگلیاں نہ اٹھاتے رہیں گے۔ ابھی مستقبل اس کی نگاہوں کے سامنے نہیں ہے اور وہ صرف اپنی ماں کے خط سے متاثر ہو کر اسے بے گناہ ثابت کرنا چاہتی ہے لیکن کل یہ اس کے لئے بھی ضروری ہوگا۔"

"اور اگر قمرالنساء بے گناہ ثابت ہوئی؟"

"تو پھر تقدیر کوئی نہیں بدل سکتا۔"

"کچھ اندازے قائم کئے؟"

"ابھی کہاں..... دو کردار باقی ہیں رقیہ بیگم اور روحی جمال!۔"

"ان دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا بھی کوئی مشکل مسئلہ نہ ہوا۔ ایک خوبصورت عمارت میں رقیہ بیگم سے ملاقات ہوئی۔"

"روحی نے ایک گارمنٹ فیکٹری کھولی ہے وہ خود ہی اس کی نگرانی کرتی ہے شام کو ساڑھے چھ بجے تمہاری اس سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"روحی صاحبہ نے شادی نہیں کی۔"

"نہیں۔ وہ اپنی سوتیلی بہن کی شادی کے انجام سے خوفزدہ ہوگئی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ اس سلسلے میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے گی اور ابھی تک اس نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔"

"فیکٹری کیسی چل رہی ہے؟"

"بہت عمدہ۔ اس وقت تقریباً دو سو افراد اس میں کام کرتے ہیں۔ مزید اضافہ بھی ہے۔ ایکسپورٹ کا کام اعلیٰ پیمانے پر ہو رہا ہے۔ ویسے میرا خیال ہے وہ اپنے مینجر سے شادی کر لے گی داور بہت اچھا نوجوان ہے اور مجھے بھی پسند ہے اسے شادی کر لینی چاہئے۔"

"آپ لوگوں نے وہ کوٹھی کیوں چھوڑ دی؟"

"کونسی کوٹھی؟"

"جہاں آپ سب یکجا تھے میرا مطلب ہے قمرالنساء وغیرہ؟" رقیہ بیگم نے گہری سانس لی اور بولیں۔

"وہ منحوس جگہ بے حد ہولناک ہوگئی تھی واقعات کو یاد کر کے ہول سوار ہو جاتا تھا مجھے تو نقاش کے نگارخانے میں اس کے قدموں کی چاپ بھی سنائی دیتی تھی بہت مختصر وقت گزارا تھا

ہم نے ان واقعات کے بعد وہاں دل ہی نہ لگتا تھا جائیداد کی تقسیم پہلے ہی ہو چکی تھی دونوں بہنوں کے حصے الگ ہوگئے تھے روحی نے یہ گھر لے لیا اور اپنا کاروبار بھی الگ کر لیا ایسا نہ کرتی تو ہمیشہ بے سکون رہتی۔"

"قمرالنساء کی ایک بیٹی بھی ہے۔"

"زیبا' ہاں وہ بہت معصوم..... ہم لوگوں سے بالکل اجنبی..... ظاہر ہے وہ ہم میں نہیں رہی وہ واپس آچکی ہے ہم نے کوشش کی کہ اسے اپنے ساتھ رکھیں مگر وہ تیار نہ ہوئی اس نے کہا کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں ہی رہے گی روحی اس بات پر اس سے ناراض بھی ہوگئی ہے تاہم روحی اس کا خیال رکھتی ہے اور اس کے کاروبار پر بھی نگاہ رکھتی ہے۔" رقیہ بیگم نے بتایا۔

"راحیل نقاش اور قمرالنساء کے ابتدائی تعلقات کیسے تھے؟"

"صرف ابتدائی تعلقات بہت اچھے تھے دونوں ایک دوسرے کے دیوانے۔"

"اس کے بعد....."

"راحیل نے اپنا اصل روپ نکالنا شروع کر دیا وہ آوارہ مزاج مرد ثابت ہوا اور ایک عورت سب کچھ برداشت کر لیتی ہے مگر....."

"ابتداء میں تو روحی کے قمر سے اچھے تعلقات نہیں تھے۔"

"یہ بچپن یا اس عمر تک کی بات ہے جب دونوں کو سمجھ نہ تھی ماں کی موت کے بعد دونوں کے دل نرم ہوگئے تھے باپ بھی درمیان میں نہ رہا۔"

"راحیل کے ساتھ قمر کی شادی سے روحی خوش تھی؟۔"

"پوری طرح' کیونکہ اسے اپنی بہن کی خوشی عزیز تھی اس نے بڑی چاہت سے اس شادی کی تیاریاں کی تھیں اور بھرپور حصہ لیا تھا ایک بہن کی حیثیت سے راحیل سے بھی وہ بڑی محبت سے پیش آتی تھی لیکن جب راحیل کی حقیقت کھلی تو روحی نے اس سے شدید نفرت شروع کر دی وہ مسلسل راحیل سے لڑتی اور الجھتی رہتی تھی اور اس سلسلے میں کبھی راحیل نے قمر سے شکایت کی تو قمر نے اسے یہی جواب دیا کہ آخر وہ اس کی بہن ہے۔"

"آپ شمائل کو جانتی ہیں؟"

"کیوں نہیں ایک ناجائز کمائی پر پلی ہوئی امیر زادی' بدکردار اور بے حمیت جس سے صرف نفرت کی جاسکتی ہے۔"

"نقاش کی موت کا منظر سب سے پہلے آپ نے دیکھا تھا۔"

"قمر میرے ساتھ تھی۔"

"اپنے شوہر کی لاش دیکھ کر اس کی کیا کیفیت ہوئی تھی؟"

"وہ زرد پڑ گئی تھی اس نے بے اختیار کہا تھا کہ راحیل نے خودکشی کر لی۔"

"آپ کو یقین آگیا تھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں....."

"گویا آپ کے خیال میں وہ مکر سے کام لے رہی تھی اور اس قتل کے الزام سے خود کو بچانا چاہتی تھی۔"

"یہ ایک مشکل فیصلہ ہے لیکن۔" رقیہ بیگم کچھ دیر خاموش رہیں پھر بولیں۔ "میں تمہارے لئے چائے کا انتظام کر لوں اس کے بعد تمہیں پوری تفصیل سناتی ہوں" اس چائے سے مجھے بھلا کیا انکار ہو سکتا تھا۔ چائے پیتے ہوئے رقیہ بیگم نے کہا۔

"یہ ایک انوکھا گھرانہ تھا میں نہیں کہہ سکتی بگاڑ کہاں سے شروع ہوا' قمرالنساء کی ماں بدرجہاں بھی سخت گیر خاتون تھیں خود کو برتر سمجھنے کی عادت اپنی بات کو آخری اور فیصلہ کن ثابت کرنے کی شوقین..... میرے ساتھ بھی ان کا رویہ بہتر نہیں تھا۔"

"آپ شروع سے ان کے ساتھ تھیں؟"

"نہیں..... بدرجہاں کے پہلے شوہر آفاق احمد صاحب کا انتقال ہوگیا تو بدرجہاں نے جمال صاحب سے شادی کرلی..... بدرجہاں کی صحت کچھ خراب رہنے لگی جس کی وجہ سے مجھے بلایا گیا اس وقت تک جمال صاحب کی بیٹی روحی پیدا ہو چکی تھی اور کوئی چار سال کی تھی روحی کو زیادہ چاہا جاتا تھا جس کی وجہ سے قمر کے مزاج میں تندی پیدا ہوگئی وقت گزرتا گیا روحی اور قمر رقابت میں جوان ہوئی تھیں لیکن ماں باپ کی موت نے دونوں کے ذہن جھنجھوڑ دیئے اور پھر دونوں میں بے مثال محبت ہوگئی قمرنقاش کی محبت میں گرفتار ہوئی تو روحی نے امی کے فیصلے سے پورا اتفاق کیا بدرجہاں موت سے پہلے دونوں بیٹیوں کے حصے الگ کر چکی تھیں اس لئے جائیداد وغیرہ کوئی مسئلہ نہیں بنی قمر نے نقاش سے قلاش شخص کی ناز برداریاں کیں اور اسے حد سے زیادہ بگاڑ دیا نقاش نے گھر ہی میں سب کچھ شروع کر دیا اس دوران ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہو چکی تھی دونوں میں جھگڑا ہوتا رہتا تھا اور بچی اس جھگڑے کا شکار ہو رہی تھی۔ قمر نے تجویز پیش کی کہ روحی بچی کو لے کر ملک سے باہر چلی جائے اور باہر رہ کر اس کی پرورش کرے مگر روحی قمر کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھی۔ قمر کی حالت ہذیانی سی ہوتی جا رہی تھی اس پر ضد سوار ہوگئی تھی کہ زیبا کو یہاں نہیں رکھے گی اور اس نے اس کا انتظام کرلیا اسے ملک سے نہیں مگر شہر سے باہر بھیج دیا گیا۔"

"کسی رشتے دار کے پاس؟"

"نہیں جس عورت نے زیبا کی پرورش کی اسے اس کا معاوضہ ملتا تھا اس کے علاوہ زیبا کے اخراجات' وہ بھی تنہا عورت تھی۔"

"نقاش نے اعتراض نہیں کیا؟"

"کہاں وہ مست آدمی تھا اسے کسی بات کی پروا نہیں تھی اس نے تو کبھی بچی کے بارے میں پوچھا بھی نہیں نقاش نے اپنا رویہ نہیں بدلا اور قمر پر جنون سوار ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ

منحوس عورت یہاں پہنچ گئی جس کا نام شمائل تھا حسن پرست نقاش نے اس کی تصویر شروع کر دی وہ اپنی بری خواہشات کا آغاز اپنے فن سے ہی کرتا تھا شمائل کی تصویر بننا شروع ہوئی مگر ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھی پھر اس کم بخت نے صاف اعلان کر دیا کہ وہ نقاش سے شادی کر رہی ہے خوب واویلا ہوا نقاش نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر قمرالنساء نے اس کا رستہ روکا تو وہ اسے طلاق دیدے گا اس ہولناک دن کا آغاز ہی بھیانک تھا مجھے بہت سی باتیں مشتبہ لگی تھیں۔"

"مثلاً؟" میں نے اس باتونی عورت کی فطرت سے پورا فائدہ اٹھایا۔

"یہ ساری باتیں صرف مجھے ہی معلوم ہیں اور خدا مجھے معاف کرے میں نے ان کا تذکرہ کسی سے نہ کیا۔"

"آپ بیشک ایک ذہین خاتون ہیں اور ظاہر ہے آپ جیسا تجربہ کسی کو نہیں ہو سکتا۔" میں نے لقمہ دیا۔

"اس صبح موسم کچھ خنک سا تھا ہوا میں خنکی تھی اور ایسا موسم بڑا برا لگتا ہے مجھے ہمیشہ سے..... گھر میں مہمان آنے والے تھے سب دوپہر کے کھانے پر مدعو تھے میں نے روحی کو راحیل کے کمرے میں دیکھا وہ کچھ تلاش کر رہی تھی اس کے ہاتھ میں مشروب کی بوتل تھی مجھے دیکھ کر بری طرح گھبرا گئی۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ اس منحوس شے کو کیوں چھو رہی ہے تو اس نے کہا کہ اس منحوس شے نے اس کی بہن کی زندگی تباہ کی ہے وہ ایسے ہی اسے دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ آخر یہ کم بخت شے کیا ہے۔"

"کیا روحی اکثر راحیل کے کمرے میں جاتی تھی؟"

"یہی تو تعجب کی بات تھی وہ اس کمرے میں کس طرح چلی گئی تھی وہ کبھی وہاں نہ جاتی تھی اس کے کمرے کو دوزخ سے کم نہ سمجھتی تھی۔"

"راحیل اس وقت کہاں تھا؟"

"نگارخانے میں اور وہ کلموہی بھی اس کے ساتھ تھی۔"

"کون..... شمائل؟"

"ہاں..... میں دیر تک اس بارے میں سوچتی رہی تھی مگر یہ دن ہی خوفناک تھا دوسری بہت اہم بات جو ہوئی اس نے بعد میں میرا تو دل ہلا کر رکھ دیا تھا"

"وہ کیا.....؟" میں نے اچھلتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"دوپہر کے کھانے کے بعد' قمر میرے ساتھ ہی راحیل کے نگارخانے میں گئی تھی اس سے پہلے وہ اس وقت وہاں گئی تھی جب شمائل نے آکر بتایا تھا کہ راحیل مشروب مانگ رہا ہے قمر میرے ساتھ راحیل کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ مردوں کی طرح پڑا ہوا تھا اس کا جائزہ لے کر قمر نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اوہ میرے خدا..... شاید اس نے خودکشی کرلی اس نے مجھ سے کہا کہ میں جلدی سے ڈاکٹر کو بلاؤں..... میری حالت خود خراب ہوگئی اعصاب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھ نہ دے رہے تھے نہ جانے کس طرح میں باہر نکلی تو مجھے رحمان نظر آگیا میں نے اس سے کہا کہ وہ فوراً ڈاکٹر ہارون کو فون کرے اور پھر میں الٹے پاؤں راحیل کے نگارخانے میں داخل ہوگئی اس وقت' اس وقت .....!"

"جی..... اس وقت.....؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"مجھے وہ منظر اب بھی یاد ہے قمر راحیل کے قریب اکڑوں بیٹھی ہوئی تھی وہ راحیل کے مردہ ہاتھ میں مشروب کی بوتل تھمانے کی کوشش کر رہی تھی اوہ ..... شاید روحی آگئی ہے یہ اس کی گاڑی کا ہارن ہے" رقیہ بیگم نے کہا اور جلدی سے اٹھ گئیں پھر ڈرائنگ روم کے دروازے پر رک کر بولیں۔

"میری تم سے جو باتیں ہوئی ہیں' وہ روحی کو نہ بتانا۔"

"بالکل نہیں رقیہ بیگم آپ فکر نہ کریں۔" میں نے کہا۔ کلائی کی گھڑی میں وقت دیکھا ساڑھے چھ بج رہے تھے۔ روحی فیکٹری سے واپس آگئی تھی۔ رقیہ نے نہ جانے میرے بارے میں اس سے کیا کہا کہ وہ سیدھی ڈرائنگ روم میں ہی آگئی بلند و بالا قد کی مالک' خوش لباس' خوش شکل اور پروقار تھی اس نے مجھے متجسس نگاہوں سے دیکھا میں اسے دیکھ کہ کھڑی ہوگئی تھی۔

"ہیلو روحی صاحبہ۔ ۔ ۔ مجھے پورا پورا احساس ہے کہ یہ وقت آپ سے ملنے کا نہیں ہے آپ یقیناً تھکی ہوئی ہونگی لیکن مجھے آپ کی مصروفیات کا علم نہیں تھا اب یہ فیصلہ آپ کریں گی کہ اس وقت آپ مجھے کچھ وقت دے سکیں گی یا نہیں۔"

"آپ سے تعارف تو ہو جائے۔" اس نے کہا۔

"ضرور' یہ میرا کارڈ ہے۔" میں نے اسے اپنا کارڈ دیا جسے دیکھ کر وہ بولی

"کوئی انٹرویو وغیرہ؟"

"بہت اہم' ایک بالکل مختلف سلسلے میں۔"

"آپ تشریف رکھئے اور مجھے صرف دس منٹ دیدیجئے۔" اس نے کہا اور باہر نکل گئی اس کے آنے سے قبل رقیہ بیگم چوروں کی طرح ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں اور انہوں نے کہا۔

"روحی کو اس گفتگو کے بارے میں کچھ نہ بتانا اور کہنا کہ تمہیں آئے ہوئے دس پندرہ منٹ گزرے ہیں۔"

"آپ یہ چائے کی پیالیاں تو یہاں سے ہٹا لیجئے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا یہ وہ خالی پیالیاں تھیں جن میں رقیہ بیگم چائے لاتی تھیں۔ ان کے منہ سے ہلکی سی آواز نکل گئی اور انہوں نے پیالیوں پر جھپٹا مارا پھر جھپاک سے باہر نکل گئیں کچھ دیر کے بعد روحی آگئی تھی وہ منہ ہاتھ دھو کر اور لباس تبدیل کر کے آئی تھی۔

"جی کرائم رپورٹر صاحب' کیسے آنا ہوا۔" اس نے خوشدلی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بلا تمہید عرض کر دوں؟۔"

"یقیناً۔"

"کچھ عرصہ قبل ایک سادہ سی معصوم سی بچی' جو نوجوانی کی عمر میں داخل ہونے کے باوجود ابھی بچی ہے' ایک پولیس اسٹیشن پہنچی' اس نے وہاں اپنا نام زیبا نقاش بتایا تھا۔" میں نے روحی کو دیکھتے ہوئے کہا اور روحی کی مسکراہٹ ایک دم ختم ہوگئی۔

"کیا نام بتایا تھا اس نے؟"

"زیب النساء راحیل نقاش۔"

"زیبا..... پولیس اسٹیشن..... مگر کیوں؟" اس نے پریشان لہجے میں کہا اس کی آنکھوں کی بے چینی میں مصنوعی پن نہیں تھا۔

"پولیس اسٹیشن کا انچارج وہ شخص تھا جس نے اس کے والد کے قتل کی تفتیش کر کے اس کی ماں کو قاتل قرار دیا تھا۔ زیبا نے اس سے کہا کہ وہ اس کیس کی دوبارہ تفتیش کرانا چاہتی ہے کیونکہ اس کی ماں بے گناہ ہے اس کی ماں کے سامان سے ایک خط برآمد ہوا ہے جس میں اس نے زیبا سے کہا ہے وہ نقاش کی قاتل نہیں ہے۔ زیبا اپنی ماں کی روح کو سکون پہنچانے کے لئے اس کی بے گناہی ثابت کرنا چاہتی ہے۔ اسٹیشن انچارج نے اسے ٹال دیا لیکن میں اس کے لئے کام کر رہی ہوں اور اس کے لئے مجھے آپ کی مدد درکار ہے۔"

روحی کے چہرے پر اداسی پھیل گئی پھر اس کی آنکھوں میں نمی ابھری اور پھر آنسو اس کے رخساروں پر پھسلنے لگے۔ وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ "نہ جانے زیبا کے دل میں کیا ہے نہ جانے وہ مجھ سے اتنی بددل کیوں ہے ٹھیک ہے کہ وہ ہمارے درمیان نہیں رہی لیکن وہ اتنی بچی بھی نہیں کہ اسے رشتوں کا علم نہ ہو ایسے کسی خط کا تذکرہ وہ مجھ سے تو کر سکتی تھی نہ جانے کیوں....."

"کیا آپ میری مدد کرنا پسند کریں گی.....؟" میں نے کہا

"اوہ..... تم کیسی باتیں کرتی ہو' وہ میری بہن تھی..... وہ اور کیا میں نے اس کے لئے کوئی کسر چھوڑی تھی..... وہ..... اس نے ایسی زبان بند کی تھی کہ..... کہ.....۔" روحی رومال سے آنسو خشک کرنے لگی پھر اس نے کہا۔ "زیبا نے تم سے درخواست کی ہے؟"

"ہاں۔"

"کیا تم اس سلسلے میں کچھ کر سکتی ہو.....؟"

"میں کوشش کر رہی ہوں۔"

"کاش وہ زندہ رہتی' کاش..... مگر میں جانتی ہوں وہ زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی..... پاگل تھی وہ..... اس کے لئے نقاش سے زیادہ اسے دنیا میں کوئی پیارا نہیں تھا اپنی بیٹی بھی نہیں..... وہ غصے میں کچھ بھی کر سکتی تھی وہ خود مر سکتی تھی نقاش کو کبھی قتل نہیں کر سکتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی.....وہ اس کی قاتل نہیں تھی۔"

"مگر پولیس رپورٹ' ثبوت' عدالت' وکیل....." میں نے کہا۔"

"سب دھوکہ کھا گئے..... جس نے اسے قتل کیا اس نے سب کو دھوکہ دیکر قمر کو قاتل ثابت کر دیا لیکن میں آج بھی یہی۔ کہتی ہوں قمر نقاش کی قاتل نہیں تھی..... وہ صرف' صرف شکار کی گئی۔"

"آپ کے خیال میں نقاش کا قاتل کون ہو سکتا ہے؟"

"انور راہی....." روحی نے کہا اور میں بھونچکی رہ گئی روحی نے میری طرف توجہ دیئے بغیر کہا۔ "وہ شاطر جس نے اپنے رقیب کو بالآخر قتل کر دیا' کیونکہ ایک زمانے میں وہ قمر سے محبت کا دعویٰ کرتا تھا وہ اس سے شادی کر کے اس کی دولت سے اپنا مستقبل تابناک بنانا چاہتا تھا لیکن قمر کبھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی اور اس نے نقاش سے شادی کر لی۔"

"کیا نقاش یہ بات جانتا تھا.....؟"

"ہاں اسے واقعات کا علم تھا۔"

"اس کے باوجود وہ دونوں دوست تھے۔"

"نقاش ایک بے غیرت انسان تھا وہ رنگ رلیوں کا رسیا تھا اسے کسی شے سے غرض نہیں تھی اپنی بیٹی سے بھی نہیں۔"

"آپ سے نقاش کے کیسے تعلقات تھے.....؟"

"اس کی حقیقت کھلنے کے بعد میں نے ہمیشہ اس سے نفرت کی' اگر اپنی بہن کی محبت کا خیال نہ ہوتا تو..... شاید میں اسے خود قتل کر دیتی ..... وہ اتنا ہی قابل نفرت انسان تھا۔"

"قمر سے آپ کی اس موضوع پر گفتگو ہوئی.....؟"

"کئی بار..... خاص طور سے جب شامل نے کھل کر اس کا اظہار کیا کہ وہ نقاش سے شادی کر رہی ہے تو میری اس سے بہت سی باتیں ہوئی تھیں اس نے روتے ہوئے کہا کہ ایسا ہونے سے پہلے وہ مر جائے گی وہ خود مر سکتی تھی مگر نقاش کو قتل کرنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔"

○---------☆---------○

روحی کے مکان سے باہر نکلی تو ساڑھے آٹھ بج چکے تھے باہر آکر مجھے شہریار یاد آیا آج اس کے ساتھ زیادتی ہو گئی تھی اصولی طور پر شہریار کو اس سے زیادہ میرا انتظار بھی نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن غیر اختیاری طور پر میرا رخ اسی طرف ہو گیا تھا اور پھر میں نے ریستوران میں داخل ہو کر اندر بھی جھانکا تھا۔ شہریار پوری وردی میں ملبوس وہاں موجود تھا..... اس وقت مجھے اس پر بہت پیار آیا اور نہ جانے کیوں بڑی خوشی محسوس ہوئی۔ ذہن پر ایک خوشگوار کیفیت لئے میں اس کے پاس پہنچ گئی اس کے استقبال کے انداز میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔

"معذرت طلب کروں' یا معافی مانگوں" میں نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ضرورت محسوس کرتی ہو؟"

"ہاں' بہت دیر ہو گئی۔"

"جس کافی ہے' میں خوش ہوں۔" شہریار نے کہا۔

"کیا مطلب.....؟"

"دیر ہوئی آنے میں ان کو' شکر ہے پھر بھی آئے تو..... اور آنے کا مطلب ہے کہ کچھ آنچ تپش وغیرہ ادھر بھی ہے کچھ اعتماد بھی کہ کوئی منتظر ہو گا حالانکہ منزل عشق میں ہجر و فراق کا کوٹہ بھی معقول ہوتا ہے اور جب تک یہ لوازمات یکجا نہ ہوں داستان عشق مکمل نہیں ہوتی چنانچہ ہمیں یہ فراق کا ڈیڑھ گھنٹہ مبارک۔"

"پولیس کی وردی میں شاعری کچھ اچھی نہیں لگتی۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"دل کی بھڑاس اسی طرح نکلتی ہے شاعر اظہار کرتا ہے کہ حسن و عشق کی نازک خیالیوں کو قانون کے لحاف میں لپیٹ لیا گیا ہے بہرحال چھوڑو ان باتوں کو دیر کہاں ہو گئی۔"

"چائے منگواؤ....." میں نے اس کے لہجے کی نقل کی اور وہ اچھل پڑا پھر اس نے میری مانند ویٹر کو اشارہ کر دیا تھا۔ میں ہنستی رہی۔ وہ بولا۔

"میں اتنی دیر میں اظہار کر دیتا ہوں یہاں تم کچھ دیر کر رہی ہو۔"

"پانچوں کی کہانی مکمل ہو گئی ہے۔"

"کوئی بات بنی.....؟"

"تم سے مشورہ کرنا ہے۔" میں نے کہا اور اس نے سنجیدگی سے گردن ہلا دی اس دوران چائے آگئی تھی پھر میں نے ترتیب وار اسے ان لوگوں کے بیانات سنائے اور وہ ان پر غور کرنے لگا دیر تک ہم خاموشی سے چائے کے گھونٹ لیتے رہے پھر شہریار نے کہا۔

"میں کچھ خیال کروں.....؟"

"بیانات میں نے وقت گزارنے کے لئے تو نہیں سنائے۔"

"صرف ایک شخصیت ایسی ہے جو کہتی ہے کہ قتل قمر النساء نے نہیں کیا۔"

"اس کی سوتیلی بہن روحی۔"

"اسی کی بات کر رہا ہوں میرے خیال میں وہ بھی قاتل ہو سکتی ہے بہن کا وہ جلاپا جو بچپن سے اس کے ذہن میں ہو' وہ ان لمحات کو فراموش نہ کر پائی ہو' اور جب اسے موقع ملا اس نے وار کر دیا اس کے بعد لائن میں کون رہ جاتا ہے بقول تمہارے وہ بے وقوف سی لڑکی۔"

"ہاں ہو سکتا ہے۔"

"قاتل انور راہی بھی ہو سکتا ہے رقیب روسیا نے اس کی آرزوئیں پامال کر کے اسے دہری ضرب لگائی تھی مالی نقصان اور محبوبہ دسترس..... رقیب کے لئے دل میں نفرت اور محبت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے لئے شکایت اور بے وفائی کے انتظام کا جذبہ' جسے قتل کیا جاسکتا تھا قتل کر دیا اور دوسرے کو سزا دلوا دی۔"

"اچھا آئیڈیا۔" میں نے گردن ہلا کر کہا

"شمائل......... وہ بھی یہ کام کرسکتی ہے۔"

"کیوں.........؟"

"دعوت والے دن یا قتل والے دن بند کمرے میں ممکن ہے اس نے نقاش سے مطالبہ کیا ہو کہ وہ اب اس الجھن کو ختم کردے اور جو کچھ کرنا ہے جلد کر ڈالے نقاش نے معذوری ظاہر کر کے کہا ہو کہ یہ مشکل نظر آرہا ہے قمر ایسا نہ کرنے دے گی اور وہ اب اس الجھن سے تنگ آگیا ہے۔ شمائل بھڑک اٹھی ہو' اور اس نے کہا ہو کہ ٹھیک ہے کہ اگر تم میرے نہیں ہوسکتے تو اس کے بھی نہیں ہوسکتے اس نے چالاکی سے یہ کام کر ڈالا ہو۔"

"شاید.........۔" میں بولی۔

"رحمان درانی اور رقیہ بیگم بھی ایسا کرسکتے ہیں ویسے میں بھی صاحب خان کے خلاف فیصلہ دیتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑی۔

"قاتل سو فیصد صاحب خان ہوگا۔" شہریار نے حتمی لہجے میں کہا۔

"کیا چائے نے شراب کا اثر دکھایا ہے۔" میں نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"راحیل نقاش کا نہ سہی میرا' کیونکہ تم سے ملاقات کرنے کے بعد سوا آٹھ بجے مجھے بالی نگر پہنچنا تھا جہاں اسے منشیات کے ایک اڈے پر چھاپہ مارنا تھا وہ وہاں پہنچ چکا ہوگا اور میرا انتظار کرنے کے بعد نہ جانے اس نے کیا کیا ہو کام چونکہ اہم تھا اور مجھ پر کچھ ذمہ داریاں ڈالی گئی تھیں لیکن میں یہاں ہجر و فراق پر شعر موزوں کر رہا تھا اس لئے اب میری زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے۔"

"ارے توبہ......... تم چلے کیوں نہ گئے۔"

"فراق کے موسم نے پاؤں پکڑ لئے تھے بہرحال اس طرح قتل ہونے میں لطف آتا ہے میں اس کے لئے تیار ہوں۔"

میں نے کہا۔

"اب چاہو تو چلے جاؤ۔"

"گھڑی میں وقت دیکھ لو ذرا......... ساڑھے نو بجنے والے ہیں شکر کرو ہم مرد ہیں گھرکیاں جھڑکیاں صبر و سکون سے برداشت کرسکتے ہیں تم اپنے قاتلوں کی بات کرو میرے خیال میں تو ان پانچوں ہی کو تختہ دار تک لے آؤ......... مگر.........۔" شہریار خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا میں اسے دیکھتی رہی تھی کچھ دیر کے بعد اس نے کہا "اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ......... کہ اس کی ضرورت

ہی نہ پیش آئے۔"

"کیا مطلب.........؟"

"اس بوتل کو کس خانے میں فٹ کرو گی جس پر سے قمر النساء انگلیوں کے نشانات صاف کر رہی تھی اور وہ بھی اس عالم میں جب اس پر غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے جب اس کا محبوب اس کی آنکھوں کے سامنے مردہ حالت میں پڑا تھا اور جب وہ چند لمحات کے لئے اس لاش کے پاس تنہا تھی......... اوہ نہیں......... مس لبنیٰ غضنفر سب کچھ چوپٹ ہوگیا زبان خلق ہی نقارہ خدا ٹھہری......... قاتل قمر النساء ہی ہے۔"

"نہیں پیارے شاعر......... ہرگز نہیں......... یہ کاوش ہی اس کی بے گناہی کا ثبوت ہے میں اسے ثابت کروں گی۔" میں نے کہا.........

شہریار نے تھکی تھکی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"مجھے اپنا مستقبل مشکوک نظر آنے لگا ہے۔ دیکھیں تقدیر میں کیا لکھا ہے؟"

"کیوں.........؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بس عجیب سے حالات ہیں سمجھ میں نہیں آتا کیا ہوگا۔ ویسی معاملات ہی کیا کم تھے کہ ان میں بدیسی الجھنوں کی آمیزش بھی ہوگئی ہے۔ ویسے اب میں غضنفر صاحب کا ہمنوا ہوتا جا رہا ہوں۔ تمہیں وہی سب کچھ کرنا چاہئے جو غضنفر صاحب نے چاہا تھا اس پروفیشن میں آکر تمہیں جو مراعات مل گئی ہیں نہ جانے تم ان سے کیا کیا حشر ڈھاؤ۔ خدا کی بندی ہمارے ہاں سیدھے سادے جرائم ہوتے ہیں جسے جو کرنا ہوتا ہے کر ڈالتا ہے اور خود پریشان ہوتا ہے نہ پولیس کو پریشان کرتا ہے تم بلاوجہ شرلک ہومز بننے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"تمہارے خیال میں راحیل نقاش کی قاتل قمر النساء ہی ہے.........؟"

"اب تک تو قبر میں بھی اس کا حساب کتاب ہوچکا ہوگا۔ تم میرا خیال پوچھ رہی ہو۔"

"یہی تو اختلاف ہے مجھے۔ بہرحال میں اصل قاتل کو ضرور سامنے لاؤں گی خواہ اسے سزا ملے یا نہ ملے۔"

"ضرور لاؤ۔ میں تو اپنے لئے پریشان تھا۔"

"تمہیں کیا پریشانی لاحق ہے آخر.........؟" میں نے کہا۔

"کمال کرتی ہو' دیکھو نا یونیورسٹی کے دور میں ناسمجھ تھا سوچے سمجھے بغیر عشق کر بیٹھا تھا۔ پہلا جھٹکا اس وقت لگا جب تم نے باہر جانے کا فیصلہ کیا تمہارے جانے کے بعد بہت سی اردو فلمیں دیکھیں اور ان سے یہ سبق حاصل کیا کہ غریب ہیرو کو کبھی امیر ہیروئن سے عشق نہیں کرنا چاہئے۔ جان عذاب میں آجاتی ہے۔ طرح طرح کے خطرات درپیش ہوتے ہیں۔ یہ سوچ کر اطمینان کرلیا کہ ہیروئن ہی پردے سے ہٹ گئی ہے۔ مستقبل کے سنہرے خواب چکنا چور ہوئے اور سب انسپکٹری پر گزارہ کرنا پڑا تو مزید سکون ہوا کہ چلو اچھا ہے بات آگے نہ بڑھی۔ لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمہاری واپسی' ملاقات' گرین فاؤنٹین اور یہ سب کچھ پھر اسی دنیا میں کھینچ لائے۔ کہانی پھر جاری ہوگئی۔ اب مراحل عشق میں دیسی دولت مند باپ ہے' محبت کے راستے میں رکاوٹوں والی دوڑ ہے۔ منزل عشق میں ثابت قدمی کا مرحلہ ہے نوکری اور زندگی کا داؤ ہے اور فرض کرلو کامیابی مل جائے تو اس کے بعد برفانی وادیوں میں قلانچیں بھرتے ہوئے طربیہ گیت گانے کے بجائے ڈاکٹر واٹسن بننا پڑے گا بیگم صاحبہ کالی گھٹاؤں جیسے بالوں کی چھاؤں میں جینے کا درس دینے کے بجائے بلی' بکری' گیدڑ اور ڈاکٹر نکولا کو سامنے رکھ کر ان میں سے اصل مجرم چھانٹنے میں مصروف رہیں گی۔"

"تمہاری شاعری کی صنف بدلنے لگی ہے اس لئے اب اٹھو دیر ہو رہی ہے۔ مجھے میزان لکھنا ہے۔"

"کیا لکھو گی کل کے میزان میں.....؟"

"اسی کہانی کا آغاز کروں گی۔"

"خدا خیر کرے۔" شہریار نے کہا۔

○ --------- ☆ --------- ○

دوسرے دن اپنے کالم میزان میں' میں نے لکھا تھا۔

"بلند وبالا عمارتیں' لہلہاتے سبزے کے پارک جگمگاتی کاریں' خوبصورت عمارتیں' گھن گرج' مشینیں' ملکی مصنوعات سے سجی دکانیں جن میں زندگی کی ساری ضرورتیں موجود' دکھ اور سکھ کی یہ ساری کہانیاں' میرا وطن امیر ہے اور میں اسے اطمینان کی نگاہ سے دیکھتی ہوں ہمارے محنت کش' صنعت کار' انجینئر' ڈاکٹر دنیا کے تمام ترقی یافتہ ملکوں سے کسی طور کم تر نہیں ہمارا مستقبل محفوظ ہے۔ ہم ایک اعلیٰ مستقبل کے مالک ہیں۔ ہماری قدریں ہماری روایات کی دولت سے مالا مال ہیں پھر ہم میں سے ایک کا دل داغدار کیوں.....؟"

یہ ایک بچی ہے۔ جسے لوگ زیبا نقاش کے نام سے جانتے ہیں۔ اس نے کچھ دن قبل ہوش و حواس کی منزل میں قدم رکھا ہے جہاں اسے بتایا گیا ہے کہ وہ ایک ایسے باپ کی بیٹی ہے جو ایک مشہور مصور تھا اور جسے اس کی ماں نے قتل کیا ہے۔ اس بچی کا "کل" غیر محفوظ ہوگیا ہے۔ قاتل ماں کی چھاپ اس کے پورے مستقبل پر محیط رہے گی اور اس پھولوں بھرے وطن میں اسے کوئی مقام نہ مل سکے گا۔ وہ ہمیشہ کالی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ اگر وہ کسی قاتل ماں کی بیٹی ہوتی تو ہم اس کے حسین چہرے کے اس داغ سے مجبور ہوتے' لیکن ..... یہ داغ اس کا نہیں ہے' وہ شکار کی گئی ہے' وہ شکار ہوگئی ہے ان سرسری نگاہوں کی جنہوں نے اس قتل کی سطحی طور پر دیکھتے ہوئے ایک بے گناہ عورت کو قاتل قرار دیدیا..... وہ ایک قاتل ماں کی بیٹی نہیں ہے۔ کیا اس کی ماں کو قاتل قرار دینے والے اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر ان حقیقتوں کی گہرائیوں میں جھانکنا پسند کریں گے جن میں اصل قاتل کا چہرہ چھپا ہوا ہے۔ کیا کچھ

وقت دے سکتے ہیں۔ یہ وقت انہیں نکالنا ہوگا ایسا نہ ہوا تو ہم ان کی طرف سے خوف کا شکار ہو جائیں۔ خود کو اپنی اس جنت میں غیر محفوظ سمجھنے لگیں۔ بہت جلد میں اپنے اس کالم میں ان لوگوں کا تعارف کرواؤں گی جو دانستگی میں' یا ناپختہ تحقیق کر کے اس بچی کے مستقبل کو تاریکی کی طرف دھکیلنے کا باعث بنے ہیں۔

اس کالم کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا تھا۔ نیوز ایڈیٹر صاحب نے مجھے اپنے آفس میں طلب کرلیا۔

"آج کا میزان تو بہت تہلکہ خیز رہا مس لبنیٰ۔ کچھ لوگوں نے فون کر کے آپ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ اور ہاں چیف ایڈیٹر صاحب نے کہا ہے کہ آپ ان سے مل لیں۔

چیف ایڈیٹر صاحب نے کہا۔ "مس لبنیٰ.....کیا آپ اس کیس کے سلسلے میں کوئی واضح ثبوت رکھتی ہیں آپ کو علم ہے کہ یہ بات بہت بڑی ہے۔"

"میں جانتی ہو سر.....اور یقینی طور پر ثبوت پیش کروں گی۔"

"عدلیہ کے کچھ اراکین نے خصوصی طور پر رابطہ قائم کر کے کہا ہے کہ یہ کالم بہت اہمیت کا حامل ہے بڑے ثبوت پیش کرنے پڑیں گے ورنہ اخبار کے لئے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔"

"آپ کا ذاتی خیال کیا.....؟"

"اگر بنیادی طور پر ہم مضبوط ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ ہمارے اخبار کی روایت میں ایک گرانقدر اضافہ ہوگا۔ میں اس کے لئے آپ سے یقیناً تعاون کروں گا۔"

"تب آپ اطمینان رکھئے سر.....اخبار کی ساکھ کو میں خراب نہ ہونے دوں گی۔"

"تاہم ابھی کچھ انتظار کرلینا ان کے بارے میں فوری طور پر لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"جی یقیناً' میں نے "بہت جلد" کا لفظ اسی لئے استعمال کیا ہے۔"

"گڈ..... ہمارا تعاون حاضر ہے مس لبنیٰ..... اور آپ پر پورا اعتبار کیا جاتا ہے۔"

شہریار ملا تو بولا۔ "صاحب خان صبح سے دانت پیس رہا ہے وہ اس کیس میں افسر تفتیش رہا ہے کہہ رہا ہے کہ یہ تتلی' چکور بننے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"یہ اصطلاح میری سمجھ میں نہیں آئی.....؟"

"تتلی کے پر کمزور ہوتے ہیں اور وہ تیز ہواؤں میں اونچا نہیں اڑ سکتی' چکور شاید زیادہ اونچا اڑ لیتا ہے۔"

"شاہین کی پرواز کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"ہاں وہ تو شاید ٹھیک ٹھاک ہوتی ہے۔" شہریار نے جواب دیا۔

میرا کام جاری تھا۔ میرے اس کالم کا ردعمل شاندار ہوا تھا۔ انور راہی نے دفتر آکر مجھ سے ملاقات کی تھی۔

"میزان نے ہمیں دہشت زدہ کر دیا ہے۔ کیا اس سلسلے میں دوبارہ ہماری ٹانگ کھینچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جائے گی.....؟"

"حقیقت سامنے لانا ضروری ہے مسٹر راہی' کچھ باتیں ایسی ہیں جو آپ نے مجھ سے چھپائیں' یقیناً عدالت میں بھی آپ نے انہیں پوشیدہ رکھا ہوگا۔ میری تحقیقات انہیں منظرعام پر لائے گی۔"

"اور میں اس سلسلے میں آپ سے تعاون کروں تو.....؟"

"یہ ایک اچھی بات ہوگی۔ آپ کچھ بتانا چاہتے ہیں۔"

میں نے پوچھا۔ اور انور راہی کسی سوچ میں گم ہوگیا۔ پھر اس نے کہا۔

"میرا خیال ہے آپ کے بجائے مجھے کسی اچھے وکیل سے رجوع کرنا چاہئے۔ آپ سے بس اتنا ضرور کہوں گا کہ زندگی بہت قیمتی چیز ہوتی ہے۔"

"دھمکی.....؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جو بھی آپ سمجھ لیں....." وہ بولا اور پھر اس نے کچھ نہ کہا اور چلا گیا۔ مجھے جس رابطے کا انتظار تھا اس کے لئے شام کے چھ بج گئے۔ میں دفتر سے اٹھنے والی تھی کہ مجھے عرشی صاحب کا فون ملا۔

"کب فراغت ہوگی دفتر سے.....؟"

"بس اٹھنے والی تھی جناب حکم دیجئے.....؟"

"ملنا چاہتا ہوں۔"

"رات کو آٹھ بجے حاضری دے سکوں گی۔"

"اس وقت ممکن نہیں ہے.....؟"

"نہیں کچھ ضروری کام ہیں۔" میں نے معذرتی انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر اپنے گھر پر انتظار کروں گا پتہ نوٹ کرلو۔" عرشی صاحب نے کہا۔

آٹھ بجنے میں دس منٹ تھے جب میں شہریار کے ساتھ گرین فاؤنٹین سے باہر نکلی یہاں سے میں نے عرشی صاحب کے بتائے ہوئے پتے کا رخ کیا تھا۔ وہ میرے منتظر ملے اور مجھے ایک آراستہ کمرے میں لے گئے۔

"میزان کا اصل روپ میں نے اب دیکھا ہے۔ ویسے یہ کالم مجھے پہلے ہی خطرہ محسوس ہوا تھا۔"

"آپ اسے خطرہ کہیں گے.....؟"

"اخلاق بھی نہ برت سکوں گا اس بارے میں' خطرہ تو ہے اور اتفاق سے خطرے کی ابتداء بھی مجھ سے ہوئی ہے۔ تم نے خوب پاؤں جما کر کام شروع کیا ہے۔"

"سمجھی نہیں.....؟"

"ڈپٹی انسپکٹر جنرل فخری میرے ایک دوست کے بیٹے کے سسر ہیں' مجھ پر مہربان ہیں

خصوصی طور پر انہوں نے میزان کا تذکرہ کیا تھا اور بتایا تھا کہ تم نے ان سے مل کر اس کیس کا فائل افسر متعلقہ سے نکلوایا تھا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ تمہیں ہر طرح کی امداد فراہم کرنے کے خواہاں ہیں کیونکہ کم از کم اس ملک میں یہ کسی کرائم رپورٹر کا نیا روپ ہے۔"

"میرے وطن کے لوگ برے سمجھے جاتے ہیں' برے ہیں نہیں....." میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"ہاں' لیکن ان کے ساتھ بہتر سلوک بھی ضروری ہے۔ بہرحال تمہارے میزان کا آغاز مجھ سے ہوتا ہے اور تم جانتی ہو کہ میں نے اس سے پہلے بھی تم سے تعاون کیا ہے اب بھی میں تم سے تعاون کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے بتاؤ اسے کہاں سے شروع کرنا ہے کیا تمہارے ذہن میں کوئی پروگرام ہے.....؟"

"سوفیصد.....؟"

"کیا.....؟"

"اس کیس کو ری اوپن کرنا ہوگا۔ اور ازسرنو اس کی تحقیقات کروانی ہوگی۔"

"ایک کام کرا سکتی ہو.....؟"

"فرمائیے.....؟"

"زیبا نقاش کو تیار کرو کہ وہ مجھے وکیل کر کے اس کیس کی دوبارہ تحقیقات کرائے۔ میں ہی دوبارہ یہ کیس لڑوں..... بشرطیکہ تمہیں میری دیانتداری پر شبہ نہ ہو۔" میں نے مسکراتی نگاہوں سے عرشی صاحب کو دیکھا پھر کہا۔

"مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے انکل۔"

"شکریہ..... تو پھر مجھے تمہارا ساتھ بھی درکار ہوگا۔ تمہاری مدد کے بغیر یہ ممکن نہ ہوسکے گا۔"

"میں جانتی ہوں۔"

"کب سے شروع کر رہی ہو یہ کام۔"

"کل سے انکل۔"

دیر تک عرشی صاحب سے گفتگو کرتی رہی جب وہاں سے چلی تو عرشی صاحب بولے۔

"تمہیں نظر لگ جائے گی۔ بے شمار اخبارات ہیں اور بے شمار رپورٹر لیکن جو کچھ تم نے شروع کیا ہے وہ انوکھا ہے۔ اور ایک رائے بھی دینا چاہتا ہوں تمہیں.....!"

"وہ کیا انکل.....؟"

"تمہارے دشمنوں کی پیداوار شروع ہوگئی ہوگی چنانچہ اپنے تحفظ کے لئے ابھی سے کام شروع کردو....." میں ہنس دی پھر میں نے کہا۔

"آپ کی دعاؤں کی بھی ضرورت ہے انکل....."

○---------☆---------○

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسرے دن اپنے معمولات سے فارغ ہو کر میں آفس سے باہر نکل آئی اور یہاں سے سیدھی زیبانقاش کے پاس پہنچی۔ رقیہ بیگم اور روحی جمال بھی یہاں آئی ہوئی تھیں میرا غیر معمولی خیر مقدم کیا گیا۔ روحی نے بہت زیادہ خلوص کا مظاہرہ کیا تھا۔

"میں یہ اخبار لے کر زیبا کے پاس آئی تھی۔ دراصل روزانہ اخبار نہ پڑھنے کی عادت بھی بری ہوتی ہے۔ پہلے میرا یہ مزاج نہیں تھا قمر کی موت کے بعد یہ کیفیت پیدا ہوئی ہے پہلے صبح کا ناشتہ اخبار کے بغیر پورا نہ ہوتا تھا قمر جدا ہوگئی تو دل اتنا کمزور ہوگیا کہ ہولناک خبریں برداشت نہیں ہوتیں کوئی بری خبر پڑھ لی اور پورا دن اختلاج میں گزر گیا۔ رقیہ بیگم کے کہنے پر میں نے اخبار چھوڑا ہے۔"

"جی....."

"جناب رحمان درانی صاحب نے فون کر کے مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا اور میں نے کہیں سے یہ اخبار حاصل کیا۔ خود زیبا تمہارے اس کالم اور مضمون سے ناواقف تھی میں نے آکر اسے بتایا ہے۔"

زیبا نے آنسو بھری آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"باجی آپ نے میرے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔"

"تم سے وعدہ جو کیا تھا زیبا.....؟"

"آپ نے یقیناً دوسرے لوگوں سے ملاقات کی ہوگی۔ لبنیٰ صاحبہ۔" روحی نے کہا۔

"جی ہاں.....!"

"رحمان صاحب گھبرائے ہوئے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ مصیبت نئے سرے سے شروع ہو رہی ہے۔ یہ بھی پوچھ رہے تھے کہ کیا آپ نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔ میں نے مختصراً ہاں میں جواب دیا تھا۔ دراصل یہ مسٹر درانی بھی کچھ لیچڑ قسم کے آدمی ہیں ابتداء میں انہوں نے مجھ سے عشق کرنے کی کوشش کی۔ وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ بڑی مشکل سے میں نے انہیں ٹالا.....!"

"اوہ..... یہ میرے لئے نئی خبر ہے مس روحی۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ کا کیا خیال ہے' جو کچھ آپ کر رہی ہیں اس میں آپ کو کیا کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔"

"کوشش کر رہی ہوں۔"

"میرا مطلب ہے کہ سات سال میں ختم ہو جانے والے اس مقدمے کو اب دوبارہ کیسے شروع کیا جاسکتا ہے۔"

"یہ مشکل کام نہیں ہے۔ مس زیبا اسے دوبارہ چلانے کا قانونی حق رکھتی ہیں اور انہیں

اس کام کا آغاز کرنا ہے۔ بلکہ میری خواہش ہے کہ اس مقدمے کے دوران آغاز کے بعد آپ ان کے ساتھ ہی قیام کریں تاکہ انہیں تحفظ حاصل ہو سکے۔"

"میں اس سے کب دور رہنا چاہتی ہوں مگر اس وقت جب اس کی اپنی خواہش ہو۔" روحی نے کہا اور اس کے ان الفاظ پر زیبا پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ ماحول غمزدہ ہوگیا تھا۔ بڑی مشکل سے زیبا کو خاموش کر لیا گیا۔ اس سے اس طرح رونے کی وجہ لاکھ پوچھی گئی مگر اس نے کچھ نہیں بتایا تھا۔ پھر میں نے اسے اپنا مقصد بتایا تو وہ بخوشی تیار ہوگئی۔

"باجی آپ جیسا کہیں گی میں ویسا ہی کروں گی۔"

"تمہیں آج دو بجے کے بعد میرے ساتھ چلنا ہوگا روحی صاحبہ آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"بس یہاں سے فیکٹری جاؤں گی۔" روحی نے جواب دیا۔ وہ کچھ کبیدہ خاطر نظر آنے لگی تھی۔ وہاں سے آکر میں نے عرشی صاحب کو فون کیا اور انہیں بتایا کہ میں زیبانقاش کو لے کر ان کے پاس آ رہی ہوں۔ پھر دو بجے میں نے زیبا کو اس کی رہائش گاہ سے ساتھ لیا اور چل پڑی۔ زیبا میرے ساتھ بہت مطمئن تھی۔

"میں آپ کو باجی کہہ سکتی ہوں نا۔"

"کیوں نہیں۔"

"باجی آپ نے روحی آنٹی سے کہا تھا کہ وہ میرے ساتھ رہیں' باجی میں خود تنہائی سے گھبراتی ہوں میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی میرے پاس ہو' لیکن ..... یہ پتہ تو چل جائے کہ میرے ماں باپ کا قاتل کون تھا۔ ہاں باجی میرے باپ کو زہر دے کر مارا گیا اور میری ماں غم کا شکار ہوگئی کہ اس پر میرے باپ کے قاتل ہونے کا الزام لگایا گیا تھا۔ مجھے تو دونوں سے محروم کر دیا گیا ناں۔ حقیقت تو کھل جائے کہ وہ کون تھا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں زیبا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

عرشی صاحب نے ہم دونوں کا پرتپاک خیرمقدم کیا تھا۔ زیبا کی نوعمری سے وہ بھی بہت متاثر ہوئے انہوں نے کہا۔

"یہ کیس اپنی نوعیت کا منفرد ہوگا لبنیٰ اور میری پوزیشن بڑی مضحکہ خیز ہو جائے گی کیونکہ اس کی موافقت بھی میں نے کی تھی اور اب مخالفت بھی میں ہی کروں گا۔ ویسے قانونی دنیا میں یقیناً ایسا واقعہ کوئی اور بھی ہوگا۔ میرے علم میں نہیں ہے" عرشی صاحب نے درخواست وغیرہ تیار کرلی تھی۔ تمام کاغذات پر زیبا کے دستخط کرائے گئے اور ضروری کارروائی مکمل ہوگئی۔ عرشی صاحب نے زیبا کو اس سلسلے میں ہدایات دیدی تھیں۔ چنانچہ ابتدائی امور کے طور پر عدالت میں زیبا کی درخواست داخل کر دی گئی۔ عرشی صاحب نے تمام قانونی اقدامات کر لئے تھے۔ واپسی میں انہوں نے کہا۔

"اور اب محترمہ لبنیٰ صاحبہ' آپ کو اس سلسلے میں میری پوری پوری مدد کرنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو گی....."

"میں جانتی ہوں عرشی صاحب۔"

"کب سے کام شروع ہو رہا ہے"

"کل سے۔"

"ہماری پہلی نشست کب ہو گی۔"

"کل جو وقت آپ دیں۔"

"دفتر سے کس وقت اٹھ جاتی ہو؟"

"کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"کل پانچ بجے۔ کیا خیال ہے۔"

"یقیناً لیکن سات بجے تک۔"

"یہ دو گھنٹے بھی تمہارے لئے وقف ہیں۔ میں انتظار کروں گا۔ شام کو معمول کے مطابق شہریار سے ملاقات ہوئی تو بولا۔

"ان دنوں میں مستقبل کے بارے میں سخت پریشان ہوں۔ ویسے دوستی میں ایک بات تو دو۔" میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔ "وہ نخل آرزو کھلنے کے کچھ امکانات ہیں یا نہیں۔"

"نخل آرزو کیا ہوتا ہے؟"

"میرا مطلب ہے اس کے ٹمٹماتے چراغوں میں تیل ڈالوں یا نہیں۔" وہ بولا

"افوہ' تم مرکری بلب کے اس دور میں چراغوں کی بات کر رہے ہو۔"

"اپنی بساط بھر بات کر رہا ہوں۔"

"سنجیدہ ہو"

"خدا کی قسم ہر بار سنجیدہ ہوتا ہوں مگر کیا کروں تمہاری غیر سنجیدگی پر نکتہ چینی بھی تو نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر ابھی جلدی مت کرو' مناسب وقت آنے کا انتظار کر لو۔"

"قیامت سے ایک ہفتے پہلے تک انتظار کر سکتا ہوں بس یہ اطمینان ہو جائے کہ..... کہ اس دوران کام بن جائے گا۔"

"چائے منگاؤ بھی....." میں نے ہنستے ہوئے کہا کہ شہریار "ویٹرویٹر" چیخنے لگا۔

پروگرام کے مطابق عرشی صاحب کے ساتھ نشست جم گئی۔ عرشی صاحب پوری تیاری کر کے بیٹھے تھے اور پھر میں انہیں اپنی معلومات سے آگاہ کرنے لگی ہم لوگ ایک نقطے پر غور کر رہے تھے۔ اس میں کافی دیر لگ گئی۔ عرشی صاحب نوٹس لیتے جا رہے تھے اور مجھے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتے بھی جا رہے تھے۔ وقت کا کوئی احساس نہ ہو سکا جب ہمیں ہوش آیا تو کافی

رات ہو گئی تھی۔

میزان کے کالم مختلف خبروں اور ان پر تبصروں پر چھپتے رہے۔ میں نے دوبارہ اس موضوع پر نہیں لکھا تھا لیکن اس کے لئے مسلسل مواد تیار کر رہی تھی۔ پھر اس کیس کی پہلی پیشی ہوئی' جج صاحب وہ نہ تھے جنہوں نے سات سال پہلے اس کیس کی سماعت کی تھی۔ وکیل سرکار نے پہلا سوال وہی کیا جس کی توقع تھی۔

"ایک ایسے مقدمے کو دوبارہ شروع کیا جا رہا ہے جس کے شروع کرنے کا بظاہر کوئی جواز نہیں ہے۔"

"جواز ہے جناب عالی' مقتول راحیل نقاش اس دنیا میں نہیں ہے۔ ملزمہ قمرالنساء نقاش بھی دوران سزا انتقال کر چکی ہے لیکن ان دونوں کی نشانی زیبا نقاش زندہ ہے اس نو عمر لڑکی نے اپنی زندگی کا آغاز کیا ہے۔ اس کے سامنے پورا مستقبل پڑا ہے وہ ایک ایسی ماں کی بیٹی نہیں کہلانا چاہتی جس نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا ہو۔ یہ داغ اس کی پوری زندگی پر پھیل سکتا ہے اور وہ معاشرے کے لئے قابل قبول نہیں بن سکتی۔ اسے حق حاصل ہے کہ قانون کا سہارا لے کر اس داغ کو اپنے چہرے سے مٹا دے۔" عرشی صاحب نے کہا۔

"مجھے ایک سزا یافتہ مجرمہ کے صرف ملزمہ کہنے پر اعتراض ہے۔" وکیل سرکار نے کہا۔

"اور میں اسے مجرمہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ حقائق یہ ثابت کرتے ہیں۔"

"قمرالنساء کو موت کی سزا دی گئی تھی ان تمام ثبوتوں کی بنیاد پر جس سے وہ مجرم ثابت ہوئی تھی' بعد میں اسے موت کی سزا سے عمر قید میں تبدیل کر دیا تھا لیکن احساس جرم نے اسے زندہ نہ رہنے دیا۔ کیا اس کے بارے میں عدالت کا فیصلہ غلط تھا۔" وکیل سرکار نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے یہ نیا مقدمہ قرار پایا مگر مقتول اور قاتل پرانے ہی رہیں گے یا ان کی شخصیت میں کوئی ترمیم ہو گی۔"

"عدالت کے فیصلے غلط نہیں ہوتے لیکن یہ فیصلے ان ثبوتوں کی بنیاد پر ہوتے ہیں جو بعض اوقات مسخ شدہ ہوتے ہیں یا کر دیئے جاتے ہیں۔ دو انسان ختم ہو گئے لیکن ان سے متعلق ایک ایسی شخصیت فریاد کرتی ہے کہ اگر حقائق یہ ثابت کر دیں کہ اس کی ماں بے گناہ تھی تو اسے معاشرے میں اس کا صحیح مقام مل سکتا ہے۔ کیا ایک شہری کو قانون کے استعمال کا حق حاصل نہیں ہے۔"

"قانون ہر شہری کو یہ حق دیتا ہے۔" جج صاحب نے اعتراف کیا۔

"تو پھر اس مقدمے کو کسی اعتراض کے بغیر چلانے کی اجازت دی جائے۔"

"اجازت دی جاتی ہے۔" عدالت نے عرشی صاحب کا موقف تسلیم کر لیا۔ وکیل سرکار نے کہا۔

"خوش قسمتی سے سات سال قبل جب یہ مقدمہ چلایا گیا تھا' میں مجرمہ قمرالنساء کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خلاف وکیل سرکار نہیں تھا نہ ہی یہ کیس اس معزز عدالت میں چلایا گیا تھا لیکن وکیل موصوف اس وقت مجرمہ کے مخالف وکیل کی حیثیت سے اس کیس کی پیروی کر رہے تھے اور اسے رہا دلانے کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔"

"میں نے عرض کیا ہے کہ عدالت کے فیصلے ثبوتوں کی بنیاد پر ہوتے ہیں اور وکیل بھی انہی ثبوتوں کی بنیاد پر پیروی کرتے ہیں' جرم کے وقت نہ معزز وکیل سرکار مجرموں کے پاس موجود ہوتے ہیں اور نہ ہی ہم لوگ۔ اگر وکیل سرکار میری اس وقت کی پیروی پر نکتہ چینی فرمانا چاہتے ہیں تو میں اس معزز عدالت کے بارے میں ان کے ریمارک سننا چاہتا ہوں جس نے یہ فیصلہ دیا تھا۔" وکیل سرکار جواب نہ دے سکے تو عرشی صاحب نے کہا۔

"بات ثبوتوں کی ہے' زیبا نقاش کے لئے یہ مسئلہ ذاتی نوعیت کا ہے چنانچہ اسے ایک نئے مقدمے کی حیثیت دی جائے۔ پرانے ثبوتوں کو مقدمے کی حد تک اہمیت ضرور دی جائے۔ کس نے کیا کیا اور اس وقت حالات کیا تھے۔ اسے زیر بحث لانا اس نئے مقدمہ کو کوئی مدد نہیں دے سکتا۔" عدالت نے عرشی صاحب کا یہ موقف بھی تسلیم کرلیا تھا۔ وکیل سرکار نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے یہ نیا مقدمہ قرار پایا مگر مقتول اور فائل پرانے ہی رہیں گے یا ان کی شخصیت میں کوئی ترمیم ہوئی۔"

"آپ چاہیں تو ان کے نام اپنی پسند کے مطابق رکھ لیں۔ مجھے ذاتی طور پر آپ کی پسند سے اختلاف نہ ہوگا۔" عرشی صاحب گھاگ آدمی تھے انہوں نے باآسانی خود پر سے یہ بوجھ اتار دیا کہ پہلے وہ اس مقدمے کی مخالفت میں پیروی کر چکے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے عدالت سے درخواست کی کہ اس کیس میں جو لوگ پہلے ملوث کئے گئے تھے ان کے نام دوبارہ سمن جاری کئے جائیں اور انہیں یکے بعد دیگرے عدالت میں طلب کیا جائے۔ عدالت نے یہ درخواست منظور کرلی اور آج کی سماعت یہاں ختم ہوگئی۔

عرشی صاحب بہت مطمئن تھے۔ ہم لوگ ساتھ ہی باہر آئے عرشی صاحب نے مجھے پیشکش کی کہ کچھ دیر ان کے ساتھ کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھیں' میں نے یہ پیشکش قبول کرلی تھی۔

"سب سے مشکل مرحلہ یہی تھا۔ اس ابتدائی مرحلے سے نمٹنے کے بعد میں مطمئن ہوں۔"

"یقیناً۔"

"اور اب تمہیں مسلسل مجھ سے ملنا ہوگا۔"

"اور آپ میرے مستقل وکیل کی حیثیت اختیار کرلیں' میرا اور آپ کا گٹھ جوڑ بڑے گل کھلائے گا۔"

"ذرا وضاحت کرو۔" عرشی صاحب نے کہا۔

"یہ میرا شوق ہے عرشی صاحب' خان غضنفر کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں انہوں نے مجھے دوسری تعلیم دلائی تھی' میں نے تعلیم کے سلسلے میں ان کا شوق پورا کر دیا۔ اپنا مشغلہ میں نے

اپنے شوق کے مطابق پورا کیا۔ میں اس سلسلے کو جاری رکھنا چاہتی ہوں۔ اس قسم کے الجھے ہوئے معاملات کو سلجھا کر قانون کی راہنمائی کروں گی اور اخبار کے لئے نئے اسلوب تلاش کروں گی۔ اس طرح بہت سے بے گناہ بے گناہی کے عذاب سے نجات حاصل کرلیں گے اور ہمیں دعائیں دیں گے۔ میرا شوق بھی پورا ہوتا رہے گا۔"

"بہترین آئیڈیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔" عرشی صاحب حیرانی سے بولے۔

"آپ غور کریں اس پر۔"

"بھئی غور کرنا کیا' میں سمجھتا ہوں یہ کام منفرد بھی ہے اور نیکی کا بھی' مگر عزیزہ ایک مسئلہ رہ جائے گا۔"

"کیا؟"

"اس پاپی پیٹ کا کیا کریں گے۔"

"آپ کے پاس دوسرے کیس بھی تو آتے ہیں عرشی صاحب' ایسے کیسوں سے آپ کو جو شہرت ملے گی اس سے آپ کو بڑا فائدہ ہوگا۔ تو عرشی صاحب ہمارے درمیان یہ معاہدہ طے۔"

"بالکل طے۔" عرشی صاحب نے کہا۔

دوسرے دن کے میزان میں' میں نے پھر زور قلم دکھایا تھا اور اپنا مافی الضمیر وقت کی ضرورت قانون کی بالادستی دونوں کی ذمہ داری خصوصاً عرشی صاحب کے نیک جذبے پر بڑا دھواں دھار مضمون لکھا تھا۔ اخبار کے دفتر کے سینئر صحافیوں اور رپورٹروں نے اسے بڑا سراہا تھا۔ چیف ایڈیٹر صاحب بھی خوش تھے۔ میرے ساتھیوں نے کہا۔

"خداوند عالم اگر سارے رپورٹروں کو غضنفر علی جیسا باپ دیدے تو انہیں ایک بار یورپ کی سیر ضرور کرنی چاہئے۔"

"یورپ کی سیر۔" میں نے رکتے ہوئے کہا۔

"ہاں' وہاں جا کر ذہن کھلتا ہے' نئے نئے آئیڈیئے دماغ میں آتے ہیں جیسے تم نے یہ سب کچھ کیا۔ ویسے تم نے اس شعبے کا وقار بڑھایا ہے اور ہم سب اس سے بہت خوش ہیں۔"

عرشی صاحب نے دفتر فون کر کے میرا شکریہ ادا کیا تھا اور کہا تھا۔

"تمہارا یہ مضمون اس مقدمے میں بھی بڑا معاون ہوگا۔ اس نے اس انوکھے مقدمے کی اہمیت بڑھا دی ہے۔"

"آگے آگے دیکھئے عرشی صاحب۔ یہ تو ابتدا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

شام کو شہریار نے کہا۔ "اس کیس میں جو خوبی ہے وہ پولیس کے حلقوں میں دلچسپی کی نگاہ سے دیکھی جا رہی ہے۔"

"وہ کیا" میں نے پوچھا۔

"بات ایک حد تک بالکل ٹھیک ہے۔ جرم ہوتا ہے ایف آئی آر کٹتی ہے پولیس تفتیش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شروع کر دیتی ہے اب دیکھو نا مجرم تو پلاننگ کرتا ہے پولیس سے محفوظ رہنے کے لئے ا
چاروں طرف حفاظتی جال لگاتا ہے پولیس کو دھوکا دینے کے لئے طرح طرح کی ترکیبیں کر
ہے۔ بعض اوقات پولیس دھوکا کھا جاتی ہے غلط راستوں پر لگ جاتی ہے اور کام بگڑ جاتا ہے ا
کے لئے پولیس پر الزام لگا دینا تو اچھا نہیں ہوتا ہم ذاتی طور پر تو کسی کے دشمن نہیں ہوتے۔"

"ہاں ایسا ہوتا ہے۔"

"آج تو صاحب خان بھی مطمئن تھا۔"

"خوب" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں غیر مطمئن ہوں"

"کیوں"

"ابھی تک ہیرو کی انٹری نہیں ہوئی۔ ہیروئن اکیلی ہی دشمنوں کو مار رہی ہے کچھا کچھ ڈ
ڈز' اور ہیرو بے چارہ بس سب انسپکٹری کر رہا ہے۔" شہریار نے اس طرح کہا کہ مجھے ہنسی آگئی۔

"اب یہ تو ہو سکتا نہیں کہ ہیرو موٹر سائیکل لیکر کمرہ عدالت میں داخل ہو جائے۔ اس کی
انٹری کے لئے صحیح مقام آنا ضروری ہے۔"

"صحیح مقام کتنے فاصلے پر ہے۔" شہریار نے پوچھا۔

"کچھ نہیں کہا جاسکتا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہیروئن خود غرض ہے کہانی نویس بک چکا ہے کہانی ہیروئن پر ہ
گھمائی گئی ہے۔"

"چائے منگواؤں.....؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ یہ جملہ میرا ہے میں کہوں گا۔" شہریار نے کہا اور میں نے ویٹر کو اشارہ کر دیا

○---------☆---------○

کیس کی تیاریاں جاری تھی۔ میں باقاعدہ عرشی صاحب کو وقت دے رہی تھی۔ اس دن
بھی میں عرشی صاحب کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ ملازم نے کسی کی آمد کی اطلاع دی۔ آنے وا
شائل تھی۔ جو شعلہ جوالا بنی ہوئی تھی مجھے دیکھ کر شعلہ بھڑک اٹھا۔

"پہلے مجھے شبہ تھا اب یقین ہوگیا۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ میں نے مسکرا کر
عرشی صاحب کو دیکھا تو وہ بولے۔

"ہاں' میں مس شائل کو جانتا ہوں۔ تشریف رکھئے شائل صاحبہ۔"

"میرے پاس سمن آیا ہے۔ آخر آپ لوگ کسی کی نجی زندگی کو تباہ کرنے پر کیوں تل گئے
ہیں۔"

"کچھ سمجھ میں نہیں آیا شائل صاحبہ۔" عرشی صاحب نے کہا۔

"ان خاتون سے آپ کا کیا واسطہ ہے۔" شائل نے میری طرف اشارہ کر کے عرشی

صاحب سے کہا۔

"یہ ایک نامور صحافی ہیں ایک بڑے اخبار کی کرائم رپورٹر ہیں۔ آپ کو ان کی یہاں آمد پر
کیا اعتراض ہے۔"

"یہ ایک جرائم پیشہ ماں کی حاسد بیٹی کی معاونت کر رہی ہیں' میں جانتی ہوں کس لئے۔"
شائل نے کہا۔

"آپ کے دونوں جملے میرے لئے ناقابل فہم ہیں۔ کون جرائم پیشہ ماں۔ اور کون حاسد
بیٹی۔"

"اور آپ عرشی صاحب۔ آپ کو افسوس نہیں ہوتا کہ آپ خود اپنے تجربے کی نفی کر
رہے ہیں آپ نے یہ کیس قمرالنساء کو سزا دلوا کر جیتا تھا اور اب آپ اپنے ہی خلاف یہ کیس
دوبارہ لڑ رہے ہیں۔"

"اپنی غلطی کا ازالہ کرنا افسوس کی بات تو نہیں۔ افسوس مجھے آپ کی اس بدزبانی پر ہو رہا
ہے جو آپ میرے دفتر میں آکر کر رہی ہیں' افسوس اس قدم پر ہوگا جو اس بدزبانی کے نتیجے
میں' میں اٹھاؤں گا۔" عرشی صاحب نے جواب دیا۔

"میں جانتی ہوں یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔" شائل نے کہا۔

"بتانا پسند کریں گی۔"

"آپ لوگوں نے' آپ لوگوں نے بلیک میلنگ کا منصوبہ بنایا ہے۔ آپ نے اس سلسلے میں
ایک نیا طریقہ رائج کیا ہے۔ ایک کرائم رپورٹر' ایک وکیل' یہ کام باآسانی کرسکتے ہیں اخبار کے
ذریعہ یہ سب کچھ ممکن ہے اور اس وقت انہیں یہاں دیکھ کر مجھے پورا پورا یقین ہوگیا ہے۔"

"بڑی دور کی کوڑی لائی ہیں آپ واقعی خوب سوچا' بہرحال مس شائل یہ ہمارا کاروبار
ہے۔" عرشی صاحب بولے

"کیا چاہئے آپ کو مجھے بتایئے کیا چاہئے' کتنی رقم دینا ہوگی مجھے۔"

"جلدی کیا ہے سودا ہو جائے گا آپ سے' کیوں لبنیٰ۔ کوئی جلدی تو نہیں ہے ہمیں" عرشی
صاحب نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور میں ہنس پڑی۔ پھر میں نے کہا۔

"سمن تو اور لوگوں کو بھی گئے ہیں شائل صاحبہ' آپ کے علاوہ کسی اور کو اتنی پریشانی
نہیں ہوئی۔"

"میری پریشانی کی وجہ ہے۔"

"کیا؟"

"میری شادی ہونے والی ہے عدیل ہاشمی ایک حساس انسان ہیں انہیں اس بارے میں کچھ
نہیں معلوم' وہ نہیں جانتے کہ میں' کسی زمانے میں ایک مصور سے محبت کرتی رہی ہوں میں
نے نقاش کو بڑی مشکل سے ذہن سے نکالا ہے کسی مرنے والے کے ساتھ جان تو نہیں دی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاسکتی ہے میرے سامنے بھی میرا مستقبل تھا بڑی مشکل سے میں اپنے ذہن کو شادی کے لئے آمادہ کرسکی ہوں اور اب' اب جبکہ میری شادی میں ایک مختصر وقت رہ گیا ہے آپ لوگوں نے آپ لوگوں نے یہ سلسلہ دوبارہ شروع کر کے میرا مستقبل تاریک کرنے کا فیصلہ کیا ہے سب کچھ سامنے آئے گا سات سال پہلے کی کہانی ختم ہوچکی تھی مگر اب اسے دوبارہ اچھالا جائے گا اور عدیل جان لیں گے کہ..... کہ ....."

"یہ امرباعث افسوس ہے لیکن مجبوری ہے سوری مس شمائل۔ ویری سوری۔"

"آپ اس کیس سے میرا نام نکال لیں مجھے بتایئے مجھے اس کا کیا معاوضہ ادا کرنا ہوگا۔" اس نے کہا۔ عرشی صاحب اسے غور سے دیکھنے لگے۔ پھر بولے۔

"آپ یہ دونوں باتیں ہمیں لکھ کر دے دیں۔ ہم غور کرلیں گے۔"

"کیا لکھ کر دوں۔" وہ حیرت سے بولی۔

"یہی کہ آپ اس کیس سے اپنا نام نکلوانا چاہتی ہیں اور اس کا معقول معاوضہ دینے کے لئے تیار ہیں۔"

"آپ مجھے بے وقوف سمجھتے ہیں۔" وہ غرا کر بولی۔

"ہاں کسی حد تک' معاوضے کا ذکر کر کے آپ نے ہمارے دل سے ہمدردی کا وہ احساس ختم کردیا جو آپ کی شادی کا ذکر سن کر ابھر آیا تھا بہرحال ہم آپ سے معذرت کرتے ہیں۔"

"اس کے نتائج برے بھی نکل سکتے ہیں۔" وہ کرسی سے اٹھ کر بولی۔

"اللہ مالک ہے' خدا حافظ۔" عرشی صاحب نے کہا اور وہ کھٹ کھٹ کرتی باہر چلی گئی۔ ہم دیر تک اس کے بارے میں گفتگو کرتے رہے تھے۔

پہلی پیشی میں انور راہی کو طلب کیا گیا تھا۔ اس نے وہی کہانی سنائی جو پہلے سنا چکا تھا۔

"آپ کے دوست رحمان درانی کی لیبارٹری سے ایک خطرناک زہر چوری ہوگیا اسے تشویش نہیں ہوئی۔" عرشی صاحب نے پوچھا۔

"کیوں نہیں"

"اس نے آپ سے تذکرہ کیا تھا۔"

"ہاں وہ پریشان تھا اس نے کہا تھا کہ اس وقت زہر کی شیشی موجود تھی جب وہ ہم لوگوں کو لے کر لیبارٹری آیا تھا وہ اس وقت غائب ہوئی جب ہم سب یہاں سے نکلے تھے۔"

"اس نے کسی پر شبہ ظاہر کیا تھا۔"

"کس کا نام لیتا وہ۔ ہم سب ہی تھے۔"

"پولیس کو رپورٹ دی تھی اس نے۔"

"نہیں"

"آپ بتا سکتے ہیں کیوں؟"

"یہ سوال آپ اس سے کریں تو بہتر ہے۔ ویسے ظاہر ہے ہم گہرے دوست تھے اور وہ کسی کا نام نہیں لے سکتا تھا۔"

"اسے تشویش تو ہوگی؟"

"ہونی ہی چاہئے مگر اس نے یہ نہ سوچا ہوگا کہ اسے کون کس طرح استعمال کرسکتا ہے۔"

"اس نے کسی پر شبہ ظاہر نہیں کیا تھا۔"

"نہیں۔"

"ایک اہم سوال راہی صاحب' معاف کیجئے آپ کسی زمانے میں قمرالنساء سے محبت کرتے تھے' انور راہی بری طرح چونک پڑا اس نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ کیا سوال ہے۔ اس سوال کا مقصد کیا ہے۔"

"مقصد عدالت جانتی ہے آپ صرف جواب دیں ہمیں اس کی گواہی مل سکتی ہے کہ آپ قمرالنساء کو چاہتے تھے اس سے شادی کے خواہش مند تھے کیا یہ غلط ہے۔" انور راہی بوکھلا گیا۔ پھر اس نے کہا۔

"نہیں یہ درست ہے۔ میں اس سے محبت کرتا تھا اور اس سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر وہ نقاش کے عشق میں گرفتار ہوگئی۔ اس نے نقاش سے شادی کرلی اور جب نقاش کی فطرت نمایاں ہوئی تب بھی میں نے اسے پیشکش کی کہ اگر نقاش شمائل سے شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی اسے چھوڑ دے۔ میں آج بھی اسے چاہتا ہوں۔ مگر وہ ضدی عورت نقاش کے لئے پاگل تھی اس نے کبھی میری اس پیشکش پر غور نہیں کیا۔ مگر کیا اس طرح آپ مجھے نقاش کا قاتل ثابت کرنا چاہتے ہیں۔"

"ناممکن تو نہیں راہی صاحب..... عشق میں ناکامی' مقصد میں ناکامی انسان کو بہت کچھ کرنے پر آمادہ کرسکتی ہے آپ خود کہہ رہے ہیں کہ نقاش کی تمام تر بے وفائیوں کے باوجود قمرالنساء آپ کے جال میں نہیں پھنسی تھی۔ ایک ایسی محبت کرنے والی عورت خود تو جان دے سکتی ہے اپنے محبوب کی جان نہیں لے سکتی۔" عدالت میں یہ نقطہ نوٹ کیا گیا تھا اور انور راہی کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

عدالت میں دوسری پیشی رحمان درانی کی تھی عرشی صاحب کا رویہ اس کے ساتھ بہتر رہا تھا۔ اس سے زیادہ تر سوالات زہر کی چوری کے بارے میں کئے گئے تھے تیسری شخصیت روحی کی تھی۔

"مس روحی جمال ابتداء میں آپ کے اور قمرالنساء کے تعلقات بہتر نہیں تھے کیا یہ سچ ہے؟"

"جی" روحی نے کسی قدر حیرت سے کہا۔

"بعد میں یہ تعلقات کس طرح بہتر ہوئے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ماں کی موت کے بعد ہم دونوں نے خود کو تنہا محسوس کیا اور ہمارے درمیان مفاہمت ہوگئی بعد میں قمر کے رویئے نے مجھے احساس دلا دیا کہ وہ بے حد مہربان اور محبت کرنے والی بہن ہے اور ہم دونوں کے درمیان الفت بڑھتی گئی وہ مجھ سے بہت پیار کرنے لگی تھی۔"

"وہ نقاش کو چاہتی تھی؟"

"ہاں بہت زیادہ' مجھے بھی اس کی چاہت سے اختلاف نہیں تھا۔ جب ان کی شادی ہوئی تو میں بہت خوش تھی بعد میں نقاش کی فطرت کھلی تو میری بہن بہت اداس رہنے لگی۔ میں نے اسے کہا کہ وہ نقاش کو چھوڑ دے مگر یہ اس کے لئے ممکن نہ ہوسکا مجھے نقاش سے بے پناہ نفرت ہوگئی تھی اور.....اور۔"

"آپ نے اسے زہر دے دیا" عرشی صاحب نے کہا اور روحی کا منہ کھلا رہ گیا پھر اس نے روتے ہوئے کہا۔

"آہ کاش میں ایسا کر ڈالتی آہ کاش مجھے اس کی رعایت مل جاتی میں یہ کام کر کے بہت خوشی ہوتی۔"

"مگر جب نقاش زہر خورانی کا شکار ہوا تو قمرالنساء کا ذہن اپنی سوتیلی بہن کی طرف گیا بعد میں اس نے نقاش کے قریب بیٹھ کر بوتل سے انگلیوں کے نشانات صاف کئے تاکہ اس کی بہن اس جرم کا شکار نہ ہو جائے۔ لیکن جناب والا ماہرین کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔ زہر بوتل میں نہیں اس گلاس میں شامل کیا گیا تھا جس میں نقاش مشروب پی رہا تھا اور گلاس پر موجود نشانات کی ایک اہم رپورٹ میں نے بڑی محنت سے حاصل کی ہے۔"

سماعت ختم ہوگئی اس سماعت کے دوران وہ تمام لوگ موجود ہوتے تھے جن کا تعلق کسی نہ کسی طرح اس کیس سے ہوتا تھا اگلی پیشی میں عرشی صاحب کو ماہرین کی رپورٹ پیش کرنا تھی اور ساتھ ہی باقی دو افراد کو بھی عدالت کے سامنے پیش کرنا تھا۔ تمام تیاریاں مکمل تھیں اس پیشی پر حیرت ناک طریقے سے یہ کیس ختم ہوگیا اور دودھ کا دودھ' پانی کا پانی ہوگیا اور یہ اس وقت ہوا جب کسی طلبی کے بغیر شمائل کٹہرہ عدالت میں آکھڑی ہوئی اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے اس نے کہا۔

"جناب والا۔ آج جن لوگوں کو آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا ان میں میں' اور شاید ملازمہ رقیہ بیگم ہیں میں نے سوچا کہ خواہ مخواہ عدالت کا وقت ضائع کیوں ہو میں اس وقت کا انتظار کیوں کروں جب میرے خلاف ثبوت پیش کئے جائیں اور ان ثبوتوں کی روشنی میں مجھے قاتلہ قرار دیا جائے واقعات اور کہانیوں کے اس لامتناہی سلسلے کو ختم کرتے ہوئے میں یہ اقرار کرنا چاہتی ہوں کہ راحیل نقاش کی قاتل میں ہوں۔ میں اس قتل کی تفصیل بتانا چاہتی ہوں۔ یہ سچ ہے کہ وہ بہت بڑا مصور تھا یہ بھی سچ ہے کہ وہ بڑا پرکشش انسان تھا یہ بھی سچ ہے کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتی تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا میرے

اور اس کے درمیان تنازعہ چل رہا تھا میں اس سے کہتی تھی کہ وہ قمرالنساء کو طلاق دے دے مگر اس کی خواہش تھی کہ یہ طلاق نہ ہو اور وہ مجھے اور قمرالنساء دونوں کو بیک وقت بیوی بنا کر رکھے میں اسے مسلسل سمجھا رہی تھی مگر وہ نہیں مانتا تھا یہ اتفاق تھا کہ میں نے قمرالنساء کو رحمان درانی کی تجربہ گاہ سے زہر چراتے دیکھ لیا تھا۔ میں اس لئے خاموش رہی تھی کہ شاید قمر النساء خودکشی کر لے مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس دن بھی میری اس سے بات ہوئی تھی اور اس نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو نہیں چھوڑ سکتا وہ لاکھ عورتوں کے پیچھے بھاگتا رہا ہے مگر اسے اپنی بیوی سے اب بھی پیار ہے اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر کوئی مجبوری ہوگئی تو وہ مجھے چھوڑ سکتا ہے اسے نہیں۔ اور اس کے یہ الفاظ سن کر میرے حواس ساتھ چھوڑ گئے۔ میں نے زہر کی شیشی قمرالنساء کی خواب گاہ سے چرائی اور اس میں سے کچھ زہر نکال کر اس وقت اس گلاس میں ڈالا جب باقی لوگ دوسرے کمرے میں موجود تھے شیشی پر سے نشانات صاف کر کے اس کی جگہ چھوڑ دی تھی میں آتش ہوس سے بھن رہی تھیں میں نے ایک تیر سے دو شکار کئے تھے اسے مشروب کی بوتل درکار تھی چنانچہ گلاس میں زہر شامل کر کے میں واپس آئی اور میں نے قمر سے کہا کہ وہ مشروب مانگتا ہے قمرالنساء نے سادگی سے اسے مشروب کی بوتل پہنچا دی اور وہ زہر کا شکار ہوگیا۔ سب کچھ میری مرضی کے مطابق ہوا تھا۔ قمرالنساء کا خیال اپنی بہن کی طرف گیا تھا جو خود بھی نقاش سے نفرت کرتی تھی پوری عدالتی کارروائی کے دوران وہ صرف اس لئے خاموش رہی کہ وہ اپنی بہن روحی کو قاتل سمجھتی تھی مگر سچ یہ ہے جو میں نے آپ سے بیان کیا کہ مجھے نقاش سے عشق تھا اور اس کی موت کے بعد یہ دنیا مجھے بے کیف لگتی تھی۔ میرا ضمیر کبھی میرا ساتھ نہ دیتا تھا وہ اس قتل پر مجھ سے باغی تھا سات سال گزر گئے مگر میں اسے نہ بھول سکی پھر نہ جانے کس طرح عدیل ہاشمی میری زندگی میں داخل ہوگیا بعد میں میں نے خود کو اس ذات میں ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ ہماری شادی ہو جاتی اور اگر وہ مجھ سے محبت کرتا تو شاید میں نقاش کو بھول جاتی مگر یہ مقدمہ دوبارہ شروع ہوگیا اور اس کے بعد میں عدیل سے یہ بات نہ چھپا سکی کہ میں نقاش سے عشق کرتی رہی ہوں اور ایک مرد یہ نہ برداشت کرسکا کہ اس کی ہونے والی بیوی کسی اور کے نام سے منسوب رہی ہو۔ عدیل کو میں کئی دن سے سمجھا رہی تھی کہ وہ سب کچھ ایک کہانی تھی مگر وہ نہ مانا اور مجھے چھوڑ کر لندن چلا گیا۔ مجھے احساس ہے کہ میرا یہ گناہ بے لذت رہا۔ مجھے یہ سب کر کے کچھ نہ ملا سوائے اس کے کہ احساس گناہ بڑھتا رہا بہت غور کیا ہے میں نے اور اس احساس نے مجھے ہمیشہ سکون بخشا ہے۔ کہ اگر میں اعتراف گناہ کرلوں تو میرے ضمیر کی چبھن ختم ہو جائے گی آج میں اپنی ہوس کو ضمیر کے نام پر قتل کر رہی ہوں اور بہت خوش ہوں۔"

مقدمہ وقت سے کچھ پہلے ختم ہوگیا ہماری کاوشیں اور دلائل استعمال ہی نہ ہوسکے شمائل کو پابہ زنجیر کر دیا گیا ہماری کوشش بہرحال بار آور ہوئی تھی۔ البتہ شہریار مجھ سے ناراض ہے۔ وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہتا ہے۔

"تم خود غرض ہو لبنیٰ۔"

"آخر کیوں۔"

"کہانی شروع ہوئی اور ختم بھی ہوگئی مگر اس میں ہیرو کی انٹری ہی نہیں ہوئی۔"

میں نے اس سے وعدہ کیا کہ آئندہ کہانی میں ہیرو کی انٹری ضرور ہوگی۔

○---------☆---------○

اخباری زندگی بہت دلچسپ ہوتی ہے خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو زندگی کے کسی لمحے میں یکسانیت نہیں چاہتے' میرا مزاج بھی ایسا ہی ہے اور میرا خیال ہے کہ میں کسی اور شعبے میں چل ہی نہیں سکتی تھی۔ شہری ہنگامے' ان کی تفصیل' تصاویر اور پھر ان پر لکھنا' زندگی ان مشاغل میں سمٹی ہوئی لگتی ہے اور وقت کچھ کم ہی محسوس ہونے لگا ہے۔ اپنے وطن کی زندگی سے روشناس ہوچکی تھی اور اب بات بات پر حیرت نہیں ہوتی تھی چنانچہ صاحب خان سے متفق ہوگئی تھی۔ صاحب خان کا تذکرہ خاص طور سے اس لئے کیا ہے کہ شہریار اسی کے ساتھ ہے اور اب اس کے انداز فکر میں بھی تبدیلی آتی جارہی ہے۔ اس شام اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا۔

"دوپہر کو دو بجے آفس میں نہیں تھیں خیریت؟"

"دو بجے۔ میں ایئرپورٹ گئی تھی۔ ساڑھے تین بجے واپس پہنچی تھی۔ تم ادھر آئے تھے کیا.....؟"

"فون کیا تھا۔"

"کوئی خاص بات تھی.....؟"

"ہاں۔ واردات ہوئی تھی' میں نے سوچا تمہیں اطلاع دے دوں۔"

"اوہ کیا واردات ہوئی.....؟"

"قتل اور خودکشی۔"

"دونوں بیک وقت؟"

"ہاں ایک قتل ایک خودکشی۔"

"الگ الگ.....؟"

"نہیں ایک جگہ۔"

"کوئی پیچیدگی ہے.....؟"

"بظاہر نہیں ہے" شہریار نے کہا اور پھر چائے پیتے ہوئے اس نے پوری تفصیل بتائی۔

"عظمیٰ سلطان نامی عورت قتل ہوئی اور واردات نوکر نے کی ہے۔ نوکر نے مال باندھا مالکن نے دیکھ لیا ہوگا بس نوکر نے مالکن کی گردن دبا کر اسے ہلاک کر دیا۔ مگر بدقسمتی سے باہر نہ نکل سکا

کیونکہ اسی وقت سلطان گھر پہنچ گیا۔ باہر جانے کا راستہ ایک ہی تھا نوکر نے کھڑکی کی راستے باہر نکلنے کی کوشش کی اور چوتھی منزل سے نیچے گر کر ہلاک ہوگیا۔"

"پھر تم اسے خودکشی کیسے کہہ سکتے ہو۔ یہ تو حادثہ ہوا۔" میں نے شہریار کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے نزدیک تو یہ خودکشی ہی ہے کیونکہ بدحواس ہو کر اس نے جس کھڑکی سے باہر نکلنے کی کوشش کی اس کے دوسری طرف کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جس کے ذریعے نیچے اترا جاسکے' بندہ ہوش و حواس میں کوئی عمل کرتا ہے تو اس کا اچھا برا بھی سوچ لیتا ہے۔ کھڑکی کے دوسری طرف کوئی آٹھ انچ چوڑی ایک کارنس ہے اور پھر ڈرینج پائپ ہیں جو کھڑکی سے کوئی سات فٹ کے فاصلے پر ہیں اگر وہ کارنس پر اتر کر پائپ تک پہنچنا چاہتا تھا تو بھی اسے یہ سوچنا چاہئے تھا کہ پکڑنے اور سہارا بننے کی کوئی چیز درمیان میں نہ ہوں کہ منہ اٹھا کر نیچے اتر گئے نتیجہ وہی ہوا۔ جا پڑے نیچے' اسے خودکشی نہیں کہو گی تو اور کیا کہو گی.....؟"

میں خاموشی سے شہریار کا چہرہ دیکھتی رہی پھر میں نے کہا..... "پیچیدگی تو پیدا ہوگئی شہریار۔ اللہ مبارک کرے ہم کوئی جلنے والوں میں سے نہیں۔" شہریار نے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"نہیں تم خود سوچو' تم نے بہتر مختصر بتایا ہے مگر اسی میں بہت کچھ نظر آتا ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور شہریار بیزار سی شکل بنا کر بولا۔

"محترمہ تمہیں' میں نہیں نظر آتا' سارا دن لینا دوڑو پکڑو کرتا ہوں اور پھر شام کو اس خیال سے تمہارے پاس آتا ہوں کہ کچھ دلداری' غم گساری کی باتیں ہوں مثنوی زہر عشق ہو آنکھوں میں نور' دل میں سرور اترے مگر معدے میں چائے کی ایک پیالی اتر جاتی ہے اور بس۔"

"چلو ٹھیک۔ تم بتاؤ کیا باتیں کروں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہریار شرارت سے اچھل پڑا۔

"ایں..... یہ لہجہ' یہ انداز۔ ارے نہیں۔ یہ' میرے لئے ہے۔" اس نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"کیا میں تمہارے ہی لئے یہاں نہیں آئی.....؟"

"کمال ہے خدا کی قسم کمال ہے۔ ساری محنت وصول ہوگئی۔ اس کا مطلب ہے کہ اثر ہونا شروع ہوگیا۔" اس نے کہا اور میں مسکراتی رہی۔ شہریار تھوڑی دیر تک شوخی کی باتیں کرتا رہا پھر خود ہی راہ راست پر آگیا۔

"تم نے پیچیدگی کی پیدائش کا ذکر کیا تھا۔" ایک بار پھر سے مجھے ہنسی آگئی اور میں نے کہا۔

"اب کہو' غم جاناں کے ساتھ غم دوراں کو نظرانداز کیا جاسکتا ہے کبھی.....؟"

"نہیں' لیکن اس وقت محبوب کی پسند کو مدنگاہ رکھا گیا ہے۔" شہریار نے گردن خم کر کے جواب دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"عظمیٰ سلطان کون ہے؟"

"کوئی اہم شخصیت نہیں۔ ایک گورنمنٹ اسکول کی ہیڈ مسٹریس ہے۔ اس کا شوہر سلطان احمد کسی پرائیویٹ فرم میں اسٹینو گرافر ہے۔ بے اولاد ہیں شادی کو آٹھ سال گزر گئے ہیں۔"

"تصویریں وغیرہ بنائی ہیں۔"

"ہاں تمہارے لئے بڑی محنت سے کاپیاں لے آیا ہوں۔ شہریار نے چند تصویروں کا لفافہ مجھے دیتے ہوئے کہا۔ اور میں نے لفافے میں سے تصویریں باہر نکال لیں' ایک چونتیس اور چھتیس کی درمیانی عمر کا مرد تھا جو خوش شکل اور اسمارٹ تھا۔ یہ سلطان احمد تھا اس کے بعد عظمیٰ سلطان کی لاش کی تصویر تھی جو اپنے بستر پر بندھی پڑی تھی اس کے ہاتھ پاؤں کسے ہوئے تھے اور منہ میں کسی گہرے رنگ کا کپڑا ٹھنسا ہوا تھا۔ ایسی کئی تصویریں مختلف زاویوں سے تھیں۔ اس کھڑکی کی تصویریں بھی تھی۔ جس سے ملازم جلال صرف جلالو نے کود کر خود کشی کی تھی۔ جلالو کی لاش کی تصویر بھی تھی اور ایک پرانی تصویر بھی۔ اس کے علاوہ گھر کا نقشہ بھی تھا۔ میں ان تمام چیزوں کا بغور جائزہ لیتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔

"میں رپورٹ بنالوں۔"

"فوراً بناؤ۔ کچھ اور رپورٹر بھی صاحب خان کے پاس آئے ہوں گے۔ ویسے تصویریں شاید ہی کسی کو ملیں۔"

"گڈ۔" میں نے ڈائری پرس سے نکال لی۔

"واردات گیارہ اور ساڑھے گیارہ کے درمیان ہوئی' پونے بارہ بجے سلطان احمد گھر پہنچا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اسے حیرت ہوئی اندر روشنی بھی ہو رہی تھی وہ اندر پہنچا اور اتفاق سے اسی کمرے میں آیا جہاں کھڑکی تھی۔ جلالو یہاں موجود تھا اور اس کا انداز مشکوک تھا۔ سلطان کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ بدحواس ہوگیا اور پلک جھپکتے کھڑکی پر چڑھ کر دوسری طرف اتر گیا۔ سلطان حیران رہ گیا تھا۔ اس نے خوف زدہ انداز میں کھڑکی کی طرف دوڑ لگائی اور جلالو کو تلاش کیا وہ نیچے نظر آیا دو تین بار اس نے ہاتھ پاؤں پٹخے اور پھر دم توڑ دیا۔ اس کے بعد سلطان احمد اپنی خواب گاہ کی طرف دوڑا یہاں تیز روشنی ہو رہی تھی اور وہاں اس نے اپنی بیوی کی لاش دیکھی۔ پس اس کے بعد اس نے پولیس کو اطلاع دے دی۔" میں نے حیران نگاہوں سے شہریار کو دیکھا اور پھر گہری سانس لے کر رپورٹ لکھنے لگی کچھ دیر کے بعد میں نے رپورٹ تیار کرلی۔

"میں یہ تصویریں لگاؤں گی کوئی اعتراض تو نہیں.....؟"

"تمہارے ہی لئے لایا ہوں۔ اعتراض کی کیا بات ہے۔ ویسے ہاں صاحب خاں اب تمہاری تعریفیں کرتا ہے۔"

"کیا مطلب.....؟"

"بس اس بات سے خوش ہے وہ کہ مجرم نے بہتوں کو پریشانی سے بچالیا خود ہی خودکشی

کرلی ورنہ اسے گرفتار کرنا پڑتا' بھاگ جاتا تو تلاش کرنا پڑتا پھر مقدمہ چلتا اور نہ جانے کتنے دن کا کھیل ہو جاتا۔ روزنامچہ تیار ہوگیا ہے تحقیقات ہوگی پوسٹ مارٹم رپورٹ مل جائے گی اور مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کر کے فائل بند کر دی جائے گی۔ اخلاقاً سلطان احمد کے لئے صبر جمیل کی دعا بھی کر دی جائے گی۔"

"کتنی سادہ لوح ہے ہمارے ہاں کی پولیس.....!" میں نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"بس شریف لوگ ہیں آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد کرتے ہیں۔" شہریار بولا اور میں اسے دیکھتی رہی پھر میں نے اچانک کہا۔

"تم نے کچھ دن پہلے مجھ سے ایک شکایت کی تھی شہریار۔"

"کیا.....؟"

"تم نے کہا تھا ساری پکچر ختم ہوگئی ہیرو کی انٹری ہی نہیں ہوئی۔"

"ایں ہاں کہا تھا..... مگر میرے خیال میں آج ہوگئی۔"

"وہ کیسے.....؟"

"تم نے ساڑھے تین منٹ تک مجھ سے رومانی گفتگو کی ہے۔"

"یہ تو پرائیویٹ انٹری ہوئی ہے۔ پبلک کی بات کر رہی ہوں میں.....؟"

"چلو مطلب بتا دو!"

"صاحب خان اس کیس کو نوعیت کے اعتبار سے ختم کردے گا۔ تم اپنے طور پر اس سلسلے میں تحقیقات کرنا پسند کرو گے۔" شہریار کسی سوچ میں گم ہوگیا پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"تمہیں کوئی گنجائش نظر آتی ہے کیا ویسے تم پیچیدگی کا تذکرہ کر چکی ہو۔"

"ہاں سر جوڑ کر بیٹھیں گے تو کچھ نہ کچھ گنجائش نکال ہی لیں گے.....!"

"سر جوڑ کر..... واللہ.....! شہریار اچھل پڑا۔

"سنجیدگی سے بات کرو۔" میں نے کہا۔

"میں تو بالکل سنجیدہ ہوں مگر صاحب خاں برا مان جائے گا۔ وہ الجھنوں سے بچتا ہے مجھے بھی چکر میں پڑنے کی اجازت نہ دے گا۔"

"چالاکی سے کام لو!"

"کیسے.....؟"

"صاحب خان سے اس بات کا اظہار کرو کہ تمہیں اس کیس میں کچھ شبہات ہیں اور تم اس کی تفتیش کرنا چاہتے ہو جواب میں وہ جو کچھ بھی کہے۔ آخر تم بھی تو پولیس کے ایک رکن ہو اور اپنی ذمے داریاں پوری کرنا چاہتے ہو۔"

"بات بن سکتی ہے اگر زیادہ بگڑ جائے تو بہرحال حامد فخری صاحب سے تمہاری شناسائی ہوگئی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس کی تم بالکل فکر مت کرو۔ ہاں کل دن میں تمہاری کیا مصروفیات ہوں گی۔"

"کچھ آگے پیچھے ہو جائے تو.....؟"

"کوئی حرج نہیں' مجھے فون کر لینا.....! تم جب آفس میں مجھے فون کرو گے تب ہی اٹھوں گی اور ہاں یہ سب کچھ میں رکھے لی رہی ہوں۔"

"میں نے کہا نا کہ یہ سب ڈبلی کیٹ ہے اور میں نے تمہارے لئے ہی حاصل کیا ہے۔"

"تو پھر اٹھو بہت دیر ہو گئی آج۔" میں نے کہا اور ہم دونوں اٹھ گئے۔ شہریار چلا گیا اور میں نے ایک بار پھر دفتر کا رخ کیا' رپورٹ بنا کر نیوز ایڈیٹر تک پہنچائی اور اس کام سے فارغ ہو کر گھر پہنچ گئی۔ گھر حالات اب پوری طرح میرے کنٹرول میں تھے بلکہ اس دوران مجھے جو شہرت ملی تھی اس نے میرے والد صاحب کو خوش کر دیا تھا ان کے کچھ شناساؤں نے انہیں براہ راست مبارکباد دی تھی اور والد صاحب مطمئن ہو گئے تھے چنانچہ دیر سویر کی باز پرس نہیں ہوتی تھی۔ ضروریات اور معمولات سے فارغ ہو کر میں کمرہ بند کر کے بیٹھ گئی اور اس واردات کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتی رہی۔ میں نے چند اہم اور ضروری سوالات تیار کئے تھے۔ اور بہت دیر تک جاگ کر ان پر غور کرتی رہی تھی۔ دوسرے دن تقریباً پونے بارہ بجے مجھے شہریار کا فون موصول ہوا۔

"کل کی گفتگو نے مجھے رات بھر نہیں سونے دیا' پچھلی رات میں نے ایک لاکھ اکیاون ہزار تارے گنے بعد میں مطلع ابر آلود ہو گیا اس لئے سلسلہ جاری نہ رہ سکا چھ اشعار موزوں ہوئے اور مستقبل کے کئی اہم منصوبوں پر غور کیا۔ بہرحال فارغ ہوں اور تمہیں کسی عوامی سے ہوٹل میں لنچ دینا چاہتا ہوں۔ اب پروگرام بتاؤ۔"

"لمبی فرصت ہے نا.....؟" میں نے پوچھا۔

"کہو تو استعفیٰ لکھ کر رکھ آؤں۔ مجھے اب کسی شے کی پروا نہیں ہے۔"

"لنچ کہاں دے رہے ہو.....؟"

"کوئی سواری نہیں ملے گی ورنہ چاند پر چلتے وہاں ذرا سکون ہوتا" شہریار کچھ زیادہ ہی موڈ میں آگیا تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اس کا متبادل مون لینڈ ریسٹورنٹ ہے۔ میرا خیال ہے تم وہاں پہنچ جاؤ۔"

"واہ عمدہ تجویز ہے۔ آخر ایک شاعر کی محبوبہ ہو۔ ٹیکسی لے آؤں گا ہاں یہ بتاؤ کپڑے کونسے پہن کر آؤں.....؟"

"بارہ بجنے والے ہیں اور مجھے ایک بجے بھوک لگنے لگتی ہے سمجھے..... اس لئے فون بند کر رہی ہوں۔" میں نے جواب دیا اور فون بند کر دیا پھر میں جلدی جلدی اپنے چھوٹے موٹے کام نمٹانے لگی تھی۔ ایک بجنے میں تین چار منٹ باقی تھے جب میں خوبصورت اور پرسکون مون لینڈ میں داخل ہوئی۔ اندر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک ویٹر میرے قریب پہنچ گیا۔

"براہ کرم میڈم..... شہریار صاحب کیبن نمبر تیرہ میں ہیں۔" اس نے سیڑھیوں کی طرف اشارہ کیا۔ اس لحاظ سے مون لینڈ مزید بہترین تھا۔ وسیع و عریض ہال کے چاروں طرف صرف چھ سات فٹ کی بلندی پر پلاسٹک کے خوبصورت کیبن بنائے گئے تھے جن تک پہنچنے کے لئے دو طرف سیڑھیاں موجود تھیں میں مسکراتی ہوئی کیبن نمبر تیرہ میں داخل ہو گئی اور شہریار نے میرا استقبال کیا۔

"بائی ایئر آئے تھے.....؟" میں نے پوچھا۔

"آہ صدیاں ہو گئیں انتظار کرتے ہوئے' کب آیا کیسے آیا' یاد نہیں.....؟"

"فضول باتوں کے لئے صرف پانچ منٹ' اس کے بعد تمہیں سنجیدہ ہونا پڑے گا.....!" میں نے کہا اور شہریار نے عجیب سا چہرہ بنا لیا پھر وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اسے تقدیر کی خرابی کہتے ہیں۔ میں نے ویٹر کو کھانے کی تفصیلات بتا دی ہیں تم نے کہا تھا نا کہ ایک بجے تمہیں بھوک لگتی ہے چنانچہ میں نے ہدایت کر دی تھی۔" شہریار نے سچ کہا تھا کیونکہ اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ویٹر ایک بڑی ٹرالی دھکیلتا اندر آگیا جس پر نہ جانے کیا کیا الابلا سجی ہوئی تھیں۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے پلیٹوں اور قابوں کے انبار لگاتے دیکھتی رہی۔ جب ویٹر چلا گیا تو میں نے کہا۔

"انتہا کو پہنچے ہوئے ہو۔"

"ہرگز نہیں' یہ تو ابتدا ہے۔" اس نے کہا۔

"یہ سب کچھ دو افراد کے لئے ہے؟"

"صرف تمہارے لئے' یہ سب کھالو میری خوشیوں کی انتہا نہ ہوگی۔"

"تب پھر کل تم ہسپتال اور پرسوں قبرستان آجانا' انتظار کروں گی' سچ مچ بہت فضول انسان ہو چلو شروع کرو۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم خاموشی سے کھاتے رہے۔ شہریار شرارتیں کرتا رہا' پھر میں نے کہا۔

"کیا خیال ہے اب کام کی باتیں شروع کریں.....؟"

"دل تو یہی چاہتا ہے مگر مجھے کسی قابل تو ہو جانے دو۔ تمہارے شایان شان گھر بناؤں گا اور دیگر ضروریات۔"

"شہریار پلیز۔"

"ارے اوہ' اچھا تم شاید کچھ اور کہہ رہی ہو' کہو۔"

"صاحب خان سے بات ہوئی؟"

"ہاں' نتیجہ وہی نکلا' کہنے لگا' ارے او بھائی' او شہر کے یار' اپنے آپ سے دشمنی نہ کر' سیدھا سادا معاملہ ہے' ملازم چوری کر کے بھاگنا چاہتا تھا گھر میں مالکن تھی اس نے دیکھ لیا ملازم نے اسے باندھ کر ڈال دیا اور اس پر بھی بات نہ بنی تو اس نے مالک کی گردن دبا دی اسی دوران

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مالک واپس آگیا اور ملازم گھبرا کر کھڑی سے دوسری طرف نکل گیا' گرا اور مرگیا- اب اور کیا کرنا چاہتے ہو تم..... فرصت بری لگ رہی ہے تو ہیڈ کوارٹر بھجوا دوں-"

"تم نے کیا کہا...؟"

"ہمت کر کے کہہ دیا کہ میں اس کیس پر کام کرنا چاہتا ہوں-"

"کیا بولا؟"

"ضرور کچھ بولتا مگر ڈی ایس پی صاحب آگئے تھے-"

"گڈ' کافی ہے- چلو اب ہم ادھر آجاتے ہیں- مجھے میرے سوالات کے جواب دو-" میں نے کہا اور شہریار بھی سنجیدہ ہوگیا-

"سلطان احمد کہاں رہتا ہے.....؟"

"سلیم اسکوائر' فلیٹ نمبر اسی چوتھی منزل.....!"

"اس کا اپنا فلیٹ ہے.....؟"

"کرائے کا ہے.....!"

"کوئی جائیداد ہے اس کی.....؟"

"پوچھا نہیں گیا.....!"

"فلیٹ میں کتنے کمرے ہیں.....؟"

"پانچ.....!"

"ملازم کتنے عرصہ سے اس کے ساتھ تھا.....؟"

"چار ماہ ہوئے تھے.....!"

"اس سے پہلے کوئی اور نوکر تھا وہاں.....؟"

"پوچھا نہیں گیا-"

"سلطان احمد کو تنخواہ کتنی ملتی ہے.....؟"

"اٹھائیس سو روپے ماہوار-"

"اور اس کی بیوی کو.....؟"

"بائیس سو روپے- اس کی سرکاری نوکری پرانی تھی-"

"ملازم کو کتنی تنخواہ دیتے تھے وہ.....؟"

"سات سو روپے ماہوار' کھانا کپڑا-"

"وہ فلیٹ میں ہی رہتا تھا.....؟"

"ہاں ویسے اس کا اپنا گھر ہے ایک بھائی ہے جو شادی شدہ ہے مگر اس سے چھوٹا ہے ایک بہن بھی ہے جس کی شادی نہیں ہوئی' ماں ہے- گھر بہت چھوٹا ہے جس میں صرف دو کمرے ہیں ایک کمرے میں ماں اور بہن رہتی ہے- دوسرے میں بھائی بھاوج- وہ دن میں ایک آدھ بار

اپنے گھر ضرور جاتا تھا اس پر پابندی نہیں تھی- باقی وقت فلیٹ میں ہی رہتا تھا- اس کی لاش اس کے بھائی کے حوالے کر دی گئی ہے-"

"پوسٹ مارٹم رپورٹ مل گئی-"

"ابھی نہیں- اس کے لئے جلدی بھی نہیں کی گئی ہے-"

"بہت خوب' اب کچھ اور سوالات کے جواب دو شہریار' میں نے پرجوش لہجے میں کہا اور شہریار بھی دلچسپی لینے لگا- میں نے کہا

اس فلیٹ کی زندگی صرف تین افراد پر مشتمل تھی- عظمیٰ سلطان' سلطان احمد اور ملازم جلال' شہریار ایک بات بتاؤ عظمیٰ سلطان اپنی ڈیوٹی پر اسکول ضرور جاتی ہوگی اور یہ وقت صبح سے دوپہر تک ہوتا ہوگا- سلطان احمد بھی ضرور جاتا ہوگا نو بجے سے پانچ بجے تک' اس دوران گھر میں جلال کے علاوہ اور کون ہوتا ہوگا.....؟"

"ایں.....ہاں؟"

"کیا صبح سے دوپہر تک کا وقت جلال کے لئے کافی نہیں ہو سکتا تھا- اس دوران تو وہ پورا فلیٹ خالی کر سکتا تھا' پر اس نے رات کے وقت کا انتخاب کیوں کیا؟ وہ بھی ایسے خطرناک حالات میں- اسے چار ماہ ہوگئے تھے نوکری کئے ہوئے گھر کے بارے میں اسے پوری پوری معلومات حاصل تھیں- جو چیزیں اس نے چرائی تھیں ان کی تفصیل میں دیکھ چکی ہوں- یہ سب کچھ تو ہمیشہ ہی گھر میں ہوتا تھا پھر یہ سب کچھ....."

"واقعی غور کرنے والی بات ہے-" شہریار نے اعتراف کیا-

"اس کے علاوہ شہریار' تم نے ایک بات پر غور نہیں کیا- جلال نے عظمیٰ سلطان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا تھا نہ چیخ سکتی تھی اور نہ شور مچا سکتی تھی اسی حالت میں وہ کیا مشکل پیش آئی تھی جس کی وجہ سے جلال کو اس کی گردن دبانی پڑی- یہ سب کچھ کر کے اسے مطمئن ہو جانا چاہئے تھا-"

"ممکن ہے وہ کچھ اور ڈرامہ کرنا چاہتا ہو-"

"مثلاً-"

"وہ خود کو بھی بچانا چاہتا ہو' کوئی ایسی ترکیب کر کے جس سے شبہ اس پر نہ جائے مگر پھر اسے خطرہ ہوا کہ عظمیٰ نے اسے دیکھ لیا ہے یہ راز کھل جائے گا اس لئے اس نے عظمیٰ کو مار دیا-"

"یہ کام وہ اسے باندھنے اور منہ میں کپڑا ٹھونسے بغیر بھی کر سکتا تھا- اگر اسے دیکھ لیا گیا تو اس نے عظمیٰ کو شور مچانے یا کچھ کرنے سے روکنے کے لئے اسے باندھ کر ڈال دیا اور منہ میں کپڑا ٹھونس دیا- عظمیٰ کا لباس بھی تصویر میں بے ترتیب نہیں ہے جس سے کچھ سمجھا جائے اگر وہ اپنا یہ کام کر چکا تھا تو پھر اسے عظمیٰ کو ہلاک کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سوچنے والی بات تو ہے۔"

"سلطان احمد رات کو بارہ بجے کہاں سے آیا تھا.....؟"

"فلم دیکھ کر....."

"تنہا۔"

"ہاں اس کا بیان ہے کہ عظمیٰ کو فلموں سے دلچسپی نہیں ہے خاص طور سے انگریزی فلموں سے۔ اپنی پسند کی کوئی فلم دیکھنے وہ تنہا جاتا تھا۔ عظمیٰ کی طرف سے اسے اجازت تھی۔ اس دن بھی وہ فلم دیکھنے گیا تھا۔ ثبوت کے طور پر اس نے ٹکٹ کا آدھا حصہ بھی پولیس کو پیش کیا ہے۔"

"ہوں..... چند باتیں اہمیت کی حامل ہیں شہریار' مگر اچھا یہ بتاؤ کچھ کام کرنے کے لئے وقت ہے تمہارے پاس۔"

"ہاں۔ کیا کام کرنا ہے؟"

"ہم جلال کے گھر چلیں گے۔ اس کے اہل خاندان سے اس کے بارے میں کچھ تفصیلات معلوم کرنی ہیں اور اس کے بعد سلطان احمد کے فلیٹ پر بھی چلیں گے۔ کیا خیال ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" شہریار مردہ سے لہجے میں بولا' پھر کہنے لگا۔ "ویسے یقین کرو میں نے سمجھا تھا کہ آج کا دن بہترین گزاروں گا' تم سے ساحل پر چلنے کی فرمائش کروں گا۔ وہاں تمہارے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر لہروں سے اٹھکیلیاں کروں گا مگر سب کچھ چوپٹ ہوگیا۔ ایسے کام صاحب خان کے ساتھ کرنا پڑتے تھے اب تمہارے ساتھ کرنے ہوں گے یعنی عشق بھی سرکاری ہوگیا۔"

"مجھ میں اور صاحب خان میں کوئی فرق نہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایں..... ہاں تھوڑا سا ہے تو سہی۔" شہریار نے شرارت سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

ہم اٹھ گئے۔ شہریار کو جلال کے گھر کا پتہ معلوم تھا۔ ایک غلیظ اور کیچڑ بھری بستی میں اس کا کھولی نما مکان تھا جس میں شاید اس کا سوئم ہو رہا تھا۔ کچھ لوگ باہر چارپائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت یہاں آنا غلط ہوگیا تھا۔ ہمارا استقبال اچھے انداز میں نہ کیا گیا۔ جلال کی بہن نے کہا۔

"وہ مرگیا نا..... اور تمہارا کچھ چرا کر بھی نہیں لایا' اب کیا تم اس کی لاش کو قبر سے نکال کر سزا دینا چاہتے ہو۔"

"نہیں' ہم اسے بے گناہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اس کے بعد تم اسے بری کر کے ہمارے حوالے کر دو گے..... بولو اسے واپس دیدو گے۔ ناتم....." وہ روتی ہوئی بولی۔ جلال کی ماں نے کہا۔

"یہ سب کچھ اس نے نہیں کیا' ماں ہوں میں اس کی' وہ کتنا برا تھا میں جانتی ہوں' ہاں وہ بہت برا تھا مگر اس نے بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی تھی کہ اب وہ کوئی برا کام نہیں کرے گا۔ وہ بہت عرصے سے یہ قسم نبھا رہا تھا وہ اچھا بن رہا تھا مگر جب وہ اچھا بننے لگا تو....."

تو..... ماں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ یہاں لوگ مشتعل تھے۔ کوئی ڈھنگ سے بات نہ کر رہا تھا چنانچہ ہم گھبرا کر یہاں سے باہر نکل آئے تھے۔ کچھ دور پر راستے سے گزرتے ہوئے ایک تسبیح بردار بزرگ نے کہا۔

"بس جی مالک سے گناہوں کی معافی مانگتے رہا کرو' برائی کبھی نہیں پھلتی' برے کاموں کے برے انجام۔"

"ایک منٹ جناب' کیا آپ ہمیں جلال کے بارے میں کچھ بتانا پسند کریں گے" میں نے کہا۔

"اب کیا فائدہ بیٹی' جانے والا چلا گیا' کسی کے عیبوں کی پردہ پوشی اچھی بات ہوتی ہے' کیا خوبی نہ تھی مرحوم میں' چرس' افیون' ہیروئن وہ بیچتا تھا ایک بار کسی گندے کام میں پکڑا گیا تھا چھ مہینے کی سزا ہوئی تھی واپس آکر توبہ تلا کی مگر جسے برے کاموں کی لت پڑ جائے اسے اللہ ہی سمجھائے تو سمجھتا ہے کیا نتیجہ نکلا۔ ماں بہن کو برباد کر گیا۔ دوسرے بھائی کا کیا ہے بیوی میں گم ہے وہی سہارا تھا' مگر میں یہ سب کیوں بتاؤں جانے والا چلا گیا کسی کے عیب کی پردہ پوشی ہی کرنی چاہئے۔" بزرگ آگے بڑھ گئے۔

"سنا تم نے۔ انہوں نے کچھ نہیں بتایا۔" شہریار نے کہا اور میری ہنسی نکل گئی۔

"جی اب دوسرا حکم۔" شہریار بولا۔

"سلطان احمد کے پاس چلیں گے۔" میں نے جواب دیا اور شہریار تیار ہوگیا' اس نے سلیم اسکوائر تک میری رہنمائی کی اور کچھ دیر کے بعد ہم سیڑھیاں طے کر رہے تھے کچھ سنسان سی عمارت تھی حالانکہ تمام فلیٹ آباد تھے لیکن ایک عجیب سی بے رونقی محسوس ہو رہی تھی۔ لائٹ وغیرہ کا وجود نہیں تھا ویسے بھی درمیانے درجے کے لوگ آباد تھے۔ چار منزلیں عبور کر کے جی خوش ہوگیا تھا۔ بہرحال فلیٹ کے دروازے کی بیل بجائی اور جس شخص نے دروازہ کھولا اسے دیکھتے ہی علم ہوگیا کہ وہ سلطان احمد کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس نے ایک مسلا ہوا لباس پہن رکھا تھا' شیو کئی دن کا بڑھا ہوا تھا' بال الجھے ہوئے تھے آنکھوں میں ویرانی نظر آ رہی تھی' اس نے شہریار کو پہچان لیا۔

"ہیلو انسپکٹر صاحب۔"

"ہیلو مسٹر سلطان' کیا ہو رہا ہے۔"

"اپنی تنہائیوں سے ہم کلام ہوں کچھ لمحوں پہلے کے خواب دیکھ رہا ہوں سوچ رہا ہوں کہ اتنے بے بس ہو کر ہم خود کو کیا کیا سمجھ بیٹھتے ہیں۔ براہ کرم تشریف لائے آپ سادہ لباس میں آئے ہیں۔"

"میں ذاتی طور پر دوسروں کی عزت نفس کا خیال رکھتا ہوں۔" شہریار نے جواب دیا۔

"میرے ساتھ تو سبھی نے ہمدردی کی ہے حالانکہ پولیس کے بارے میں بڑے ہولناک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

افسانے سنائے جاتے ہیں۔"

"پولیس والے بھی انسان ہی ہوتے ہیں ہمیں آپ سے ہمدردی ہیں۔" انہوں نے ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا تھا۔

"کوئی خاطر نہ کرسکوں گا" اس نے رقت آمیز لہجے میں کہا۔

"اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ میری ساتھی لبنیٰ ہیں۔"

"کچھ پوچھنا چاہتی ہوں سلطان صاحب۔"

"جی فرمایئے۔"

"یہاں آپ کے عزیز و اقارب نہیں ہیں؟"

"ہیں مگر۔ اس بات سے الجھن ہی ہوتی ہے' تنہائیوں میں' میں کم از کم ان کے لئے رو تو سکتا ہوں۔"

"مسز سلطان سے آپ پوری طرح مطمئن تھے؟"

"مجھے اس سے عشق تھا۔"

"آپ کو ان کی ملازمت سے کوئی اختلاف نہیں تھا۔"

"تھا۔ لیکن وہ ہر قیمت پر میرا ہاتھ بٹانا چاہتی تھی' بدقسمتی سے ہماری محبت اولاد میں بھی تقسیم نہ ہوسکتی تھی۔"

"اولاد نہ ہونے کی کوئی طبی وجہ؟"

"بس اللہ کا حکم۔"

"آپ کو خواہش تو ہوگی؟"

"کیسے نہیں ہوتی۔"

"کچھ علاج معالجے کئے ہوں گے؟"

"کون نہیں کرتا۔ مگر ان سوالات کا مقصد میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"پولیس کو ایک رپورٹ تیار کرنا ہوتی ہے اور اس کے بعد اس قسم کے کیس داخل دفتر کئے جاتے ہیں آپ کوئی خیال نہ کریں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"آپ لوگوں کے مالی حالات کیسے تھے؟"

"بس گزر ہو رہی تھی' میں ان سے بالکل مطمئن نہیں تھا۔ پچھلے کافی دنوں سے میں ملک سے باہر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ میری دلی خواہش تھی کہ اس کے لئے' اس کے لئے ایک گھر بنا دوں مگر وہ میرے اس خیال سے متفق نہیں تھی وہ مجھے..... خود سے دور نہیں ہونے دینا چاہتی تھی..... مگر خود دیکھ لیجئے' وہ خود مجھ سے کچھ کہے سنے بغیر کتنی دور چلی گئی اتنی دور کہ اب میں اس کی واپسی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔" سلطان کے حلق سے کئی سسکیاں نکل گئیں۔

"بعد میں آپ نے کیا فیصلہ کیا تھا؟" میں نے اس کے غم کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اپنا پاسپورٹ بنوا لیا تھا اور اسے اس بات کے لئے تیار کر رہا تھا کہ وہ مجھے کچھ عرصہ کے لئے چلا جانے دے۔ میں جو کچھ بھی کرنا چاہتا تھا اسی کے لئے کرنا چاہتا تھا اور یہ بات وہ بخوبی جانتی تھی۔"

"آپ نے اس سلسلہ میں کوشش کی تھی؟"

"مسلسل کوششیں کر رہا تھا۔" سلطان نے جواب دیا۔

"سلطان صاحب آپ کی کوئی جائیداد وغیرہ ہے۔" "میں نے پوچھا اور وہ آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔"

"ایسے سوالات کر کے دل کیوں دکھا رہی ہیں کچھ بھی تو نہیں کرسکے تھے تو ہمیں تنخواہ ہی کتنی ملتی تھی۔ اٹھائیس سو مجھے بائیس سو اسے پانچ ہزار روپے بنتے تھے ہمارے' اور اسی میں ہم کفایت سے گزر بسر کرتے تھے لیکن اب' لیکن اب آہ اس نے' اس نے اپنی زندگی دیکر میرے مستقبل کو سنوارنے کی ایک کوشش کرہی ڈالی' آہ کاش ایسا نہ ہوتا' ایسا نہ ہوتا۔"

"میں سمجھی نہیں۔" میں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"بیمہ کرایا تھا اس نے پانچ لاکھ روپے کا' پورے پانچ لاکھ روپے کا' حالانکہ میں اسے منع کرتا تھا میں اس سے کہتا تھا کہ پریمیم کی اتنی بڑی رقم ہی نہیں دے سکتے' لیکن وہ نہ مانی اور اس نے بیمہ کرالیا اور اب میں جانتا ہوں کہ اگر میں کوشش کروں تو بیمے کی یہ رقم مجھے مل سکتی ہے لیکن' لیکن آپ خود بتایئے اپنا سر پھوڑوں گا میں اس رقم سے' کیا کروں گا ان پیسوں کا جو اس کی زندگی کے عوض مجھے ملیں گے۔" اس کے ان الفاظ پر شہریار اپنے تاثرات کو نہ دبا پایا تھا لیکن شکر تھا کہ وہ سلطان کی جانب نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ اس کی توجہ مجھ پر ہی تھی اور میں نے اپنے چہرے کے تاثرات کو بالکل قابو میں رکھا تھا۔

"واقعی بہت افسوسناک بات ہے اگر یہ رقم کسی طرح ان کی زندگی ہی میں مل جاتی تو آپ دونوں کے بہت سے مسائل حل ہوسکتے تھے۔"

"شاید اسے یقین تھا کہ وہ زیادہ عرصے نہ جی سکے گی اس نے یہ سب کچھ میرے لئے کیا تھا میں جانتا ہوں وہ مجھے اتنا ہی چاہتی تھی۔"

"اس طرح تو آپ کی اچھی خاصی رقم پریمیم کی شکل میں بھی نکل جاتی ہوگی۔"

"ہاں ابھی میں نے کچھ دیا نہیں تھا سالانہ پریمیم ادا کرنے کا فیصلہ کیا تھا ہم نے اور صرف پہلی قسط ادا کی تھی اس کی سال بھر بھی تو پورا نہیں ہوا۔"

"جی' ویسے سلطان صاحب ایک بات ذرا تعجب خیز ہے آپ لوگوں کے مشاغل مشترک نہیں ہوتے تھے۔"

"کیا مطلب؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرا مطلب یہ ہے اس رات آپ تنہا فلم دیکھنے گئے تھے اگر آپ کے اتنے گہرے اور محبت آمیز تعلقات تھے تو خاتون آپ کے ساتھ فلم دیکھنے کیوں نہ گئیں؟"

"اسے انگریزی فلمیں پسند نہیں تھیں' دو تین فلمیں میں نے اسے دکھائیں لیکن اس نے ان سے بیزاری کا اظہار کیا اور مجھ سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ انگریزی فلم دیکھ کر اس کی طبیعت خراب ہوجاتی ہے اس نے مجھے بخوشی اجازت دی تھی کہ میں اپنی پسند کی فلمیں ضرور دیکھ لیا کروں اور کبھی کبھی میں اپنی کوئی پسند کی فلم دیکھنے ضرور چلا جاتا تھا۔"

"آخری فلم آپ نے کونسی دیکھی؟"

"وہ بدنصیب فلم بن حر تھی مجھے ہمیشہ سے پسند تھی دو تین بار اسے دیکھ چکا ہوں' بس میری پسند کی فلم ہے خود اسی نے مجھ سے کہا تھا کہ بن حر لگی ہوئی ہے دیکھ لو بلکہ آپ اس بات پر یقین کریں کہ اس نے اس کا ٹکٹ بھی خود ہی مجھے ایڈوانس بک کرا کر دیا تھا؟"

"ہوں ویسے سلطان صاحب آپ نے بنیادی طور پر کوئی غلطی نہیں کی۔"

"کس سلسلے میں؟" وہ کسی قدر چونک کر بولا۔

"ملازم کو رکھنے کے سلسلے میں' چار ماہ پہلے آپ نے اس اچھی خاصی عمر کے شخص کو ملازم رکھا تھا آج کل اس قسم کے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں اور پولیس کی طرف سے مسلسل یہ ہدایات جاری کی جاتی رہتی ہیں کہ اپنے کسی بھی ملازم کو تھانے میں ضرور رجسٹر کرائیے آپ نے ایسا کیوں نہ کیا؟"

"بدنصیبی تھی میری لاپروائی کا شکار ہوگیا حالانکہ کئی بار میں نے اس سے کہا بھی تھا کہ وہ اپنا شناختی کارڈ لا کر مجھے دیدے میں اصول کی کارروائیاں کرلینا چاہتا ہوں لیکن کم بخت نے کچھ اس طرح ہم لوگوں پر اپنا سکہ جمایا تھا کہ بعد میں ہم یہ بات نظرانداز ہی کر بیٹھے۔"

"کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ وہ ایک سزا یافتہ انسان تھا؟"

"ہاں پولیس کو دوران تفتیش یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ منشیات فروشی بھی کرتا تھا اور کسی سنگین جرم میں چھ ماہ کی سزا بھی کاٹ چکا تھا۔" سلطان نے گردن جھکالی کہ کچھ دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا پھر غم زدہ لہجے میں بولا۔

"یہ انکشاف میرے لئے نیا ہے لیکن ظاہر ہے پولیس کے ذریعے ہوا ہے اس لئے غلط تو نہیں ہوسکتا بس یوں کہئے جب کچھ ہونا ہوتا ہے تو آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے۔"

"اس نے بڑی چالاکی سے آپ کے ہاں ملازمت حاصل کی اور اس کے بعد یہ واردات کرڈالی ہمیں بے حد افسوس ہے ویسے محترمہ کی مخالفت کے باوجود آپ نے اپنا باہر جانے کا فیصلہ برقرار رکھا تھا۔"

"کوئی بات آخری حد تک نہیں سوچی تھی میں نے ظاہر ہے میرے اور اس کے معاملات ایک دوسرے کے تعاون ہی سے چلتے تھے اگر وہ زیادہ ضد کرتی تو میں اپنا یہ فیصلہ ملتوی بھی

کرسکتا تھا لیکن لیکن یہ سب کچھ' یہ سب کچھ نہ ہوسکا' آہ میں بدنصیب تھا کہ اس کا تحفظ نہیں کرسکا۔"

"جس وقت آپ گھر میں داخل ہوئے تو دروازہ کھلا ہوا تھا' یقینی طور پر یہ دروازہ آپ کے ملازم ہی نے کھولا ہوگا سامان باندھ کر نکل جانے کے لئے کیا آپ نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کردیا تھا؟"

"نہیں میں چونکہ حیران تھا اس لئے بس سیدھا آگے بڑھتا چلا گیا تھا اور یہ کمرہ دروازے سے عین سامنے پڑتا ہے اور یہاں چونکہ روشنی تھی اس لئے میں عظمیٰ کی خواب گاہ میں جانے کے بجائے سیدھا ادھر ہی چلا گیا اور وہ مجھے دیکھ کر گھبرا گیا اس نے فوراً ہی کھڑکی کی طرف رخ کیا اور نجانے کیا سوچ کر باہر چھلانگ لگادی۔"

"کیا یہ عمل دیوانگی کی علامت نہیں ہے۔"

"وہ بری طرح بدحواس ہوگیا تھا مجھے دیکھ کر۔" سلطان نے جواب دیا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو ہم لوگ ذرا اس کمرے کا جائزہ لے لیں؟"

"اس میں اجازت کی کیا بات ہے پولیس اپنی ذمے داریاں پوری کرنے کے لئے آزاد ہوتی ہے آپ کا شکریہ کہ آپ نے کم از کم یہ الفاظ پوچھ ہی لئے۔"

میں کھڑی ہوئی تو شہریار بھی میرے ساتھ ہی کھڑا ہوگیا سلطان نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی اور ہم نے اس سے کہا بھی نہیں تھا چنانچہ ہم دونوں اندر داخل ہوگئے۔ شہریار غیر معمولی طور پر خاموش تھا' میں کمرے کا جائزہ لینے لگی اور اس کے بعد اس کھڑکی کے قریب پہنچ گئی جس میں بڑے بڑے شیشے لگے ہوئے تھے لیکن سلاخیں نہیں تھیں ویسے بھی چوتھی منزل کی ایسی سمت کی کھڑکی تھی جدھر سے کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا تھا' چنانچہ گرل وغیرہ لگانے کی کوشش نہیں کی گئی تھی' شہریار اور میں کھڑکی سے باہر جھانکنے لگے۔ نیچے طویل گہرائیاں تھیں اور یہ گلی پتلی گلی شمار کی جاتی تھی۔ سامنے بنے ہوئے فلیٹوں کا بھی عقبی حصہ اس سمت تھا' دفعتہً ہی میری آنکھوں نے کچھ دیکھا اور میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے میں نے ایک دم شہریار کو مخاطب کر کے کہا۔

"شہریار ذرا باہر جھانکو وہ آتو نہیں رہا۔" شہریار نے حیران نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر دروازے کی جانب بڑھ گیا چند لمحات کے بعد وہ واپس آگیا تھا۔

"ذرا یہ دیکھو' یہ کیا ہے" میں نے اس آٹھ انچ چوڑے کارنس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا اور شہریار نیچے جھانکنے لگا' کھڑکی سے اگر نیچے جھانکا جاتا تو یہ کارنس نظر نہیں آتا تھا۔ نگاہ سیدھی گہرائیوں تک ہی جاتی تھی لیکن اس وقت میں نے کچھ زیادہ جھک کر کارنس کو دیکھا تھا اور یہ اندازہ لگانا چاہا تھا کہ کارنس پر اترنے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے۔ گندے پانی کی نکاسی کے پائپ واقعی اتنے فاصلے پر تھے اور کوئی چیز پکڑے بغیر وہاں تک پہنچنا ممکن نہیں تھا ایک شناسا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایسی حرکت نہیں کرسکتا تھا ہاں اگر کوئی اجنبی ہوتا تو نہیں کہا جاسکتا تھا لیکن ملازم جلال چار ماہ سے یہاں کام کر رہا تھا اس کھڑکی اور اس کے عقبی حصے سے بھی اسے واقفیت حاصل ہوگئی تھی۔ بدحواسی میں اگر کوئی قدم اٹھایا جائے تو زندگی کی بازی لگانے کے لئے تو نہیں اٹھایا جاسکتا جبکہ یہاں سے نکلنے کے کچھ اور ذرائع بھی ہوسکتے تھے جو چیز میں نے شہریار کو دکھائی تھی وہ کارنس پر جما ہوا خون تھا جو اچھی خاصی مقدار میں تھا خون کی ایک لمبی لکیر کئی حصوں میں تقسیم ہو کر کھڑکی سے نیچے کی دیوار پر بھی بنی ہوئی تھی اور کارنس پر پڑا ہوا خون جم کر سیاہ ہوچکا تھا۔ اس خون کا کہیں بھی کوئی تذکرہ نہیں تھا اس کا مطلب تھا کہ یہ کسی کی نگاہوں میں نہیں آسکا اور میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا رہی تھیں خون کا ایک مخصوص رنگ ہوتا ہے اور اسے پہچانا جاسکتا ہے۔ شہریار نے خون کی لکیریں اور کارنس پر پڑا خون دیکھا پھر کچھ بولنے کے لئے منہ کھولا تو میں نے اسے خاموش کر دیا۔

"اس موضوع پر باہر جا کر بات کریں گے" میں نے کہا ہم واپس کمرے میں پہنچے تو سلطان احمد اسی طرح نڈھال بیٹھا تھا۔

"بہت بہت شکریہ سلطان صاحب اس تعاون کا۔ بس آخری بات اور بتا دیں۔"

"جی۔"

"جلال کو کس طرح ملازم رکھا گیا تھا' کسی کی سفارش پر' یا براہ راست۔"

"بالکل اتفاقیہ طور پر میں' اور عظمیٰ ایک دن شاپنگ کرنے بازار گئے تھے ایک جگہ وہ بھکاریوں جیسی حالت میں مل گیا اور اس نے امداد کی درخواست کی عظمیٰ نے ناخوشگوار لہجے میں کہا کہ وہ ایک تندرست شخص ہے۔ اسے ہاتھ پھیلاتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ جس پر اس نے تلخ لہجے میں کہا کہ مجبوریوں کو گالیاں دینا سب سے آسان کام ہے ان کا ہاتھ بھی تو تھامو' جس پر ہم نے اسے نوکری کی پیشکش کر دی تھی اور وہ ہمارے ساتھ ہی آگیا تھا۔"

"ہاں بعض نیکیاں بھی عجیب رنگ دکھاتی ہیں۔" اس کے بعد ہم سلطان احمد سے اجازت لیکر وہاں سے چل پڑے تھے۔ شہریار کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ میں نے کہا

"تمہاری روحانی کیفیت کیا ہے؟"

"ہیجانی کیفیت میں دب کر رہ گئی ہے۔" وہ فوراً بولا۔

"ساحل کیسا رہے گا؟"

"اس مذاق کا مطلب جاننا چاہتا ہوں۔"

"میں تو تیار رہوں گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو کیا میں انکار کر دوں گا۔" شہریار نے کہا ساحل سمندر تک ہم دونوں نے خاموش ہی رہنے کا فیصلہ کیا تھا ایک دور دراز جگہ کار پارک کر کے ہم نیچے اتر آئے۔ میں نے شہریار کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے تمہاری رومانی حس کچھ سرد سرد لگ رہی ہے۔"

"تم بہت چالاک ہو لبنیٰ۔"

"کیوں۔"

"دفاع کی ساری چولیں ڈھیلی کر کے رکھ دی ہیں۔ ذہن نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے اور اب ایسی باتیں کر رہی ہو۔"

"کیا سوچ رہے ہو۔" میں نے کہا اور شہریار دھم سے ریت پر بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے سامنے ہی بیٹھ گئی تھی۔

"صرف ایک بات۔ اور وہ یہ کہ انسان کو ایک بار یورپ ضرور جانا چاہئے کسی بھی قسم کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے واپس آکر رپورٹر بن جانا چاہئے اس طرح ذہن کشادہ ہو جاتا ہے اور دماغ بہت کچھ سوچ سکتا ہے۔"

"ایک بات کا اعتراف کرو' وہ یہ کہ کسی بھی معاملے کو اس قدر سطحی نگاہ سے نہ دیکھو کہ اس کی اصل شکل بہت پیچھے جا چھپے' میں نے ابتداء ہی سے تم سے یہ کہا ہے جرم بہت سوچ کر اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ کیا جاتا ہے' تفتیش کرنے والے وہ دیکھتے ہیں جو تیار کیا گیا ہوتا اور مجرم اس میں اپنا کوئی نقصان نہیں سمجھتا لیکن یہ مجرم اپنے جرم کے پیچھے ایک نقش ضرور چھوڑتا ہے جو اس کے مجرم ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ تمہارا ذہن اس کی تلاش میں ضرور سرگرداں ہونا چاہئے۔"

"لبنیٰ تم کھل کر یہ کہہ رہی ہو کہ قاتل جلال نہیں ہے۔"

"ہرگز نہیں' ممکن ہے ہماری یہ کاوشیں بے مقصد نکلیں اصلیت وہی ہو جو سامنے آئی ہے۔"

"شبہ" پیدا ہوگیا ہے۔"

"ہیرو کی انٹری ہوئی ہے تو اس کا کوئی ایکشن بھی تو ہونا چاہئے جو کچھ اب تک ہوا ہے میں اس کے بارے میں تمہاری رائے جاننا چاہتی ہوں۔" میں نے کہا اور شہریار ریت پر سیدھا سیدھا لیٹ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں میں خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی انداز میں شرارت تھی مگر اچھا لگ رہا تھا۔ پھر وہ اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"وہ پانچ لاکھ کی بیمہ شدہ تھی اور اس کا بیمہ ہوئے پورا سال نہیں گزرا' صرف ایک پریمیم گئی ہے اچھی خاصی رقم۔ دونوں کی ماہانہ آمدنی ملا کر کل پانچ ہزار روپے بنتی تھی۔ فلیٹ کا کرایہ پندرہ سو روپے ماہوار سے کسی طرح کم نہ ہوگا' جس طرح کی زندگی وہ گزارتے تھے اس کے اخراجات ڈھائی ہزار سے کم نہ ہوں گے۔ سات سو روپے ماہانہ کا ملازم۔ کھانا کپڑا علیحدہ کون ہمت کرسکتا ہے پھر سالانہ پریمیم کو ماہانہ اقساط پر تقسیم کیا جائے' اس کے علاوہ دونوں باتیں کچھ غیر حقیقی سی لگتی ہیں ہر شخص اپنے حالات کے تحت چلتا ہے مگر یہ عیاشی کی گئی۔ جلال پورا دن گھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر رہتا تھا کسی بھی وقت وہ خاموشی سے اپنا کام کر سکتا تھا پھر اس نے عظمیٰ کی موجودگی میں یہ سب کچھ کیوں کیا؟" عظمیٰ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ میں کپڑا ٹھونس دیا گیا تھا پھر اسے قتل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور........ اور جو شخص چوری کرنے کے لئے ایک عورت کو قتل کر سکتا ہے وہ اتنا بزدل کیسے ہوگیا کہ صرف سلطان احمد کو دیکھ کر حواس کھو بیٹھا اور خودکشی کرلی۔ نہیں مسی لبنیٰ' ہرگز نہیں۔ گڑبڑ' گھپلا' حقیقی گھپلا!!"

میں مسکراتی رہی تھی پھر میں نے کہا "پولیس نے اس واقعے کو اسی حقیقت سے تسلیم کرلیا ہے جس طرح سلطان احمد نے بتایا ہے اور میرے خیال میں اب مزید تفتیش نہیں ہوگی۔"

"ہاں اس کی وجوہات ہیں۔"

"کیا؟"

"بھئی تمہیں علم ہے کہ عظمیٰ سلطان کے اہل خاندان میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کے قتل سے دلچسپی رکھتا ہو' میرا مطلب ہے قتل کے ان واقعات سے اختلاف کرے' صرف ایک سلطان احمد ہے جو اس کا ولی وارث ہے۔ سلطان احمد پولیس کو اس کے قتل کی رپورٹ دیتا ہے' قاتل کی لاش پولیس کو مع اس سامان کے مل جاتی ہے جس کے لئے اس نے اپنی مالکن کو قتل کیا تھا پوری کہانی پولیس کے علم میں آجاتی ہے اس کے بعد پولیس افسانے لکھنے کیوں بیٹھے۔ نئی نئی کہانیاں گھڑنے میں اپنا سر کیوں کھپائے۔ یا تو اس کی کوئی تحریک ہو اور اگر نہیں ہے تو اللہ اللہ خیر صلا۔"

"یہ تو بڑا کمزور پہلو ہے شہریار۔ اس طرح تو تھوڑی سی ذہانت سے کوئی بھی جرم کر کے بچ سکتا ہے" میں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"کتنی بار اس پر افسوس کرو گی' ایسا ہوتا ہے۔"

"اب کیا کرو گے۔" میں نے پوچھا اور شہریار خاموش ہوگیا وہ دیر تک کچھ نہ بول سکا تو میں نے ہی کہا "پوسٹ مارٹم رپورٹ کب تک مل جائے گی؟"

"اس کے حصول کے لئے کوئی خاص سرگرمی نہیں دکھائی گئی جلدی چاہیں تو جلدی مل سکتی ہے۔"

"تو پھر پوسٹ مارٹم رپورٹ حاصل کرلو شہریار' اس کے بعد سوچیں گے" میں نے کہا۔

"تم نے مجھے بھی الجھن میں ڈال دیا ہے لبنیٰ یقین کرو سوچنے کا انداز ہی بدل گیا ورنہ صاحب خان کا طریق کار بھی برا نہیں لگتا تھا بلکہ اس نے استاد بنا کر کچھ سیکھ لیا تھا۔ وہ کہتا ہے پولیس بے بس ہے اس کے کام میں بڑی مداخلت ہوتی ہے غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط کرنا پڑتا ہے اس لئے وہ بھی دیانتداری سے کام نہیں کر سکتی۔ پھر اس کا ایک مخصوص مزاج بن جاتا ہے اور سارے کام وہ ایک ہی حساب سے شروع کر دیتی ہے۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے لبنیٰ' قاتل وہ نہیں تھا........ میرا مطلب ہے جلال عرف جلالو"۔

"اس کا فیصلہ کرنے میں ابھی دیر لگے گی شہریار' ہمیں ایک اہم کام اور کرنا ہے۔" میں نے یہ پرخیال انداز میں کہا۔

"کیا؟" شہریار نے پوچھا۔

"تم اس خون کو بھول گئے جو کھڑکی کے دوسری طرف کی دیوار اور کارنس پر پڑا ہوا تھا۔ آخر وہ خون کس کا تھا؟"

○---------☆---------○

شہریار نے احمقانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر میں نے کہا "بتاؤ تمہارے خیال میں وہ خون کس کا ہوسکتا ہے۔"

"کسی دل دکھے کے ارمانوں کا' ہوسکتا ہے میرا بھی ہو' میں نے بھی تو اس کھڑکی سے نیچے جھانکا تھا"۔ شہریار نے گہری سانس لے کر کہا۔

"پلیز سنجیدہ رہو شہریار۔"

"کمال کرتی ہو اتنی دیر سے سنجیدہ ہوں' دماغ دکھ کر رہ گیا ہے۔ آدمی شدید محنت کے بعد چاہتا ہے کہ کچھ دلداری کی باتیں ہوں۔ کچھ پیمان عہد وفا ہوں آنکھوں سے جام وغیرہ پلائے جائیں' کچھ خماری ہو۔"

"توبہ توبہ تمام غیر قانونی کام چاہتے ہو تم......... شراب قانونی طور پر بھی جرم ہے اور مذہبی طور پر بھی......... قانون کے محافظ ہی اگر جام و عہد و وفا کی باتیں کرنے لگیں تو عام پبلک کا کیا ہوگا۔"

"اور پبلک مجھے مسلسل بے وقوف بنائے جا رہی ہے اس کی کوئی داد فریاد نہیں ہے۔ اپنے استاد کی استادی سچ مچ بڑی کار آمد چیز ہے۔"

"استاد........"

"صاحب خان کی بات کر رہا ہوں......... جرم ہوا تفتیش ہوئی' زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھا گیا جس کا نام قرعے میں آیا اسے مجرم قرار دیا گیا اور اللہ اللہ خیر صلا۔ مجرم نے اقبال جرم میں گڑبڑ کی تو اسے ڈرائنگ روم کی سیر کرا دی گئی کھیل ختم۔ یا مجرم نے اگر خود ہی سزا پالی تو کیس داخل دفتر' اس طرح دوسرے کاموں کی فرصت بھی مل جاتی ہے ورنہ......... خدا کی پناہ ایک سیدھی سادی بات ہے۔ جلال نے موقع پا کر کام دکھایا۔ ویسے بھی مجرمانہ ذہنیت کا انسان تھا۔ سزا بھی کاٹ چکا تھا کچھ دل میں آگئی ہوگی نوکری کرتے کرتے جی اکتا گیا ہوگا انسانی دماغ ہی ہے۔ بعد میں موقع پر مداخلت ہوگئی اور کھوپڑی ساتھ نہ دے سکی بھاگنے کی کوشش میں چھتی ہوگئی اور تم کیوں بال کی کھال اتار رہی ہو۔ یہ ہوا وہ ہوا۔ کوئی ڈھنگ کی بات کرلو بی بی۔"

"اور اس کے باوجود تم ہیرو کی انٹری چاہتے ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ارے بھائی اتنی دیر سے انٹری دے رہا ہوں کوئی سین ہی نہیں بن پا رہا۔"

"جو کچھ کہہ رہی ہوں کرو مجھے کارنس پر پڑے ہوئے خون کی مفصل رپورٹ بھی درکار ہے' اس کے علاوہ پوسٹ مارٹم رپورٹ' مرنے والوں کی موت کی بعد کی تصویریں اور یہ چیزیں جلد درکار ہیں۔"

"کارنس کے خون کی رپورٹ کا اضافہ ہوگیا؟"

"ہاں!"

"ارے مگر وہ وہاں سے حاصل کیسے کیا جاسکتا ہے؟"

"اوں ہوں مردوں جیسی باتیں کرو کیسی شہریار باتیں کر رہے ہو۔ رسیوں کے ذریعہ کانسٹیبلوں کو کارنس پر اتارا جاسکتا ہے جمے ہوئے خون کو کھرچ کر اس کا نمونہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ کونسا مشکل کام ہے مجھ سے کہو میں اس کارنس پر اتر کر وہ خون تمہیں دیدوں"۔

"یہ کام سلطان کی موجودگی میں کیا جائے۔"

"ہرگز نہیں تم اسے کسی ضروری کارروائی کے لئے تھانے طلب کرسکتے ہو اس طرح فلیٹ تمہیں خالی مل جائے گا۔"

"ٹھیک ہے" شہریار نے مردہ سے لہجے میں کہا اس کے بعد ہم واپس چل پڑے تھے۔

دوسری شام شہریار نے گرین فاؤنٹین میں مجھے اس دن کی کارروائی کی رپورٹ پیش کی تھی۔

"صاحب خاں نے تمہیں فاتر العقل قرار دیا ہے۔"

"میری طرف سے شکریہ ادا کردینا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کا کہنا ہے کہ یہ لڑکی پولیس کو ذلیل کرنے پر تلی ہوئی ہے' سیدھے سادے معاملات میں بھی قاتل بدلنے کے چکر میں پڑی رہتی ہے۔ اس نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں تمہارے چکر میں نہ پڑا کروں۔"

"تم نے کیا جواب دیا۔"

"بس گردن جھکالی۔"

"کام کی بات کرو۔" میرا لہجہ کھردرا ہوا تو شہریار جلدی سے سنبھل گیا اور بولا۔

"وہی تو کر رہا ہوں۔ تمہاری ہدایت پر عمل کرلیا ہے نہ صرف خون کا نمونہ حاصل ہوگیا ہے بلکہ کچھ تلاشی وغیرہ بھی لے ڈالی ہے اس کے فلیٹ کی۔"

"گڈ..... کوئی کام کی بات....."

"پانچ لاکھ کے بجھے کے کاغذات' جن میں اس نے اپنے شوہر کو رقم کا حقدار قرار دیا ہے سلطان احمد کا پاسپورٹ اور کچھ ممالک کے بارے میں ٹریول ایجنسیوں سے معلومات کی خط کتابت..... پاسپورٹ تین ماہ پہلے بنوایا گیا ہے بس یہی چیزیں ہیں"

"خون کی رپورٹ کب ملے گی۔"

"پوسٹ مارٹم اور دوسری تمام چیزیں کل دن میں حاصل ہو جائیں گی۔"

"اور تم میرے ساتھ لنچ کرو گے۔ ویسے مون لینڈ کا ماحول بہت خوشگوار ہے۔"

"تو پھر میں کیبن نمبر تیرہ میں تمہارا انتظار کروں....."

"ظاہر ہے۔" شہریار نے کہا۔

اس رات میں فارغ اوقات میں بہت دیر تک اس مسئلے پر غور کرتی رہی تھی دل کہتا تھا کہ جلال مجرم نہیں ہے حالات و شواہد بھی اس کی خبر دے رہے تھے حالانکہ پولیس فائل میں یہ معاملہ سیدھا سادا تھا اور اس سے قبل کی بے شمار کہانیوں میں ایسے واقعات ملتے تھے۔ گھریلو ملازم عموماً وارداتیں کر دیا کرتے تھے اس سلسلے میں قتل کی وارداتیں تک ہوئی تھیں اور پولیس نے عوام سے درخواست کی تھی کہ ہر ملازم کو تھانے میں رجسٹر کرایا جائے۔ ان تمام واقعات کی روشنی میں اگر صاحب خان نے اس واردات کو بھی معمول کے مطابق سمجھ لیا تھا تو اس کا قصور نہیں تھا لیکن بہت سے اشارے ایسے تھے جن سے میرا ذہن بھٹک رہا تھا۔ ایک طرف مجرم جلال ایک جرائم پیشہ اور سزایافتہ شخص تھا تو دوسری طرف پانچ لاکھ روپے کی بیمہ شدہ بیوی' ان کے علاوہ کوئی اور سامنے نہیں تھا۔

○---------☆---------○

دوسرے دن دفتر سے متعلق کچھ کام تھے جن کی تکمیل کے بعد دفتر جانا تھا۔ دوپہر کو مون لینڈ میں شہریار سے بھی ملاقات کرنی تھی۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ اس سینما ہاؤس کے سامنے سے گزری جس پر فلم "بن حر" کے سائن بورڈ لگے ہوئے تھے کیونکہ اس واردات میں اس فلم کا نام آیا تھا اس لئے بے اختیار کار کی رفتار ہلکی ہوگئی اور پھر ذہن کو ایسا جھٹکا لگا کہ کار سائیڈ کر کے روکنا پڑی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ سائن بورڈ دیکھ رہی تھی۔ دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی پھر کار سے اتر کر سینما کے گیٹ کی طرف چل پڑی۔ ایڈوانس بکنگ جاری تھی میں نے بکنگ کلرک سے کچھ معلومات حاصل کیں اور لرزتے قدموں سے واپس کار میں آ بیٹھی پھر خود کو سنبھال کر کار اسٹارٹ کی اور دفتر چل پڑی۔ دفتر میں بھی کام نہ ہوسکا تھا ایک بار دل چاہا شہریار کو فون کروں پھر کچھ سوچ کر ارادہ ملتوی کرلیا اور انتظار کرتی رہی۔ وقت مقررہ پر اٹھی اور مون لینڈ چلی پڑی اور اندازہ درست تھا شہریار میرے ساتھ ساتھ ہی اپنی بائیک سے اترا تھا۔

"تھینکس گاڈ..... مجھے خدشہ ہو رہا تھا کہ دیر نہ ہوگئی ہو۔"

"اتنے پریشان نہ ہوا کرو۔" میں اس کے ساتھ ہوٹل کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"میں احتیاط رکھتا ہوں فلموں میں عموماً یہی دیکھا ہے کہ ہیروئن دیر ہو جانے سے سخت ناراض ہو جاتی ہے اور اس کے بعد ہیرو اسے منانے کے لئے کوئی گانا گاتا ہے اور کافی دیر میں پرابلم سولو ہوتی ہے یہاں مشکل یہ ہے کہ ہیروئن کے منانے میں وقت کم ہے اس سسرے کو تو کوئی کام دھندہ ہوتا نہیں ہے اور یہاں ایک عدد صاحب خان بھی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیبن نمبر تیرہ....." میں نے پوچھا۔

"ہاں کچھ مبارک جگہ ہے۔" شہریار نے کہا کرسی پر بیٹھ کر میں نے مینو کارڈ اٹھایا اور شہریار کے مشورے سے کچھ چیزیں منتخب کرلیں پھر ویٹر کو بلا کر آرڈر سرو کر دیا۔ شہریار نے اس دوران صدری کے اندرونی حصے سے ایک بادامی لفافہ نکال لیا تھا۔

"گڈ..... سارے کام مکمل ہیں....."

"ظاہر ہے ورنہ طعنے کون سنتا....."

"ہر شریف انسان کو ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے اب یہ سب کچھ کھانے کے بعد دیکھیں گے۔" مون لینڈ کے کھانے بہت عمدہ ہوتے ہیں کھانے کے بعد شہریار نے کولڈ کافی پینا پسند کیا تھا۔ پھر میری خواہش پر اس نے پوسٹ مارٹم رپورٹ نکال لی۔

متوفی عظمیٰ سلطان کی موت کی رپورٹ۔

موت کا وقت سوا گیارہ بجے۔

وجہ موت' گردن دبائی گئی ہے اور گردن دبانے والے ہاتھ طاقتور تھے۔

گردن پر انگلیوں کے نشانات نہیں پائے گئے یا تو قاتل نے دستانے استعمال کئے یا کوئی کپڑا۔

متوفیہ کا بقیہ جسم بے داغ ہے۔

متوفیہ کے ساتھ اور کوئی زیادتی نہیں کی گئی۔ یہ رپورٹ مقتولہ عظمیٰ سلطان کے بارے میں تھی۔ دوسری رپورٹ قاتل کے بارے میں تھی۔ مجرم جلال خان ولد کمال خان' عمر اندازاً چونتیس سال۔

وجہ موت' چوتھی منزل سے گرنا' بلندی بیالیس سے پینتالیس فٹ۔

مجرم بائیں سمت سے گرا بائیں بازو کی ہڈی بالکل چکنا چور' بائیں سمت کی چار پسلیاں ٹوٹ کر اندرونی اعضاء میں گھس گئیں جن میں دل بھی شامل ہے۔ اس طرح فوری موت واقع ہوگئی۔ بائیں ٹانگ اور کولہے کی ہڈی چکنا چورا سر میں بائیں سمت ہلکی چوٹ' وائیں سمت پشت کے قریب گہرا زخم۔

مجموعی صحت ٹھیک۔

خون کا گروپ اے پازیٹو۔

"کارنس پر جمے خون کی رپورٹ۔" میں نے بے صبری سے پوچھا۔

"اے پازیٹو....." شہریار نے کہا اور میری ہیجانی کیفیت عروج پر پہنچ گئی۔

"میں نے مضبوطی سے شہریار کے بازو کو دبوچتے ہوئے کہا

"شہریار' قاتل جلال خان نہیں' سلطان احمد ہے۔ سمجھے تم قاتل سلطان احمد ہے۔"

"ارے ارے فدوی کو سلطان احمد نہیں' شہریار خان مرحوم کہا جاتا ہے تم نے غلط بازو

پکڑ لیا ہے۔"

"قاتل کو فوراً گرفتار کرلو' وہ نکل نہ جائے۔ مجھے بتاؤ اس میں تمہیں کوئی دقت ہوگی۔"

"صاحب خان مجھے اس خیال کو پیش کرنے پر ہی لائن حاضر کر دے گا۔ مجھے یہ اختیار نہیں ہے۔ اور پھر کیس انچارج بھی صاحب خان ہے۔"

"تم اس کی ماتحتی میں تو کام کر رہے ہو....."

"ہاں میرا نام بھی رپورٹ میں ہے۔"

"تب صاحب خان کو چھوڑو' میں حامد فخری سے بات کر کے تمہیں وارنٹ اور اختیار دلوا سکتی ہوں۔"

"اس کے بعد صاحب خان کے ساتھ گزارا مشکل ہو جائے گا۔"

"تم مصلحتوں کو دیکھو گے یا اپنا فرض پورا کرو گے۔ جو کچھ میں کہہ رہی ہوں کرو میں ذمے داری قبول کرتی ہوں۔"

"چلو یہ تو ٹھیک ہے لیکن تم نے اس سلسلے میں آخری فیصلہ دیدیا ہے۔"

"سو فیصد' ایک سو دس فیصد۔"

"کچھ تفصیل تو پتہ چلے..... مجھے صرف شعر کہنا آتا ہے۔"

"اٹھو میرے ساتھ دفتر چلو' وہاں بیٹھ کر پوری رپورٹ تیار کریں گے وہیں سے میں فخری صاحب سے بات بھی کر لوں گی۔" میں نے ویٹر کو بلا کر بل طلب کرلیا۔ شہریار نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے نوکریاں تو ہزار مل جائیں گی مگر تمہاری محبت۔" شہریار نے بل دینا چاہا تو میں نے اسے روک دیا اور خود بل ادا کر کے اس کے ساتھ باہر نکل آئی۔ اس کی بائیک میری کار کے ساتھ چل پڑی اور میں نے جان بوجھ کر ایک مختلف راستہ اختیار کیا حالانکہ میرے دفتر کا راستہ مختلف تھا۔ پھر میں نے سینما ہاؤس کے سامنے کار روکی اور شہریار کی بائیک میرے نزدیک آرکی۔

"خیریت....."

"ایک تصویر بنانی ہے۔" میں نے اپنا پولورائیڈ کیمرہ اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر سینما ہاؤس کی ایک تصویر ان کے سامنے کے حصے کی بنائی۔ پولورائیڈ تصویر کا جائزہ لے کر میں دوبارہ کار میں آبیٹھی۔"

"اس وقت میں اپنے آپ کو اے کلاس سمجھ رہا ہوں۔" شہریار نے کہا۔

"نہیں اب ایسا بھی کیا۔" میں نے رکتے ہوئے کہا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ شہریار پھر میرے ساتھ چل پڑا تھا کچھ دیر کے بعد ہم دفتر پہنچ گئے۔ میں شہریار کو لئے ہوئے اپنی میز پر آبیٹھی میرے ساتھی دلچسپی سے میرے ساتھ ایک پولیس آفیسر کو دیکھ رہے تھے۔ پھر میں نے شہریار کے سامنے اسی کا فراہم کردہ سلطان احمد کا بیان رکھ دیا۔ "اب تم اسے غور سے دیکھو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

....." اور شہریار آنکھیں پھاڑنے لگا۔"سلطان کہتا ہے میری بیوی انگریزی فلموں سے دلچسپی نہیں رکھتی انہوں نے مجھے اجازت دیدی تھی کہ میں اپنی پسندیدہ انگریزی فلمیں دیکھ لیا کروں۔"

"بالکل....." شہریار نے تائید کی۔

"اور اس وقت وہ فلم دیکھنے گیا تھا اس نے کئی بار کی دیکھی ہوئی فلم دیکھی تقریباً پونے بارہ بجے وہ اپنے فلیٹ میں داخل ہوا تو دروازہ کھلا ہوا پایا۔ اسے تعجب ہوا اور وہ سیدھا اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں روشنی ہو رہی تھی کمرے میں جلال موجود تھا جو اسے دیکھ کر بدحواس ہوگیا اور اس بدحواسی میں اس نے کھڑکی کا رخ کیا اور اس کے راستے فرار ہونے کی کوشش کی۔"

"یقیناً ایسا ہوا ہے....."

"پرمائی ڈیر شہریار خان' جلال نے عظمیٰ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا تھا۔ عظمیٰ کی لاش کی تصویر یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ بالکل بے بس ہوگئی تھی اور جلال کے خلاف کچھ نہ کرسکتی تھی یہاں تک کہ وہ چیخ کر کسی کو مدد کے لئے بھی نہ پکار سکتی تھی۔ پھر وہ کونسے عوامل تھے جنہوں نے جلال کو اس کے قتل پر آمادہ کردیا۔ وہ اپنا کام تو کرہی چکا تھا؟"

"ممکن ہے وہ نہ چاہتا ہو کہ بعد میں عظمیٰ اس کی نشاندہی کرسکے۔" شہریار نے کہا۔

"بالکل ٹھیک' ایسی حالت میں وہ عظمیٰ کو بے بس کرنے اور منہ میں کپڑا ٹھونسنے کے بجائے پہلا عمل اس کے قتل کا کرتا۔"

"ہاں یہ زیادہ آسان تھا۔" شہریار نے اعتراف کیا۔

"اس نے یہ آسان کام نہ کیا اور عظمیٰ کو بے بسی کے باوجود قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ اس کمرے میں گیا جہاں سلطان نے اسے دیکھ لیا۔ وہ قاتل تھا اور جب انسان کسی مجرمانہ عمل کا مرتکب ہوتا ہے تو اس پر وحشت سوار ہو جاتی ہے۔ ایک عورت کو قتل کرنے کے بعد بھی وہ اتنا بزدل رہا کہ حالات سے ناواقف سلطان کے خلاف کچھ بھی نہ کرسکا۔ وہ اس کے لئے دروازہ کھول چکا تھا اسی حالت میں کھڑکی کی طرف رخ کرنے کے بجائے وہ سلطان پر حملہ کر کے اسے زخمی کرسکتا تھا اس طرح اسے باہر جانے کے لئے کوئی خطرہ مول نہ لینا پڑتا۔ اس وقت تک تو سلطان نے اپنی بیوی کی لاش بھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کے علاوہ جلال چار ماہ سے وہاں رہ رہا تھا اور عقبی گلی کے بارے میں یہ جانتا تھا کہ وہاں سے پیچھے اترنا ممکن نہیں ہے۔ اتنی دیر میں سلطان شور مچا کر اس کے لئے راستے بند کراسکتا تھا۔ اس جیالے نے جان دیدی مگر سلطان کے خلاف کچھ نہ کیا۔ کیا اسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اب آجاؤ پوسٹ مارٹم رپورٹ کی طرف۔ جلال بائیں سمت سے نیچے گرا اور اس کے پورے بدن کا صرف بایاں حصہ متاثر ہوا ہے۔ یہ چیز بائیں سمت سے ٹوٹی ہے' ہے نا؟"

"یقیناً۔"

"پوسٹ مارٹم رپورٹ بائیں سمت کی کہانی سناتے سناتے اچانک دائیں سمت سر کی پشت کے قریب ایک گہرے زخم کی کہانی سناتی ہے؟"

"تو پھر"

"یہ گہرا زخم کہاں سے آیا جان عزیز" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہریار آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر پوچھا۔

"بات سمجھ میں نہیں آئی؟"

"سمجھنے کی کوشش بھی ساتھ ساتھ کرتے رہو۔ کارنس پر اس کے سر سے بہا ہوا خون موجود ہے یہ خون کہاں سے آیا؟"

"ممکن ہے نیچے گرتے ہوئے اس کا سر کارنس سے ٹکرایا ہو۔"

"ویری گڈ' تم نے وہی کہا جو میں چاہتی ہوں' نیچے گرنے والی بات درست ہے' اترنے والی نہیں۔ سلطان احمد کے بیان کے مطابق وہ نیچے اترا تھا گرا نہیں تھا جبکہ اصل میں وہ نیچے گرا تھا اترا نہیں تھا۔ فرض کرو وہ اترتے ہوئے خود کو سنبھال نہیں پایا اور نیچے گرتے ہوئے اس کا سر کارنس سے ٹکرایا۔ ایسی حالت میں کارنس پر اتنا خون جمع نہیں ہونا چاہئے تھا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ ایک آدھ دھبہ ہوتا اور میرے پیارے مائل تم بالکل پھول چکے ہو کہ خون صرف کارنس پر ہی نہیں بلکہ دیوار پر بھی اس کی چند لکیریں موجود ہیں' کیا اس کے سر نے کارنس سے ٹکرانے سے قبل ہی خون اگلنا شروع کر دیا تھا.....؟"

"ہائے میں مرجاؤں' تم کہنا کیا چاہتی ہو۔" شہریار نے مسخرے پن سے کہا۔

"جلال کو پہلے سر پر ضرب لگا کر زخمی کیا گیا اور اس کے بعد اسے اس کھڑکی سے نیچے پھینک دیا گیا۔"

"خدا کی پناہ" شہریار گہری سانس لیکر بولا۔

اور اب میں فائنل ٹچ دے رہی ہوں۔ اس کے بعد بات ختم ہو جاتی ہے۔ یہ بتاؤ فلم "بن حر" دیکھی ہے؟"

"نہیں" شہریار نے جواب دیا۔

"نیک کام کیا ہے۔ اس تصویر کو دیکھو۔" میں نے پولو رائیڈ کیمرے سے بنائی ہوئی تصویر شہریار کے سامنے کر دی۔ شہریار آنکھیں پھاڑنے لگا تھا۔ پھر اچانک ہی اس کا منہ حیرت سے کھل گیا اور اس کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"اوہ میرے خدا..... اوہ.....اوہ.....یہ تحریر.....یہ تحریر" اس نے تصویر میں سائن پر نظر آنے والی تحریر پڑھی۔

فلم غیر معمولی لمبائی کی وجہ سے ٹھیک نو بجے شروع ہو جاتی ہے۔ براہ کرم وقت کا خیال رکھئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اور اس کا دوسرا شو سوا بارہ بجے ختم ہوتا ہے۔ میں نے منتظمین سے معلوم کرلیا ہے۔" میں نے کہا۔ شہریار نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا تھا۔ پھر اچانک ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اجازت چاہتا ہوں مس لبنیٰ باقی کام میرا ہے۔"

"اصولی طور پر باقی کام تمہارا ہی ہونا چاہئے' تاہم اگر تم چاہو تو میں حامد فخری صاحب سے فون پر بات کرنے کی کوشش کروں.....؟"

"نہیں ڈیئر' کم از کم اتنا کام تو مجھے کرنے دو' صاحب خان پولیس افسر ہے جرائم پیشہ نہیں کہ مجرموں کی مدد کرے گا' اب جو کاروائی ہوگی ہم دونوں ہی کریں گے" میں نے شہریار کو نیک خواہشات کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی تھی اور بلاشبہ شہریار بالکل ہی بودم نہیں نکلا باقی کام اس نے میری مدد کے بغیر کئے تھے چنانچہ اس نے سلطان احمد کو دوہرے قتل کے الزام میں گرفتار کرلیا اور اس سلسلے میں مفصل رپورٹ سب سے پہلے میرے اخبار کو ہی ملی۔ پولیس کے خصوصی طریق کار کی بناء پر سلطان احمد نے اس دوہرے قتل کا اقرار کرلیا تھا اس نے جو داستان سنائی وہ یوں تھی۔

"میں اپنی زندگی بھر کی محنت سے کچھ بھی حاصل نہ کرسکا لگی بندھی نوکری لگی بندھی تنخواہ معمول کی زندگی جس میں کوئی تبدیلی نہیں تھی اور تاحد نگاہ کسی تبدیلی کے امکانات بھی نہیں نظر آتے تھے۔ میری بیوی بھی نوکری کرتی تھی اور مجھ سے سخت بیزاری کا اظہار کرتی رہتی تھی چونکہ ہمارے ہاں کوئی اولاد بھی نہیں تھی اس لئے ہم دونوں کے درمیان اولاد کے رابطے بھی نہیں قائم ہوسکے تھے چنانچہ تقریباً ایک سال سے ہمارے درمیان میاں بیوی کے تعلقات بھی منقطع تھے۔ ہم دو اجنبیوں کے سے انداز میں زندگی گزار رہے تھے بس ایک جگہ رہنا' ہمارے درمیان رشتہ قائم کئے ہوئے تھا اور لوگ نہیں جانتے تھے کہ ہم کس طرح رہ رہے ہیں میری بیوی مجھ سے شاکی تھی کہ میں اسے بہتر زندگی دینے میں ناکام رہا ہوں اور میں زمانے سے شاکی تھا کہ اس نے مجھے اپنے درمیان جگہ نہیں دی۔ کوئی حل نہیں تھا میرے پاس کہ میں ایک خوشگوار اور ازدواجی زندگی حاصل کرسکوں۔ میں نے ملک سے باہر جانے کے بارے میں سوچا لیکن یہاں بھی وسائل آڑے آئے کوئی ذریعہ ہی نہیں تھا' پھر میں نے عظمیٰ کے انداز میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوتے دیکھیں اس کی شرافت داغدار ہوتی جا رہی تھی بارہا میں نے اس کی آنکھوں میں ایک نامانوس چمک دیکھی۔ وہ خوبصورت' صحت مند اور خوش پوش و خوش حال مردوں کو دیکھ کر کھو جاتی تھی۔ اس کے چہرے پر حسرت کی تحریر نمایاں ہو جاتی تھی۔ گو اس تحریر کو زبان کبھی نہ ملی مگر اسے پڑھا جاسکتا تھا اور عظمیٰ کی اس نئی کیفیت نے مجھے خاکستر کر دیا میں کچھ بھی تھا اس کا وفادار تھا' میں نے اس رشتے کو ہمیشہ نبھایا تھا جو اس کے اور میرے درمیان رہا تھا مرد ہونے کے باوجود میں نے کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھایا تھا لیکن عظمیٰ نے مجھے آنے والے وقت کا احساس دلا دیا تھا بالفرض اگر میں کسی طرح ملک سے باہر نکل بھی جاتا تو عظمیٰ

آسانی سے وفا کے راستے ترک کر دیتی۔ میں نے بہت غور کیا' خود کو سمجھایا کہ یہ میرا احساس محرومی تو نہیں جس نے میری سوچ زخمی کر دی ہے لیکن شوہر بیوی ایک وجود ہوتے ہیں اور اپنے آپ سے' اپنے آپ کو چھپانا مشکل ترین ہوتا ہے عظمیٰ مجھ سے فرار چاہتی تھی تب مجھے اس خسارے کا احساس ہوا جو میں نے عظمیٰ کو چاہ کر اٹھایا تھا۔ میں نے اس کے لئے اپنی زندگی کے بہت سے سنہرے لمحات گنوا دیئے تھے اور اس سے وفا کی تھی میں عظمیٰ کو طلاق دے سکتا تھا مگر مجھے اس سے کیا حاصل ہوتا۔ عظمیٰ تو یہی چاہتی تھی وہ یقیناً کوئی من پسند ٹھکانہ حاصل کرلیتی بعد میں پھر کچھ ایسے لمحات بھی آگئے جن کا میں تذکرہ نہیں کرنا چاہتا لیکن جنہوں نے مجھے راکھ کر دیا اور اس راکھ نے ایک مجرم تخلیق کیا۔ اس خالی راکھ سے میرے اندر ایک کالے وجود نے جنم لیا اور میں نے اپنے مستقبل سے وفا کرنے کا فیصلہ کرلیا عظمیٰ میرے سفر کا ایندھن بنے گی میں نے مصمم ارادہ کرلیا اور اس کے بعد ایک پلان ترتیب پانے لگا میں اپنا خسارہ پورا کرنا چاہتا تھا۔ میں عظمیٰ کو کیش کرانا چاہتا تھا اب میرے اس سے سارے ذہنی رشتے ٹوٹ چکے تھے اس نے مجھے تسلیم نہیں کیا تھا تو وہ میرے بغیر کیا تھی پلان کی تکمیل کے لئے مجھے لوازمات درکار تھے چنانچہ میں نے عظمیٰ کا انشورنس کرایا' پانچ لاکھ کا انشورنس میں نے اس سے کہا کہ اس طرح میں اس کے مستقبل کو تحفظ دینا چاہتا ہوں اس نے مخالفت کی' طعنے دیئے کہ میں پیسے کا پریمیم کہاں سے ادا کروں گا۔ میں نے اسے باور کرایا کہ میں کہیں نہ کہیں سے اس سالانہ رقم کا بندوبست کرلیا کروں گا لیکن اندرونی طور پر میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ مجھے یہ پریمیم صرف ایک بار ادا کرنا ہوگا..... صرف ایک بار..... دوسرے مرحلے میں' میں نے ایک ایسے ملازم کا بندوبست کیا جو آسانی سے قاتل کا رول ادا کرسکے جلا لو یا جلال خان اتفاق سے میرے سامنے آیا تھا مگر وہ میرے لئے بہت کار آمد ثابت ہوسکتا تھا میں نے اسے فوراً لپک لیا' بہترین کردار تھا میرے مقصد کی تکمیل کے لئے۔ بعد میں مجھے اس کے ماضی کے بارے میں معلوم ہوا۔ عظمیٰ کو ان تبدیلیوں پر حیرت تھی مگر میں نے اس سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا نہ صرف کہا تھا بلکہ کر دکھایا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ اس کے آرام کے لئے میں اپنے تمام اخراجات ختم کر دوں گا وہ اسکول میں کام بھی کرتی ہے اور گھر کی دیکھ بھال بھی کرتی ہے ملازم سے اسے آرام ملے گا جلال کو میں رجسٹرڈ کرا سکتا تھا مگر مجھے اس کے ماضی کے بارے میں معلوم تھا۔ اس بے وقوف نے مجھے سب کچھ سچ سچ بتا دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اچھا انسان بننا چاہتا ہے مگر اس گناہ کی نگری میں کون اچھا بنتا ہے میں نے دل میں کہا کہ فکر نہ کر جلالو میں تجھے وہاں پہنچا دوں گا جہاں تیری اچھا بننے کی آرزو بہ آسانی پوری ہوسکتی ہے۔ میں نے اپنے سارے پروگرام ترتیب دے لئے باہر جانے کے لئے پاسپورٹ وغیرہ بنوا لیا دیگر کاروائیاں بھی کرتا رہا اور پھر عمل کا دن آگیا میں نے فلم بن حر کا ایک ٹکٹ بک کرایا اکثر میں انگریزی فلمیں دیکھتا رہتا تھا اور آخری شو ہی دیکھتا تھا نو بجے سے پہلے میں گھر سے نکل گیا اور دس بجے واپس آگیا عظمیٰ نے مجھ سے واپس آنے کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وجہ پوچھی تو میں نے اس سے کہا کہ سینما ہاؤس کی بجلی فیل ہوگئی تھی جنریٹر بھی اچانک خراب ہوگیا جس کی وجہ سے شو ملتوی ہوگیا پھر میں نے انتظامات کئے عظمیٰ ساڑھے دس بجے سوگئی اور سوا گیارہ بجے میں نے اپنے پروگرام پر عمل کر ڈالا میرے پاس اپنے عمل کا پورا خاکہ موجود تھا چنانچہ میں نے عظمیٰ کو جگایا اور جونہی وہ جاگی میں نے ایک رومال اس کی گردن میں ڈال کر اس کی گردن دبوچ لی' میں نے اسے بتایا کہ مرد محبوب ہے تو معصوم ہے چاہے جانے والا شوہر ہے تو محافظ ہے ٹھکرا دیا جائے تو درندہ ہے وہ تڑپی' اس نے معافی مانگنا چاہی مگر میرے لئے وہ ہزار ہزار کے نوٹوں کی پانچ گڈیاں تھیں جو میرا مستقبل سنوار دیں گی میں نے پوری قوت سے اس کی گردن دبا کر اسے زندگی سے دور کر دیا اس کے بعد اپنا پلان مکمل کرنے کے لئے میں نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھے منہ بمشکل کھول کر اس میں کپڑا ٹھونسا اس طرح میں اس پر ہونے والے تشدد کا اظہار کرنا چاہتا تھا اور اس تمام کاروائی کو جلال خاں سے منسوب کرنا چاہتا تھا جلال خاں دوسرے کمرے میں سو رہا تھا اس کام سے فارغ ہو کر میں نے جلال خان کے کمرے کا رخ کیا میرے پاس ایک وزنی اوزار موجود تھا اسے جگا کر میں نے اچانک اس پر حملہ کر دیا اور اسے زخمی کر کے بے ہوش کر دیا پھر وہ قیمتی سامان جسے میں پہلے ہی تیار کر چکا تھا ساتھ لے کر ہی جلال خاں کو چوتھی منزل کی اس کھڑکی تک لایا اور وہاں سے میں نے اسے نیچے دھکیل دیا سامان بھی میں نے نیچے پھینک دیا پھر اطمینان سے سارے نشانات صاف کر کے میں نے شور مچا کر لوگوں کو جمع کر لیا۔ میرے خیال میں' میں نے ایک مکمل ترین پلان تیار کیا تھا لیکن چند خامیاں رہ گئیں میرے لگائے ہوئے زخم سے جلال خاں کے بہتے ہوئے خون کی ایک مقدار کارنس اور دیوار پر رہ گئی اور سب سے بڑی غلط بیانی فلم کے مسئلے میں ہوگئی جو کم بخت لمبی ہے اور بارہ بجے کے بعد ختم ہوتی ہے۔"

ہولناک کہانی تھی بے حد ہولناک جو بہت سے سبق دیتی تھی مجھ پر اس کا بہت اثر ہوا تھا لیکن شہریار نے کہا "جانتی ہو صاحب خاں کیا کہہ رہا تھا۔"

"کیا....." میں نے پوچھا۔

"اسے یقین ہے کہ اس کھیل میں تم نے میری رہنمائی کی ہے وہ کہتا ہے تم رپورٹر وغیرہ نہیں بلکہ ایک بہترین جاسوسہ ہو اور تمہاری دوستی مجھے انسپکٹر اور اسے ڈی ایس پی بنوا سکتی ہے۔ ویسے اس نے اپنی رپورٹ میں اس کیس کو بڑی دیانتداری سے مجھ سے منسوب کیا ہے اور سب کچھ میری محنت کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ مجھے خوشی ہوئی تھی البتہ اس کہانی نے مجھے کئی دن مضمحل رکھا تھا۔"

○---------☆---------○

اس شام گرین فاؤنٹین میں شہریار نے مجھے دو خبریں سنائی تھیں۔

"میری فائل ہیڈ کوارٹر سے نکلوالی گئی ہے۔"

"کیا مطلب....." میں نے چونک کر پوچھا۔

"ایس پی صاحب نے تھانے آکر مجھے طلب کیا تھا اور مجھ سے سلطان احمد کیس کے بارے میں بہت سے سوالات کئے تھے ویسے ایک اعتراف کروں.....؟"

"ضرور"

"کچھ جھوٹ بولنے پڑے ہیں ایس پی صاحب سے۔"

"کیا.....؟"

"بس اس ساری کارروائی کو اپنا بنانا پڑا ہے اور ان کی جرح کے عمدہ جوابات دینے پڑے ہیں کہ کس طرح میں نے اس بارے میں تحقیق کی اور کس طرح اصل مجرم شناخت کیا حالانکہ جی تو چاہتا تھا کہ ایس پی صاحب کو کوئی تازہ غزل سنا کر کہوں کہ بندہ پرور اپنا سفر تو غزل سے غزل تک ہے نہ جانے تم لوگوں نے ایک شاعر کو کہاں لا ڈالا ہے ہم اس دشت کے سیاح کہاں۔" "دیوانے ہو تم ایسا کبھی نہ کرنا میں تم سے الگ کہاں ہوں کہ تم اس تفتیش سے اپنے آپ کو الگ کر کے اسے جھوٹ قرار دو یہ تو ایک عظیم سچ ہے میرے اور تمہارے درمیان" شہریار نے آنکھیں چڑھالی تھیں پھر اس نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔

"پانچ منٹ کے لئے بے ہوش ہونے کی اجازت دے سکتی ہو....."

"ہرگز نہیں.....!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر چائے منگواؤ" اس نے مسخرے پن سے کہا اور میں نے ویٹر کو چائے کے لئے کہہ دیا چائے پیتے ہوئے شہریار نے کہا "دوسری خبر یہ ہے کہ انسپکٹر صاحب خان تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"یہ خبر ہے.....!"

"میں اسے خبر ہی کہتا ہوں۔"

"کیوں ملنا چاہتا ہے وہ.....؟"

"بس اس کی مرضی میں اسے کیا جواب دوں.....؟"

"کل مل لوں گی ویسے تو اس سے ملاقات ہوتی ہی رہتی ہے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے جواب دیا دوسرے دن گیارہ بجے میں نے تھانے کے احاطے میں کار پارک کی اور نیچے اتر ہی رہی تھی کہ شہریار میرے استقبال کے لئے آگیا رسمی باتیں کرتے ہوئے وہ میری راہنمائی کر رہا تھا آفس کے بجائے وہ مجھے دوسرے کمرے میں لے گیا جہاں صاحب خان موجود تھا۔

"آیئے لیڈی بی بی آپ نے تو یہاں بڑے فلیگ لگا دیئے ہیں۔"

"آپ خیریت سے ہیں خاں صاحب.....؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس بات کا جواب بہت مشکل ہے لیکن یہی کہہ سکتا ہوں کہ اللہ کا شکر ہے" بیٹھو" صاحب خان نے کہا پھر شہریار سے بولا "جاؤ بھئی منگوا لو" شہریار باہر نکل گیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اپنے دفتر کے بجائے آپ اس دوسرے کمرے میں کیسے ہیں۔"

"یہ عارضی ڈرائنگ روم ہے لبنیٰ بی بی۔"

"اوہ تھانوں کے ڈرائنگ رومز کے بارے میں تو میں نے بڑی خطرناک باتیں سنی ہیں" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ پرماننٹ ہوتے ہیں ہم نے اسے عارضی کہا ہے فرق ہوگیا ناتم سے کچھ الگ بات چیت کرنا تھی دفتر میں اس کا موقع کہاں ملتا۔"

"اوہ اچھا یہ بات ہے.....!"

"تم نے دو کیس حل کئے ہیں اور کمال کر دیا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بڑے بڑے ہوشیار پولیس والے حیران ہو گئے ہیں ہم بھی ان میں شامل ہیں۔"

"میں نے کیس حل کئے....." میں نے اچھنبے سے کہا۔

"او بھئی ایک بات سنو اس وردی کے نیچے ایک انسان ہے کیا کریں حالات ہمیں انسانوں سے الگ کر دیتے ہیں مگر تم ان ڈاکٹروں کو کیوں بھول جاتی ہو جو کسی مریض کا آپریشن کرتے ہیں اور وہ مرجاتا ہے اس آپریشن سے فارغ ہو کر وہ ڈاکٹر ایک شادی میں شریک ہوتے ہیں اور دوستوں کے ساتھ قہقہے لگاتے ہیں وہ ان کا روز کا معمول بن جاتا ہے بات یہ نہیں ہے کہ ہم کسی غمناک مسئلے سے متاثر نہیں ہوتے مگر متاثر ہونے سے کام کہاں بنتا ہے ہمیں ایسے مظلوم لوگ ملے ہیں جو چھ چھ قتل کرنے کے بعد مظلوم بن جاتے ہیں ان کے ساتھ تو سخت ہونا ہی پڑتا ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"مگر وردی کے نیچے ایک انسان ضرور ہوتا ہے شہریار ایک اچھا لڑکا ہے اس کی ترقی ہونی ہی چاہئے۔"

"کیا کر رہے ہیں آج کل.....؟"

"بس وہی سب کچھ" صاحب خان نے جواب دیا اور اس وقت شہریار دو سپاہیوں کے ساتھ اندر آگیا وہ کھانے پینے کی اشیاء اور پھل وغیرہ سنبھالے ہوئے تھے۔

"ارے یہ کیا ہے" میں نے چونک کر کہا۔

"رشوت نہیں ہے قسم لے لو اور تنخواہ میں سے منگوائے ہیں او شہریار بولو نا....."

"جی مس لبنیٰ' صاحب خاں نے کل تنخواہ کے پیسوں میں سے کچھ پیسے مجھے دیئے تھے" شہریار نے کہا۔

"مگر بھلے آدمی میں نے دس بجے ناشتہ کیا ہے میں بس چائے پیوں گی۔"

"سامان واپسی پر لائے ہونا شہریار.....؟" صاحب خان نے پوچھا۔

"وہ بس صاحب خان جو کچھ جسے واپس دیں گے وہ لے لے گا بلکہ خوشی سے لے لے

گا۔"

"کیا مطلب.....؟" صاحب خان نے کچھ نہ سمجھ کر کہا۔

"وہ بس صاحب خان جی' لوگ عجیب ہوگئے ہیں' سامان لے لیا ہم نے مگر جسے پیسے دیئے وہ حیرت سے ہمیں دیکھنے لگا پھر پریشان ہو کر بولا کہ صاحب جی کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معاف کر دو' کسی نے کچھ لیا ہی نہیں۔" شہریار نے کہا اور میرے حلق سے قہقہہ آزاد ہوگیا۔

"اس کو کہتے ہیں گھر کا بھیدی کل آ جائے گا اخبار میں یہ لطیفہ پڑھ لینا" صاحب خان نے کہا پھر بولا "قصور ہمارا نہیں ہے ماحول ہی خراب ہوگیا ہے ہم تو کسی فقیر کو بھی کچھ دینے کے لئے رکتے ہیں تو وہ ہم سے پہلے کچھ ریزگاری نکال کر ہمارے سامنے کر دیتا ہے اولکھ نہ دینا اخبار میں۔" صاحب خان نے چائے کے برتن اپنے سامنے سرکاتے ہوئے کہا۔

میں ہنستی رہی تھی چائے میں شہریار کو بھی شریک کیا گیا تھا پھر صاحب خان نے کہا "وہ ایک زمانہ تھا محکمہ پولیس ہوا کرتا تھا داروغہ جی ہوتے تھے جدھر نکل جاتے تھے سناٹا پھیل جاتا تھا۔ لوگ عزت کرتے تھے دعوتیں ہوتیں تھیں ہر نگاہ میں احترام ہوتا تھا وارداتیں ہوتی تھیں کھوجی سراغ لگاتے تھے چوریاں بھی ہوتی تھیں نقب زنی بھی ہوتی تھی چور اتنے شریف کہ اللہ' اللہ سر گھٹوا کر لنگوٹی باندھ کر بدن پر تیل مل کر گھروں میں گھستے تھے کہ کوئی پکڑے تو ہاتھ پھسل جائیں بال ہاتھ میں نہ آ جائیں۔ مقابلے کا بھلا کیا تصور کھڑکی سے بلی کودی چور بھاگا۔ کہتے تھے ناکہ چور کے پاؤں کتنے ایک یہ زمانہ ہے چور ڈاکو گھروں میں گھستے ہیں صاحب خانہ کو کہنا پڑتا ہے حضور جو کچھ ہے آپ کا ہے بصد شوق لے جایئے ممکن ہو تو جان بخشی کر دیجئے گا حلفیہ کہتے ہیں کہ منہ سے چوں نہ کریں گے پھر بھی کچھ امن ہے وارداتیں ہوتی ہیں سب کچھ سامنے آ جاتا ہے مگر اب یہاں بھی مغربی ماحول ہوتا جا رہا ہے جرم کرنے والے اولڈ اسٹائل سے نفرت کرنے لگے ہیں جدید ترین طریقہ جرائم دریافت کئے جا رہے ہیں اب اس بابو سلطان احمد کو دیکھ لو کیا پلان بنایا تھا کام دکھا گیا تھا مگر سسر کو یہ یاد نہ رہا تھا کہ فلم لمبی ہے اور کاٹ پیٹ کے باوجود تین گھنٹے سے زیادہ کی ہے یہ دور تمہارا ہے لبنیٰ بی بی۔ درحقیقت یہ دور تمہارا ہے تم ہی ان جدید مجرموں کو پکڑ سکتی ہو ہم اعتراف کرتے ہیں۔"

"شہریار کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"ذہین ہے' بیشک ذہین ہے تمہاری شاگردی میں رہے گا تو کچھ بن جائے گا۔ ہم نے تمہیں ایک خاص کام کے لئے تکلیف دی ہے۔"

"اوہ' فرمایئے....."

"بی بی' فیشن دیکھ رہی ہو۔ دولت کے کھیل جاری ہیں' ہر چیز یورپ اور امریکہ سے یہاں آگئی ہے ہم یہی سمجھے ہوئے تھے لیکن اب' اب صورت حال خراب نظر آ رہی ہے جرم بھی فیشن زدہ ہوتے جا رہے ہیں کیا تم ایک ایسی خاتون کی کچھ مدد کر سکتی ہو جو قتل کی جانے والی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں۔"

"جی.........!"

"جی.........وہ انشاء اللہ بہت جلد قتل ہو جائیں گی" صاحب خان نے کہا اور میں ہنس پڑی۔

"نام ہے لیڈی رمضان' ہوسکتا ہے کچھ عرصہ کے بعد ان کا تخلص بدل جائے فی الحال چونکہ غیر شادی شدہ ہیں اس لئے آخری شوہر کا نام ہی استعمال کر رہی ہیں اور لیڈی رمضان کہلاتی ہیں۔"

صاحب خان کا انداز گفتگو دلچسپ تھا میں دلچسپی سے اسے دیکھتی رہی وہ بولا "ان خاتون کو صرف دو شوق ہیں' بیوٹیشن پالتی ہیں اور شادیاں کرتی ہیں ہر شوہر کی یادگار کسی لڑکی یا لڑکے کی شکل میں اپنے پاس ضرور رکھ لیا کرتی ہیں شہر کے کئی بیوٹی پارلر ان کے کرم سے چل رہے ہیں۔ وہ ہونہار بچیوں کو وظیفہ دے کر حسن و جمال کی آرائش کی تعلیم کے لئے ملک سے باہر بھیج دیا کرتی ہیں بیوٹی پارلر کی انجمن کی صدر ہیں فیشن اور حسن و جمال کے سلسلے میں جتنا لٹریچر چھپتا ہے وہ ان کے پاس سے حاصل کیا جاسکتا ہے جدید ترین مشینری کے لئے وہ کثیر سرمایہ بطور خاص قرض دے دیا کرتی ہیں تاکہ ملک و ملت کا نام روشن رہے۔ میرا خیال ہے یہ تعارف کافی ہے۔"

"کافی سے بھی زیادہ ہے........." میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لیڈی رمضان کا خیال ہے کہ وہ بہت جلد قتل ہو جائیں گی۔"

"ہو جانا چاہئے" میں نے کہا۔

"او نہیں لیڈی بی بی شہر کے تمام سیاسی' سماجی' معاشرتی طبقے انہیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں اپنے ایس پی صاحب نے خصوصی حکم کے تحت ان کی ایف آئی آر لکھوائی ہے بدقسمتی سے ان کی کوٹھی اس تھانے کے علاقے میں ہے۔"

"ایس پی صاحب کی.........؟"

"نہیں' لیڈی رمضان کی........."

"گڈ.........!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"گڈ کہہ رہی ہو چچی کی مصیبت پر........." صاحب خان نے شکایتی انداز میں کہا۔

"پورا قصہ کیا ہے؟"

"بس لیڈی صاحبہ کو نیا شوق پیدا ہوا ہے کہتی ہیں انہیں قتل کر دیا جائے گا وہ شدید خطرے میں ہیں۔"

"ایف آئی آر لکھوائی ہے انہوں نے........."

"ہاں.........!"

"کون قتل کرنا چاہتا ہے انہیں؟"

"یہ پتہ ہوتا تو قاتل کا' میرا مطلب ہے ہونے والے قاتل کے پورے خاندان کو پھانسی نہ دلوا دیتا اب تک نگران کا کہنا ہے وہ انہیں فون پر قتل کی دھمکی دیتا ہے وہ باتھ روم میں ہوتی ہیں کہ کمرے میں گھنٹی بجتی ہے باہر آکر فون اٹھاتی ہیں تو آواز آتی ہے۔ لیڈی رمضان' وہ کہتی ہے کہ میں بول رہی ہوں تو قاتل میرا مطلب ہے ہونے والا قاتل کہتا ہے بہت جلد میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ وہ کلب میں ہوتی ہیں تو ملازم ادب سے ان کے سامنے کارڈلیس پیش کرتا ہے وہ فون ریسیو کرتی ہیں تو وہ کہتا ہے لیڈی رمضان بس کچھ وقت زندگی کے مزے لوٹ لو' بہت جلد......... بہت جلد میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ انہیں ڈاک سے ایک خوبصورت خوشبودار لفافہ موصول ہوتا ہے وہ اسے کھولتی ہیں تو اندر سے میچنگ کلر کے کاغذ کی سلپ پر ٹائپ ہوتا ہے۔ میں تمہیں ضرور قتل کر دوں گا ایسے ہی طریقے ہیں اس کے۔"

"دلچسپ" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"بات دراصل یہ ہے لیڈی بی بی کہ ہم ٹھہرے دیسی پولیس والے اور قاتل امپورٹڈ ہے اگر وہ مقامی باشندہ بھی ہے تو کم از کم قتل وغیرہ کرنے کی تربیت باہر ہی سے لے کر آیا ہے۔ اس لئے یہ کیس تمہارا ہے۔"

"میرا.........!" میں اچھل پڑی۔

"چلو شہریار کا سہی۔ ویسے بھی اس کی فائل ڈی آئی جی صاحب کے پاس ہے سلطان احمد کے کیس میں اس کی ذہانت کا فولاد مان لیا گیا ہے انسپکٹر تو یہ ہوا ہی ہوا' یہ دوسری بات ہے کہ اگر لیڈی رمضان قتل ہونے سے بچ جائے تو اسے سینئر انسپکٹر کا اعزاز دے دیا جائے اور تمہیں اپنا مستقبل ضرور عزیز ہوگا۔"

"ہم......... میں ذرا دفتر میں جھانک لوں سر.........!" شہریار نے جلدی سے کہا۔

"او بیٹھ جا بھائی۔ یہ اداکاری کسی اور کے سامنے کرنا اتنا معصوم نہیں ہے تو تمہیں معلوم ہے کل ہی یہ ایک بدمعاش کے ٹخنے توڑ چکا ہے میں نے اسے صرف لاتیں سہلانے کے لئے کہا تھا سرے کے دونوں ٹخنے نکال دیئے پہلوان کو بلوا کر ملوانے پڑ رہے ہیں تین دن کے بعد ریمانڈ کے لئے پیش کرنا ہے۔"

"وہ دوسرا مسئلہ تھا' میں بتا چکا ہوں" شہریار نے کہا۔

"کیا تھا.........؟" میں نے پوچھا۔

"بس میں اسے شعر سنا رہا تھا کمبخت نے ایک شعر کا تلفظ اتنا غلط کر دیا کہ مفہوم ہی بدل گیا مجھ سے شعر کی بے حرمتی برداشت نہیں ہو سکی۔"

"یہ عیاشیاں ہوتی ہیں تھانوں میں۔" میں نے کہا۔

"پولیس والا شاعر ہو تو کیا کرے۔ مشاعروں میں جانے کی فرصت کہاں ہوتی ہے اسے اور ہو تو کسے سنائے.........؟" شہریار نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آپ نے لیڈی رمضان کے لئے کیا کیا صاحب خاں صاحب....."

"کوٹھی پر دو کانسٹیبل بھیج دیئے ہیں اور کیا کروں.....؟"

"مجھے کیا کرنا ہے۔"

"اسے قتل ہونے سے بچالو ورنہ تینوں کا نقصان ہو جائے گا اور پھر اگر ایسا ہوگیا تو یقین کرو شہریار کے عیش ہو جائیں گے۔"

"میں اس سے مل سکتی ہوں.....؟"

"اخبار والوں کو کوئی روک سکتا ہے۔"

"بہتر ہے' لیڈی رمضان سے ملاقات کروں گی اور جو بھی صورت حال ہوئی آپ کو اطلاع دوں گی.....!"

شہریار مجھے کار تک پہنچانے آیا تھا اس نے پوچھا "لیڈی رمضان کا پتہ تو تم نے معلوم ہی نہیں کیا۔"

"اوہ ہاں بھول گئی تھی تمہیں معلوم ہے۔" شہریار نے مجھے وہ پتہ سمجھا دیا تھا میں نے کہا۔ "آج ہی اس سے ملوں گی ہوسکتا ہے' وہاں کچھ دیر ہو جائے تم گرین فاؤنٹین میں انتظار کرنا۔"

"قیامت تک....." شہریار نے سینے پر ہاتھ رکھ کر چہکتے ہوئے کہا۔

"بس بس..... یہ اداکاری رہنے ہو۔ آج تمہارے بہت سے جوہر کھلے ہیں کسی انسان کے ساتھ یہ سلوک کرنا چاہئے۔"

"خدا تمہیں ایسے انسانوں سے بچائے' اگر شعر کا تلفظ سن لیتی تو خود بھی اس کا یہی حال کرتیں دعوے سے کہتا ہوں۔" میں نے کار میں بیٹھ کر کار اسٹارٹ کر دی تھی ویسے لیڈی رمضان کا معاملہ مجھے کافی دلچسپ محسوس ہوا تھا صاحب خان نے مجھے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ بے حد دلچسپ تھا۔ دفتر پہنچ گئی ڈائریکٹری میں لیڈی رمضان کا نمبر دیکھا پتہ دیکھا اور پھر میں نے اس کے فون نمبر ڈائل کئے دوسری طرف سے ایک دلکش نسوانی آواز سنائی دی تھی۔

"لیڈی رمضان سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"آپ کون ہیں اور ان سے کیوں بات کرنا چاہتی ہیں؟"

میں نے اپنا تعارف کرایا تو وہی آواز سنائی دی "آپ کو ان سے کیا کام ہے .....؟"

"میں ان کا انٹرویو کرنا چاہتی ہوں' کیا آپ فون انہیں نہیں دے سکتیں.....؟"

"وہ براہ راست فون موصول نہیں کرتیں ایسا صرف چند روز سے ہوا ہے میں انہیں آپ کا پیغام دیتی ہوں اور آپ کو جواب سے آگاہ کئے دیتی ہوں آپ براہ کرم ہولڈ کریں۔"

کچھ دیر کے بعد وہی آواز سنائی دی۔

"آپ چار بجے شام تشریف لاسکتی ہیں۔" شام کو چار بجے میری کار لیڈی رمضان کی

خوبصورت کوٹھی کے پورچ میں رکی تھی صدر گیٹ پر میں نے دو پولیس والوں کو دیکھا تھا جنہوں نے مجھے بہت غور سے دیکھا تھا۔ پورچ سے کچھ فاصلے پر ایک انتہائی دلکش لڑکی کھڑی میری طرف دیکھ رہی تھی میں نے مسکرا کر ہیلو کیا تو وہ آگے بڑھ آئی۔

"آپ لیٹی غضنفر ہیں۔"

"جی ہاں..... اور آپ.....؟ فون پر آپ سے ہی میری بات ہوئی تھی" میں نے اس کی آواز پہچان کر کہا۔

"آپ کا خیال درست ہے آپ مجھے نوشین کہہ سکتی ہیں۔"

"کیا آپ لیڈی رمضان کی سیکرٹری ہیں۔"

"میں ان کی بیٹی ہوں۔" اس نے کہا اور پھر بولی۔ "آیئے ممی سوئمنگ کر رہی ہیں" میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی وسیع و عریض کوٹھی کے عقبی حصے میں سوئمنگ پول بنا ہوا تھا۔ کنارے پر سوئمنگ کاسٹیوم میں ایک انتہائی متناسب جسم کی خوب صورت عورت ایک آرام چیئر پر نیم دراز تھی۔ اس کے بال گہرے سیاہ تھے شفاف جسم پر ایک بھی شکن نہیں تھی چہرہ دلکش اور جھریوں سے بے نیاز تھا ہونٹوں کی تراش خوب صورت ترین تھی میرا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔ اس عورت کے ساتھ اگر زیادتی کی جاتی تو اسے تیس سال کا کہہ دیا جاتا ورنہ وہ اس سے بھی کم معلوم ہوتی تھی جبکہ یہ اکیس سالہ حسین لڑکی خود کو اس کی بیٹی بتاتی تھی۔

"اخباری نمائندہ" کرسی پر بیٹھی ہوئی عورت نے کہا۔

"جی مجھے لیڈی رمضان سے ملنا ہے" میں نے کہا۔

"میں ہی ہوں' پلیز بیٹھ جاؤ" اس نے دوسری کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا اور میں نے حیرانی کا مظاہرہ کیا۔

"آپ' آپ..... مگر یہ خاتون کہہ رہی تھی کہ یہ آپ کی بیٹی ہیں؟"

"میری جان میری آنکھوں کا نور" عورت نے لڑکی کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا پھر بولی "جان تم جاؤ کسی ملازم سے چائے کے لئے کہہ دینا۔" نوشین خاموشی سے چلی گئی وہ میری طرف دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولی "ایک جوان لڑکی اپنی ماں کو بڑھاپے کا زیادہ احساس دلاتی ہے۔"

"کوئی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا کہ آپ دونوں ماں بیٹیاں ہوسکتی ہیں وہ زیادہ سے زیادہ آپ کی چھوٹی بہن معلوم ہوتی ہے۔"

"اگر تم شرارت سے یہ الفاظ کہہ رہی ہو تو بری بات ہے وہ میرے تیسرے نمبر کی بیٹی ہے۔ دو لڑکیاں اس سے بڑی ہیں۔" لیڈی رمضان نے کہا اور مجھے صاحب خان کی کہی ہوئی ساری باتیں یاد آنے لگیں اگر وہ شہر کے بڑے بڑے بیوٹی پارلر کی کفالت کرتی ہے تو کیا غلط ہے۔ اس نے ان سے جوانی اور دلکشی حاصل کی ہے بلاشبہ وہ حسین خاتون تھیں.....

○---------☆---------○

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیڈی رمضان کو میری آنکھوں میں نظر آنے والی حیرت مزہ دے رہی تھی جس کا اظہار اس کے چہرے سے ہو رہا تھا حیرت تو مجھے تھی لیکن اس قدر بھی نہیں کہ میں سکتے میں رہ جاتی البتہ اس کیفیت کا اظہار ضروری تھا کیونکہ میں لیڈی رمضان کے بارے میں اندازہ لگا چکی تھی۔

"میرا خیال ہے لیڈی صاحبہ اس سے قبل بھی آپ کے بہت سے انٹرویو ہو چکے ہونگے آپ جیسی شخصیتوں کے بارے میں تو جتنا کچھ لکھا جائے کم ہے۔"

"اب ایسا بھی نہیں۔ کچھ میگزین میرے انٹرویو چھاپ چکے ہیں لیکن مجھے کچھ اچھے نہیں لگے بس یوں سمجھ لو میں ان سے مطمئن نہیں ہوئی۔ وہ تحریریں معیاری نہیں تھیں کسی کے بارے میں کچھ لکھا جائے تو وہ صرف اپنی سوچ کے مطابق نہیں ہونا چاہئے اس میں کم از کم اس کا نقطہ نگاہ آنا ضروری ہے۔ لوگوں نے میرے بارے میں لکھا مگر صرف وہ عام باتیں جو کسی فلمی اداکارہ کے بارے میں بھی لکھی جاسکتی ہیں اور کسی سیاسی لیڈر کے بارے میں بھی یہ شخصیت کا ایک مزاج ہوتا ہے۔ کیا پیتے ہو کیوں پیتے ہو یہی تو سب کچھ نہیں ہے۔"

"بیشک۔" میں نے تائید کی۔

"تم میرے بارے میں کیا لکھنا چاہتی ہو؟"

"وہ جو کسی نے نہیں لکھا۔"

"گڈ' میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ تم جو کچھ چھاپو مجھے ضرور دکھا لینا بلکہ میری تو یہ خواہش ہے کہ تم اس انٹرویو میں جلد بازی نہ کرو۔ انسان مختلف اوقات میں مختلف احساسات کا شکار ہوتا ہے میری خواہش ہے کہ تم میرا انٹرویو مختلف اوقات میں لو تاکہ میں تمہیں اپنے بارے میں وہ سب کچھ بھی بتاؤں جو دوسرے نہیں جانتے۔"

"یہ تو میری خوش قسمتی ہوگی لیڈی صاحبہ۔"

"یہ خیال مجھے اچانک آیا ہے اور میں یہی چاہتی ہوں کہ یہ یادگار انٹرویو ہو۔ تمہیں وقت تو مل جاتا ہوگا۔"

"کیوں نہیں لیکن بس آپ کے قیمتی وقت کا احساس؟"

"تمہارے لئے میں وقت ضرور دیا کرونگی بلکہ ہم ایک طریق کار رکھیں گے۔"

"جی ضرور.....وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ ہم ہر بار ایک شعبہ مقرر کرلیا کریں گے اور میں تمہیں صرف اس کے بارے میں بتایا کرونگی بیشک یہ طویل ہوگا لیکن تم اسے ضرورت کے مطابق مختصر کرلینا البتہ میں اس طرح اپنا نقطہ نگاہ اچھی طرح واضح کرسکوں گی۔"

"نہایت عمدہ تجویز ہے" میں نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"اور سنو' تمہارے اخبار کو یا تمہیں کسی قسم کی کوئی الجھن ہو ضرور بتا دینا۔ میں جو کچھ بھی کرسکتی ہوں ضرور کرونگی ہم یوں کیا کریں گے کہ ایک ملاقات کے بعد دوسری ملاقات کے

لئے وقت طے کرلیا کریں گے۔"

"آپ نے مجھے جو عزت بخشی ہے اس کا شکریہ ادا کرنا مشکل ہے" میں نے کہا اسی وقت ایک ملازمہ چائے کی ٹرالی دھکیلتی ہوئی وہاں پہنچ گئی۔ اس نے بڑی نفاست سے چائے بنا کر مجھے پیش کی اور میں نے اسے قبول کرتے ہوئے کہا۔

"لیڈی صاحبہ آپ....."

"مجھے کچھ دیر انتظار کرنا ہوگا لکی جونیئر آتا ہی ہوگا اور دیکھو وہ آگیا۔" لیڈی رمضان نے گیٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میں نے شوخ نیلے رنگ کی ایک قیمتی اسپورٹس کار اندر آتے ہوئے دیکھی جو پورچ کے بجائے اسی حصے میں آکر رکی تھی اس سے ایک خوبصورت لباس میں ملبوس ایک نوجوان نیچے اترا بلاشبہ وہ مردانہ حسن کا شاہکار تھا عمر بھی زیادہ نہیں تھی میں نے کچھ کہنا چاہا غالباً میں اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ کیا وہ اس کا بیٹا ہے لیکن پھر رک گئی۔ بعض اوقات ایسے اندازے سے قائم کئے ہوئے رشتے بڑے خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔

"ہائے لکی" لیڈی رمضان نے پرجوش انداز سے ہاتھ ہلایا۔

"ہائے ینگ لیڈی..... یہ کون ہیں؟" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"پہلے ایک اخباری رپورٹر تھیں اب میری دوست ہیں؟"

"ہیلو کونسا اخبار ہے آپ کا" میں نے اخبار کا نام بتایا تو وہ بولا "بہت بڑا اخبار ہے آپ کا نام؟"

"لیلیٰ غضنفر۔"

"اوہ یہ تو بہت مشہور خاتون ہیں۔"

"تمہارے خیال میں میری دوست کوئی غیر معروف نہیں ہوسکتی ہے" لیڈی رمضان نے ہنستے ہوئے کہا پھر بولی "یہ لکی جونیئر ہیں تمہیں بتا چکی ہوں اب تم یوں کرو ڈارلنگ کہ پہلے میری کوٹھی دیکھ لو نوشین تمہاری مدد کرے گی آج یہی کام کرو ہماری دوسری ملاقات پرسوں اس وقت..... او کے۔"

"او کے لیڈی رمضان.....؟" میں نے چائے کا آخری گھونٹ لے کر پیالی رکھتے ہوئے کہا۔ سب کچھ میری پسند کے مطابق ہو رہا تھا اس کا انٹرویو کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ میں تو اس متوقع مقتولہ کو قریب سے دیکھنا چاہتی تھی جس کے بارے میں صاحب خان نے مجھے دلچسپ انداز میں بتایا تھا اور یہ بات میں نے دل سے تسلیم کی تھی کہ صاحب خان نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہ تھا۔

"تم اطمینان سے اندر چلی جاؤ جس سے دل چاہے ملو نوشین کو بتا دینا کہ میں نے کیا کہا ہے" لیڈی رمضان نے کہا۔

"او کے تھینکس۔" میں نے کہا اور آہستہ آہستہ وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ ابھی میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوٹھی کے دروازے سے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ نوشین مجھے نظر آگئی اس نے سپاٹ انداز میں مجھے دیکھا تو میں نے مسکراتے ہوئے اسے تفصیل بتائی۔

"تو تم یہ کوٹھی دیکھنا چاہتی ہو" اس نے عجیب انداز میں کہا۔

"اگر آپ پسند کریں تو" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اس سے پہلے تم نے کسی بے پناہ دولت مند شخص کا گھر نہیں دیکھا۔ اگر دیکھا ہے تو بس یوں سمجھ لو کہ یہ کوٹھی ایسے پانچ گھروں پر مشتمل ہے۔"

"میں سمجھی نہیں مس نوشین؟"

"پانچ دولت مند انسانوں کی دولت پر قبضہ جما کر ایک گھر جس طرح سجایا جاسکتا ہے یہ کوٹھی اسی طرح سجی ہوئی ہے تم اس کے بہترین اور قیمتی سامان آرائش دنیا کے مختلف ممالک کے قیمتی لوازمات دیکھنا چاہتی ہو تو ضرور دیکھو" نوشین کا لہجہ عجیب تھا میں دنگ رہ گئی اس کے لہجے میں بغاوت تھی' غصہ تھا' میں نے اچنبھے سے کہا۔

"میں سمجھی نہیں مس نوشین۔"

"تو میں کیا کروں؟" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا پھر بولی "آؤ....." میں اس کے ساتھ چل پڑی اس نے سب سے پہلے ڈرائنگ روم کھولا تھا۔ "یہ ڈرائنگ روم ہے۔"

"ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں" میں نے سوال کیا۔

"کوٹھی نہیں دیکھو گی؟"

"آپ سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ مجھے گہری نظروں سے دیکھنے لگی پھر بولی۔

"اور پھر یہ ساری باتیں لیڈی صاحبہ کو بتا کر ان کا التفات حاصل کرو گی کیوں" وہ بے اختیار مسکرا پڑی پھر بولی۔ "تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا وہ ہم سے ناواقف نہیں ہیں۔"

"میرا خیال ہے آپ میری ہم عمر ہیں اور دوست راز دار ہوتے ہیں راز شکن نہیں بشرطیکہ آپ تسلیم کریں۔"

"نہ جانے کیوں' اب بہت سی اچھی باتیں بھی مجھے اچھی نہیں لگتیں۔ براہ کرم بیٹھو" وہ خود بھی صوفے پر بیٹھ گئی۔

"آپ کچھ بیزار بیزار سی ہیں؟" میں نے کہا۔

"ہم ایسی جہاندیدہ ماں کی بیٹیاں ہیں جو لوگوں کے سارے ہتھکنڈوں سے واقف ہے جو دنیا کو اتنا جانتی ہے جتنا کوئی نہیں جانتا اور یہ ساری واقفیت وہ اس لئے حاصل کر رہی ہے کہ ہمارے مستقبل میں ہمارے کام آئے ابھی ایسے بیشتر پہلو باقی ہیں جن سے وہ واقف نہیں ہوئی ہے جب اس کے تجربات مکمل ہو جائیں گے تو وہ سارے تجربات ہمارے ذہن میں انڈیل دے گی اور پھر ہمیں آزاد کر دے گی یہی کہنا ہے اس کا۔" میں حیران نگاہوں سے نوشین کو دیکھتی

رہی پھر میں نے کہا۔

"معاف کیجئے مس نوشین' آپ اپنے ماحول سے کافی بیزار ہیں۔ ویسے لیڈی صاحبہ کا لہجہ تو آپ کے بارے میں بہت میٹھا تھا۔"

"وہ اس کائنات کی سب سے عظیم ماں ہیں اولاد کی مزاج شناس ہیں' جانتی ہیں کہ بچوں کو میٹھا بہت پسند ہوتا ہے۔"

"معاف کیجئے مس نوشین کیا ان کا رویہ آپ سے اچھا نہیں ہے؟"

"بہت اعلیٰ..... اگر میں ان سے ایک جہاز کی فرمائش کروں تو وہ انکار نہیں کریں گی مگر جہاز.....!"

"آپ نے ایک انوکھی بات کہی تھی؟"

"کیا؟"

"آپ نے پانچ دولت مند انسانوں کی دولت کا تذکرہ کیا تھا؟"

"یونس جمال' مسز جمال کے پہلے شوہر تھے جو تقریباً ایک کروڑ کی جائیداد اور ایک بیٹی اپنی بیوی کو دے کر اس ملک کو چھوڑ بھاگے اور جنوبی افریقہ جا کر مر گئے' مسٹر اعجاز صدیقی نے البتہ اولاد نہ چھوڑی باقی سب کچھ چھوڑ دیا اور مسز اعجاز کو طلاق دے کر فرار ہوگئے۔ اس کے بعد قرعہ فال مسٹر زاہدی کے نام نکلا۔ مسٹر زاہدی سے انہوں نے ایک بیٹی اور ایک فلور مل ایک فیکٹری وصول کی مگر انہیں بھاگنے نہ دیا وہ خون تھوکتے ہوئے ایک شاندار ہسپتال کے بہت شاندار کمرے میں مر گئے۔ ان کا یہاں مرجانا مسز جنید کو بہت پسند آیا اور آئندہ انہوں نے اپنے نئے شوہروں کے بارے میں یہی طریقہ زیادہ مناسب سمجھا چنانچہ جنید صاحب کو بھی یہیں مرنا پڑا۔ اور ان کی موت کے بعد مسز جنید نے ایک طویل عرصہ توقف کیا اور دوسرے کاموں میں مصروف ہوگئیں اس دوران وہ نئے اسلحے سے لیس ہونے کے لئے ممالک غیر کے چکر لگاتی رہیں نہ جانے کیا کیا کرتی رہیں وہ۔ رمضان صاحب کو وہ کہیں باہر سے لائی تھیں بے چارے کسی اور ملک میں کام کرتے تھے نہ جانے کیا کرتے تھے لیکن انہوں نے پی کا دیس اپنا لیا اور اپنا سب کچھ انہیں دے کر چل بسے۔ کیسی کہانی ہے کچھ مزا آیا سچ بتانا اس کوٹھی میں سجی ہوئی بے جان چیزوں کو دیکھ کر یہ لطف آتا تمہیں؟" اس کی زہریلی مسکراہٹ ابھری۔

میں ششدر رہ گئی۔ وہ آگ اگل رہی تھی الفاظ شعلے تھے جو اس کے دل سے نکل رہے تھے آتش فشاں تھی وہ جس کا لاوا دہانے کے پاس کھول رہا تھا میں کچھ بھی نہ بول سکی۔ اس نے پوچھا۔ "چائے پیو گی میرے ساتھ؟"

"ابھی لیڈی رمضان کے ساتھ پی ہے۔"

"جھوٹ بول رہی ہو۔" اس نے ترکی بہ ترکی کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" میں برا مانے بغیر بولی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا انہوں نے تمہارے ساتھ چائے پی تھی؟"

"اوہ میرا مطلب ہے۔"

"خبر چھوڑ وانٹرویو ہوگیا؟"

"مکمل نہیں۔ جاری رہے گا" میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

"کیوں۔ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"نہیں میں سوچ رہی ہوں کہ تم بھی کافی چالاک معلوم ہوتی ہو۔"

"وہ کیسے۔"

"تم نے شکار بھانپ لیا ہے ممی کی من پسند ہو یہ شہر تمہارا ہے جو چاہوگی کرسکوگی جو چاہوگی پاسکوگی۔"

"اچھا مشورہ ہے شکریہ۔ ویسے ایک بات پوچھوں مس نوشین؟"

"ضرور جان عزیز" اس کا موڈ خوشگوار ہوتا جا رہا تھا۔

"میں لیڈی رمضان سے ملتی رہوں گی شاید آپ کو اس کا اندازہ نہیں تھا" اس نے قہقہہ لگایا اور بولی۔

"تمہارا مطلب ہے کہ مجھے اتنا نہیں کھلنا چاہئے تھا چلو بتائے دیتی ہوں کیا یاد کروگی میں نے تمہیں جو کچھ بتایا ہے وہ آدھا شہر جانتا ہے ممی کے سارے ملنے جلنے والے جانتے ہیں تم نے اگر اسے مجھ سے منسوب کر کے کہا تو نقصان تمہارا ہوگا۔ ممی تمہیں کان سے پکڑ کر نکال دیں گے اس الزام میں کہ تم ان کی اور ان کی بیٹیوں کے درمیان تفرقہ ڈالنا چاہتی ہو۔ دراصل ہمارے تعلقات بہت مضبوط ہیں ممی اپنی بیٹیوں کے تعاون سے ہی جی رہی ہیں۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی؟"

"اس سلسلے میں مزید کچھ نہیں بتایا جاسکتا۔"

"اوہ گڈ ایک اور سوال کرلوں"

"ایک ہزار' میرے پاس کافی وقت ہے" اس نے کہا۔

"آپ کی باقی دو بہنوں کے کیا نام ہیں؟"

"افشین اور نایاب؟"

"آپ تینوں سگی بہنیں ہیں؟"

"ماں کی طرف سے"

"وہ تو ظاہر ہے۔ لیکن میرا مطلب تھا۔"

"نایاب' نایاب جمال ہے' افشین ' افشین زاہدی ہے اور میں نوشین جنید ہوں بات سمجھ میں آگئی"

"ہاں۔ آپ تینوں بہنوں کے درمیان خوشگوار تعلقات ہیں؟"

"ہم تینوں ایک پنجرے کے قیدی ہیں۔ کیا سمجھیں۔"

"جاؤں؟ میں نے اچانک سوال کیا۔

"میری مہمان تو نہیں ہو' تمہاری مرضی ہے۔"

"چلتے چلتے ایک سوال اور کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

"ہائے تو کرڈالو شرما کیوں رہی ہو۔" اس نے دانت کٹکٹاتے ہوئے کہا اور مسکرا دی۔

"یہ لکی جونیئر کون ہے؟"

"شاید۔ شاید ہمارا ہونے والا نیا باپ" اس نے کہا اور مجھے چکر آگیا۔ اس کے بعد میں وہاں نہ رک سکی تھی۔ میرا ذہن جھنجلا رہا تھا۔ لیڈی رمضان ایک ہولناک عورت تھی جو اس کے بارے میں سنا تھا وہ ناقابل یقین تھا لیکن اسے دیکھ کر یقین آ جاتا تھا۔ لیکن یہ خوبصورت نقوش کی مالک لڑکی جو اس کی بیٹی تھی ہولناک ترین تھی جو کچھ اس کے سینے میں تھا اس کے بارے میں سوچ کر ہی چکر آنے لگتے تھے یہ لاوا اگر بہہ نکلا تو کیا ہوگا؟

اس کا اندازہ نوشین کے الفاظ سے ہو جاتا تھا۔ چھ بج چکے تھے سات بجے گرین فاؤنٹین پہنچنا تھا میں سیدھی اسی طرف چل پڑی شہریار سات بجے آئے گا اتنی دیر آرام سے سوچنے کے لئے مل جائے گی۔ گرین فاؤنٹین میں اپنی مخصوص میز پر بیٹھنے کے بعد میرا ذہن اسی طرف منتقل ہوگیا کچھ نہیں ہوا تھا کوئی اہم بات نہیں تھی لیکن یوں لگتا تھا جیسے بہت کچھ ہوا ہو۔ اس بہت کچھ نے دماغ کے سارے پرزے ہلا کر رکھ دیئے تھے۔ لیڈی رمضان اس لئے لیڈی رمضان کہلاتی تھی کہ ابھی تک اس نے نئی شادی نہیں کی تھی ورنہ وہ کسی اور نام سے منسوب ہوتی مگر وہ ہے کیا؟ بلاشبہ ایک پراسرار عورت اس کا حسن' اس کی جوانی عمر کے اندازے سے سخت حیرتناک ہے کم بخت آنکھوں سے بھی عمر کا صحیح اندازہ نہیں ہو پاتا۔ سب کچھ مصنوعی ہوسکتا ہے مگر آنکھیں تبدیل کرنا ناممکن ہے۔ ان کے لئے کوئی میک اپ ایجاد نہیں ہوا۔ مگر میں نے اپنے خیال کی فوراً تردید کرلی کنٹیکٹ لینس یہ مشکل حل کرسکتے ہیں۔ ان تمام باتوں پر لعنت بھیجی جائے اصل معاملہ بھی کتنا حیرتناک ہے اس نے پانچ شادیاں کیں دو شوہر فرار ہوگئے تین مرگئے۔ آخر کیسے؟ کیا ان کی موت کی چھان بین نہیں ہوئی؟ کیا وہ طبعی موت مرے اور کیا ان کی موت صرف اتفاق ہے ایک بار بھی شبہ لیڈی رمضان پر نہیں کیا گیا۔ حالانکہ بات پراسرار تھی۔ اسے ان تمام شوہروں کی دولت اور جائیدادیں ملی تھیں اور اس نے نئی شادی ہمیشہ کسی دولت مند شخص سے کی تھی۔ کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اس بات کی تحقیق کرسکتا وہ ان شوہروں کی قاتل بھی تو ہوسکتی تھی۔ بہت سی باتیں تھیں جو الجھی ہوئی تھیں ان کے لئے معلومات حاصل ہونا ضروری تھا۔ اور اب ..... اب اسے خود اپنے قتل کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔

میں گردن جھکائے سوچتی رہی۔ پھر اس وقت چونکی جب شہریار کی حیرت میں ڈوبی آواز سنائی دی۔ "کیا ایسا ممکن ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہیلو۔" میں نے اس کا خیرمقدم کیا۔

"مجھے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن ایسا ضرور ہوگا۔" وہ کرسی پر بیٹھ کر بولا۔

"کیسا.....؟"

"شعر میں جواب دوں یا نثر میں.....؟"

"نثر میں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بس وہ میرا مطلب ہے کہ اب سب ٹھیک ہے۔ دونوں طرف آگ برابر ہوگئی ہے۔ کتنی دیر ہوگئی؟"

"ایک گھنٹہ۔"

"پچھلی رات مجھے خواب میں دیکھا ہوگا فون کیوں نہ کرلیا۔"

"میں نے سوچا کہ کہیں تم بھی پریشان نہ ہو جاؤ۔" میں نے شرارت سے کہا۔

"کیا مطلب۔" شہریار بولا۔

"بس کچھ ایسا ہی خواب تھا۔ میں نے دیکھا کہ تم زنانہ لباس پہن کر مجمع میں رقص کر رہے ہو۔ اور ایسی بھونڈی حرکتیں کر رہے ہو کہ..... کہ..... کیا بتاؤ۔" میں نے کہا اور شہریار کے دونوں گال پھول گئے پھر اس نے غرا کر کہا۔

"چائے منگواؤ۔" اور میں نے ہنسی روک کر ویٹر کو اشارہ کر دیا۔ وہ دیر تک بیٹھا منہ پھلائے رہا پھر بولا "اب میرے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے۔"

"خواب تھا میں کیا کروں۔" میرا قہقہہ نکل گیا۔

"آئندہ ایسا خواب نہ دیکھا جائے۔ لاحول ولاقوۃ۔ عجیب آئیڈیا ہے۔" وہ جھینپ کر بولا اور میں ہنستی رہی۔ پھر ہم نے چائے کے دو کپ پیے اور میں نے کہا۔

"شہریار۔ میرا دماغ بری طرح جھنجھنا رہا ہے۔"

"ارے بس رہنے دو' میں جانتا ہوں یہ بکواس ہے۔"

"میں خواب کی بات نہیں کر رہی۔"

"پھر.....؟"

"آج میں لیڈی رمضان سے ملی تھی اور وہاں جو واقعات پیش آئے انہوں نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ ویسے ایک بات بتاؤ' تم لیڈی رمضان کے بارے میں کچھ جانتے ہو یا یونہی بس سرسری طور پر واقفیت ہے۔"

"نہیں۔ صاحب خان نے تم سے ملاقات کے لئے مجھ سے طویل مشورہ کیا تھا اس دوران اس نے لیڈی رمضان کے بارے میں کچھ تفصیلات بتائی تھیں۔ آج بھی کافی دیر تک صاحب خان مجھے اس کے بارے میں بتاتا رہا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم سے کچھ باتوں کی تصدیق ہو سکتی ہے۔"

"مثلاً؟"

"تمہیں علم ہے کہ وہ پانچ شادیاں کر چکی ہے جن میں صرف ایک شوہر زندہ بچا ہے ورنہ باقی چار۔"

"ایک نہیں دو۔ ہاں تم یہ کہہ سکتی ہو کہ اس سے بچ کر نکل جانے والوں میں دو تھے مگر دوسرا بھی انتقال کر چکا ہے۔" شہریار نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تمہیں خاصی معلومات حاصل ہیں۔ کیا متوفیان کی موت کبھی مشکوک نہیں قرار دی گئی حالانکہ اس کے امکانات ہیں یعنی ان میں سے ہر ایک دولت مند تھا اور اس کی دولت لیڈی رمضان کو ہی ملی۔ اول تو اس کا دولت مندوں سے شادی کرنا پھر ان دولت مندوں کا مر جانا اور دولت کا لیڈی رمضان کو منتقل ہو جانا۔ یہ بات بذات خود سنسنی خیز ہے کبھی اس پر غور نہیں کیا گیا؟"

"میرے خیال میں ضرور کیا گیا ہوگا کیونکہ وہ سارے دولت مند لاوارث نہ ہوں گے۔"

"کچھ ثابت نہ ہو سکا ہوگا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ظاہر ہے۔ اگر ہو جاتا تو کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ویسے میں پھر یہی کہوں گا کہ بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں جن کا کبھی سراغ نہیں ملتا۔ اگر تم جب بھی اس چکر میں پڑیں تو میرے خیال میں تم سے تعاون نہیں ہوگا بلکہ نقصانات کے زیادہ امکانات ہیں۔"

"سارے ٹھیکے میرے پاس تو نہیں ہیں ہزاروں سوچنے والے ہیں جب وہ نہیں سوچتے تو میں ہی کیوں سوچوں حالانکہ ایک بات میں دعوے سے کہتی ہوں کہ اگر گہرائیوں میں اترا جائے تو کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا۔"

"نہ اترنا خدا کے لئے نہ اترنا۔ ورنہ مشکل ہو جائے گی۔"

"اس کا یہ نیا ڈرامہ کیا ہے' اچھا ایک بات بتاؤ کیا اس نے اس سے پہلے کبھی یہ خدشہ ظاہر کیا ہے۔"

"نہیں!"

"پورے وثوق سے کہہ رہے ہو۔"

"ہاں۔ دراصل اتفاق سے یہ سوال میں نے صاحب خان سے پوچھا اس نے کہا کہ وہ پہلی بار قتل ہو رہی ہے۔"

"اس کی اولادوں کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔"

"تین بیٹیاں ہیں اس کی۔"

"اور ان میں سے کوئی بھی اسے قتل کر سکتی ہے۔ بلکہ علی الاعلان کر سکتی ہے۔"

"کاش ایسا ہو جائے بہت سے جھگڑے ختم ہو جائیں گے بلاوجہ کی پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔ ویسے تم یہ بات کیسے کہہ رہی ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اس لئے کہ اس کی ایک بیٹی سے میری تفصیلی بات چیت ہوئی ہے وہ جوالا مکھی ہے یقین کرو بڑا لاوا کھول رہا ہے اس کے اندر۔"

"ارے بس چھوڑو۔ اپنی باتیں کریں' منہ نہ کھلواؤ تو اچھا ہے ایسے کردار جگہ جگہ بکھرے نظر آئیں گے تلاش کرنے کی ضرورت بھی نہیں پیش آئے گی۔ معاشرہ اب جدید رنگوں میں رنگ گیا ہے اور یہ رنگ ان تمام رنگوں سے بالکل الگ ہیں جن کے نام سامنے ہیں۔ ان رنگوں کو نام دینا بھی مشکل ہے۔" شہریار تلخ لہجے میں بولا۔

"صاحب خان اس ایف آئی آر کے بارے میں سنجیدہ ہے؟"

"ہم لوگ ہر اس ایف آئی آر کے بارے میں سنجیدہ ہوتے ہیں جس کے لئے "اوپر" سے کوئی فون آجائے۔"

"صاحب خان اس کے لئے کیا کر رہا ہے؟"

"ٹھنڈی آہیں بھر رہا ہے ان سچی رپورٹوں کو یاد کر رہا ہے جو اس نے درج نہیں کی تھیں۔ اس کا خیال ہے کہ ان میں سے کسی کی بد دعا لگی ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ دن میں ایک بار ضرور لیڈی رمضان کی خبر گیری کرے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے وہ قتل ہو جائے گی۔"

"یہ کوئی علامتی قتل تو ہو سکتا ہے ورنہ وہ صرف قاتلہ ہے یہی ایک بات اگر تم مان لو تو تمہارا شکر گزار ہوں گا۔"

"کیا؟"

"تم اس کے مرحوم شوہروں کے بارے میں تحقیق نہ شروع کر دینا ہاں اسے اس کے قاتلوں سے بچانا تمہارا فرض ہے۔"

"قاسم روکرز کا نام سنا ہے کبھی؟"

"ہاں شاید اس کے سائن لگے دیکھے ہیں سڑکوں پر۔"

"آدھا ملک اس نے بنایا ہے۔ تمام ندی نالے اس نے پاٹے ہیں بڑے پل وغیرہ کا ٹھیکہ اسے ہی ملتا ہے۔ صاحبزادے کا نام عاصم ہے۔ باپ کے اکلوتے ہیں اور ابا حضور لمبے سفر پر جا چکے ہیں۔"

"اوہ۔ بے حد دولت مند ہو گا!" میں نے کہا۔

"اور لیڈی رمضان کے ساتھ دیکھا جا رہا ہے۔" شہریار نے کہا۔

"کمال ہے اتنا کچھ علم میں ہونے کے باوجود' کاش اس کا باپ زندہ ہوتا اور اسے لیڈی رمضان سے ملنے سے روکتا۔ ویسے کسی کو اس دولت مند لڑکے کی فکر نہیں ہے؟"

"دولت آجانا دوسری بات ہے مس لبنیٰ اور اسے استعمال کرنا الگ بات۔ کسی کو کسی کی دولت سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے جب تک وہ اس کے کام نہ آئے۔ قاسم روکرز صرف متعلقہ

لوگوں کا دوست تھا اور اس نے ٹھیکوں کے حصول کا معقول بندوبست کر رکھا تھا لیکن زندگی کے دوسرے شعبے بھی تو ہوتے ہیں اس نے ادھر توجہ نہیں دی تو دوسروں کو کیا پڑی ہے۔"

"خدا کی پناہ' کتنی کڑواہٹیں ہیں۔" میں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور شہریار ہنسنے لگا۔ پھر میں نے ایک مضمون تیار کیا اور اس کی نوک پلک سنوار کر ہی تیسرے دن لیڈی رمضان کے ہاں جا پہنچی مجھے وہی چار بجے کا وقت ملا تھا اور لیڈی رمضان اپنے خوبصورت سوئمنگ پول پر ہی تھی۔ پہلے سے زیادہ دلکش' پہلے سے زیادہ حسین۔

"پانی میری زندگی ہے بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ تیراکی اور گھڑ سواری سے بہترین ورزش اور کوئی نہیں ہے لیکن لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ حالانکہ پانی ہر جگہ موجود ہے اس کے لئے سوئمنگ پول ضروری نہیں ہے لکی تمہاری بہت تعریفیں کر رہا تھا تم تو بہت بڑے آدمی کی بیٹی ہو مگر تم نے اپنا اخبار کیوں نہیں نکالا۔"

"تجربہ حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"میرے اشتراک سے اخبار نکال لو۔ بہترین شعبہ ہے پروقار اور پراثر۔ کوئی مشکل پیش نہ آئے گی تمہیں۔"

"نہایت خوشی کے ساتھ' اب دیکھئے نا یہ فائدہ ہوا ہے مجھے۔ اس طرح آپ تک براہ راست رسائی حاصل ہو گئی۔ ورنہ اتنی فرصت کہاں ہوتی۔ میں آپ کے اشتراک سے اخبار ضرور نکالوں گی۔"

"ہاں بشرطیکہ میں زندہ رہ جاؤں۔"

"نہیں لیڈی صاحبہ۔ آپ کی صحت قابل رشک ہے آپ شاندار ہیں یہ مایوس کن خیال آپ کے ذہن میں کیسے آیا؟"

"چھوڑو' کوٹھی دیکھی میری۔"

"کافی حد تک۔ اور جو دیکھا اس کے بارے میں کچھ لکھا بھی ہے۔"

"مجھے دکھاؤ' اسی لئے میں نے پوچھا ہے۔" لیڈی رمضان نے دلچسپی سے کہا اور میں نے وہ توصیفی مضمون اس کے سامنے کر دیا۔ لیڈی رمضان اسے پڑھنے لگی تھی پھر اس نے کہا "بے حد خوبصورت ہے مگر تم نے خصوصی طور پر کسی چیز کا تذکرہ نہیں کیا حالانکہ یہاں ایسی ایسی نایاب تاریخی چیزیں ہیں جن کے بارے میں سن کر تم حیران رہ جاؤ گی۔ میرے خیال میں تمہارا قصور نہیں ہے تمہیں ان کے بارے میں بتایا ہی نہ گیا ہو گا۔" میں نے دل ہی دل میں ہنستے ہوئے سوچا کہ محترمہ میں نے انہیں دیکھا ہی کب ہے۔ تاہم میں نے کہا۔

"دراصل انٹرویو کا ایک مزاج بھی ہوتا ہے۔ اور پھر اسے بہت طویل نہیں کیا جا سکتا ہے۔"

"مس لبنیٰ ایک خیال اچانک میرے ذہن میں آیا ہے کیا تم اس سلسلے میں مجھ سے تعاون

کرو گی۔"

"ضرور فرمایئے؟"

"نہ جانے کیوں ان دنوں مجھ پر مایوسی کا دورہ پڑا ہے۔ میں نے تم سے اپنی زندگی کے بارے میں بات کی تھی نا؟"

"جی۔"

"مجھے اپنی موت کا خدشہ ہے۔"

"کوئی نفسیاتی گرہ؟" میں نے سوال کیا۔

"ہرگز نہیں' ایک بات بتا دوں' جو لوگ نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں ان کے چہرے کبھی شگفتہ نہیں ہوتے۔"

"بالکل درست۔"

"کسی نے مجھے ہراساں کرنے کا کھیل شروع کیا ہے میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں لیکن ہر نئی بات ذہن پر اثر انداز تو ہوتی ہے کچھ دوستوں سے تذکرہ کیا تو انہوں نے ازراہ ہمدردی اپنے اپنے خدشات کا اظہار بھی کیا بلکہ مجھے زبردستی پولیس اسٹیشن تک بھی پہنچا دیا گیا اور اس نامعلوم شخصیت کے خلاف رپورٹ لکھوا دی۔ بہرحال خوف نام کی کوئی شے میرے ذہن میں نہیں ہے لیکن میں متاثر ضرور ہوں ممکن ہے یہ صرف دھمکی نہ ہو میرے بہت سے دشمن بھی ہوں گے اس سے پہلے کہ میرے دشمن مجھے قتل کر دیں تم میری زندگی کی کہانی لکھ دو۔ شاید اسے سوانح عمری کہتے ہیں۔ اپنے اخبار کے لئے تم جس طرح چاہو میرا انٹرویو کرو لیکن میری سوانح تم میرے لئے لکھو میں اپنے ماضی اور اپنے حال پر ایک نگاہ ڈالنا چاہتی ہوں اور' اور ممکن ہے میں قتل کر دی جاؤں ممکن ہے میری سوانح میں میرا قاتل نظر آ جائے۔"

میں خاموشی سے لیڈی رمضان کو دیکھتی رہی۔ وہ درحقیقت ایک سربستہ راز تھی اور یہ راز اگر کھل جائے تو یقیناً باعث دلچسپ ہوگا ممکن ہے اس میں اس کے مرحوم شوہروں کی موت کا راز بھی چھپا ہوا ہو۔ یہ ایک سنسنی خیز پیشکش تھی۔

"میں تیار ہوں لیڈی صاحبہ۔" میں نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

"تم چاہو تو کل ہی سے یہ کام شروع کر دو۔ ہم ایک دن درمیان میں رکھ کر ملاقات کیا کریں گے وقت کا تعین تم خود کرلو۔"

"چار بجے سے چھ بجے تک۔" میں نے کہا۔

"بہت مناسب وقت ہے۔ لکی بھی متبادل دنوں میں میرے گھر آتا ہے۔ وہ آج آئے گا کل نہیں آئے گا۔ اس طرح تمہارے ساتھ وقت بہترین گزرے گا اور زندگی کا ایک دلچسپ مشغلہ شروع ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے لیڈی صاحبہ۔ میں نے آپ کی باقی دو بیٹیوں کو نہیں دیکھا۔ کیا وہ مصروف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہتی ہیں؟"

"من موجی ہیں..... اپنی مرضی کی مالک' میں نے کچھ ضروری پابندیاں ان پر عائد کر دی ہیں بس اس کے علاوہ انہیں مجھ سے اور کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"ظاہر ہے آپ جیسی شفیق خاتون سے کسی کو کیا شکایت ہو سکتی ہے بلکہ میں تو آپ کے بارے میں بڑے عجیب انداز سے سوچنے لگی ہوں۔"

"کیا؟"

"آپ لوگ' میرا مطلب ہے آپ اور آپ کی بیٹیاں کبھی یکجا ہوتے ہوں گے تو دیکھنے والوں کے لئے بڑی مشکلات کھڑی ہو جاتی ہونگی۔ میں نے صرف نوشین کو دیکھا ہے اور معاف کیجئے گا وہ بہت پیاری ہیں بہت خوبصورت ہیں لیکن جو کشش آپ میں ہے وہ اس میں نہیں پاسکی۔"

"اوہ شریر بچی' تم نایاب کو دیکھو' وہ سب سے خوبصورت ہے۔"

"آپ نے ان کی شادیاں نہیں کیں؟"

"بہت جلد اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرنے والی ہوں میں۔ ظاہر ہے انہیں ان کا گھر دینا ہے مگر.....ان تمام کاموں کے لئے ایک مرد کا سہارا ضروری ہوتا ہے۔ ارے یہ لکی آج جلدی آگیا۔" اسپورٹس اندر داخل ہوگئی تھی۔

"اچھا تو پھر کل۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہ نو.....تم ایسے نہیں جاؤ گی۔ جاؤ اندر جاؤ لڑکیوں سے مل لو چائے پی کر جانا سمجھیں اب ہمارے تعلقات کی نوعیت بدل گئی ہے۔ تم ان سے چائے طلب کرلینا۔ او کے ادھر سے ہی نکل جاؤ۔ آں ہاں کوئی تکلف نہیں بھئی۔" میں عقبی حصے کی طرف سے چل پڑی تاکہ لکی جونیئر سے سامنا نہ ہو۔ ابھی یہ شخص میری لسٹ پر نہیں آیا تھا۔ خوش رنگ پھولوں کے تختے حسین ترین پھیلے ہوئے پتوں والے درخت اس حصے کی شان بڑھا رہے تھے۔ میں نے ایک درخت کو چھو کر دیکھا اور اسی وقت کوئی شے سنسناتی ہوئی میری گردن کے پاس سے نکل گئی۔ میں نے حیران نظروں سے ادھر دیکھا وہ ایک وزنی پھل والا چاقو تھا جو میرے گردن سے کچھ فاصلے سے گزر کر درخت کے تنے میں پیوست ہوگیا تھا۔ میں پلٹی ہی تھی کہ دوسرا بالکل ویسا ہی چاقو میرے لباس کو چھوتا ہوا اس چاقو کے قریب پیوست ہوگیا۔ میں ساکت رہ گئی تھی۔ یہ شاید کوئی وارننگ تھی میرے لئے۔ کوئی مجھے بتانا چاہتا تھا کہ میری ان کاوشوں کا نتیجہ کیا نکل سکتا ہے۔ ابھی میں دم بخود کھڑی ہوئی تھی کہ ایک اور چاقو سنسناتا ہوا آیا اور میرے قریب سے گزرتا ہوا اسی طرح درخت میں پیوست ہوگیا لیکن اس بار میں نے نہ صرف سمت کا اندازہ لگا لیا تھا بلکہ اس جسم کو بھی ایک چوڑے تنے کی آڑ میں دیکھ لیا تھا جو اس حرکت کا ذمہ دار تھا۔ میرے بدن میں اب بھی جنبش نہ ہوئی تھی وہ جو کوئی بھی ہے۔ ماہر نشانہ باز ہے اور اس نے جان بوجھ کر یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نشانے خطا کئے ہیں- اس سے قبل کہ میں کچھ کرتی میں نے ایک لمبے چوڑے سیاہ رو شخص کو دیکھا جو چھلانگیں مارتا ہوا آیا تھا اور اس چوڑے تنے والے درخت کی آڑ میں کھڑے ہوئے انسانی وجود کے قریب پہنچ گیا تھا- درخت کے عقب سے ایک لڑکی برآمد ہوئی تھی جو بہت قیمتی لیکن گھریلو لباس میں ملبوس تھی- میں نے اس کے ہاتھوں میں کئی چاقو دیکھے تھے- جنہیں اس شخص نے لڑکی کے ہاتھوں سے لے لیا- مرد نے شاید اس سے کچھ کہا تھا جس کے جواب میں مجھے لڑکی کی آواز سنائی دی-

"تو وہ کونسی مرگئی؟" میں تیز قدموں سے آگے بڑھی اور ان کے قریب پہنچ گئی- مرد کہہ رہا تھا-

"لیکن افشین بی بی یہ خلاف قانون بھی ہے اور خلاف اخلاق بھی- میں نے آپ سے کہا تھا کہ کھیل کھیل ہونا چاہئے آپ نے مذاق شروع کر دیا- یہ مذاق اگر خطرناک ہوگیا تو جواب کون دے گا-"

"میں!" لڑکی نے جواب دیا-

"آپ کو کوئی کچھ نہ کہے گا میری مصیبت آجائے گی-"

"بس اب جان چھوڑو بابا- اس گھر میں ہر کوئی صاحب اختیار بن جاتا ہے- تم بتاؤ تمہیں کوئی نقصان پہنچا؟" لڑکی نے براہ راست مجھ سے پوچھا-

"بالکل نہیں.....میں تو آپ کی مہارت پر ششدر تھی-" میں نے دھڑ سے جواب دیا-

"دیکھا تم نے.....!" لڑکی خوش ہو کر بولی-

"بس بی بی غلطی ہوگئی جو آپ کی باتوں میں آگیا لیکن آئندہ.....آئندہ ....." وہ واپسی کے لئے مڑا تو لڑکی نے کہا-

"میرے چاقو تو دیتے جاؤ-"

"ہرگز نہیں- اب یہ آپ کو دیکھنے کے لئے بھی نہیں ملیں گے-" اس نے کہا اور لڑکی نے میری طرف دیکھ کر آنکھ دباتے ہوئے کہا-

"دیکھو شہباز....." یہ بے ایمانی ہے میں نے تمہیں ان کے پیسے دیئے ہیں-"

"وہ میں آپ کو واپس کر دوں گا-" وہ چیخ کر بولا اور جب وہ چلا گیا تو لڑکی نے ہنس کر کہا-

"اسے کہتے ہیں خالی کھوپڑی' کیا چاقو بازار میں نہیں مل سکتے-"

"مگر آپ نے تو واقعی زبردست مہارت حاصل کی ہے-" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا-

"حضرت نے مجھے چیلنج کیا تھا کہ یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے لڑکیوں کے ہاتھوں میں خطرناک چیزیں اچھی نہیں لگتیں اب حلیہ خراب ہوگیا-"

"آپ نے یہ فن کہاں سے سیکھا.....؟"

"یہی موصوف میرا استاد ہے ورنہ مجال تھی کہ میرے ہاتھوں سے چاقو لے لیتے سارے چاقو انہی کے سینے میں اتار دیتی-"

"آپ تو افشین صاحبہ ہیں نا.....؟"

"ایں.....ہاں.....اور تم لبنیٰ ہو-" اس نے کہا اور شریر سے انداز میں مسکرا دی-

"کمال ہے آپ نے تو مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ توڑ دیئے ہیں' مجھے تو آپ کا نام ایسے معلوم ہوا کہ اس شخص نے آپ کو افشین بی بی کہا تھا آپ میرا نام کیسے جان گئیں؟"

"میں سامری جادوگر ہوں سب کچھ جانتی ہوں ارے واہ- ذرا ادھر دیکھو-" اس نے کہا اور بری طرح ہنسنے لگی- اس کا اشارہ ان چاقوؤں کی طرف تھا جو درخت میں پیوست تھے وہ ہنستی ہوئی بولی- "یہ تین چاقو وہ بطور تحفہ چھوڑ گئے آؤ تمہیں اپنا فن دکھاؤں-" اس کے بعد وہ ان تینوں چاقوؤں کا کمال دکھاتی رہی اور میں نے اسکی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیئے- اس کی فطرت کا مجھے اندازہ ہوگیا تھا اور میں اسے باآسانی ہینڈل کر رہی تھی- اس نے کہا- "آؤ تمہیں چائے پلاؤں.....؟"

"ضرور....." میں اس کے ساتھ لمبا چکر کاٹ کر کوٹھی میں آگئی- وہ مجھے اپنے کمرے میں لے گئی تھی اور راستے میں اس نے ملازمہ سے چائے کے لئے کہہ دیا تھا- "افشین صاحبہ بس اتنا بتا دیجئے کہ آپ کو میرا نام کیسے معلوم ہوا.....؟"

"اوہ.....نوشین نے بتایا تھا تم اخبار میں کام کرتی ہو نا.....؟"

"جی بالکل.....اور آپ کی ممی کی سوانح بھی لکھ رہی ہوں-"

"سوانح.....میں نے تو سنا تھا کہ تم ان کا انٹرویو لینا چاہتی ہو.....؟"

"جی ہاں ارادہ تو یہی تھا لیکن لیڈی صاحبہ نے مجھے اپنی سوانح لکھنے کا حکم دیا ہے-"

"گویا انہوں نے تمہیں بھی محکوم بنالیا- یہ ان کے دائیں ہاتھ کا کام ہے- بس وہ چند منٹ میں انسان کو اپنا محکوم بنالیتی ہیں-" اس کا لہجہ بھی نوشین سے مختلف نہیں تھا اس سے قبل کہ میں کچھ اور کہتی اچانک قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور میں نے دروازے سے نوشین کے ساتھ ایک اور لڑکی کو دیکھا- تینوں لڑکیوں میں لیڈی رمضان کے نقوش موجود تھے جس سے مجھے اندازہ لگانے میں دقت نہ ہوئی کہ تیسری لڑکی نایاب تھی-

"افشین تم نے ان پر چاقوؤں سے حملہ کیا تھا.....؟" نایاب نے اندر داخل ہوتے ہوئے فوراً کہا تھا-

"میرے پاس پستول نہیں تھا باجی کیا کرتی-"

"حماقت سے باز نہیں آؤ گی تم.....؟"

"بدقسمتی ہے باجی- میں ایک قتل کرنا چاہتی ہوں- بس ایک قتل' میری دلی آرزو ہے اللہ کرنے دیں نا-" افشین نے لاڈ سے کہا اور ہنس پڑی-

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سوری لبنیٰ صاحبہ.....یہ کچھ پاگل ہے ویسے آپ یقین کریں اس کا مقصد آپ کو نقصان پہنچانا نہیں تھا۔"

"میں جانتی ہوں نایاب صاحبہ۔ آپ ایسا کیوں محسوس کر رہی ہیں۔"

"پرسوں آپ کے جانے کے بعد نوشین نے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔ میں آپ سے ملنا چاہتی تھی۔"

"بے حد شکریہ.....میں حاضر ہوں۔"

"نوشین جذبات میں آکر آپ سے کچھ کہہ گئی تھی.....؟ آپ ممی سے ملیں.....؟"

"آج.....؟"

"جی ہاں.....!"

"میں انہی کے پاس تھی وہاں لکی صاحب آگئے تو میں اس طرف چلی آئی۔"

"آپ نے نوشین کی باتوں کا ممی سے ذکر تو نہیں کیا.....؟"

"آپ مجھے اتنا برا سمجھتی ہیں نایاب صاحبہ۔ میں آپ کی دوست نہ سہی ہم عمر تو ہوں۔ اطمینان رکھئے آپ کو میری وجہ سے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

"آپ ہماری دوست بن جائیں لبنیٰ.....!" نوشین نے کہا۔

"اگر آپ مجھے اس قابل سمجھیں تو حاضر ہوں۔" میں نے کہا۔

"تو پھر ملاؤ ہاتھ۔" افشین نے کہا..... اور میں نے ہنستے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔

"خواتین ایک انکشاف اور کروں آپ پر' لبنیٰ صاحبہ صرف ممی کا انٹرویو نہیں کر رہیں بلکہ ان کی سوانح بھی لکھ رہی ہیں آپ کو ہیبت ناک کہانیاں لکھنا آتی ہیں لبنیٰ صاحبہ' ایک مردم خور خون آشام کی کہانیاں جس نے پانچ انسان ہضم کرلئے۔ ہاؤں' ہاؤں' ہاؤں۔" افشین نے کہا اور نایاب کا چہرہ زدہ ہوگیا اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"افشین' تم دیوانگی کی حدود میں داخل ہوگئی ہو۔ تم۔ تم حد درجے بدتمیز ہوگئی ہو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ" اس کی آواز رندھ گئی۔

"باجی۔ وہ ہماری دوست نہ سہی ہم عمر تو ہے اب ہم عمروں میں بھی مذاق نہ ہو۔"

"لبنیٰ صاحبہ۔ یہ گھر پاگل خانہ ہے خدا کے لئے یہاں کسی کی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیجئے" نایاب نے کہا۔

"میں صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں مس نایاب آپ تینوں بہنوں میں مثالی دوستی ہے حالانکہ آپ' میرا مطلب ہے آپ تینوں سگی بہنیں نہیں ہیں کم از کم باپ کی طرف سے"

"کسی فلم میں آپ نے نازی کیمپ میں اتحادی قیدیوں کو دیکھا ہے۔ مختلف ملک مختلف رنگ اور نسل کے لوگ ہوتے ہیں مگر ان کے درمیان مثالی رشتہ ہوتا ہے۔ محبت ہوتی ہے" نوشین نے ہنستے ہوئے کہا۔ ملازمہ کی آمد نے سلسلہ گفتگو ختم کر دیا تھا۔ نایاب نے چائے بنائی۔

چائے پی کر میں نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"اجازت دیجئے۔ کل اگر آپ کے پاس وقت ہوا تو آپ سے ملاقات کروں گی۔"

"آپ کل آئیں گی۔"

"ہاں ضرور؟"

"ممی سے ان فضول باتوں کا کوئی تذکرہ نہ کریں۔"

"اطمینان رکھیں میری ذات سے آپ تینوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔" میں نے کہا اور خود کو سنبھال کر وہاں سے نکل آئی۔ گرین فاؤنٹین میں' میں نے شہریار سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ لیڈی رمضان ضرور قتل ہو جائے گی۔"

"ویری گڈ۔ تم قاتل کو ابھی سے نگاہ میں رکھو۔"

"وہاں جنونیوں کا ایک گروہ پل رہا ہے ان میں سے کوئی نہ کوئی اسے ضرور قتل کر دے گا۔"

"جنونیوں کا گروہ"؟

"ہاں اس کی تینوں بیٹیاں۔ وہ اس سے شدید نفرت کرتی ہیں اور سگی بہنیں نہ ہونے کے باوجود آپس میں بے پناہ محبت ہے یہ ایک متحدہ محاذ ہے جو انہوں نے اپنی ماں کے خلاف بنایا ہے شاید ان کے ذہنوں میں یہ احساس بھی پل رہا ہے کہ لیڈی رمضان ان کے باپوں کی قاتل ہے۔"

"کیا خیال ہے تینوں کو گرفتار کرلیں۔ صاحب خان اس کام کا ماہر ہے وہ ان سے معلوم کرے گا کہ ان میں سے کون لیڈی رمضان کو قتل کرنا چاہتی ہے۔"

"مذاق نہیں شہریار' بڑا خوفناک ماحول ہے وہاں کا۔ میں جلد بازی نہیں کرنا چاہتی ورنہ اس بے وقوف انسان سے ضرور ملاقات کرتی جو لکی جونیئر کہلاتا ہے آخر اس نے بھی تو لیڈی رمضان کے پانچ شوہروں کے بارے میں سنا ہی ہوگا۔"

"ابھی تک یہ بات منظر عام پر کہاں آئی ہے کہ وہ لیڈی رمضان سے شادی کر رہا ہے۔"

"آثار تو لگتے ہیں۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے کوئی چکر چلایا ہو کوئی گہری سازش ہو اس کے ذہن میں۔"

"میں نے ان لائنوں پر سوچا ہے مگر اسے کیا فائدہ ہوگا۔"

"دولت۔"

"مگر وہ خود بے پناہ دولت مند ہے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہر دولت مند اپنی دولت میں اضافے کا خواہش مند ہوتا ہے اس بار معاملہ الٹا ہو' یعنی لیڈی رمضان معمول کے مطابق اس سے شادی کر رہی ہو اور لکی نے سب کچھ جاننے کے بعد اس کا چیلنج قبول کرلیا ہو اور یہ کارروائی شروع کر دی ہو۔"

"بات کچھ دل کو لگتی نہیں ہے شہریار' لکی نے اگر ایسا سوچا بھی ہے تو اسے کھیل اتنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جلدی نہیں شروع کرنا چاہئے تھا بہرحال گھوڑا دور ہے نہ میدان جو کچھ ہوگا سامنے آ جائے گا۔"

"تم نے اس خیال کو نظرانداز کر دیا۔ ہو سکتا ہے یہ لیڈی رمضان کا کوئی ڈرامہ ہی ہو' وہ عورت پبلسٹی کی کتنی شوقین ہے تمہیں اس کا اندازہ ہے یا پھر وہ کوئی گراؤنڈ بنا رہی ہو میرا مطلب ہے لکی سے شادی کرنے کا۔ بعد میں وہ کہہ سکے کہ اسے اپنا تحفظ درکار تھا۔"

"کہانا سب کچھ ہو سکتا ہے البتہ میں گھاٹے میں نہیں ہوں اس کی سوانح حیات لکھتے ہوئے کم از کم اس کے شوہروں کی موت کے بارے میں تو کچھ انکشافات ہوں گے۔"

میرے معمولات متاثر نہیں ہوئے تھے اور میں اپنے شوق کی تکمیل کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہنا چاہتی تھی یہ سب کچھ غیر دلچسپ نہ تھا اور مجھے لطف آ رہا تھا چنانچہ دوسرے دن معمول کے مطابق میں لیڈی رمضان کی کوٹھی پہنچ گئی' وہ پول پر موجود تھی اور اپنا مخصوص لباس پہنے ہوئے کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے قدموں کی چاپ پر بھی وہ میری طرف نہ پلٹی اور جب میں اس کے سامنے پہنچی تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ تب میں چونکی تھی۔ وہ لیڈی رمضان نہیں بلکہ نوشین تھی۔

"ارے" میرے منہ سے نکل گیا۔

"میرا خیال ہے ممی کی موت کے بعد میں ان کی بہترین جانشین ثابت ہوں گی کیسی لگ رہی ہوں۔"

"آپ اپنی ممی کے بارے میں ایسی بات کہہ رہی ہیں۔" میں نے ملامت آمیز نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔

"ان کی زندگی کے دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں' خود ان کا یہی خیال ہے میرے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔" نوشین نے جواب دیا۔

"کہاں ہیں وہ" میں نے پوچھا۔

"اپنے بیڈ روم میں انہیں نزلہ ہوگیا ہے" نوشین نے جواب دیا کچھ فاصلے پر میں نے شہباز کو دیکھا جو دو سرکش اور خونخوار کتوں کی زنجیریں پکڑ کر لے جا رہا تھا کتے بڑے قد آور تھے اور شہباز جیسا لمبا چوڑا آدمی انہیں بمشکل سنبھالے ہوئے تھا۔

"یہ آپ کے کتے ہیں۔ بہت شاندار ہیں۔"

"نہیں کرائے کے کتے ہیں۔" نوشین ہنس پڑی۔

"میں سمجھی نہیں۔"

"یہ تینوں کرائے کے ہیں دو عدد کتے اور ایک عدد شہباز خاں ویسے بڑے شاندار تربیت یافتہ ہیں۔ دراصل ممی کو آج کل اپنی زندگی کی بہت فکر ہوگئی ہے انہوں نے شہباز خاں کو اپنے محافظ کے طور پر ملازم رکھا ہے ساری رات وہ کتوں کے ساتھ ان کی خواب گاہ کے دروازے پر رہتا ہے۔"

"اوہ کتنا عرصہ ہوگیا اسے؟"

"کوئی ڈھائی ماہ قبل آیا ہے۔"

"کیسا آدمی ہے؟"

"آدمی" نوشین ہنس پڑی "بس آدمی ہے پوری زندگی میں اس نے یہ دو کتے سدھائے ہیں۔ سنا ہے کسی زمانے میں سرکس میں کام کرتا تھا' چاقو پھینکنے کا فن اس نے سرکس ہی میں سیکھا تھا۔"

"اور افشین نے اس سے" میں نے کہا۔

"افشین' وہ بہت شاطر ہے اس نے نہ صرف اس سے یہ فن سیکھ لیا بلکہ اس کے کتے بھی تم دیکھ لینا کچھ دن کے بعد اس کے بجائے افشین کے پیچھے دم ہلایا کریں گے۔ وہ ان پر جال ڈال رہی ہے"

"آپ لوگ ان حالات کے باوجود بہت خوش مزاج ہیں۔ کاش آپ کو ذہنی سکون مل جائے۔"

"مل جائے گا بس کچھ دنوں کی بات ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"ممی کے قتل ہونے کے بعد۔"

"مس افشین خدانخواستہ اگر لیڈی صاحب کو کچھ ہوگیا تو آپ لوگوں کے ان خیالات کی وجہ سے پولیس آپ پر بھی شک کر سکتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ مس نایاب آپ دونوں کی نسبت اپنی ممی سے بہت محبت کرتی ہیں میں نے ان کی زبان سے کبھی ایسے الفاظ نہیں سنے!"

"سنو ممی قتل ہو جائیں بس۔ اگر ہم تینوں کو ان کے قتل کے الزام میں سزائے موت بھی ہو جائے تو ہم بخوشی مر جائیں گے اور نایاب۔ کبھی موقع مل جائے تو اس کے دل میں جھانک کر دیکھو۔ ممی نے سب سے بڑا گھاؤ اس کے دل پر ہی لگایا ہے جانتی ہو لکی جونیئر ممی کا نہیں نایاب کا محبوب تھا اوہ۔ وہ ملازمہ تمہیں اشارہ کر رہی ہے جاؤ۔ ممی اپنے بیڈ روم میں تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔"

○---------☆---------○

ملازمہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی اسی سمت آ رہی تھی مگر میرے کان جھنجھنا گئے تھے یہ انکشاف بھی بے حد سنسنی خیز تھا۔ ملازمہ قریب پہنچ گئی۔ "لیڈی صاحبہ آپ کو اپنے کمرے میں بلا رہی ہیں۔" اس نے کہا اور میں مجبوراً اس کے ساتھ چل پڑی مگر میرے کانوں میں افشین کے الفاظ کی بازگشت ابھی تک ابھر رہی تھی۔ "لکی نایاب کا محبوب ہے ممی نے سب سے بڑا گھاؤ اس کے دل پر ہی لگایا ہے۔" کیا نایاب کو ایسے مواقع حاصل ہیں کہ وہ کسی سے مل جل سکے کسی سے محبت کر سکے۔ بظاہر تو یہ لڑکیاں ایسا تاثر دے رہی تھیں جیسے انہیں لیڈی رمضان کے حکم کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بغیر کوٹھی سے باہر قدم نکالنے کی اجازت تک نہیں ہے' تینوں اپنے آپ کو قیدی قرار دیتی تھیں' مجھے بہت زیادہ سوچنے کا موقع نہیں مل سکا۔ ملازمہ نے میری راہنمائی لیڈی رمضان کی خواب گاہ تک کر دی تھی۔ اس جیسی دولت مند اور نفاست پسند عورت کی خواب گاہ اتنی ہی خوبصورت تھی وہ ایک بستر پر نیم دراز تھی اور کمرے میں مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی یا پھر تیز روشنی سے اندر آکر مجھے کچھ دیر کے لئے وہاں کا ماحول صاف نظر نہیں آیا تھا ملازمہ دروازے پر ہی رک گئی تھی اور دروازہ اس نے بند کر دیا تھا' لیڈی رمضان نے کہا۔

"دروازے کے پاس ہی سوئچ ہے تیز روشنی جلا دو۔"

اور میں نے پلٹ کر روشنی کا سوئچ تلاش کیا اور بٹن دبا دیا۔ تب مجھے یہاں کے ماحول کا صحیح طور پر اندازہ ہوا تھا۔ لیڈی رمضان کا چہرہ دیکھا تو تھوڑی سی حیرت ہوئی کیونکہ اس وقت یہ چہرہ پہلے سے کافی مختلف نظر آ رہا تھا اور اس پر عمر کے سائے لرز رہے تھے حالانکہ سوئمنگ پول پر جو لیڈی رمضان مجھے نظر آتی تھی وہ کسی بھی طور اس عورت سے مماثلت نہیں رکھتی تھی جو اس وقت بستر پر دراز تھی یا تو میک اپ کا کوئی خاص استعمال یا پھر لیڈی رمضان کے ساتھ کوئی ایسا ہی واقعہ پیش آیا ہے جس نے اس سے اچانک ہی اس کی تمام تر شگفتگی چھین لی تھی اس نے مدھم سی آواز میں کہا۔

"براہ کرم وہ کرسی اٹھا کر میرے پاس لے آؤ یہاں بیٹھو' میں تم سے معذرت خواہ ہوں کہ عجیب سے انداز میں تمہارا استقبال کر رہی ہوں۔ میں تمہارا انتظار ہی کر رہی تھی۔"

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے لیڈی صاحبہ؟" میں نے کرسی اس کے قریب رکھ کر بیٹھتے ہوئے کہا' اور لیڈی رمضان کے ہونٹوں پر حزینہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔"

"آج آپ سوئمنگ پول پر نظر نہیں آئیں اور معمول کے خلاف یہاں موجود ہیں؟"

"بس یوں سمجھ لو کہ کہ' کیا بتاؤں تمہیں سمجھ میں نہیں آتا براہ کرم محسوس نہ کرنا بس میرے کچھ ذاتی مسائل ہیں جن کا کوئی حل نہیں ہے میرے پاس۔" میں نے ہمدردانہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر میں آپ کے کسی کام آسکوں لیڈی صاحبہ تو میں حاضر ہوں' درحقیقت آپ سے کچھ انوکھی انسیت ہوگئی ہے مجھے اور آپ کی کسی تکلیف سے دکھ ہوتا ہے۔"

"بہت بہت شکریہ' تم سے میری یہ محبت بے مقصد تو نہیں ہے میرا ذہن بھی تمہاری جانب راغب ہوا ہے' میں نے تمہیں بتایا تھا لبنیٰ ڈیئر کہ کچھ ایسے مسائل میری زندگی سے چمٹے ہوئے ہیں جن کے بارے میں' میں نے کبھی سنجیدگی سے نہیں سوچا لیکن اگر کبھی ان کی ایک ہلکی سی پرچھائیں بھی مجھ تک پہنچ جاتی ہے تو پھر میرے اعضاء جواب دینے لگتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے آپ نے جس ہمت کے ساتھ اب تک کی زندگی گزاری ہے لیڈی صاحبہ

آپ کو اسی ہمت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔"

ٹھیک ہے میں مانتی ہوں کہ اپنی محنت سے اور تھوڑی سی بیرونی مدد سے میں نے اپنے آپ کو جسمانی طور پر فٹ رکھا ہے لیکن عمر کہیں نہ کہیں تو نظر آ ہی جاتی ہے۔ خاص طور سے میری یہ تینوں بچیاں' میں جب بھی کبھی ان کے بارے میں سوچتی ہوں تو میرے اعصاب کشیدہ ہونے لگتے ہیں۔ میں نے شاید تم سے تذکرہ کیا تھا اپنے ایک نادیدہ دشمن کا جو مجھے قتل کرنے کا خواہش مند ہے۔"

"جی ہاں' آپ نے بتایا تھا مجھے۔"

"تو پھر یوں سمجھ لو کہ اس نے مجھ پر پہلا وار کر دیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے سچ مچ حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"ہاں' ایک قاتلانہ کوشش' لیکن وہ کم بخت نجانے کیا چاہتا ہے مقصد کیا ہے اس کا' کیوں وہ مجھے اس انداز میں زچ کر رہا ہے' قتل کرنا چاہتا ہے قتل کر دے' موت تو ایک دن آنی ہے لیکن یہ دھمکیاں اور یہ کوشش میرے لئے واقعی اعصاب شکن ثابت ہو رہی ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ یہی سب کچھ چاہتا ہو مجھے ذہنی طور پر مار ڈالنا چاہتا ہو وہ' لیکن اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے' آہ کاش میں اس سے یہ بات کہہ سکتی کہ اگر اسے میری موت سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے تو وہ یہ فائدہ ضرور حاصل کرے۔ میرا ذہن نجانے کہاں کہاں بھٹکتا ہے لبنیٰ تم یقین کرو۔ میرا ذہن نجانے کس کس کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور یہ اور زیادہ پریشان کن بات ہے' اگر کوئی کھل کر میرے سامنے ہو تو میں اس سے مقابلہ کروں' مقابلہ نہ کر پاؤں تم کم از کم یہ سوچو کہ اس سے اپنی زندگی بچانے کیلئے کیا سودا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ میرے سامنے نہیں ہے وہ جو کچھ کر رہا ہے بلاشبہ وہ اس میں کامیاب ہے اس نے مجھے نیم مردہ کر دیا ہے اس سے پہلے میں نے کبھی کسی مسئلے پر اس قدر سنجیدہ ہو کر نہیں سوچا' مرنا نہیں چاہتی میں شاید' ہاں میرے خیال میں یہ ایک عجیب بات ہے' میں ہی کیا کوئی بھی مرنا نہیں چاہتا' زندگی کتنی ہی بدنما کیوں نہ ہو جائے' مصائب اور دکھ کتنے ہی انسان کی ذات پر مسلط کیوں نہ ہو جائیں وہ زندگی سے چمٹے رہنا چاہتا ہے' تم نے سڑکوں پر بھیک مانگتے ہوئے ان فقیروں کو دیکھا ہوگا جو آدھے جسم سے معذور ہوتے ہیں اور زندگی کے بوجھ کو نجانے کس کس طرح گھسیٹتے پھرتے ہیں' اگر تم ان سے یہ سوال کرو کہ کیا وہ مرنا چاہتے ہیں تو وہ تم پر بگڑ جائیں گے اور اس بات کا اظہار کریں گے کہ زندگی سے انہیں بھی اتنی ہی دلچسپی ہے جتنی ہمیں۔"

"آپ کا فرمانا درست ہے لیکن آپ' آپ براہ کرم مجھے کچھ تو بتایئے کیا ہوا' آپ کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟" لیڈی رمضان نے آنکھیں بند کر لیں چند لمحات سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔

"دل کی بات کسی ایسے ہمدرد سے کہہ دینے میں واقعی لطف آتا ہے بلکہ سکون ملتا ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جس کے بارے میں یہ اندازہ ہو کہ وہ بے لوث ہے اور اس کی ذات سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تم نے شاید میرے ذہن میں ایسا ہی ایک مقام بنالیا ہے۔ نہ جانے کیوں۔ تمہیں شاید خود بھی میرے بارے میں معلوم ہو۔ تم جانتی ہو کہ میرے دوستوں کی ہمدردوں کی ایک فوج ہے۔ انہیں گنا نہیں جاسکتا لیکن کسی کی دوستی کیا مقصد رکھتی ہے مجھے علم ہے۔ میں ان سے ملتی ہوں ان کے کام آتی ہوں لیکن انہیں جانتی ہوں اور جب میں ان میں جھانکتی ہوں تو افسردہ ہو جاتی ہوں۔ وہ میرے نہیں' اپنے مقصد کے دوست ہوتے ہیں۔ تم ابھی میرے سامنے نہیں آئیں کبھی نہ آنا۔ میرا دل نہ توڑنا' ثواب ہوگا۔"

اس کا لہجہ اس میں چھپی ہوئی حسرت مجھے بہت عجیب لگی تھی' آج تک میں نے اس کے بارے میں اچھے انداز میں نہیں سوچا تھا۔ وہ مجھے مجسم فریب نظر آتی تھی میں یہ سوچتی تھی کہ اس کے اندر کوئی ایسی خونخوار عورت پوشیدہ ہے جو ابھی دنیا کے سامنے نہیں ہے لیکن درحقیقت وہ اندر سے بہت مختلف ہے ایک یادو ہوتے تو اتفاق سمجھ لیا جاتا لیکن اتنے سارے لوگ اس کی زندگی میں داخل ہونے کے بعد تباہی سے دو چار ہوئے ہیں اور اس کے لئے اتنی دولت چھوڑ گئے ہیں کہ وہ ساری زندگی عیش کرسکتی ہے یقینی طور پر اس دولت کے حصول کے لئے اس نے کوئی ایسا پراسرار طریقہ دریافت کیا ہے جس کی بناء پر اس کے شوہر یا تو مرجاتے ہیں یا اس سے جان بچا کر بھاگ جاتے ہیں اور یقینی طور پر وہ اس کے لئے مجبور ہو جاتے ہوں گے' ورنہ سرمایہ دار ذہنی طور پر اتنے معمولی نہیں ہوتے کہ وہ ایک عورت سے شکست کھا جائیں اور میں اس عورت کو ہمیشہ مشتبہ نگاہوں سے دیکھتی رہی تھی' لیکن اس کا لہجہ اس کے الفاظ اس وقت میری سوچ سے مختلف تھے اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا

"ذرا ایک منٹ میں تمہیں ایک چیز دکھاتی ہوں۔"

وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس نے دیوار پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا اور اس کے بعد اپنے بستر پر آگئی۔ چند ہی لمحات کے بعد ایک مدھم سی کھرکھراہٹ فضا میں بلند ہوئی اور اس کے بعد ایک آواز ابھری۔

"لیڈی رمضان بہت جلد' بہت جلد تم اس دنیا سے اتنی دور چلی جاؤ گی کہ اس کا تصور بھی تمہارے لئے ممکن نہیں ہوگا' بہت جلد تمہارا سارا حساب کتاب ہو جائے گا بس یوں سمجھ لو کہ تم اس دنیا میں چند لمحات کی مہمان ہو۔" آواز بند ہو گئی کچھ دیر ٹیپ ریکارڈر خاموشی سے چلتا رہا یہ ٹیپ ریکارڈ مجھے کہیں نظر نہیں آرہا تھا' دیوار پر لگا ہوا سوئچ اس نے ضرور آن کیا تھا لیکن آواز کہاں سے آرہی تھی اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہو پا رہا تھا پھر کچھ دیر کے بعد وہی آواز پھر سنائی دی۔

"ہیلو لیڈی رمضان' کیا خیال ہے تمہارا۔ میری بات پر یقین کر رہی ہو یا اس میں کچھ مشکل پیش آرہی ہے۔ سنو لیڈی رمضان آج میں تمہیں اپنی کاروائی کا ایک ہلکا سا نمونہ دکھانا

چاہتا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر کے بعد تم اپنے جگہ سے اٹھو گی' باتھ روم کی جانب جاؤ گی' سوئچ آن کرو گی اور اس کے بعد جو کچھ ہوگا اس کا تمہیں تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ لیڈی رمضان میں نے تمہارے سوئچ بورڈ سے دو تار منسلک کر کے زمین پر ڈال دیئے ہیں نیچے پانی پھیلا ہوا ہے اور یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم ننگے پاؤں باتھ روم میں داخل ہوتی ہو۔ یہ تمہاری ہمیشہ کی عادت ہے۔ پھر تم بتی جلاؤ گی اور جیسے ہی تم سوئچ آن کرو گی زمین پر پھیلے ہوئے پانی میں کرنٹ دوڑ جائے گا اور اس کے بعد تم موت سے ہمکنار ہو جاؤ گی' میں نے نل کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دی ہے اور اس سے تھوڑا تھوڑا سا پانی مسلسل گر رہا ہے اور تمہارے باتھ روم کا فرش بالکل گیلا ہے۔ اب اس گیلے فرش پر تم ننگے پاؤں کھڑی ہوگی اور پانی میں کرنٹ ہوگا تو نتیجہ کیا ہوسکتا ہے جاؤ تجربہ کر کے دیکھ لو مگر خبردار سوئچ آن مت کرنا ورنہ تم کسی کو اپنی کہانی کبھی نہیں سنا سکو گی۔ تمہاری موت کے بعد باآسانی یہ سارا جھگڑا ختم کیا جاسکتا ہے اور اس کے بعد پولیس کے سراغرساں یہی معلوم کرتے رہ جائیں گے کہ تمہیں کرنٹ کہاں سے لگا' اب تم سوچ رہی ہوگی کہ میں تمہیں یہ سب کچھ کیوں بتا رہا ہوں تو اس کی ایک وجہ ہے لیڈی رمضان ابھی کچھ اور وقت دیا جا رہا ہے تمہیں' تمہیں مرنا تو ہوگا لیکن ذرا آہستہ آہستہ ایک دم مرجانے میں لطف نہیں آتا۔" لیڈی رمضان خاموشی سے آنکھیں بند کئے یہ آواز سن رہی تھی اور میری نگاہیں چاروں طرف اس ٹیپ ریکارڈ کو تلاش کر رہی تھیں جو یہاں کہیں پوشیدہ تھا۔ اس کے بعد آواز بند ہوگئی اور لیڈی رمضان نے آنکھیں کھول دیں وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور دیوار کی جانب بڑھ گئی پھر اس نے سوئچ بند کر دیا میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی' اس نے مجھے دیکھ کر مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"اور اس نے جو کچھ کہا تھا وہ بالکل درست تھا۔"

"اس مسئلے کا سب سے ہولناک پہلو یہ ہے لیڈی صاحبہ کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس کی پہنچ یہاں تک ہے وہ آپ کے کمرے میں آکر یہ سب کچھ بھی کرسکتا ہے۔" میں نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔ لیڈی رمضان نے کوئی جواب نہیں دیا تھا وہ بدستور غمزدہ انداز میں بیٹھی ہوئی خلاء میں گھورتی رہی تھی پھر میں نے چونک کر کہا۔

لیکن یہ آواز' یہ آواز کہاں سے آرہی ہے' جس ٹیپ ریکارڈ سے یہ آواز ابھر رہی تھی وہ کہاں پوشیدہ ہے؟" لیڈی رمضان نے ایک ٹھنڈی سانس لی' اور آہستہ سے بولی۔

"یہ سب کچھ' میں نے زندگی میں یہ سب کچھ کبھی نہیں کیا تھا لیکن نجانے کیوں ان دنوں میں بہت خوفزدہ ہوں۔ بات یہ نہیں ہے کہ میری زندگی میں مشکل لمحات نہیں آئے لیکن نجانے کیوں اس وقت میں کسی مشکل کو مشکل نہیں سمجھتی تھی۔ مجھے اپنے اندر ایک قوت محسوس ہوتی تھی اور میں جانتی تھی کہ میں ان تمام لوگوں سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتی ہوں جو مجھے نقصان پہنچانے کے درپے ہوں اور میں نے ایسا کیا' سنا تم نے لیکن میں ایسا کرتی رہی ہوں لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اب میرے اعصاب جواب دے چکے ہیں۔ نجانے کیوں' نجانے کیوں' میرے جسم' میرے چہرے پر کوئی شکن نہیں ہے لیکن میں اندر سے شکن آلود ہو چکی ہوں اور کوئی بھی شخص اپنے آپ کو اوپر سے چھپا سکتا ہے اندر سے نہیں۔ میں نے یہ بندوبست بھی اپنے تحفظ کے لئے کیا ہے تاکہ اپنے خلاف ہونے والی کاروائیوں سے واقف ہو سکوں اس سے پہلے میں نے ایسا سب کچھ نہیں کیا تھا' یہ ٹیپ ریکارڈ بہت ہی خاص قسم کا ہے۔ یہاں میرے کمرے میں اگر کوئی کاروائی ہو تو فوراً ہی اس پر ریکارڈ ہو جائے گی' میری کوٹھی میں کہیں سے بھی ٹیلی فون ملے میرا مطلب ہے کسی بھی کمرے میں کوئی ٹیلی فون پر ہونے والی گفتگو ریکارڈ ہو جاتی ہے۔ میں نے یہ سارا نظام اس لئے قائم کیا ہے کہ مجھے اپنے دشمنوں سے آگہی ہو سکے لیکن ابھی تک مجھے کوئی کامیابی نہیں حاصل ہو سکی' سوائے اس کے کہ اس کی دھمکیاں اس ٹیپ ریکارڈ پر ریکارڈ ہو جاتی ہیں اور اور..... میرے خوف میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔"

"لیڈی صاحبہ آپ نے بہت ہی ہمت افزاء الفاظ میں میری پذیرائی کی ہے اس لئے مجھے آپ کے ذاتی معاملات میں بولنے کی جرات ہو گئی ہے آپ نے خود کبھی نہیں سوچا کہ آپ کے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگوں میں آپ کا انتا بدترین دشمن کون ہو سکتا ہے جو آپ کی زندگی کے درپے ہو' معاف کیجئے گا دور دیکھنے کے بجائے آپ نے کبھی اپنے قریب بھی دیکھا" لیڈی رمضان نے آنسو بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

"بہت سے لوگ ہو سکتے ہیں لیکن کوئی نام میرے ہونٹوں تک نہیں آ سکتا کیونکہ وہ میرا اپنا ہی نام ہو گا۔" میں نے چونک کر لیڈی رمضان کو دیکھا اس کا مقصد ہے کہ اسے اپنی بیٹیوں پر شبہ ہے بہرطور کسی بھی قیمت پر یہ الفاظ میں اپنی زبان سے ادا نہیں کر سکتی تھی' میں نے ذرا مختلف انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

"لیکن آپ کا رویہ اپنے اہل خاندان کے ساتھ' اپنے اطراف میں پھیلے ہوئے لوگوں کے ساتھ بہت زیادہ برا تو نہیں ہے بلکہ بالکل برا نہیں ہے میں خود بھی ان چند ملاقاتوں میں آپ کی فطرت کا تجزیہ کر چکی ہوں۔ آپ تو ایک مہربان خاتون ہیں ویسے آپ نے اپنی صاحب زادیوں پر کچھ پابندیاں لگا دی ہیں۔ معاف کیجئے گا وہ آپ کی پابندیوں سے بددل تو نہیں ہیں؟"

"ہیں' بہت زیادہ ہیں لیکن میں یہ پابندیاں ان کے لئے ضروری سمجھتی ہوں۔ دنیا نے جو تجربات مجھے دیئے ہیں میں ان تجربات کو استعمال کر کے انہیں ان برائیوں سے دور رکھنا چاہتی ہوں جو اس معاشرے میں سماج میں اور ماحول میں پھیلی ہوئی ہیں اور اگر میری یہ کوشش انہیں مجھ سے بددل کر دیتی ہے تو مجھے اس کی کوئی فکر نہیں ہے لیکن اگر تمہارا ذہن اس طرف جا رہا ہے کہ میری بیٹیوں میں سے کوئی میری زندگی کی دشمن ہے تو ان میں سازش کرنے کی صلاحیت نہیں ہے وہ مجھ سے ناراض ہو سکتی ہیں' روٹھ سکتی ہیں مجھ سے لیکن' لیکن وہ اپنی ممی کو کوئی نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتیں۔"

"یہ آواز کسی طور آپ کو شناسا نہیں محسوس ہوتی' میرا مطلب ہے جو ٹیپ ریکارڈ پر ابھرتی ہے اور ہاں ایک سوال اور لیڈی صاحبہ کیا اس سے پہلے آپ نے ٹیلی فون پر جو آواز سنی ہے وہ یہی آواز ہے؟"

"سوفیصد یہی آواز ہے لیکن اتفاق یہ سمجھ لو کہ یہ آواز میرے قریب تو کجا کسی دور کے شناسا کی بھی نہیں ہے بالکل اجنبی آواز' بولنے کا انداز میں نے ہر چیز میں تلاش کیا ہے کہ کہیں مجھے کوئی جھلک نظر آ جائے لیکن ایسی کوئی جھلک مجھے نہیں مل سکی۔"

"پھر یہ کون ہو سکتا ہے؟"

"میں نہیں جانتی' آہ میں نہیں جانتی۔" وہ ایک دم رو پڑی اس کی سسکیاں ابھریں اور میں عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئی' سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے تسلی دوں یا یہاں سے اٹھ کر بھاگ جاؤں' لیکن اس نے خود ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے اندر اچانک ہی کچھ قوتیں بیدار ہو گئی ہوں۔ اس نے آنسو خشک کئے اور پھر بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی۔

"تاہم ابھی مجھے جینا ہے کیونکہ میں اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر سکی ہوں میں مقابلہ کروں گی آخری دم تک مقابلہ کروں گی۔"

"لیڈی صاحبہ آپ نے اس کاروائی کی رپورٹ کسی کو دی میرا مطلب ہے پولیس وغیرہ کو کیونکہ یہ تو بے حد ضروری تھا۔"

"ہاں میں نے رپورٹ دے دی ہے ایس پی صاحب میرے پاس آئے تھے میں نے انہیں تفصیلات بتا دی ہیں۔ انہوں نے باتھ روم وغیرہ کا جائزہ بھی لیا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ میں کسی کی نشاندہی کروں۔ یہ میرے لئے انتہائی ضروری ہے' اب بتاؤ کس کی نشاندہی کروں میں' مجھے بتاؤ کس کا نام لوں' کوئی نام ایسا ہے جس کو میں پولیس کے سامنے دہرا سکوں؟" میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے لیڈی رمضان کو دیکھا اور پھر آہستہ سے کہا۔

"وہ کوئی بھی ہو سکتا ہے لیڈی صاحبہ' کوئی بھی ایسا شخص جس کی نظر آپ کی دولت کی جانب ہو۔"

"لعنت ہے اس دولت پر جس نے مجھے بے سکون کر دیا ہے' وہ مجھ سے کچھ مانگے تو سہی' بتائے تو سہی کہ وہ چاہتا کیا ہے لیکن لیکن....."

"لیڈی صاحبہ ایک سوال کروں لیکن آپ کو وعدہ کرنا ہو گا کہ آپ برا نہیں مانیں گی؟"

"نہیں مانوں گی برا۔ تمہیں اجازت دیتی ہوں جو دل چاہے پوچھو....."

"لکی جونیئر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

میں نے کہا اور لیڈی رمضان سپاٹ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی' اس کے چہرے کے عضلات میں ایک نمایاں تبدیلی رونما ہوئی تھی اور اس سوال کا جواب اس نے تقریباً دو منٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تک مجھے نہیں دیا تھا۔ دو منٹ تک وہ گہری سوچوں کا شکار رہی تھی پھر وہ بولی تو اس کا لہجہ ب
ہوا تھا۔"

"لبنیٰ غضنفر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں۔ تم میں کو
ایسی خوبی ہے جس نے مجھے لاشعوری طور پر متاثر کیا ہے۔ اکثر یہ تصور میرے دل و دماغ میں
پیدا ہوا ہے کہ لوگوں کو میری شخصیت کی کھوج ہوگی۔ وہ ضرور سوچتے ہوں گے کہ میں نے اتنی
شادیاں کیوں کیں؟ میرے شوہر مجھ سے دور کیوں بھاگے یا وہ کیوں مر گئے؟ بارہا میرا جی چاہا کہ
کوئی مجھ سے اس بارے میں پوچھے۔ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ ایسا کیوں ہوا؟ لیکن
دنیا بڑی عجیب جگہ ہے۔ اپنی ایک حیثیت بناؤ خود کو مالی استحکام دیدو ہر مشکل دور ہو جائے گی۔ ہر
شخص تمہارے ظاہر کو دیکھتا ہے' تمہارے باطن سے اس لئے لاعلم رہنا چاہتا ہے کہ کہیں تمہاری
کوئی برائی اس کے علم میں نہ آ جائے اور تم یہ جان کر کہ وہ تمہاری برائی سے واقف ہے اس
سے بدظن نہ ہو جاؤ۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ میں خود کو سمجھانا چاہتی تھی لیکن کوئی
مجھے سمجھنے کے لئے تیار نہ تھا۔ کسی نے یہ نہ جاننا چاہا کہ میں کیا ہوں ہر شخص نے میرے باطن کو
نظرانداز کیا اور وہ کبھی سامنے نہ آسکا جو میرے دل میں تھا۔ تم سے مل کر مجھے خیال آیا کہ کیوں
نہ میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں۔ تم اسے لکھو اور اس لکھے ہوئے کو دنیا کے سامنے
تمہارے ذریعے لایا جائے۔ اس طرح میرا بھرم بھی رہ جائے گا اور لوگ مجھے جان بھی لیں گے
اس طرح لبنیٰ تم میری اندرونی پیاس کی تسکین بھی ہو۔ لیکن میری زندگی میں میرے علاوہ بھی
کچھ ہے۔ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ دوسروں کی طرح وہ بھی مجھ سے الگ ہیں نہ جانے کیوں۔ شاید
میں نے جس طرح ان کی پرورش کی وہ غلط تھی۔ میری آرزو تھی کہ وہ مجھے سمجھیں اور میرے
تجربات کی روشنی میں اپنی زندگی گزاریں۔ وہ بچی تھیں تو مجھ سے مطمئن تھیں سمجھ دار ہوئیں تو
مجھ سے دور ہوتی چلی گئیں۔ انہوں نے میری مقرر کی ہوئی حدود سے نفرت کی اس سے اتفاق نہ
کیا۔ خیر یہ ایک الگ سلسلہ ہے تمہارے اس سوال کا جواب دینا چاہتی ہوں میں اس کے لئے
میں نے یہ تمہید باندھی ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تمہارے علم میں صرف وہ آنا
چاہئے جو میں چاہوں اس سے زیادہ کچھ جان لو تو سینے میں دبا جاؤ۔ اسے ہونٹوں تک کبھی نہ آنے
دینا ورنہ تمہیں نقصان ہوگا۔ ہاں تم مجھے بلیک میل کر سکتی ہو' میں خوشی سے تمہیں تمہاری منہ
مانگی رقمیں دونگی کیونکہ میں وہ سب کچھ کہنا چاہتی ہوں جو میرے دل میں ہے اور اس کیلئے ہر
قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔ وقت ہے لبنیٰ' خود کو سنبھالنا جانتی ہو تو مجھ سے اقرار کرو کہ جو کچھ
میں نے کہا ہے اس پر ہاں کروگی۔ مشکل محسوس ہو تو ابھی بتا دو۔ میں بعد میں معاف کرنا نہیں
جانتی۔" اس کا لہجہ سفاک ہوگیا۔

میرے دل میں غرور ابھر آیا۔ میں حقارت سے مسکرا دی۔ میں نے سوچا لیڈی رمضان
ہو سکتا ہے تیرے پاس خوفناک وسائل ہوں۔ لیکن میں لبنیٰ غضنفر ہوں۔ لیڈی رمضان کو میں نے

مسکراہٹ سے حقارت کا احساس نہ ہونے دیا۔ البتہ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"آپ جانتی ہیں لیڈی صاحبہ میں نے اب تک آپ سے اپنے کسی مفاد کی بات نہیں کی
نہ ہی ایسا کچھ میرے دل میں ہے۔ میں صرف اپنے اخبار کے لئے آپ کا انٹرویو چاہتی تھی۔ بعد
میں جو کچھ کہا آپ نے کہا۔ اور میں آپ کی خواہش سے تیار ہوئی۔ آپ میرے سلسلے میں کوئی
الجھن محسوس کرتی ہوں تو میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے میں آپ کو کوئی بات
بتانے پر مجبور کروں۔"

وہ حیرت سے منہ کھول کر مجھے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات ابھر
آئے پھر وہ تعریفی انداز میں مسکرا کر بولی۔

"آہ' کتنی بے خوفی ہے تمہارے انداز میں۔ میں نے ہمیشہ' میں نے ہمیشہ .....ہا" اس
نے جملہ پورا نہ کیا۔ کچھ دیر وہ اسی کیفیت کا شکار رہی پھر بولی "لکی بہت خطرناک انسان ہے۔
نوجوان ہونے کے باوجود وہ بہت کائیاں ہے اور ان دنوں میرے اور اس کے درمیان زبردست
جنگ چل رہی ہے۔"

"جنگ؟" میں نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں ایک انوکھی جنگ۔"

"کچھ تفصیل بتانا پسند کریں گی۔"

"وہ بہت بڑا سرمایہ دار ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ دولت اسے اس کے باپ
کی موت کے بعد ورثے میں ملی ہے اور اس کے حصول میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ لیکن وہ
نہ صرف اس دولت کو سنبھالنا جانتا ہے بلکہ اسے دوگنا اور چوگنا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا
ہے۔ اس نے میری بیٹی نایاب پر جال ڈالا تھا اور اسے پوری طرح اپنے شکنجے میں کس لیا تھا جانتی
ہو کیا سوچ کر۔" میری آواز نہ نکل سکی اور میں نے نفی میں گردن ہلا دی۔ "نایاب میرے پہلے
شوہر جمال کی بیٹی ہے اور جمال کے بعد ہی میرا نام سامنے آیا ہے اگر کوئی کوشش کرے تو
میرے دولت کے بڑے حصے کو جمال کی دولت قرار دے سکتا ہے اس وقت اس نے یہی سوچا
تھا۔"

"مگر آپ نے تو اپنی بیٹیوں کی اپنی نگرانی میں رکھا ہے۔ لکی جونیئر مس نایاب تک پہنچنے
میں کیسے کامیاب ہوا؟"

"لڑکیاں میرے سخت رویئے سے بہت بددل ہیں اور ہر معمولی سی معمولی بات کو بہت
بڑھا چڑھا لیتی ہیں۔ میں نے انہیں اتنا پابند نہیں کیا جتنا وہ اظہار کرتی ہیں۔ وہ ہم پلہ لوگوں کی
تقاریب میں بھی شریک ہوتی ہیں فون کا آزادانہ استعمال بھی کرتی ہیں لکی نایاب سے ملتا رہا ہے
بس یہ اتفاق ہی تھا کہ مجھے علم ہوگیا۔ میں نے لکی پر غور کیا۔ اگر وہ کوئی اچھا نوجوان ہوتا اور سچ
مچ نایاب کو چاہتا تو یقین کرو میں خوشی سے اسے نایاب سے منسوب کر دیتی۔ مگر میں نے اس پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ریسرچ کی اور اسے جان لیا۔ اگر میں اس پر روایتی سختی کرتی تو لڑکیاں وحشت کا شکار ہو جاتیں اور ان کے دل میں میرے لئے بغاوت پیدا ہو جاتی۔"

"میں نے دوسرا طریق کار اختیار کیا اور لکی نے اپنی دلچسپی کا رخ باآسانی تبدیل کر لیا۔ اب وہ نایاب کے بجائے مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے کیونکہ اسے میری افادیت کا علم ہو چکا ہے۔"

میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ میں حیرت سے لیڈی رمضان کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے کہا۔

"تت تو کیا..... کیا آپ اس سے شادی کرلیں گی.....؟"

"ہاں.....!" لیڈی رمضان نے سکون سے کہا۔

"یہ جاننے کے باوجود کہ.....؟"

"نایاب اتنا کچھ دیکھ کر اس پر اکتفا نہیں کر رہی اور لکی نے مجھے چیلنج کیا تھا۔ میں اسے بتانا چاہتی ہوں کہ میں کیا ہوں۔ میرا دل چاہا کہ میں اس سے پوچھوں کہ لکی کتنے دن میں مرجائے گا؟ لیکن اس سوال کا نتیجہ میں جانتی تھی بہرطور یہ انوکھی کہانی تھی۔"

"لیڈی صاحب..... کیا آپ کے خیال میں لکی آپ کے ساتھ کوئی چال نہیں چل رہا؟ کیا آپ کو موت کی دھمکیاں دینے والا وہ نہیں ہو سکتا" میں نے کہا۔

"نہیں..... میں نے اس پہلو کو بغور دیکھا ہے اس پر کام کیا ہے کسی بھی شکل میں وہ اس کوشش میں ملوث نہیں ہو سکتا۔ اس سے اسے نقصان کے سوا کچھ نہیں ہے بلکہ ان حالات میں وہ خود مصیبت میں پھنس گیا ہے اگر ایسا ہو گیا تو اس کے لئے شدید پریشانیاں پیدا ہو جائیں گی وہ اچھی طرح جانتا ہے اور خود میری زندگی کے لئے فکر مند ہے۔" میں خاموش ہو گئی تھی۔ وقت کافی ہو گیا تھا میں نے گھڑی دیکھ کر کہا۔

"اب مجھے اجازت دیجئے۔"

"پرسوں آؤ گی.....؟"

"ضرور....."

"ان خوفناک واقعات سے پریشان تو نہیں ہوئی.....؟"

"میں ایک اخباری رپورٹر ہوں.....!"

"ہاں یہ تمہاری نمایاں حیثیت ہے۔ ویسے میں کل بھی تم سے ملاقات کر سکتی تھی مگر معمول میں تبدیلی نہیں کرنا چاہتی حالانکہ لکی دوپہر تک میرے ساتھ رہا ہے لیکن کل وہ ضرور آئے گا۔"

"نہیں، میں پرسوں آجاؤں گی۔"

"دعا کرنا کہ میں زندہ رہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"آپ جیسے لوگ زندہ رہتے ہیں لیڈی صاحبہ۔" میں نے ذومعنی لہجے میں کہا۔ اس کے بعد اس سے رخصت ہو گئی۔ پہلے گھر گئی تھی اس کے بعد تیار ہو کر شہریار کے پاس پہنچی تھی۔ شہریار مجھے دیکھ کر سنجیدگی کا اظہار کرنے لگا۔ پھر بولا۔

"صاحب خان تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"کیوں خیریت.....؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے خیال میں کچھ خطرناک عناصر ملک میں داخل ہو گئے ہیں اور انہوں نے کوئی جراثیمی عمل شروع کر دیا ہے جس کی بناء پر لوگ اس ملک میں بھی غیرملکی جرائم کرنے لگے ہیں۔ ویسے کیا تم پروگرام کے مطابق لیڈی رمضان سے ملی تھیں؟"

"ہاں....." میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

"تب ساری کہانی تمہیں معلوم ہو گئی ہو گی۔ مگر اب میرا یہ خیال پختہ ہو گیا ہے کہ یہ ساری کہانی من گھڑت ہے۔ وہ سب کو بیوقوف بنا رہی ہے یا اس کے درپردہ اس کا کوئی مفاد پوشیدہ ہے وہ کسی کو خوفزدہ کر رہی ہے یا پھر کسی خوف کے تحت اس نے یہ واویلا شروع کیا ہے تاکہ اگر اس کا کوئی دشمن ہو بھی تو پریشان ہو جائے۔"

"تمہاری بات وزن دار ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سوفیصد، یہی بات ہے۔" شہریار نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"اس سلسلے میں کوئی دلیل.....؟"

"مس لبنیٰ..... آج کل لوگ بے حد مصروف ہیں۔ کسی کو اتنی فرصت نہیں کہ کوئی کام شروع کر کے اسے اتنا لمبا کرتا رہے اور لوگوں کو خود تک آنے کا موقع دے۔ اگر کوئی ایسا آدمی ہے جو اسے قتل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے تھا کہ اپنا کام کر کے چھٹی کرتا۔ بلاوجہ اپنا اور دوسروں کا وقت خراب کر رہا ہے تم خود سوچو، اس نے اسے ہلاک کرنے کے سارے سامان کر دیئے اور پھر اسے فون پر ہوشیار کر دیا۔ یہ کوئی بات ہے بھلا۔"

"ہوں....." میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلائی تھی۔

○---------☆---------○

دوسرے دن صاحب خان سے تھانے میں ملی تو اس نے کہا۔ "او، اس سے یہ تو پوچھو کہ وہ کب تک قتل ہو جائے گی۔ او خدا کی پناہ۔ دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے اور اپنے یہ ایس پی صاحب ہیں کہ..... لگتا ہے اس کے اگلے امیدوار یہی ہوں۔ جان عذاب میں ہے ہماری تو او غیرملکی کرائم کی ایکسپرٹ بی بی..... کچھ مشورہ دو ہمیں کہ کیا کریں.....؟" صاحب خان بری طرح جھلایا ہوا تھا۔ میں ہنس پڑی۔ پھر میں نے کہا۔

"ترکیب تو بتا دوں خان صاحب..... مگر آپ عمل نہیں کریں گے۔"

"تم بتاؤ تو....."

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اسے پولیس کو پریشان کرنے کے اقدام میں گرفتار کرلیں اور لاک اپ میں بند کر دیں....."

"کیا.....؟" صاحب خان کا منہ کھل گیا۔

"بعد میں کہہ دیں کہ آپ نے اسے اس کے تحفظ کے خیال سے گرفتار کیا ہے۔ بلکہ یہاں لاکر اپنے خاص طریق کار سے اس سے پوچھ لیں کہ اس نے یہ کیا گورکھ دھندہ پھیلا رکھا ہے۔" صاحب خان اسی طرح منہ پھاڑے مجھے اور شہریار کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سنو لیڈی بی بی ..... میں یہ تھانیداری چھوڑنے کو تیار ہوں۔ تم بیشک شہریار کو تھانے دار بنوا دو۔ او میرے بال بچوں سے دشمنی کیوں ہوگئی تمہیں.....؟" میں ہنستی رہی تھی۔ پھر میں نے کہا۔

"تو بتایئے میں کیا کروں.....؟"

"خدا کے لئے کچھ کرو۔ وہ تو ہڈی کی طرح گلے میں اٹک گئی ہے اس جھگڑے کی اصلیت معلوم کر کے ہماری جان بچاؤ۔ یا پھر اس کے قتل ہونے کے لئے کوئی وظیفہ کرائیں ہم ..... قتل ہو جائے تو کوئی تفتیش بھی کی جائے کسی کی پکڑ دھکڑ ہو اور کچھ نہ ہو تو کیس داخل دفتر ہو جائے مگر عجیب قاتل مقتول ہیں بھئی دونوں کے دونوں مسخرے کہ وہ قتل کرتا ہے نہ وہ قتل ہوتی ہے۔ لگتا ہے یہ صاحب خان کے خلاف ہی کوئی سازش ہے۔"

بے چارہ صاحب خان واقعی پریشان تھا۔ لیکن مجھے یہ سب کچھ بہت دلچسپ محسوس ہو رہا تھا۔ کیا قصہ ہے کوئی اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا۔ لیڈی رمضان بیشک کافی آگے کی چیز تھی اور اس کی بیٹیاں کونسی ایسی ترکیب کیا جائے جو معلومات کی گاڑی آگے بڑھے۔ لیڈی رمضان کے معمولات بھی محدود تھے دفعتہ" ایک خیال میرے ذہن میں آیا اور میں اچھل پڑی۔ ایک چھوٹا سا خطرہ ضرور تھا اس میں لیکن مجھے اس کی کیا فکر ہوسکتی تھی۔ میں نے اس شام شہریار کو بھی اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ آٹھ بجے ہم گرین فاؤنٹین سے اٹھے تھے۔ شہریار اپنے راستے چلا گیا تھا اور میں اپنی کار میں آگئی تھی۔ لیکن میری کار لیڈی رمضان کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی کچھ دیر کے بعد وہ کوٹھی کے گیٹ پر رک گئی۔ چوکیدار نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا تھا۔

"لیڈی صاحب تو نہیں ہیں بی بی....."

"مجھے پہچانتے ہو.....؟" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"ہاں جی کیوں نہیں .....؟"

"کوئی اور بھی گھر میں نہیں ہے۔"

"ہاں جی....." اس نے گیٹ کھول دیا۔ لیڈی رمضان کے نہ ہونے سے مجھے خوشی ہوئی تھی گویا میرا اندازہ درست نکلا تھا۔ اندر مجھے افشین ملی تھی جو مجھے دیکھ کر کچھ گھبرا سی گئی تھی۔

"ہیلو! افشین.....؟"

"ہیلو..... آج کچھ ناوقت.....؟" اس نے کہا۔

"ہاں مجھے علم تھا کہ آج تم سے تنہائی میں ملاقات ہو جائے گی۔" میرے ان الفاظ پر اس کی آنکھوں میں حیرت پیدا ہوگئی۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا.....؟"

"بس معلوم ہوگیا۔" میں نے کہا اور وہ مجھے اندر لے گئی۔ پھر اس نے کہا۔

"خدا کے لئے ممی کو نہ بتانا۔ میں سمجھ گئی تم نے نوشین اور نایاب کو کہیں دیکھ لیا ہے۔ کیا وہ تمہیں ملی تھیں.....؟" افشین نے کہا اور میں نے بمشکل خود کو سنبھالا..... افشین کے الفاظ کچھ اور کہانی سنا رہے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ لیڈی رمضان ہی نہیں نوشین اور نایاب بھی غائب ہیں میں نے چند لمحات رک کر کہا۔

"افشین ڈیئر' میری دلی خواہش ہے کہ تم لوگ مجھے اپنا دوست سمجھو۔ مجھ سے کسی قسم کا خوف نہ کرو بھول کر بھی نہ سوچو کہ میں لیڈی صاحبہ سے تمہارے خلاف کوئی گفتگو کروں گی۔"

"مجھے اندازہ ہے تم اچھی طبیعت کی انسان ہو۔" اس نے کہا۔

"کیا تم مجھ پر بھروسہ کرسکتی ہو؟"

"کیوں نہیں.....؟"

"شکریہ..... حالانکہ تم سے میرا زیادہ واسطہ نہیں رہا' لیکن نہ جانے کیوں میں تمہارے لئے دکھی ہوں۔"

میرے ان الفاظ کا اس پر خاطر خواہ اثر ہوا اور اس کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے۔ پھر اس نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

"ممی ہم سے اپنے دل میں چھپی ہوئی نفرت کا بدلہ لے رہی ہیں۔ اس نفرت کا جو ہمارے باپ کے لئے ان کے دل میں ہے۔"

"مگر کیوں..... آخر کیوں افشین ..... وہ یہ نفرت کیوں کرتی ہیں۔"

"خدا ہی جانے۔ ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ ہم کب کہتے ہیں کہ وہ ہماری شادی کریں۔ کس نے کہا ہے ان سے۔ مرد کیا ہوتے ہیں یہ وہ جانیں مگر ہمیں جینے کا حق تو دیا جائے۔ ہم مردوں کے پیچھے کہاں پھرتی ہیں۔ ہم پر تو زندگی کی تمام خوشیوں کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ ہماری کوئی سوشل لائف نہیں ہے۔ ہم ایسے مجرموں کی مانند یہاں قید ہیں جنہوں نے کوئی جرم نہیں کیا لیکن جن کے نام کے ساتھ یہ چھاپ لگا دی گئی ہے کہ وہ جرم ضرور کریں گے۔"

"لیڈی صاحبہ مردوں کے خلاف ہیں.....؟"

"جی ہاں..... ہمیں یہی بتایا جاتا ہے۔" افشین نے طنزیہ کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"لیکن ان کا عمل تو اس کے بالکل برعکس ہے۔"

"وہ تو ان کے تجربات ہیں جو وہ اپنی لیبارٹری میں کر رہی ہیں۔" افشین نے جواب دیا۔

"انہوں نے کبھی اپنی اس نفرت کی وجہ نہیں بتائی۔"

"انیس' تیس اور چھبیس سال کے بچوں کو کہیں ایسی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ دیکھو نا کتنی محنت کرتی ہیں وہ ان تجربات کے لئے بے چاری چوبیس گھنٹوں میں سے سولہ گھنٹے اپنی فٹنس پر محنت کرتی ہیں۔ باقی وقت اپنے دوستوں میں صرف کرتی ہیں جنہیں درحقیقت وہ دوست نہیں دشمنی کہتی ہیں۔ دو ہی مشغلے ہیں ان کے دشمن کے خلاف مسلح ہونا اور اس کے علاوہ دشمن کا قریب سے جائزہ لینا۔"

"اس کا انجام کیا ہوگا..... افشین .....؟"

"زیادہ سے زیادہ ہم اسی طرح بوڑھے ہو جائیں گے پھر مر جائیں گے' عمر کے آخری حصے میں ممکن ہے وہ ہم تینوں کا تعارف اپنے دوستوں میرا مطلب ہے دشمن سے اپنی ممی کی حیثیت سے آئیں" افشین نے کہا اور ہنس پڑی اس کی ہنسی بھی بے حد تلخ تھی میں نے اس کا ساتھ نہیں دیا تھا پھر میں نے کہا۔

"نایاب اور نوشین کہاں ہیں.....؟" اس نے مجھے غور سے دیکھا پھر بولی۔

"بس آوارہ گردی کرنے گئی ہیں تھک جاتے ہیں ہم لوگ گھر میں پاگل ہو جاتے ہیں یہاں گھسے گھسے۔ اس کے بعد اور کیا کیا جاسکتا ہے۔"

"مگر لیڈی صاحبہ کا تو کہنا ہے کہ آپ لوگوں پر اتنی پابندی بھی نہیں ہے اور آپ لوگ اکثر تقاریب میں چلے جاتے ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں تم نے قیدیوں کو دیکھا ہے جنہیں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر عدالت میں لے جایا جاتا ہے ہماری کیفیت بھی ان سے مختلف نہیں ہوتی۔"

"لیڈی صاحبہ اس وقت کہاں ہیں.....؟"

"بلو لائنز کلب میں' وہیں جاتی ہیں۔"

"کس کے ساتھ.....؟"

"آج کل اسی کے ساتھ جاتی ہیں۔"

"انہیں آپ لوگوں کے جانے کا علم نہیں ہوتا.....؟"

"نہیں..... ہم نے ایک چور دروازہ بنا رکھا ہے۔ ضرورت ایجاد کی پھوپھی ہوتی ہے.....!" اس نے کہا اور ہنس پڑی۔

"پھوپھی.....؟" میں بھی مسکرا دی۔

"ماں کہتے ہوئے دل دکھنے لگتا ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی اس نے اچانک کہا

"چائے پیو گی.....؟"

"بیٹھو تم سے باتیں کرنے کو جی چاہ رہا ہے آج اتفاق سے موقع مل گیا ہے ہو سکتا ہے دوبارہ یہ موقع نہ ملے۔"

"نہیں میرے خیال میں تمہیں یہ مشکل نہ ہوگی تمہارے تعلقات کافی خوشگوار ہیں۔"

"کچھ اور پوچھوں افشین جواب دو گی.....؟"

"ابھی تک جواب نہیں دیئے کیا؟"

"تم لوگ واقعی اپنی ممی کی پریشانی سے پریشان نہیں ہو؟"

"جواب راز میں رہے گا نا.....؟"

"اب بھی شک ہے.....؟"

"نہیں....." اس نے کہا پھر بولی۔ "کوئی پریشان ہو تو ہم پریشان ہوں جو پریشانی ظاہر کی جا رہی ہے اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ تم تو اخبار نویس ہو۔ جب تمہارے پاس کوئی سنسنی خیز خبر نہیں ہوتی تو تم لوگ ایک خبر گھڑتے ہو پھر باوثوق ذرائع سے اس کی تردید شائع کر دیتے ہو۔ ممی تم سے متاثر ہیں تم نہیں جانتیں ان کی سوشل ایکٹیویٹیز کیا ہیں بیوٹی کلب' مقابلہ حسن' بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہیں وہ' یہاں سے زیادہ غیر ملکی جرائد میں ان کے تذکرے چھپتے ہیں مگر پبلسٹی کی ہوس ان کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ یہ ان کا نیا کھیل ہے اور کچھ انہیں ابھی کلا ٹمکس نہیں آیا دیکھنا پوری تھیم کیا ہے پھر اپنا سر پیٹنا۔"

"اوہ تو تمہارے خیال میں.....؟"

"صرف اور صرف ڈرامہ.....!"

"لکی جونیئر اور نایاب کا کیا قصہ ہے.....؟"

"سارے قصے معلوم کر لوگی تمہاری مرضی نایاب کی ملاقات لکی سے ایک تقریب میں ہوئی تھی اور نایاب اس سے متاثر ہو گئی پھر ان دونوں کی بہت سی پوشیدہ ملاقاتیں ہوئیں اور دونوں نے شاید ایک دوسرے کا سب کچھ بننے کا فیصلہ کیا لکی نے ایک جذباتی نوجوان کی حیثیت سے یہ جرات مندانہ فیصلہ کیا کہ وہ خود لیڈی رمضان سے ملے گا اور نایاب کے سلسلے میں بات کرے گا وہ ان سے کہیں ملا..... دوبارہ ملا اور پھر ملتا رہا پھر گھر آنے لگا پھر گھر کا مالک نظر آنے لگا۔ نایاب کو اس نے نظرانداز کر دیا..... دوبارہ نایاب سے نہ ملا اور لیڈی رمضان سے مسلسل ملتا رہا۔"

"ہو سکتا ہے افشین اس نے لیڈی صاحبہ سے اتنے گہرے تعلقات صرف نایاب کے لئے پیدا کئے ہوں۔" میں نے کہا اور افشین نے آنکھیں بند کر لیں اس کے چہرے پر جذبات کے سائے تیر رہے تھے پر اس نے کہا۔

"نہیں ایسا نہیں ہے۔" اس کا لہجہ قطعی اور آخری تھا اس کے بعد میں نے اس سلسلے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

افشین سے کچھ نہیں کہا تھا اس کے ساتھ چائے پینے کے بعد بھی کافی دیر اس کے ساتھ رہی تھی۔ دوسرے دن میں معمول کے مطابق وہاں پہنچی تھی اور لیڈی رمضان سوئمنگ پول پر ہی ملی تھی لیکن بالکل نارمل۔ اتنی ہی خوش و خرم' اتنی ہی خوب صورت اس نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا تھا۔

"تم کل بھی آئی تھیں.....؟" اس نے فوراً کہا۔

"ہاں..... بس میرا مقصد پورا ہو گیا تھا....." میں نے کہا۔

"بیٹھو میں سمجھی نہیں۔"

"پرسوں جو کچھ آپ سے سنا تھا اور آپ کی جو کیفیت دیکھی تھی اس نے مجھے مضطرب کر دیا تھا صرف آپ کی خیریت معلوم کرنے چلی آئی تھی یہاں آکر پتہ چلا کہ آپ گئی ہوئی ہیں بس یہ معلوم ہو گیا کہ آپ خیریت سے ہیں۔"

"ہاں بھئی..... کیا کیا جائے خود کو سنبھالنا ہی پڑتا ہے ورنہ ..... میرے دشمن کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ وہ مجھے خوفزدہ کر کے ہلاک کرنا چاہتا ہے یہی چاہتا ہے وہ اس طرح دھمکیاں دے دے کر میرا دل کمزور کر دے اور پھر کسی وقت خوف سے میرے دل کی دھڑکن ہی بند ہو جائے۔ یہی چاہتا ہے وہ ورنہ جو میرے کمرے کے باتھ روم تک پہنچ سکتا ہے وہ بہ آسانی مجھے ہلاک کر سکتا ہے اور اب میں نے بھی ترکیب سوچ لی ہے۔" وہ مسکرا دی۔

"کیا.....؟"

"میں خوفزدہ ہونے کا مظاہرہ کرتی رہوں گی۔ یہ ظاہر کرتی رہوں گی جیسے میں اس سے سخت دہشت زدہ ہوں یہاں تک کہ وہ کوئی غلطی کر جائے گا اور..... گرفتار ہو جائے گا۔"

"آپ بے حد ذہین ہیں لیڈی صاحبہ۔"

"یہ میری فطرت ہے مجھ پر اس وقت تک وحشت سوار رہتی ہے جب تک کسی مسئلے کا حل میری سمجھ میں نہ آئے اس کے بعد میں صرف دفاع نہیں کرتی بلکہ حملہ کرتی ہوں یہ فطرت ایک خاص وقت میں تشکیل پائی تھی اس وقت جب میں نوجوان تھی نوخیز تھی معصوم تھی ایک معمولی سے گھرانے کی فرد تھی جو شدید ترین مالی مشکلات کا شکار تھا اس قدر مالی مشکلات کا شکار کہ میرے باپ نے بیروزگاری اور قرض خواہوں سے تنگ آکر خودکشی کر لی تھی۔ میری ماں بھوک سے ہلاک ہوئی تھی' باپ کی موت کے بعد میں گھر سے باہر نکل آئی تھی اور نہ جانے کس کس طرح کوشش کر کے میں نے ایک ملازمت حاصل کی تھی تنخواہ مہینہ پورا ہونے پر مل سکتی تھی اور ایک ماہ تک فاقے نہیں کئے جا سکتے تھے کوئی ذریعہ ایسا نہ تھا کہ یہ فاقے ٹالے جا سکیں ایڈوانس مل نہیں سکتا تھا کیونکہ ابھی مجھے دن ہی کتنے ہوئے تھے نوکری کرتے ہوئے جو کوشش کر سکتی تھی لیکن ماں کی حالت بے حد خراب ہو گئی تھی۔ آخری کوشش کے نتیجے میں کھانے پینے کا سامان اور نقد رقم لے کر جب میں گھر میں داخل ہوئی تو ماں مر چکی تھی۔ میں

عزت کی قیمت پر بھی ماں کو نہیں بچا سکی تھی جس شخص سے میں نے یہ قیمت وصول کی تھی وہ یونس جمال تھا دل چاہتا تھا کہ ماں کے ساتھ قبر میں زندہ دفن ہو جاؤں عزت کے بدلے جو رقم ملی وہ ماں کی تدفین پر لگی اور اس احساس نے دل میں ایک انوکھا تصور پیدا کر دیا میری ماں کے بدن کا سفید کفن میری آبرو کی غلاظت میں لتھڑا ہوا تھا۔ دنیا اتنی بری ہے..... اتنی بری.....؟ میں نے سوچا اسے سزا دینی چاہئے اور میں نے زندہ رہنے کا فیصلہ کر لیا یونس جمال بہت بڑا آدمی تھا مگر میں نے یہ ہاتھی مار لیا اسے مجھ سے شادی کرنی پڑی دوسری صورت میں' میں نے اس کے لئے بڑے انتظامات کر لئے تھے اور پھر اس نے باقی وقت ایک دہشت زدہ شوہر کی حیثیت سے گزارا..... وہ ایک پل سکون نہ پا سکا اور نتیجے میں سب کچھ چھوڑ بھاگا جس میں ایک بیٹی بھی شامل تھی وہ چلا گیا لیکن اس جیسے دوسرے بہت سے تھے اعجاز صدیقی' زاہد علی یقین کرو ان کے کردار اتنے ہی گھناؤنے تھے اگر میں انہیں شکار نہ کر لیتی تو وہ مجھ جیسی بہت سی لڑکیوں کی ماؤں کو ان کی بے حرمتی کا کفن دیتے میں نے ان میں سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا' وہ خود ہی مجھ سے رجوع ہوئے تھے۔ میں نے انہیں بتایا تھا کہ میں آزاد فطرت کی مالک ہوں میرے جینے کا ایک انداز ہے۔ انہوں نے سب کچھ مان لیا اور اپنی پسند سے مجھ سے شادی کی مگر پھر انہیں احساس ہوا کہ وہ کیا کر بیٹھے ہیں وہ مجھے برداشت نہ کر پاتے تھے گھٹن کا شکار ہو جاتے تھے اور مر جاتے تھے خدا کی قسم میں آبرو باختہ نہیں ہوں' بدکردار نہیں ہوں مگر آزاد خیال ہوں وہ خود گندے تھے اور سوچتے تھے کہ جو میرے قریب ہیں وہ انہی جیسے ہیں وہ انہی جیسے ہوتے تھے لیکن وہ وہ صرف میرے مہرے تھے اور کوئی مہرہ میرے اشارے کے بغیر نہیں چل سکتا تھا مگر یہ سب کچھ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ وہ مجھے دھمکیاں دیتے تھے مجھے خوفزدہ کرتے تھے مگر میں اب پہلی جیسی نہ تھی میں نے طاقت حاصل کی تھی میں جانتی تھی کہ جب تک میں دلکش رہوں گی یہ میرے گرد چکراتے رہیں گے میں جانتی تھی کہ مجھے کیسے لوگوں سے تعلقات رکھنے چاہئیں جو ان اژدہوں سے میرا تحفظ کر سکیں۔ بس میں نے ساری زندگی یہی دو کام کئے ہیں میں نے خود کو قائم رکھا اور اپنا سوشل اسٹیٹس بنایا۔ لوگ سوچتے ہوں گے میرے بارے میں نہ جانے کیا کیا۔ میں نے کبھی ان کی پرواہ نہیں کی میں خود کسی کو متوجہ نہیں کرتی کسی سے خود کو نہیں چھپاتی سب جانتے ہیں کہ میری تین جوان بیٹیاں ہیں وہ میری عمر کا اندازہ لگا سکتے ہیں اس کے باوجود مجھ تک آتے ہیں یہ تو میری فتح ہے میں اس فتح پر خوش ہوتی ہوں۔"

"آپ کے کسی شوہر کے رشتے دار نے آپ پر کسی شے کا اظہار تو نہیں کیا؟"

"بڑے بڑے تیس مار خاں آئے انہوں نے اپنے وسائل سے کام لے کر میرے بارے میں تحقیقات کرائی مگر اصلیت سامنے آتی رہی وہ ناکام ہوتے رہے اور میں برقرار ہوں۔" اس نے فخر سے کہا۔

"لیڈی صاحبہ' ایک ناشائستہ سوال کرنا چاہتی ہوں آپ برا تو نہیں مانیں گی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں پوچھو.....!" اس نے بھاری لہجے میں کہا۔

"کیا آپ کے ان احساسات کا شکار آپ کی بیٹیاں تو نہیں ہیں؟" میں نے کہا اور لیڈی رمضان کے چہرے پر سختی نمودار ہوگئی وہ چند لمحات سوچتی رہی پھر اس نے کہا۔

"آف دی ریکارڈ..... کسی حد تک یہ سچ ہے میں انہیں چاہتی ہوں انہیں دنیا کی برائیوں سے محفوظ رکھنا چاہتی ہوں انہیں زندگی کی سچی خوشیاں دینا چاہتی ہوں جانتی ہو ان کے لئے میں نے کیا سوچا ہے۔ وہ اپنا ایک معیار رکھتی ہیں ان کے ذہن میں اس طبقے کے لوگ آتے ہیں جس طبقے سے وہ تعلق رکھتی ہیں لیکن میں اس طبقے سے بہت بددل ہوں۔ سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہونے والے والدین کے بل پر پلنے والے بہت کم بہتر سوچ کے حامل ہوتے ہیں مجھ سے زیادہ اس کا تجربہ کون رکھتا ہے مگر میں ان لڑکیوں کے ساتھ اپنے گھر واپس جانا چاہتی ہوں وہیں جہاں سے میں نے زندگی کا آغاز کیا تھا۔ میں اپنے سفر کا اختتام وہیں چاہتی ہوں وہ جگہ ان روشن ایوانوں سے لاکھ درجہ بہتر ہے وہاں محبت ہے سچائیاں ہیں پیار ہے احترام ہے اقدار ہیں بس وہ افلاس کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں اس لئے نظر نہیں آتے ان کے بارے میں نہیں سوچا جاتا۔ میں انہیں روشنی کے ساتھ وہاں لے جانے کی خواہش مند ہوں۔ میں ماں بن کر سوچتی ہوں مگر جب مجھے ان کے نام کے ساتھ نایاب جمال' افشین' زاہدی' یا نوشین جنید احمد یاد آتے ہیں تو لڑکیاں مجھے آدھی آدھی لگنے لگتی ہیں..... مجھے ان کے خون کی روانی میں وہ چہرے یاد آجاتے ہیں۔"

"اس وقت آپ کیا سوچتی ہیں.....؟"

"بس اس وقت میرا رویہ ان سے سخت ہو جاتا ہے اور ان کی بے بسی میں مجھے وہ چہرے بے بس نظر آتے ہیں مجھے خوشی ہوتی ہے۔"

"مگر وہ آپ سے بغاوت کرسکتی ہیں آپ کے خیال میں وہ ایسا نہیں کرسکتیں؟"

"وہ مجھ سے باغی ہیں اس کا اظہار کرتی ہیں اور مجھے اس سے خوشی ہوتی ہے کیونکہ ان کے باغیانہ جذبے میرے سامنے بے حیثیت ہوتے ہیں۔ میں غرور سے سوچتی ہوں کہ ان کے باپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے وہ کیا کرسکتی ہیں وہ مجھ سے چھپ کر باہر نکل جاتی ہیں کل بھی تمہیں صرف افشین گھر میں ملی ہوگی میں جانتی ہوں مگر میں یہ بھی جانتی ہوں کہ وہ کہاں تک جاسکتی ہیں کس پارک میں' کس شاپنگ سینٹر تک اور میں بھی ان کی اس چوری کو نظرانداز کر دیتی ہوں انہیں اس چوری کا حق ہے۔"

میں سناٹے میں رہ گئی تھی بہرحال بڑے عجیب تاثرات لے کر میں وہاں سے اٹھی تھی سب کچھ سامنے آگیا تھا مگر یہ اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ لیڈی رمضان کہاں سے کہاں تک ہے درحقیقت دل میں' میں نے اسے ایک خطرناک عورت قرار دیا تھا جو عورت اس حد تک چالاک ہو کہ پانچ مرد مل کر اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے وہ ایسی دھمکیوں سے نہ تو مرعوب ہوسکتی ہے

نہ خوفزدہ..... یہ سب کچھ فراڈ ہی لگتا ہے سو فیصد فراڈ.....!

دوسرے دن آفس میں داخل ہوئی تو میری ایک ساتھی لڑکی فون کا ریسیور پکڑے بیٹھی تھی اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا..... "ایک منٹ..... وہ آگئی ہیں جی ہاں میں فون انہیں دے رہی ہوں۔" اس نے ریسیور تھما دیا۔

"ہیلو.....! میں نے کہا۔

"کون..... لبنیٰ بی بی بول رہی ہیں....." دوسری طرف سے صاحب خان کی آواز سنائی دی۔

"اوہ صاحب خان صاحب.....؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں بی بی..... کہاں ہو.....؟ ہماری مشکل آسان ہوگئی لیڈی رمضان قتل ہوگئی۔"

○---------☆---------○

میں گنگ رہ گئی تھی' یقین نہیں آرہا تھا' صاحب خان کی بات مذاق محسوس ہو رہی تھی بمشکل میں نے کہا۔ "آپ مذاق کر رہے ہیں۔ خان صاحب؟"

"او نہیں بی بی' محکمہ پولیس میں رہ کر حس لطیف کہاں باقی رہتی ہے' پولیس والے عام مذاق نہیں کرتے' ہمارا مذاق ذرا مختلف ہوتا ہے' تم آنا چاہو تو آجاؤ' یہاں مٹھائی اور چائے کا اہتمام کیا گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔

"او ہو سارے مطلب فون پر ہی پوچھ لوگی۔"

"میں آرہی ہوں خان صاحب۔" میں نے کہا اور دوسری طرف سے ریسیور رکھنے کی آواز سنائی دی تھی' میں نے بھی ٹھنڈی سانس لیکر فون بند کر دیا۔

درحقیقت دماغ چکرا کر رہ گیا تھا' اس سے پہلے ایسا مذاق کبھی نہیں سنا تھا' یہ سب کچھ مذاق ہی محسوس ہو رہا تھا' وہ ایک طاقتور عورت تھی اور اس کی شخصیت کافی حد تک پراسرار تھی' حالانکہ اس نے مجھے اپنی کہانی سناتے ہوئے' اپنے شوہروں کے سلسلے میں خود کو بے گناہ ثابت کیا تھا اور ایک طرح سے ایک مظلوم شخصیت بن کر سامنے آئی تھی' اس کے باوجود ذہن کے انتہائی گوشے اسے مظلوم تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں تھے' آخر وہ کون سا ذریعہ تھا جس سے اس نے اپنے پانچوں شوہروں کو شکست دی تھی اور ان کی بے پناہ دولت باآسانی اس کے قبضے میں آگئی تھی' وہ ہمیشہ قانون کی زد سے بچتی رہی تھی اور کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوسکا تھا کہ چار شوہروں کی موت میں اس کا کوئی ہاتھ ہے۔ یہ بات بھی ہوئی تھی کہ ان شوہروں کے اہل خاندان بھی صاحب حیثیت تھے اور انہوں نے لیڈی رمضان کے ماضی کی تفصیل کے ساتھ شبہات کا اظہار کیا تھا اور ظاہر ہے قانون نے ان شبہات کو نظرانداز نہ کیا ہوگا اور اس کے بارے میں تحقیقات بھی کی گئی ہوں گی اور پھر ساری ہی تحقیقات جانبدارانہ نہ رہی ہوگی' لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پولیس کہیں بھی اسے اپنے شوہر کی قاتلہ نہ ثابت کرسکی اور لیڈی رمضان کی حیثیت برقرار رہی چنانچہ ان حالات میں اسے فوراً ہی کوئی غلط رنگ نہیں دیا جاسکتا تھا' تاہم کچھ کسک سی ذہن میں ضرور باقی تھی' ایسی عورت کسی سازش کے تحت اپنے قتل ہو جانے کی پبلسٹی تو کرسکتی ہے' لیکن سچ مچ قتل ہو جانے کا مسئلہ بہت الجھا ہوا تھا' مجھے تو کسی طور پر یقین نہیں آسکا تھا کہ اس معاملے میں کوئی اور بھی ملوث ہے' میرے ذہن کے گوشوں میں یہ تصور موجود تھا کہ یہ صرف لیڈی رمضان کی کوئی اختراع ہے' لیکن یہ خبر انتہائی چونکا دینے والی تھی۔ گاڑی میں بیٹھ کر تھانے کی جانب چل پڑی۔ صاحب خان بھی عجیب شخصیت کا مالک تھا' اس نے مذاق کرتے ہوئے بھی کیا دلچسپ مذاق کیا تھا' بہرطور ذہن میں لاتعداد الجھنیں لئے ہوئے میں تھانے میں داخل ہوگئی اس اطلاع کو بہرطور میں مذاق نہیں سمجھ سکتی تھی۔

صاحب خان نے دفتر میں واقعی رنگ جما رکھا تھا' دو ہیڈ کانسٹیبل دو کانسٹیبل موجود تھے' قریب ہی شہریار بھی بیٹھا ہوا تھا اور میز پر درحقیقت مٹھائی کا ایک بڑا ڈبہ رکھا ہوا تھا' صاحب خان نے مجھے دیکھتے ہی ایک کانسٹیبل سے کہا۔

"جا بھئی جلدی سے چائے لے آ' آؤ جی لیڈی بی بی' مبارک ہو' ہم سب کی مشکل حل ہوگئی۔" میں ہنستی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گئی' شہریار بھی مسکرا رہا تھا' میں نے صاحب خان سے کہا۔

"حس مزاح تو آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے خان صاحب' لیکن براہ کرم صرف اتنا بتادیں کہ قتل کی یہ اطلاع مذاق تو نہیں ہے؟"

"کمال کرتی ہو لیڈی بی بی' ہم نے یہ چار کلو مٹھائی منگوائی ہے اپنی نیک کمائی سے' اتنے بیوقوف تو نہیں ہیں ہم کہ اپنے بال بچوں کا حق ماریں' یہ اطلاع بالکل درست ہے' چاہو تو شہریار سے پوچھ لو۔" میں نے شہریار کی طرف دیکھا تو اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں لیڈی رمضان رات کو ساڑھے دس بجے قتل ہوچکی ہے۔"

"اوہ میرے خدا آخر کیسے؟"

"دووار کئے گئے ہیں اس پر' ایک گردن پر' دوسرا دل کے مقام پر' پھینک کر مارے جانیوالے چاقوؤں سے حملہ کیا گیا' حملہ آور انتہائی مشاق تھا کیونکہ یہ چاقو لوہے کی گرل کے ایک چھوٹے سے خانے سے گزار کر اس کے جسم کے دونوں حصوں پر پھینکے گئے ہیں اور یہ ایک ماہر نشانہ باز ہی کا کام ہوسکتا ہے' بہرحال وہ قتل ہوچکی ہے۔"

"اطلاع رات ہی کو مل گئی تھی؟"

"ہاں بھئی اطلاع رات ہی کو مل گئی تھی....."

"ہوں" میں نے پرخیال انداز میں رخسار کھجاتے ہوئے کہا۔

"اور اب تم اطمینان سے جو دل چاہے کرو' قاتل کا پتہ لگاؤ' فی الحال ہماری طرف سے

مٹھائی حاضر ہے' چائے پیو اور ہماری خوشیوں میں شریک ہو جاؤ۔" صاحب خان نے کہا اور میں ہنس پڑی۔ پھر میں نے کہا۔

"خان صاحب بہرحال وہ بے چاری انسان ہی تھی نا' اس کا قتل تو افسوسناک ہے' آپ اس کے قتل کی خوشی میں مٹھائی تقسیم کر رہے ہیں۔"

"او بی بی' جب ہم قتل ہو جائیں نا' تو تم بھی ایک من مٹھائی تقسیم کر دینا ہمیں اعتراض نہ ہوگا..... غور تو کرو' نچا کر رکھا ہوا تھا' ایک تو ایسے لوگوں کے تعلقات بہت وسیع ہوتے ہیں' ہر شخص ان کے چکر میں آجاتا ہے اور ان کے لئے سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے' ایس پی صاحب الگ جان کھائے ہوئے تھے' ڈی آئی جی تک کے حوالے مل رہے تھے' اب تم خود ہی بتاؤ نا' وارادات ہوئی نہیں اور ہم تفتیش شروع کر دیں' کیا کرسکتے تھے ہم' قانونی طور پر کسی پر شبہ بھی ہوتا تو بھلا گرفتاری کیسے عمل میں آتی' صرف اس بات پر کہ ٹیلی فون پر دھمکیاں موصول ہوتی ہیں' خط ملتے ہیں' کسی کو گرفتار تو نہیں کیا جاسکتا' اس سے اچھا تو یہی تھا نا کہ وہ قتل ہوجاتی' پھر قاتل پر ہاتھ ڈالا جاتا' اب کم از کم یہ مشکل تو حل ہوگئی۔" صاحب خان نے کہا اور میں ہنسنے لگی۔

کانسٹیبل چائے لے آیا تھا' چائے میں شریک ہوئی' مٹھائی بھی کھائی لیکن نجانے کیوں یہ سب کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا' ذہن میں کوئی شے بار بار چبھ رہی تھی' کانسٹیبل اپنا اپنا حصہ لیکر باہر نکل گئے تھے اور کمرے میں شہریار اور صاحب خان رہ گئے تھے۔ پھر میں نے کہا۔

"کچھ تفصیل پتہ چلے گی خان صاحب.....؟"

"ہاں ہاں بھئی کیوں نہیں۔ ساری تفصیل نوٹ کرلو' ساڑھے دس بجے قتل ہوا ہے اس کا اور کوئی پونے گیارہ بجے اس کی بڑی بیٹی نایاب کسی کام سے اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہاں اس نے اپنی ماں کو خون میں لت پت دیکھا۔ وہ فوراً ہی باہر آگئی اور اس کے بعد اس نے شور مچا دیا۔ پھر مجھے اطلاع دی گئی اور ہم سب وہاں پہنچ گئے' لاش کو قبضے میں لے لیا گیا اور ضروری تفتیش کرنے کے بعد پوسٹ مارٹم کے لئے بھجوایا گیا' کوٹھی کی ناکہ بندی کر دی گئی ہے اور وہاں سے کسی کو باہر جانے کی اجازت نہیں ہے ابھی تفتیش ہو رہی ہے۔ شہریار نے کہا کہ اگر ممکن ہوسکے تو تمہیں اس سلسلے میں شامل کرلیا جائے' میں نے کہا بھائی' زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ کوٹھی کی تلاشی کے دوران یا پھر دوسرے معاملات میں لیڈی کو شریک کرلینا' اس وقت اسے کہاں تکلیف دو گے' میرے منع کرنے پر شہریار خاموش ہوگیا۔ اب تم خود ہی بتاؤ بی بی تم وہاں جاکر کیا کرتیں' ساری تفصیل ہمارے پاس نوٹ ہے۔ فوٹو گراف بنائے گئے ہیں' پوسٹ مارٹم رپورٹ بھی آج شام تک مل جائیگی' اس کے بعد تمہاری جو مرضی آئے کرنا' قاتل مل جائے تو اللہ کی مرضی اور نہ ملے تو بھی اللہ کی مرضی بہرطور ہماری مشکل تو حل ہوگئی۔"

"تعجب ہے خان صاحب' آپ کسی کی موت پر ایسے بھی خوش ہوسکتے ہیں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"او بی بی رہنے دو' بس رہنے دو' اس کرسی پر بیٹھ کر یہ بات کہتیں تو پوچھتے تم ہے۔" صاحب خان نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔ پھر بولا "اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو ہی گیا' غم کرنے کے لئے وہاں بہت سے لوگ موجود ہیں' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم اپنی لالیٹن کب جلا رہی ہے؟"

"لالٹین؟"

"میرا مطلب ہے کب روشنی دکھا رہی ہو ہمیں اس سلسلے میں' تم اپنا چرخہ چلا دو' ساری تفصیل تمہیں شہریار بتا دے گا' چل بھائی شہریار' اب تو بی بی کو لے جا اپنے کمرے میں اور ذرا انہیں پوری صورتحال سمجھا دے۔" شہریار گردن خم کر کے اٹھ کھڑا ہوا تھا' پھر اس نے ایک فائل اٹھایا اور مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے دوسرے کمرے کی جانب چل پڑا۔

اس دوسرے کمرے میں وہ اپنی میز کے پیچھے بیٹھ گیا اور مجھے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی تھی پھر میں نے کہا۔ "تمہیں بھی اس قتل سے خوشی ہوئی؟"

"کیسی باتیں کرتی ہو ایک شاعر سے یہ سوال کر رہی ہو۔" شہریار نے کہا۔

"مجھے واقعی بے حد تعجب ہوا۔ اس سے پہلے شہریار یقین کرو میرا یہی خیال تھا کہ یہ واردات کبھی نہیں ہوگی' یقینی طور پر لیڈی رمضان کسی خاص منصوبے کے تحت اس بات کی پبلسٹی کر رہی ہے' میں اس مسئلے میں واقعی شدید ذہنی الجھنوں کا شکار رہی ہوں اور میں یہ سمجھتی ہوں کہ اب بھی اس کا حل ہونا ایک مشکل عمل ہوگا۔"

"تم سے اس موضوع پر بہت ساری باتیں ہو چکی ہیں اب از سرنو ذرا اس سلسلے میں مجھے اپنے خیالات سے آگاہ کرو۔"

"سچ پوچھو تو اس کا قتل ہی میرے لئے باعث حیرت ہے۔ بڑی انہونی سی بات ہے' اسے قتل کی دھمکیاں دی جاتی رہیں اور اس کے بعد ایک بار قتل کرنے کی پوری تیاریاں بھی کر لی گئیں لیکن خود قاتل نے اسے ہوشیار بھی کر دیا یہ ساری پچویشن ڈرامائی نہیں ہے کیا خیال ہے تمہارا' اس کے بعد قاتل کو اتنی جلد بازی میں قتل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی آخر؟"

"سارے مسئلے ہی الجھے ہوئے ہیں اور بہرحال صاحب خان تو یہ بات کہہ چکا ہے کہ اس مسئلے کا حل ہونا ممکن نہیں ہے۔ بار بار وہ مجھ سے تمہارا ہی تذکرہ کرتا ہے' میں یہ نہیں کہتا کہ تم بلاوجہ کی مصیبت گلے ڈالو لیکن کچھ دلچسپی ہے اس سلسلے سے؟"

"کمال کرتے ہو اچھا' خاصہ وقت برباد کر چکی ہوں۔"

"تو پھر جو کچھ تمہاری اب تک کی معلومات ہیں' ان کی روشنی میں قاتل تمہارے ذہن میں آتا ہے یا نہیں؟"

"دراصل شہریار میں نے اس موضوع پر سنجیدگی سے ابھی تک نہیں سوچا تھا جیسا کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ مجھے اس کے قتل ہو جانے کی امید نہیں تھی اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے

تو کسی نے اس پبلسٹی سے ہی فائدہ اٹھایا ہے۔"

"چلو وہی سہی مگر وہ کسی کون ہو سکتا ہے؟"

"اگر اس کوٹھی کے ماحول پر نظر ڈالو اور اطراف میں بکھرے ہوئے کرداروں پر غور کرو تو ہر شخص کو قاتل کی حیثیت سے گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ اس کی تینوں بیٹیوں میں سے کوئی بھی انفرادی طور پر یہ قتل کر سکتی ہے' لیکن جونیئر بھی یہ کام کر سکتا ہے اور.....اور بھی کچھ نام ذہن میں آتے ہیں' لیکن ذرا صورتحال کا بھرپور طریقے سے جائزہ لینا ہوگا ویسے تمہیں پھینکنے والے چاقوؤں کی کہانی معلوم ہے؟"

"تم نے شاید مختصراً کچھ بتایا تو تھا وہ غالباً شہباز خان....."

"ہاں بالکل وہی' وہ چاقو پھینک کر مارنے کا ماہر ہے لیکن حیرتناک بات ہے کہ لیڈی رمضان کی دوسری بیٹی افشین بھی اس سے یہ تربیت حاصل کر چکی ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے اسے اس کی مشق کرتے ہوئے دیکھا ہے اور پھر لیڈی رمضان کا قتل بھی پھینک کر مارے جانیوالے چاقوؤں سے ہوا ہے' اس طرح دو نام تو بالکل ہی روشنی میں آگئے' یعنی شہباز خان یا افشین لیکن تم خود فیصلہ کر لو کہ کیا قتل کرتے ہوئے اس طرح اناڑی پن کا ثبوت دیا جا سکتا ہے جبکہ قاتل بڑے ڈرامائی انداز میں اسے وارننگ دیتا رہا ہے۔"

"میں تو یہ سمجھتا تھا کہ شاعری میں ردیف اور قافیہ ملانا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے لیکن یہ "جاسوسی" قتل و غارت گری توبہ توبہ کسی اکاؤنٹنٹ کو بھی اتنی مصیبتوں سے نہ گزرنا پڑتا ہوگا۔"

"ہوں تمہاری اس فائل کا کیا ہوا جو ڈی آئی جی صاحب تک پہنچ گئی ہے؟"

"اگر ڈی آئی جی صاحب مجھے طلب کر کے مجھ سے میری رائے پوچھ لیں تو میں ان سے یہی کہوں گا کہ جناب والا مجھے کسی کلرکی کے کام پر لگا دیجئے' یہ انسپکٹری میرے بس کی چیز نہیں ہے....."

"ہمت ہار رہے ہو شہریار؟"

"کمال کرتی ہو یار' شہریار میں ہمت تھی ہی کہاں وہ تو بس یوں سمجھ لو کہ ملازمت کی ضرورت تھی اور یہ ضرورت اس طرح پوری ہو گئی ورنہ ورنہ' کہاں ایک شاعر اور کہاں یہ غیر شاعرانہ حرکتیں؟" ہم لوگ ابھی گفتگو کر ہی رہے تھے کہ صاحب خان خود ہی دوڑا دوڑا چلا آیا' اس نے شہریار سے کہا۔

"شہریار معافی مانگ لو ان بی بی صاحبہ سے' ایس پی صاحب نے فوراً طلب کیا ہے لیڈی رمضان کی کوٹھی پر' ہم دونوں کو وہاں پہنچنا ہے۔" شہریار جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ صاحب خان بولا۔

"آپ سے دوسری ملاقات جلدی ہوگی لٹی بی بی' ایس پی صاحب بنفس نفیس وہاں پہنچ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چکے ہیں اور ہمیں طلب کیا ہے۔"

"ضرور جایئے خان صاحب' اچھا شہریار چلتی ہوں۔" میں نے کہا پھر وہاں سے نکل آئی اور کار اسٹارٹ کر کے دفتر چل پڑی تھی۔ حالانکہ دل چاہ رہا تھا کہ میں خود بھی وہاں جاکر صورتحال کا جائزہ لوں اور دیکھوں کہ اس سلسلے میں کیا کارروائی ہو رہی ہے۔ لڑکیوں پر ماں کی موت کا کیا ردعمل ہے لیکن کسی طور ممکن نہیں تھا ظاہر ہے پولیس افسران وہاں موجود ہوں گے' ایسی صورت میں میری مداخلت بہت غلط ہو جائیگی۔ بہرحال شہریار سے تو شام کو سات بجے ملاقات ہونی ہی تھی۔ آندھی ہو یا طوفان شہریار کا ہوٹل پہنچنا یقینی تھا۔ دفتر آکر کچھ دیر کے لئے ذہن کو ان خیالات سے آزاد کیا اور اخبار کے ضروری کاموں میں مصروف ہوگئی۔ پھر جب ان تمام کاموں سے فارغ ہوگئی تو میں نے ان واقعات کا ایک زائچہ تیار کیا اور ایک کاغذ میں ان تمام کرداروں کو فہرم کرنے لگی جو لیڈی رمضان کے اردگرد پھیلے ہوئے تھے' چونکہ پہلا خیال تبدیل کرنا پڑا تھا' لیڈی رمضان کے بارے میں میرے ذہن میں یہی تصور موجود تھا کہ وہ شاطر عورت در حقیقت اپنا تحفظ کرنا جانتی ہے اور اس نے جس طرح اب تک اپنی شخصیت کو محفوظ رکھا ہے اسی طرح لکی جونیئر کے سلسلے میں بھی اپنے آپ کو بچانے کے لئے وہ کوئی خوبصورت کھیل کھیل رہی ہے لیکن معاملہ کچھ الٹ ہی ہوگیا تھا اب یہ سوچنا پڑا تھا کہ ان دھمکیوں کا کوئی وجود تھا اور جو کچھ اس نے کہا تھا اس میں سچائیاں تھیں یا پھر کوئی ایسی انوکھی بات ہوگئی تھی جو اس کی توقع کے خلاف ہو' دونوں پہلو مدنظر رکھنے تھے' پھینک کر مارے جانے والے چاقوؤں کے سلسلے میں فوری طور پر شہباز کا نام ذہن میں آتا تھا لیکن وہی مسئلہ درپیش تھا افشین آخر چاقو کی مشق کیوں کر رہی تھی؟ میں دلچسپی سے ان واقعات جائزہ لیتی رہی اور اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکی کہ اس کیس میں اصل مجرم کو تلاش کرنا بے حد مشکل کام ہے یہ دوسری بات ہے کہ صاحب خان جس سے چاہے اقبال جرم کرالے۔

○ --------- ☆ --------- ○

شام کو سات بجے گرین فاؤنٹین میں موجود تھی اور سات بجکر تیس سکینڈ ہوئے تھے جب شہریار وردی میں ملبوس اندر داخل ہوا تھا۔ چہرے پر تھکن کے آثار تھے' اداکاری کرتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا اور سینے پر پھونکیں مارنے لگا.....

"کیا قاتل کا پیچھا کرتے رہے ہو' انداز تو ایسا ہی ہے؟"

"او لٹنی بی بی' کیا بتائیں تمہیں بس یوں سمجھ لو کہ کھوپڑی الٹی ہوگئی ہے۔" شہریار نے صاحب خان کا لہجہ بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا اب مزید اداکاری کئے بغیر مجھے پوری تفصیل بتا دو۔"

"یعنی پھر شروع سے' کم از کم یہ تو معلوم ہوچکا ہے کہ وہ ساڑھے دس بجے قتل ہوئی' کلب سے واپس آئی تھی لباس تبدیل کرچکی تھی۔ کھڑکی کے سامنے کھڑے ہوئی تھی کہ اس پر

مسلسل وددار ہوئے اور دونوں وار انتہائی کامیاب رہے وہ تڑپ بھی نہ سکی چاقو اتنی قوت سے پھینکے گئے تھے کہ انہوں نے اپنا کام پورا کرلیا اور اتنی گہرائی میں نیچے اتر گئے کہ اس کا دل ان کی زد میں آگیا۔ سچانشانہ تھا نرخرہ اور دل دونوں ہی نشانہ بنائے گئے تھے۔ اس طرح آواز بھی بند ہوئی اور دل کی دھڑکن بھی پوسٹ مارٹم رپورٹ نے ساڑھے دس بجے ہی کا وقت دیا ہے اس کے علاوہ اور کوئی خاص بات نہیں۔"

"ہوں' پولیس نے کیا کارروائی کی؟"

"ایس پی صاحب نے شہباز خان کو گرفتار کرلیا ہے کیونکہ وہ چاقو پھینک کر مارنے کا ماہر تھا اور اس میں بڑی مشاق رکھتا تھا۔" میں نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر پرخیال انداز میں گردن ہلائی اور پھر کہا۔

"مجھے یہی شبہ تھا۔"

"اور کوئی کردار نظر نہیں آتا۔" شہریار نے کہا۔

"کیا شہباز خان کا بیان لیا گیا؟"

"ہر مجرم جو کچھ کہتا ہے' وہی شہباز خان بھی کہہ رہا ہے مگر چونکہ ابھی تفتیش ابتدائی مراحل میں ہے اور پوری ذمہ داریاں صاحب خان کو نہیں سونپی گئی ہیں۔ ایس پی صاحب اس سلسلے میں بقول صاحب خان کے بنفس نفیس کام کر رہے ہیں اور بہت غمزدہ ہیں اس لئے صاحب خان کو بھی احتیاط برتنی پڑ رہی ہے اب ایس پی صاحب جیسے ہی کہیں گے صاحب خان اس سے اقبال جرم کرالے گا۔"

شہریار نے اس انداز میں کہا کہ مجھے پھر ہنسی آگئی۔

"کمال کرتے ہو تم بھی بھئی کوئی نہ کوئی تو اصل مجرم ہوگا ہی۔"

"اسے تو بس اللہ ہی جانتا ہے' ویسے اب بتاؤ۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم نے بھی عقل کے ریس کورس میں کئی ریسیں دوڑادی ہوں گی۔"

"میں ابھی اس سلسلے میں کوئی آخری بات نہیں کہہ سکتی۔"

"تو چلو' یہی بات ہی کہہ دو۔" شہریار نے کہا۔

"چائے منگواؤ۔"

"اوئے ہوئے..... ہوئے ہوئے' ٹھیک ہے بھئی اس وقت افسر تفتیش تم ہو میں کہتا ہوں اگر تم ذرا سی کوشش کرو تو محکمہ پولیس میں آجاؤ۔"

"یہ بات تو تم پہلے بھی کئی بار کہہ چکے ہو اور میں تمہیں اس کا جواب بھی دے چکی ہوں۔"

"شہریار نے ویٹر کو اشارہ کر کے چائے طلب کرلی اور میری صورت دیکھنے لگا۔ میں نے چائے کی پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگائی پھر کہا....."

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"شہریار واقعی مسئلہ بے حد الجھا ہوا ہے ہم لوگ اس موضوع پر اتنی گفتگو کر چکے ہیں کہ اب میرے خیالات تمہیں اچھی طرح معلوم ہوں گے' وہ تینوں لڑکیاں تین مختلف باپوں کی اولاد ہیں' لیکن ان کے درمیان مکمل تعاون ہے اور تینوں اس قسم کے جملے ادا کرتی ہیں کہ ان میں سے کسی کو بھی باآسانی قاتل سمجھا جاسکتا ہے لیکن طریقہ کار' وہ آواز جو مردانہ ہوتی تھی اور ٹیلی فون پر سنائی دیتی تھی۔"

دفعتہً کسی خیال کے تحت میں اچھل پڑی اور میں نے شہریار سے کہا۔

"ایک بات سنو شہریار کیا تم مجھے خفیہ طور پر اس کوٹھی کا جائزہ لینے کی اجازت دے سکتے ہو؟"

"میں؟ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میں اس کے آئندہ شوہروں کی لسٹ میں نہیں تھا میرا مطلب ہے کہ اس کوٹھی کی تلاشی کی اجازت دینے والا میں کون ہوسکتا ہے' ویسے پولیس اب بھی اس کے اردگرد پھیلی ہوئی ہے باقی لوگوں کو بھی محصور ہی رکھا گیا ہے اس کی تینوں بیٹیاں بھی شبے سے خالی نہیں قرار دی جاسکتیں کیونکہ بقول تمہارے وہ ایک ہی باپ کی اولاد نہیں ہیں اور ان میں سے کوئی بھی اپنی ماں سے اختلاف کرسکتی تھی اور پھر حالات چونکہ میرے اور تمہارے علم میں کافی حد تک ہیں' اس لئے ہم لوگ خود بھی سوچ سکتے ہیں ویسے ایس پی صاحب دبی زبان سے کئی جونیئر کا بھی نام لے رہے ہیں اور انہوں نے اس سے کہا ہے کہ وہ شامل تفتیش ہے اور اس دوران ملک چھوڑنے کی کوشش نہ کرے۔" میں خاموشی سے گردن ہلاتی رہی پھر میں نے کہا۔

"تو ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ میں اس کوٹھی میں داخل ہوسکوں؟"

"بھئی میں سمجھتا ہوں یہ کوئی مشکل کام بھی نہیں ہے تم اپنے طور پر یہ سب کچھ کرسکتی ہو' ویسے میں صاحب خان سے بات کئے لیتا ہوں' فی الحال کم از کم کوٹھی کی تلاشی لینا مناسب نہیں ہے' ویسے اگر تم مجھے کوئی اشارہ دیدو تو میں البتہ یہ کام کرسکتا ہوں۔"

"ہوں' شہریار تم ایک کام ضرور کرو وہ یہ کہ لیڈی رمضان کے کمرے میں کوئی ایسا ٹیپ ریکارڈر تلاش کرو جس پر باہر کی گفتگو ریکارڈ ہوتی رہی ہے مگر ایک بات ذہن میں رکھنا۔ اس ٹیپ ریکارڈر سے جو کچھ بھی برآمد ہو پہلے مجھ تک پہنچنا چاہئے۔ مجھ سے پہلے اگر پولیس کے ہاتھوں میں پہنچ گیا تو ستیاناس ہو کر رہ جائیگا۔"

"ایسے کسی ٹیپ ریکارڈر کی کوئی توقع ہے۔"

"سو فیصد ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر فکر مت کرو' وہ تم تک ہی پہنچے گا۔"

شہریار بولا اور میں نے پرخیال انداز میں گردن ہلادی.........

ہم لوگ دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے تھے ظاہر ہے میرے پاس بہت زیادہ

اختیارات نہیں تھے اس لئے میں کوئی سرگرمی نہیں دکھا سکتی تھی اور پھر ابتدائی چند روز چونکہ پولیس کی طرف سے سرگرمیوں کے تھے اس لئے میری پہنچ لیڈی رمضان کی کوٹھی تک نہیں ہوسکی' البتہ جب یہ سرگرمیاں اور تیزی تندی کسی قدر ختم ہوگئی تو صاحب خان کے تعاون سے میں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا۔ البتہ اس دوران مجھے شہریار کے ذریعے ساری کارروائیوں کا علم ہوتا رہا تھا۔ اس کے علاوہ شہریار نے اس خواب گاہ میں ٹیپ ریکارڈر تلاش کر لیا تھا اور بڑی نفاست سے اپنا کام کر دکھایا تھا' اس نے بتایا کہ ٹیپ ریکارڈ لیڈی رمضان کی مسہری کے پچھلے حصے میں اس طرح نصب تھا کہ کسی کو نظر نہیں آسکتا تھا وہ مکمل طور پر وائرلیس تھا اور اس میں بڑی طاقتور قسم کی مشینری لگی ہوئی تھی شہریار نے ٹیپ ریکارڈ برآمد کرنے کے بعد پولیس کے حوالے کر دیا تھا اور تفصیل بھی بتا دی تھی لیکن اس کیسٹ کی ایک نقل اس نے میرے لئے تیار کر لی تھی اور یہ میرے لئے تسلی بخش کام تھا۔ میں نے اس ٹیپ ریکارڈر کو بغور سنا وہ مسلسل ریکارڈنگ کرتا رہا تھا اور اس میں بہت سی کام کی باتیں موجود تھیں۔ وہ آواز بھی تھی جو اس دن مجھے لیڈی رمضان نے سنائی تھی اور پھر آخری آواز اس رات کی تھی جب لیڈی رمضان قتل ہوئی تھی لیکن اس آواز میں صرف دو ہلکی کراہیں شامل تھیں جن سے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ لیڈی رمضان کی آخری کراہیں ہیں اور اس سے یہ اندازہ بھی ہو جاتا تھا کہ وہ کتنی جلدی موت کا شکار ہوگئی۔ اس کے علاوہ کچھ ہلکی ہلکی آہٹیں بھی میرے حساس کانوں نے سنی تھیں اور اس میں کتوں کی آوازیں بھی شامل تھیں جو یقیناً باہر سے آئی تھیں میں ان آوازوں پر خاص طور سے غور کرتی رہی تھی اور میں نے کیسٹ بارہا اپنی خواب گاہ میں تنہائیوں میں بھی سنا تھا اور اس پر غور کرتی رہی تھی۔

پھر مجھے کوٹھی میں داخل ہونے کا موقع مل گیا اور میں نے سب سے پہلے ان تینوں لڑکیوں ہی سے رابطہ قائم کیا' تینوں کے چہرے اترے ہوئے تھے اور ان کی آنکھوں میں ویرانی نظر آرہی تھی' مجھے دیکھ کر تینوں ہی خوش ہوئیں' افشین نے کہا۔

"نجانے پولیس ہمارے ساتھ رحمدلی کا برتاؤ کیوں کر رہی ہے ہمیں بھی گرفتار ہو جانا چاہئے تھا' زندگی اتنی تکلیف دہ ہوگئی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے قتل کے جرم میں سزا پانا چاہتی ہے۔"

"خیر یہ بات کسی طور ممکن نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی ماں کو قتل کرنے کی کوشش کرے' وہ جیسی بھی تھیں تمہارے سروں پر سائبان تھیں".........اور میرے ان الفاظ پر تینوں ہی رو پڑی تھیں نایاب نے کہا۔

"ہم نہیں جانتے کہ ہم نے اپنی زندگی میں اپنی ماں سے نفرت کی ہے یا محبت' یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ' ہم ان سے بالکل ہی بے تعلق رہے ہیں پتہ نہیں کیا کردار تھا ان کا' پتہ نہیں کیوں یہ سب کچھ ہوا' پتہ نہیں' پتہ نہیں......... میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہرطور وہاں سے ایسی کوئی بات خاص معلوم نہیں ہوئی تھی تفتیش کا سلسلہ جاری رہا' شہباز خاں سے ابھی اقبال جرم کرانے کی کوشش نہیں کی گئی تھی میں نے اس سلسلے میں شہریار سے سوال کیا تو اس نے کہا.....

"ہاں تمہیں بتانے ہی والا تھا ایک اور خاص انکشاف ہوا ہے ان دنوں شہباز خان کے بارے میں انکوائری کی جا رہی تھی' لکی جونیئر نے بتایا ہے کہ شہباز خان اس کا آدمی ہے اور وہ بچپن سے اس کے ساتھ رہا ہے' وہ کتوں کی طرح وفادار ہے اور اس کے کردار میں ایسی کوئی خامی نہیں ہے' بھلا وہ لیڈی رمضان کو قتل کرنے کی کوشش کیوں کرے گا.....؟" میں اس انکشاف پر اچھل پڑی تھی میں نے اس سے کہا۔

"شہباز..... لکی جونیئر کا آدمی ہے؟"

"ہاں' لیڈی رمضان کو جب زندگی کا خطرہ لاحق ہوا تو باقی تمام کاموں کے علاوہ لکی جونیئر نے اپنے اس آدمی کو یہاں بھیج دیا تاکہ وہ لیڈی رمضان کی حفاظت کرے' دونوں کتے بھی وہ شخص اپنے ساتھ ہی لایا تھا' لکی جونیئر کی کوٹھی میں بھی وہ یہی کام کرتا تھا' لکی کا کہنا ہے کہ وہ بہت نرم دل اور نرم مزاج انسان ہے کسی کو قتل کرنے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"تم نے یہ سوال نہیں کیا لکی جونیئر سے کہ کیا یہ بات اس کے علم میں ہے کہ شہباز خان چاقو پھینک کر مارنے کا ماہر ہے؟"

"ہاں میں نے اس سے یہ سوال کیا تھا جس کے جواب میں اس نے کہا کہ شہباز خان کو ایسی شعبدہ گری سے ہمیشہ دلچسپی رہی ہے' کسی زمانے میں کوئی سرکس دیکھا تھا اس نے جس میں یہ فن دیکھا تھا اور اس کے بعد وہ اس فن میں مہارت حاصل کرنے لگا اور کامیاب ہو گیا۔"

"تم جانتے ہو کہ افشین بھی اس سے یہ سب کچھ سیکھ رہی تھی' ایک بات بتاؤ شہریار' میں شہباز سے بات کر سکتی ہوں.....؟"

"لاک اپ میں ہے ابھی مزید سات دن کا ریمانڈ لیا ہے اس کا تم اس سے مل لو صاحب خان اعتراض نہیں کرے گا۔"

شہباز خان سے میں نے گفتگو کی اور افشین کے بارے میں یہ سوال کیا تو اس نے آہستہ سے کہا۔

"بس جی جو تقدیر میں لکھا ہے وہ ہو گا ہم بھلا لیڈی رمضان کو مارنے کی کوشش کیوں کرتے' ہمیں اس سے کیا مل سکتا تھا' تقدیر میں یہ لکھا ہے تو یہی سہی' کیا کر سکتے ہیں' افشین بی بی نے ہم سے کہا کہ وہ یہ فن ہم سے سیکھنا چاہتی ہیں' نوکر تھے جی' ان کے حکم کی تعمیل کی اور انہیں یہ کام سکھا دیا۔"

"اچھا شہباز خان' یہ بتاؤ تمہارے پاس اس مشق کے لئے جو چاقو تھے وہ پورے کے پورے موجود ہیں.....؟"

"نہیں جی اس میں سے دو کم ملے ہیں ہم نے پولیس کو یہ بتا دیا ہے۔"

"کیا یہ چاقو افشین کے پاس تھے.....؟"

"ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اکثر وہ ہمارے یہ چاقو چرا لیا کرتی تھیں....." شہباز نے جواب دیا' بہرطور اس سے کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی تھی لکی جونیئر کے بارے میں اس نے بھی یہی اعتراف کیا کہ وہ بچپن سے اس کے ہاں ملازم ہے اور اس کے کہنے پر یہاں آ گیا تھا البتہ میں نے ایک سوال اس سے ضرور کیا اور وہ کتوں کے بارے میں تھا' میں نے اس سے پوچھا کہ رات کو وہ کتے کس وقت کھول دیا کرتا تھا اس نے جواب دیا کہ لیڈی رمضان کے گھر واپس آنے کے بعد جب اسے یہ پتہ چل جاتا تھا کہ اب کوئی بیرونی کام نہیں ہے تو وہ کتے کھول دیا کرتا تھا اور خود بھی ان کے آس پاس ہی رہتا تھا۔

میں خاموشی سے وہاں سے واپس پلٹ آئی تھی اس کے بعد خصوصی طور پر میں نے لکی جونیئر سے ملاقات کی اس سلسلے میں مجھے صاحب خان کا مکمل تعاون حاصل تھا لکی جونیئر نے مجھے پہچان لیا تھا۔

"آپ تو اس کی سوانح لکھ رہی تھیں اس نے اپنے بارے میں آپ کو بہت کچھ بتایا ہو گا۔"

"ہاں اور اس بہت کچھ میں آپ کا تذکرہ بھی تھا۔"

"یقیناً ہو گا' کیا اس نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ میں اسے قتل کر سکتا ہوں؟" لکی نے کسی قدر ترشی سے کہا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا تھا البتہ کچھ اور ضرور کہا تھا۔"

"کیا؟" وہ چونک پڑا۔

"آپ اس سے قبل نایاب سے محبت کرتے تھے اور اسی کی وجہ سے اس کی ماں سے ملے تھے۔"

"ہر چند کہ یہ قطعی ذاتی معاملہ ہے لیکن یہ ایک افسوسناک معاملہ بھی ہے اس لئے مجھے مجبوراً زبان کھولنی پڑ رہی ہے۔ محترمہ..... ہر شخص کا ایک نظریہ تھا چونکہ میں ایک بزنس مین باپ کی اولاد ہوں اور اپنے باپ کی موت کے بعد اس کے پورے کاروباری کو سنبھالنے کی ذمہ داری مجھ پر پڑتی ہے اس لئے اپنی زندگی کے بارے میں سوچتے ہوئے میں اپنے کاروبار کے بارے میں بھی سوچتا ہوں کیونکہ اس میں میرے مستقبل کی بقاء ہے۔ اتنے بڑے کاروبار کو سنبھالنے کے لئے سرمائے کی ضرورت ہر لحظہ رہتی ہے اور مجھے بھی یہ احساس تھا چنانچہ میں نے کبھی آنکھیں بند نہیں کیں۔ نایاب سے میری ملاقات ہوئی اور وہ بیشک مجھے اچھی لگی ایک دولت مند ماں کی بیٹی تھی یہ بھی سچ ہے کہ صرف اس کی محبت کے حصول کے لئے میں اس کی ماں سے ملا مگر لیڈی رمضان سے مل کر اچانک میری سوچ بدل گئی مجھے اس کے حالات معلوم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئے تو میں نے مختلف انداز میں سوچا۔ میں جانتا تھا کہ نایاب کو بہت کچھ ملے گا مگر لیڈی رمضان اس سب کچھ کی بلاشرکت غیرے مالک تھی اور پھر وہ مجھے اپنی جانب مائل بھی نظر آتی تھی چنانچہ میں ان راستوں پر چل پڑا' میں نے سوچا تھا کہ اس سے شادی کے بعد اس کا سرمایہ میرے کاروبار میں معاون ہوگا اور مجھے کبھی کوئی دقت نہ پیش آئے گی لیکن اس سوچ میں کوئی مجرمانہ احساس نہیں تھا' لیڈی رمضان کو قتل کرنے سے مجھے کچھ حاصل نہ ہو سکتا تھا مجھے اس کی زندگی درکار تھی کیونکہ اس سے مجھے فائدہ ہو سکتا تھا۔"

"لیڈی رمضان نے کبھی آپ کو اپنے ماضی کے بارے میں بتایا تھا؟"

"ایک ایک لفظ۔"

"آپ نے یہ نہیں سوچا تھا کہ آپ اس کے چھٹے مقتول شوہر ہو سکتے ہیں؟"

"کبھی نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ وہ اس معاملے میں بے گناہ تھی اور مجھے اس پر اعتماد تھا۔"

"آپ کو کبھی اس بات سے خوف محسوس نہیں ہوا؟"

"کہا نہ کہ کبھی نہیں۔"

"آپ کے خیال میں قاتل کون ہو سکتا ہے؟"

"نایاب" اس نے پھٹ سے کہا

"وجہ؟"

"میں" وہ بولا نہ صرف میں بلکہ صاحب خان بھی حیران رہ گیا تھا چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔

"کیا شہباز خان نایاب کا معاون ہو سکتا ہے؟" اس سوال پر اس کے چہرے پر طنزیہ آثار پھیل گئے۔

"شہباز خان کو پولیس نے ناجائز گرفتار کیا ہے بہرحال میں نے انتظام کرلیا ہے جلد اس کی ضمانت ہو جائے گی میں نے پولیس کو بتا دیا ہے کہ وہ میرے بچپن سے میرے ہاں ملازم ہے اور کتوں سے زیادہ وفادار ہے وہ صرف میرے اشارے پر جان لے سکتا ہے' میرے علاوہ وہ کسی کا آلہ کار نہیں بن سکتا' آپ لاکھوں روپے اس کے سامنے ڈال دیں وہ مجھ سے بے پناہ محبت کرتا ہے پاگلوں کی طرح مجھے چاہتا ہے نایاب کیا دنیا بھر اسے مجبور کرے وہ ایسا کوئی کام نہیں کرسکتا صرف میرے کہنے سے وہ لیڈی رمضان کی حفاظت کے لئے یہاں آگیا تھا۔"

"آپ کے اشارے پر وہ لیڈی رمضان کو قتل کرسکتا ہے؟" میں نے پوچھا

"میرے اشارے پر تو وہ آپ کو بھی قتل کرسکتا ہے مگر آپ لوگ یہ ثابت نہ کرسکیں گے میں نے کوئی نائی کی دکان نہیں کھول رکھی صرف پولیس سے تعاون کا معاملہ ہے اور معقول۔

میری دوست تھی ورنہ....." وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا۔

"او جی یہ تو تفتیش ہے بھائی صاحب اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے۔" صاحب خان نے مداخلت کی۔

"اور کچھ پوچھنا ہے آپ کو؟"

"بہت بہت شکریہ' جی ایک بار آپ کو بیان کے لئے اور تکلیف کرنا ہوگی۔" صاحب خان نے کہا' دماغ کی چولیں ہل کر رہ گئی تھیں' اس رات پوری رات سو نہیں سکی تھی بس یہی سوچیں تھیں قاتل کہاں چھپا ہوا ہے؟ وہ کون ہے؟ بہت سی سوچوں کے درمیان اعجاز صدیقی بھی ذہن میں آیا تھا' لیڈی رمضان کا وہ شوہر جو زندہ تھا ممکن ہے وہ واپس آگیا ہو اور کسی انتقامی جذبے کے تحت اس نے یہ قدم اٹھایا ہو' لیکن درمیانی گیپ بہت زیادہ تھا یہ کارروائی اسے بہت پہلے کرنا چاہئے تھی اور پھر اسے تلاش کرنا بھی تو آسان نہ ہوگا کیا وہ قاتل ہو سکتا ہے کسی کی توجہ اس کی طرف جا بھی نہیں سکتی وہ کیسٹ بھی کئی بار سن چکی تھی جو شہریار نے مجھے لا کر دیا تھا مگر اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی آدھی رات گزر گئی مگر کوئی فیصلہ کرنا ناممکن ہوگیا تھا مجھے شبہ ہو رہا تھا کہ یہ معمہ حل نہ ہوسکے گا پولیس کسی کے خلاف کوئی ثبوت نہ فراہم کرسکے گی بلکہ اگر کسی نے زیادہ مغززنی کی تو اعجاز صدیقی کا نام سامنے آسکتا ہے اور تلاش کرنا ممکن نہ ہوگا نتیجہ۔ صاحب خان کی مرضی کے مطابق لکی جونیئر کی طرح گرفت میں نہیں آتا اسے لیڈی رمضان کی زندگی سے تو فائدہ حاصل ہو سکتا تھا اس کی موت سے نہیں۔ یہی کیفیت شہباز خان کی تھی۔ طریقہ قتل شہباز خان کا تھا مگر یہی اسے تحفظ بھی دیتا تھا کیونکہ ایک ذہین مجرم ایسی حماقت نہیں کرسکتا تھا کہ وہ باآسانی سامنے آجائے یہ دلیل بہت مضبوط تھی اور چونکہ کوئی عینی ثبوت نہیں تھا اس لئے صرف فرض کر کے اسے قاتل قرار نہیں دیا جاسکتا تھا۔

آدھی رات کے بعد' میں سب کچھ ختم کر کے سونے کی کوشش کرنے لگی مگر دماغ کی چرخیاں مسلسل چل رہی تھیں اور نیند پلکوں تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ بار بار ذہن جھٹک رہی تھی مگر مختلف چہرے مختلف خیالات۔ نایاب' افشین' نوشین' کیا ان میں سے کوئی یا مشترک طور پر اپنی ماں کی قاتل ہو سکتی ہیں؟ اچانک ہی دماغ میں کچھ چھپا کے ہوئے بالکل ایسا محسوس ہوا تھا جیسے شیشے کا کوئی گلوب ٹوٹ گیا ہو۔ مجھے اپنے ایک غیرملکی استاد کی بات یاد آئی تھی اور میری آنکھیں کھل گئی تھیں۔ ایک عجیب سا بے چینی کا احساس ایک تڑپانے والی بے کلی۔ انہوں نے کہا تھا۔"تم قاتل کی ذہنی سطح ضرور تلاش کرو لیکن اسے آفاقی سوچ کا حامل قرار نہ دو۔ ممکن ہے اس کی سادگی ہی اس کا جرم ہو۔" میں نے اپنی جگہ چھوڑی اور اپنے کمرے میں پڑی رائٹنگ ٹیبل پر آبیٹھی۔ میرا ذہن دھک رہا تھا۔ پھر میں نے وہ کیسٹ ٹیپ پر لگا کر نئے سرے سے اسے سنا۔ سنتی رہی' بار بار سنتی رہی اور اس کے بعد باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

ساری رات جاگنے سے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں ناشتہ بھی نہیں کیا اور کار لے کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شہریار کے گھر کی طرف دوڑ پڑی۔ شکر تھا کہ وہ مجھے اپنے گھر پر ہی مل گیا۔ مجھے دیکھ کر منہ پھاڑ کر رہ گیا تھا۔

"یعنی..... یعنی یہ بھی ہو سکتا ہے.....؟" اس نے کہا۔

"کیوں نہیں.....؟"

"کیا میں اسے مستقبل کا کوئی ورق کہہ سکتا ہوں.....؟"

"کہہ سکتے ہو لیکن مزید کچھ اضافے کے ساتھ.....!"

"سمجھا نہیں.....؟"

"ناشتہ لاؤ....." میں نے کہا..... اور وہ سر کھجانے لگا۔

"جوئیں پڑ گئی ہیں کیا.....؟"

"ایں..... نن نہیں تو....." اس نے جلدی سے سر سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"تو کیا تم مجھے مستقبل میں ناشتہ بھی نہیں کراؤ گے.....؟"

"ارے نہیں..... کیوں نہیں..... بس ابھی لایا۔" اس نے کہا اور دوڑ گیا۔ میں مسکراتی رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اس کی والدہ وغیرہ بھی آگئیں اور میں ان سے باتیں کرتی رہی پھر ناشتہ آگیا اور میں نے خوب ڈٹ کر ناشتہ کیا۔ پھر میں نے اشارہ سے اسے نکل چلنے کے لئے کہا کیونکہ دوسرے لوگوں کے سامنے بات نہیں ہو سکتی تھی۔ شہریار نے وردی پہنی اور میرے ساتھ باہر آگیا۔

"تم اپنی بائیک لو گے.....؟"

"لینا تو پڑے گی.....!"

"اس وقت کہاں بیٹھا جا سکتا ہے.....؟"

"کسی نالے کی پلیا پر۔" اس نے کہا اور میں ہنس پڑی۔ پھر میں نے کہا۔

"کیا صاحب خان تھانے میں ہو گا.....؟"

"نہیں وہ دس بجے آئے گا۔"

"گویا تو پھر وہیں چلو۔" میں نے اپنی کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ شہریار مجھے اپنے آفس میں لے گیا تھا۔

"یہاں تم جس طرح چاہو اظہار عشق کر سکتی ہو غالباً رات کو تم نے کوئی سہانا خواب دیکھا ہے جیسے چاند سے ایک روشن سڑک زمین تک آ رہی ہے پھر میں ایک چمکدار گھوڑے پر چاند کا گیٹ کھول کر نیچے اترتا ہوں اور تم بادلوں کے ساتھ سفر کرتی ہوئی اس گھوڑے تک آ جاتی ہو اور پھر میں تمہیں اٹھا کر۔"

"گھوڑے پر بٹھاتے ہو مگر میرا وزن تم سے سنبھالا نہیں جاتا اور تم گھوڑے سے نیچے لڑھک جاتے ہو اور تمہاری ایک ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے۔"

"ٹریجڈی مگر کوئی بات نہیں خواب میں چلے گی۔"

"سنجیدہ نہیں ہو گے۔"

"ہو گیا....."

"تو پھر جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اسے غور سے سنو۔ یہ ایک تجربہ ہے مگر تمہیں کرنا ہو گا ممکن ہے ہمیں ہر الجھن سے نجات مل جائے۔"

"سناؤ.....!" شہریار نے کہا اور میں اسے تفصیل سمجھانے لگی وہ غور سے سنتا رہا پھر بولا۔

"فائدہ.....؟"

"بس میرے دل میں تمہارا پیار بڑھ جائے گا۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور شہریار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"دل و جان سے منظور..... زیادہ سے زیادہ نوکری سے نکال دیئے جائیں گے۔ یہاں کے پرواہ ہے سیاں بھئے کوتوال۔"

"ذرا بھی کچا پن نہ ہونے پائے۔" میں نے اسے ہدایت کی۔ صاحب خان آگیا اور مجھ سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے بتایا۔

"شہباز خان کسی طور اس جرم کو نہیں مان رہا۔ اب اس نے صاف صاف افشین کا نام لیا ہے کہتا ہے وہ بھی یہ کام کر سکتی ہے کوئی اور بھی کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ سختی بھی مشکل ہے کیونکہ لکی جونیئر اس کی پشت پر ہے۔ لکی کہتا ہے کہ ہم میں سے کوئی یہ ثابت کر دے کہ لیڈی رمضان کی موت سے اسے کوئی فائدہ ہوتا ہے تو وہ خود کو قاتل مان لے گا اور پھر واقعی ہمارے پاس کسی کے لئے کوئی واضح ثبوت نہیں ہے کس کی گردن میں پھندہ ڈالیں گے۔"

"لکی کا بیان لکھ لیا آپ نے.....؟"

"آ رہا ہے ایس پی صاحب کے ساتھ آ رہا ہے ان کے سامنے ہی بیان دے گا۔" صاحب خان نے بتایا اور میں خاموش ہو گئی۔ پھر ایس پی صاحب آگئے۔ لکی جونیئر بھی ان کے ساتھ تھا۔ ایس پی صاحب مجھ سے واقف تھے انہوں نے میری خیریت پوچھی لکی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"آپ کی ڈیوٹی اسی تھانے پر ہوتی ہے کیا؟"

"جی ہاں..... یہاں آپ جیسے لوگوں سے ملاقات ہو جاتی ہے۔"

"جی لکی صاحب بیان لکھوایئے۔ آپ کا بھی وقت ضائع ہو رہا ہے۔" صاحب خان نے کہا شہریار بے قدموں باہر نکل گیا تھا۔ صاحب خان تیار ہو گیا۔ اسی وقت شہریار شہباز خان کو لاک اپ سے لے آیا تھا۔ صاحب خان نے اور ایس پی صاحب نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ بولا۔

"سر یہ بیان شہباز خان کی موجودگی میں ضروری ہے۔"

"کیوں.....؟" صاحب خان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سر اس سے ہمیں مدد ملے گی۔ سر میں بعد میں بتا دوں گا۔ دراصل میں ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ شہباز خان بے قصور ہے۔ مجھے اس کے ثبوت مل گئے ہیں۔" شہریار نے کہا۔ صاحب خان حیران رہ گیا تھا۔ لکی نے کہا۔

" میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ آپ لوگ میرا بیان لکھ لیں۔ میرا بیان بس اتنا ہے کہ میں لیڈی رمضان کو پسند کرنے لگا تھا اور وہ مجھ سے شادی پر آمادہ تھیں۔ مگر یہ نہ ہوسکا اور انہیں قتل کر دیا گیا۔ قاتل کون ہے یہ میں نہیں جانتا نہ ہی انہوں نے کبھی ایسے کسی شخص کی نشاندہی کی تھی ان کے اہل خاندان سے میرا کوئی رابطہ نہیں ہے جہاں تک شہباز خان کا تعلق ہے تو وہ میرا خاص آدمی ہے اور میں نے اسے لیڈی رمضان کی خواہش پر اس کا محافظ مقرر کیا تھا میں جانتا ہوں وہ کسی قیمت پر کسی کو قتل نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد پولیس کا فرض ہے کہ وہ قاتل کو تلاش کرے اور ایس پی صاحب کیونکہ پولیس کے پاس شہباز خان کے خلاف واضح ثبوت نہیں ہے اس لئے میں اس کی ضمانت کی درخواست کرتا ہوں اور اس ضمن میں ہر ضروری کام کے لئے تیار ہوں۔"

"لکی صاحب بالکل درست کہتے ہیں جناب' شہباز خان قاتل نہیں ہے بلکہ قاتل خود مسٹر لکی ہیں۔ میں ان کے خلاف ٹھوس ثبوت حاصل کرچکا ہوں اس کے علاوہ اس کے خلاف مس نایاب کی درخواست بھی موجود ہے۔ مس نایاب نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ لکی صاحب دراصل ان سے شادی کرنا چاہتے تھے ان کا خیال تھا کہ لیڈی صاحبہ کی موت کے بعد وہ انہیں اور نوشین کو بھی راستے سے ہٹا دیں گے اور اس طرح تمام دولت مس نایاب کو مل جائے گی اور وہ تو ان کے جال میں گرفتار ہیں مگر مس نایاب کو..... یہ سازش ناپسند تھی وہ لکی کو اس سے باز رکھ رہی تھی مگر وہ نہ مانے اور بالاخر انہوں نے لیڈی صاحبہ کو قتل کر دیا میں ثابت کروں گا کہ یہ سب کچھ انہوں نے کیا ہے اور میرے پاس ایسے ثبوت موجود ہیں جن کی رو سے لکی صاحب کو سزائے موت سے بچانا ناممکن ہو جائے گا۔ اس لئے سر' میں آپ کی اجازت سے لکی صاحب کو اس قتل کے جرم میں گرفتار کرتا ہوں۔" شہریار نے فوراً لکی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں۔ سب ہکا بکا رہ گئے تھے مگر اس وقت شہباز خاں کی دہاڑ گونجی۔

"بکواس ہے۔ گدھے ہو تم۔ احمق ہو' بے وقوف ہو' قتل میں نے کیا ہے سمجھے۔ قاتل میں ہوں۔ اس کتیا نے صرف اپنی محبت میں ناکام ہو کر لکی کو پھنسایا ہے۔ میں قاتل ہوں۔ میں نے لکی کو اس موت سے بچانے کے لئے ..... اسے قتل کیا جو وہ کسی پراسرار طریقے سے اپنے شوہروں پر نازل کرتی تھی۔ لکی اس کا دیوانہ ہوگیا تھا میں جانتا تھا کہ وہ اس سے شادی ضرور کرے گا اور پھر وہ مرجائے گا۔ میں اس کا خادم ہوں۔ بچپن سے میں اسے چاہتا ہوں۔ میں اسے روک نہیں سکتا تھا مگر اسے بچانا میرا فرض تھا۔ پہلے میں اسے ڈراتا دھمکاتا رہا مختلف طریقوں سے اسے خوفزدہ کرتا رہا۔ مگر بعد میں' میں نے سوچا کہ یہ سب کچھ خاموشی سے نہ ہو جائے اور

میں منہ دیکھتا رہ جاؤں میری خوش قسمتی تھی کہ میرے مالک نے مجھے اس کی حفاظت کے لئے مقرر کیا تھا۔ مجھے اور آسانی ہوگئی پولیس بڑی سرگرمی دکھانے لگی تھی مجبوراً مجھے جلدی کرنا پڑی اور میں نے اسے قتل کر دیا۔" شہباز نے قتل کے بارے میں پوری تفصیل بتائی باتھ روم میں بجلی کے ننگے تاروں کی کہانی بھی اس نے سنائی اور کہا۔ "میں اسے ابھی قتل نہیں کرنا چاہ رہا تھا بس یہ خواہش تھی میری کہ وہ خوفزدہ ہو جائے اور مجھ سے پوچھے کہ زندگی کے لئے اسے کیا کرنا ہوگا۔ مگر حالات کا رخ بدلنے لگا تھا۔ مجھے خدشہ ہوگیا تھا کہ میں منہ دیکھتا رہ جاؤں گا اور سارے کام ہو جائیں گے اس لئے میں نے آخری قدم اٹھالیا۔"

شہریار نے معذرت کر کے لکی کے ہاتھوں سے ہتھکڑی نکال لی اور بولا۔ "اس کے علاوہ اس سے اقبال جرم کرانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا سر..... میں اس جرات کی معافی چاہتا ہوں۔"

ایس پی صاحب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر شہریار کو گلے لگا لیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ محکمہ پولیس کو اتنے ہی ذہین اور جدید خطوط پر سوچنے والے نوجوان افسروں کی ضرورت ہے۔ لکی جونیئر پر سکتہ طاری تھا۔

اس کے بعد شہریار کو بقیہ تفصیلات میں نے بتائی تھیں جو اسے اپنی رپورٹ میں درج کرنا تھیں۔ میں نے اسے وہ کیسٹ سناتے ہوئے کہا۔ "اس میں کوشش کے باوجود کوئی ایسی بات تلاش نہیں جاسکتی جو شہباز خان کے خلاف ثبوت بن سکتی ہے لیکن تم غور سے سنو..... ایک آواز اس میں ہے۔"

"آخر کیا.....؟"

"شہباز خاں کے کتے اس وقت کھل چکے تھے جب شہباز خان نے یہ کام کیا۔ ان کی موجودگی میں کوئی اجنبی اس کھڑکی کے پاس نہیں آسکتا تھا جہاں سے حملہ کیا گیا۔ سوائے شہباز خان کے۔ کتے کوئی آہٹ پاکر سامنے کی سمت سے بھونکے ہیں اور..... پھر عقب میں جاکر کوں کوں کرنے لگے ہیں۔ سنو ان کی آواز سنو۔" اور اس نشاندہی کے بعد یہ آواز باآسانی شہریار کی سمجھ میں آگئی۔ صرف شہباز خاں کو دیکھ کر وہ پرسکون ہوگئے تھے کوئی اور ہوتا تو ..... بہرحال وہ ایک ملازم ہونے کے باوجود ذہین تھا۔ پھینک کر مارے جانے والے چاقوؤں کو استعمال کر کے اس نے دہرا فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی یہ اس کا موثر حربہ تھا۔ جس پر اسے عبور حاصل تھا اور یہ خیال بھی تھا اس کے ذہن میں تھا کہ انہی کی وجہ سے وہ بچ بھی جائے گا۔ عدالت میں یہ دلیل پیش کی جاسکتی تھی کہ باتھ روم میں بجلی کے تاروں کا ذہنی کارنامہ پیش کرنے والا قاتل اتنا بے وقوف نہیں ہوسکتا کہ اس طرح اپنی شناخت چھوڑے۔ یقیناً عدالت چکر میں پڑسکتی تھی۔ جو کچھ بھی ہے وہ وفا کا مجرم ہے اس نے اپنے مالک کو ایک خطرناک عورت سے بچانا چاہا تھا.....!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انسپکٹر صاحب خان نے مجھے اطلاع دی تھی اور میں خوشی سے اچھل پڑی تھی۔ "آپ کیا کہہ رہے ہیں خاں صاحب.....؟" میں نے مسرت بھرے لہجے میں پوچھا تھا۔

"پتہ نہیں سچ کہہ رہے ہیں یا جھوٹ' مگر ایسا ہوگیا ہے کیا کہا جاسکتا ہے اللہ کی مرضی.....!" صاحب خاں نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"وہ ہے کہاں.....؟" میں نے دریافت کیا۔

"ہیڈ آفس گیا ہے ہو سکتا ہے وہاں مل جائے معلوم کرلو.....!" میں نے ہیڈ آفس فون نہیں کیا تھا ایک عجیب سی خوشی میرے رگ وپے میں رقصاں تھی۔ شہریار کو انسپکٹر بنا دیا گیا تھا اسے خصوصی ترقی دی گئی تھی۔ یہ میرے دل کی آواز تھی میں اسے ترقی کے اعلیٰ ترین مدارج طے کرتے دیکھنا چاہتی تھی اور اس کی ابتدا ہوگئی تھی۔ خود میں جو کچھ کر رہی تھی اس سے غیر مطمئن نہیں تھی اور سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ تھی کہ میرے ڈیڈی اب مجھ سے متفق ہوگئے تھے انہیں میری انقلابی فطرت کا اندازہ ہوگیا تھا اور ان کے دوستوں اور شناساؤں نے نہ جانے ان سے میرے بارے میں کیا کیا کہہ دیا تھا لیکن وہ کچھ جو کم از کم میرے حق میں جاتا تھا ڈیڈی نے مجھ سے کہا تھا۔

"بہت عمدہ لکھ رہی ہو تم اپنے اخبار میں لوگ بڑی تعریف کرتے ہیں مگر اس اخبار کو فائدہ پہنچ رہا ہے خیر میری طرف سے پیشکش ہے جب چاہو اپنا اخبار نکال لینا.....!"

شام کو وقت مقررہ پر گرین فاؤنٹین پہنچی تھی اور شہریار کو دیکھ کر خوش ہوگئی تھی۔

"صاحب خان تمہیں خبر دے چکا ہے۔ اس نے مجھے بتایا تھا تمہیں کوئی افسوس نہیں ہوا.....!"

"بکواس مت کرو' مجھ سے زیادہ اور کوئی خوش نہیں ہوسکتا۔" میں نے مسرور لہجے میں کہا۔

"ظلم ہے سب تمہارا کیا ہوا ہے۔"

"تقرری کہاں ہوئی ہے.....؟"

"اسپیشل برانچ میں جہاں شامت کے سوا کچھ نہیں ہوتا بس الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھاتے رہو پولیس ناکام ہو جائے تو خود کام شروع کر دو اور کھانا پینا حرام کرلو۔"

"زندہ باد..... میری طرف سے مبارکباد قبول کرو' یہ تو میری توقع سے بھی زیادہ ہے۔"

"یہ سب کچھ کرنے کے لئے واپس آئی تھیں.....؟"

"ہاں!" میں نے کہا۔

"آہ! بے چارے مائل' میں تم پر ایک مرثیہ ضرور لکھوں گا کیا تھے کیا بن گئے۔ کاش تمہیں حسن کائنات کے ایک محقق کی ذمے داریاں سونپی جاتیں اور تم حیات کی لطافتوں کی عقدہ کشائی کرتے مگر یہ ہو نہ سکا اور اب یہ عالم ہے کہ اعضاء بریدہ لاشیں تمہیں اپنی کہانیاں سنائیں

گی اور تم سنو گے تمہارے ہاتھ زندگی کے چراغ بجھائیں گے افسوس.....!"

"میں اس موضوع پر تم سے الجھنا نہیں چاہتی مجھے رنگ' تتلیوں اور پھولوں کے تصور میں ڈوبی۔ بے رنگ' نیم خوابیدہ آنکھوں کے بجائے جاگتی چمکتی بجلیاں برساتی آنکھیں پسند ہیں جن کی تندی دماغ کی ہڈیاں تڑخاتی ہوئی اس میں اتر جائے اور حقیقتوں کا سراغ پالے.....!"

"آہ کیا یہ شاعر کی آنکھ ہو سکتی ہے.....؟"

"شاعری تمہاری زندگی کا ایک دور تھا اور اب تم نے کروٹ بدلی ہے....."

"تو پھر چائے منگاؤ.....!" اس نے کہا اور میں نے ہنستے ہوئے ویٹر سے چائے کے لئے کہہ دیا۔

○---------☆---------○

شہریار نے اپنے نئے عہدے کے مطابق کام شروع کردیا مجھ سے اس کی ملاقاتوں کا معمول بھی ترک نہیں ہوا تھا آندھی ہو یا طوفان شام سات بجے وہ گرین فاؤنٹین میں ہوتا مگر میں صرف اس کا تذکرہ کر رہی ہوں خود میری کیفیت کیا تھی میرے پروگرام ہمیشہ چھ بجے ختم ہو جاتے تھے گھریلو معاملات ہوں یاد فتری' میں کوشش کرتی تھی کہ چھ بجے کے بعد مجھ پر کوئی ذمے داری نہ ہوتا کہ سات بجے میں گرین فاؤنٹین میں ہوں۔ اس اعتراف کو میں گناہ نہیں سمجھتی کہ شہریار کا نام میرے دل کی گہرائیوں میں تھا اور میں نے اپنا مستقبل اس سے وابستہ کر لیا تھا۔ بعض اوقات گھریلو معاملات میں الجھن بھی پیدا ہو جاتی تھی عموماً خاندانی اور گھریلو فنکشن شام یا رات کو ہی ہوتے ہیں۔ میں دن میں شریک ضرور ہوتی تھی مگر ساڑھے آٹھ اور نو بجے کے بعد اس کی شکایت بھی کی جاتی تھی مجھ سے لیکن کسی نہ کسی طرح ٹال دیتی تھی۔

اسی شام شہریار معمول کے مطابق ہی گرین فاؤنٹین آیا تھا "مبارک ہو.....!" اس نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"خیریت.....؟"

"مصیبت زدگان کے پاس یہ شئے کہاں ہوتی ہے....." اس نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"ہوا کیا آخر.....؟"

"دیکھو لبنیٰ بیگم..... یہ ہماری ترقی ورقی جو ہے نا تمہارا شوق ہے نوکری ضرورتوں کے لئے کرنا چاہتے تھے سو کر رہے تھے صاحب خاں سے بھی نکاح نہیں ہوا تھا مگر طے یہ کیا تھا کہ وہ جہاں جائے گا ہم ساتھ ہوں گے خود بھی ایک شناس ہے انسانی ضرورتوں سے آشنا' ہمارے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ایک شاعر مرحوم کو محکمہ پولیس میں دھکیل دیا گیا ہے چنانچہ خیال رکھتا تھا اور آسمانی رابطے میں خلل اندازی نہیں کرتا تھا اور اب آپ نے اس مرحوم پر ذہانت کا لیبل لگا یا دہے یہ لیبل نہ جانے کیا کیا دن دکھائے گا۔"

"فضول باتوں میں وقت ضائع کرتے رہو' میں اس وقت تک تمہاری باتوں پر توجہ نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوں گی جب تک کوئی کام کی بات نہیں کرو گے....."

"آہ! کام کی باتوں پر بھی تم توجہ کہاں دیتی ہوں اب جب اس محکمے میں گھسیٹ لائی ہو تو نصف بہتری کے فرائض بھی سرانجام دو یہ آدھا بدتر صرف شاعری میں دماغ کھپا سکتا ہے جاسوسی میں نہیں اس لئے اب شادی ضروری ہے۔"

"اس کا ابھی کوئی سوال نہیں ہے۔"

"ڈی آئی جی صاحب کو سمجھاؤ یہ بات۔"

"کیا مطلب.....؟"

"مطلب یہ کہ شادی سے پہلے وہ کوئی ایسا کیس نہ دیں جو مصیبت بن جائے۔"

"کوئی کیس ملا ہے.....؟"

"جی ہاں اسرار حسین فوت ہوگئے ہیں رضائے الٰہی سے اہل خاندان مطمئن تھے مگر کچھ لوگوں کو ایک بڑے آدمی کی یہ سادہ موت پسند نہ آئی اور وہ لوگ گھسیٹ گھساٹ کر اسے قتل ثابت کرنے پر تل گئے۔"

"وہ کیسے.....؟"

"مرحوم کا ذاتی شوگر مل تھا یعنی ذیابیطس کے مریض تھے اعضاء بے حد کمزور تھے غسل خانے میں پاؤں پھسلا کموڈ میں سر دے مارا دماغی چوٹ لگی چل بسے تدفین ہوگئی اس کے بعد ان کی ایک صاحب زادی بھی صرف ایک ماہ کے بعد اللہ کو پیاری ہوگئیں دل کا دورہ پڑا تھا لیکن کسی صاحب کو اللہ کے ان دو پیاروں کی موت پر شبہ ہے اور ڈی آئی جی صاحب نے اس کیس کی ذمے داری بنفس نفیس محکمہ پولیس کے سب سے ذہین اور نکتہ رس افسر یعنی شہریار خان کے شانوں پر ڈال دی ہے۔"

"یہ تو خوشی کی بات ہے کہ ڈی آئی جی صاحب نے انہیں اس قابل سمجھا۔"

"یعنی محکمہ پولیس کا اتنا بڑا افسر دھوکا کھا جائے تو خوشی کی بات ہے ڈی آئی جی صاحب اگر ان دونوں مرحومین کی موت کا نوحہ لکھنے کی ذمہ داری ہمیں سونپتے تو بات بھی تھی انہوں نے کتنا غلط کام ہمیں دے دیا ہے۔"

"ڈفر ہو تم..... اس طرح ہمت ہارنا نہیں چاہئے۔"

"کمال کرتی ہو جو کام اپنے بس کا نہیں ہے وہ کیسے کیا جا سکتا ہے صاحب خان کے اصول سب سے اچھے ہیں کوئی بھی ہاتھ آجائے اسے "ورکشاپ" لے جاؤ اور جھگڑا ختم کرو"

"ورکشاپ.....؟" میں ہنس پڑی

"ہاں ہم نے پیار کے بہت سے نام رکھے ہیں اس جگہ کے جہاں سارے معمے حل ہو جاتے ہیں"

"تم لوگوں کی زیادتی ہے یہ خیر چھوڑو' اسرار حسین صاحب کے کیس کی اور تفصیلات بتاؤ

تم نے کیا بتایا ایک ماہ کے بعد ان کی بیٹی کا بھی انتقال ہوگیا"؟

"اس کا نام زاہدہ تھا عمر چھبیس سال۔"

"دل کا دورہ پڑا تھا..... چھبیس سال کی عمر میں غیر شادی شدہ تھی؟"

"ہاں.....!"

"شبہ کس نے ظاہر کیا ہے.....؟"

"اللہ جانے یا ڈی آئی جی صاحب.....؟"

"تمہیں کیا ذمے داری سونپی گئی ہے.....؟"

"تفتیش کر کے رپورٹ پیش کی جائے کہ یہ دونوں موتیں طبعی ہیں یا اس میں کوئی نقص ہے۔"

"اسرار صاحب کے دماغ پہ چوٹ آئی تھی....."

"ہاں.....!"

"گڈ تو پھر تفتیش کرو۔ میرے خیال میں اسرار صاحب کے گھر چلنا ہوگا۔"

"کب چلوگی.....؟"

"کل ساڑھے بارہ بجے" میں نے جواب دیا دوسرے دن شہریار مقررہ جگہ پہ سادہ لباس میں مل گیا اسرار صاحب کی کوٹھی شہر کے ایک فیشن ایبل علاقے میں تھی۔ اطلاعی گھنٹی بجانے بعد ایک ملازم نے ہمیں سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تھا..... "عذرا صاحبہ سے ملنا ہے" شہریار نے کہا وہ مجھے زاہدہ کی چھوٹی بہن کے بارے میں بتا چکا تھا۔

"وہ بیمار ہیں' ڈاکٹر نے کسی سے ملنے کو منع کر دیا ہے" ملازم نے یہ کہہ کر گیٹ بند کرنا چاہا تو شہریار گرم ہوگیا اس نے دروازے میں پاؤں اڑا کر ملازم کو زور سے دھکا دیا اور وہ گرتے گرتے بچا۔

"ہمارا تعلق محکمہ پولیس سے ہے اور عذرا صاحبہ سے ہمارا ملنا ضروری ہے۔؟"

"ہمیں اجازت نہیں ہے صاحب ہم کیا کریں۔" ملازم نے بڑبڑاتے ہوئے کہا شہریار اسے دھکیلتا ہوا اندر لے چلا پھر اچانک ہی برآمدے میں ایک دراز قامت عورت نظر آئی تھی جو سادہ سے لباس میں ملبوس تھی وہ بے چین نظروں سے ادھر دیکھ رہی تھی۔

"ارے اشرف خان کیا ہوا' کیا بات ہے۔؟" اس نے کہا۔

"پولیس ظلم کر رہی ہے اور کیا ہوا۔"

ملازم بھی مزے کی چیز تھا عورت تیزی سے چلتی ہوئی ہمارے پاس آگئی۔

"کیا بات ہے جناب.....! اس بے چارے کا کیا قصور ہے آپ مجھے بتائیے کیا چاہتے ہیں آپ.....؟"

"یہ میرا شناختی کارڈ ہے' میں عذرا صاحبہ سے ملنا چاہتا ہوں اس کے علاوہ ہمیں دیگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کارروائی بھی کرنی ہے۔" شہریار نے پولیس کارڈ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

"اس عمارت کا معائنہ بھی کرنا ہوگا۔" میں نے لقمہ دیا۔

"آپ قانون کے محافظ ہیں جو دل چاہے کریں مگر کس سلسلے میں آپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں بتانا پسند کریں گے۔"

"آپ کون ہیں.....؟" شہریار نے سوال کیا۔

"میرا نام حمیدہ بٹ ہے اس خاندان کی پرانی ملازمہ ہوں اور اس گھر کی ذمے دار میرے شانوں پر ہے۔"

"اسرار حسین اور ان کی بیٹی کی موت کے بارے میں تفتیش کر رہے ہیں ہم اور دونوں کام ضروری ہیں ویسے آپ کے علاوہ یہاں اور کون کون ہے.....؟"

"بس چھ سات ملازم..... عذرا اور میں..... مگر آپ اس خاندان کو اکیلا نہ سمجھیں اسرار صاحب گھسیارے نہیں تھے۔ دوسرے آپ عذرا سے نہیں مل سکتے۔" حمیدہ نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"کیوں.....؟"

"وہ شدید بیمار ہے اور ڈاکٹر نے ہدایت کی ہے کہ اس کے ذہن پر کوئی بوجھ نہ ڈالا جائے۔"

"ان سے ملاقات ضروری ہے اور پولیس اپنے کام میں کوئی مداخلت پسند نہیں کرتی تم ہمیں ان کے پاس لے چلو۔" میں نے کہا اور شہریار نے تعجب سے مجھے دیکھا' اسے شاید میرے جارحانہ لہجے پر حیرت تھی حمیدہ نے شانے ہلائے اور ہمارے ساتھ چل پڑی پھر اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر سے بدبو کا ایک بھبکا اٹھا تھا۔ بہترین سازوسامان سے آراستہ خوابگاہ تھی جہاں ایک مسہری پڑی ہوئی تھی مگر خالی..... جسے مسہری پر ہونا چاہئے تھا وہ نیچے قالین پر تھا اور اس حالت میں کہ شہریار کو نگاہیں چرانی پڑی تھیں۔ عورت نے جلدی سے ایک چادر لڑکی کے جسم پر ڈالی اور لڑکی کی بوجھل آواز ابھری۔

"ہم شوق انتظار میں کچھ گم تھے اس طرح کچھ گم تھے..... چونکے..... جب ہی..... کہ کون ہے..... کیا ہے ارے کیا ہے؟" اس کی آواز نشہ آلود تھی اور آنکھیں نہ کھل رہی تھیں۔ حمیدہ ملامت آمیز نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھی شہریار نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"چونکے جب ہی کہ رات نے چھیڑی سحر کی بات.....!"

"بکواس مت کرو.....!" میں نے سرد لہجے میں کہا اور لڑکی کا جائزہ لینے لگی "صاحب ذوق ہے مگر....." شہریار باز نہ رہ سکا تھا میں نے عورت کو گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ بیماری ہے انہیں.....؟"

"آپ خود دیکھ لیں؟"

"تم باہر جاؤ۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹکی پھر خاموش سے باہر نکل گئی۔ لڑکی دوبارہ بے خبر سو گئی تھی میں نے پورے کمرے کا جائزہ لیا اور پھر ایک طرف بڑھ گئی۔ کپڑوں کی الماری تھی اور اس میں اعلیٰ قسم کے لباس لٹکے ہوئے تھے۔ میں نے تیز رفتاری سے اس الماری کا جائزہ لے ڈالا..... اور پھر ایک صندل کا بکس میری توجہ کا مرکز بن گیا جس سے عجیب سی بدبو اٹھ رہی تھی۔ میں نے بکس کھول کر دیکھا اور ناک بند کرلی۔ میرا ہاتھ لرز گیا تھا بکس میں جو کچھ نظر آیا تھا وہ ناقابل یقین تھا بندر کی ایک کھوپڑی جو گردن کے پاس سے کٹی ہوئی تھی' ایک آنکھ جو انسانی نہ تھی غالباً بکرے کی آنکھ تھی۔ تیسری شے ایک کٹی ہوئی انگلی تھی جو سو فیصد انسانی تھی۔ شہریار میرے نزدیک آگیا اور اس نے فوراً ہی ناک بند کرلی۔ اس کے چہرے پر وحشت کے آثار پھیل گئے تھے بمشکل تمام اس نے کہا"..... بند کرو اسے' خدا کے لئے بند کرو" میں نے بکس بند کرکے اس پر سے انگلیوں کے نشانات صاف کئے اور پھر اسے واپس اس کی جگہ رکھ دیا مگر اس انوکھے بکس نے حیران کر دیا تھا بقیہ الماری میں کپڑوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ شہریار بدستور متوحش نظر آرہا تھا۔ کمرے میں پھیلی ناگوار بدبو شاید انہی چیزوں کی تھی۔

"خاصا بگڑا ہوا کیس ہے' اور تم اس سے پہلو چرا رہے تھے۔"

"کس قدر بدبودار ہے یہ نہیں دیکھا تم نے.....!"

"لڑکی کونسا نشہ کرتی ہے.....؟"

"صرف اور صرف ہیروئن..... صاف ظاہر ہے۔" میں نے پورے کمرے پر نگاہ دوڑائی چند اور چیزیں نظر آئیں جن کا مختصر سا جائزہ لے کر میں نے شہریار سے کہا۔

"عورت کو ادھر بلالو....."

"تم بھی باہر آؤ مرجاؤ گی۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھسیٹتے ہوئے کہا اور میں باہر نکل آئی۔ حمیدہ باہر موجود نہیں تھی البتہ دو ملازم قسم کے آدمی نظر آرہے تھے جو ہمیں دیکھ کر خوفزدہ ہوگئے۔"

"حمیدہ کہاں ہے.....؟" میں نے کڑک کر پوچھا اور ان میں سے ایک نے انگلی سے سامنے اشارہ کر دیا۔ حمیدہ ایک کمرے سے برآمد ہو رہی تھی۔ "ادھر آؤ" میں نے اسے آواز دی اور وہ قریب آگئی تم اس خاندان کی خدمتگار ہو اور عذرا کے کمرے کی یہ حالت ہے اندر کس قدر بدبو سے مرنہیں جائے گی؟"

"بدبو.....!" حمیدہ حیرت سے بولی۔

"ناک بند ہے تمہاری ذرا اندر جاکر دیکھو۔"

"اندر جانا منع ہے۔ عذرا بی بی اپنی نگرانی میں کمرہ صاف کراتی ہیں اس کے بعد کوئی اندر نہیں جاسکتا یہ ان کا حکم ہے.....؟" حمیدہ نے ناک چڑھا کر کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہمیں عمارت کے دوسرے کمرے دکھاؤ آؤ۔" میں نے کہا اور وہ بحالت مجبوری ہمارے ساتھ چل پڑی پہلے اسرار حسین کے کمرے کا جائزہ لیا پھر زاہدہ کے کمرے کی میں نے ہر چیز بغور دیکھی تھی لیکن اس کی کوئی تلاشی وغیرہ نہیں لی تھی اور اس وقت ہم لوگ ایک اور کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے کہ باہر سے آنے والی راہداری میں سے ایک شخص تیز تیز قدموں سے آتا ہوا نظر آیا۔ وہ ایک دراز قامت اور قدرے فربہ بدن اور سرخ و سپید آدمی تھا۔ عمدہ کپڑے کا سفاری سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ سر گنجا تھا اور اچھی شخصیت کا مالک نظر آ رہا تھا۔ ہم رک گئے۔ حمیدہ جلدی سے اس کے قریب جا کھڑی ہوئی تھی۔

"کون ہیں آپ لوگ.....؟" اس نے درشت لہجے میں پوچھا۔

"یہ کون ہیں.....؟" شہریار نے حمیدہ سے پوچھا۔

"مجھے ڈاکٹر سجاد کہتے ہیں۔"

"ضرور کہتے ہوں گے مگر اس وقت آپ کی شان نزول.....؟"

"مجھے حمیدہ نے فون کر کے بلایا ہے۔"

"حمیدہ سے آپ کا کیا تعلق ہے.....؟"

"حمیدہ سے نہیں مگر اس گھر سے ہے میں اسرار حسین کا دوست ہوں اور اس گھرانے کا فیملی ڈاکٹر بھی آپ لوگ یہاں کس کی اجازت سے تشریف لائے ہیں ویسے آپ کو اپنے لہجے کی جارحیت کا احساس ہے.....؟"

"براہ کرم ہمیں کوئی احساس نہ دلائیں۔ اگر آپ اسرار حسین کے فیملی ڈاکٹر ہیں تو آپ سے کچھ سوالات کر لئے جائیں۔" شہریار بولا۔

"آپ کا کارڈ.....؟" ڈاکٹر سجاد نے کہا۔

"ہوں..... ضرور....." شہریار نے کہا اور ایک بار پھر اپنا کارڈ نکال لیا۔ ڈاکٹر سجاد نے بغور کارڈ دیکھا پھر بولا۔ "تو آپ انسپکٹر ہیں.....!"

"کارڈ نہیں پڑھ سکتے آپ.....؟" شہریار نے کہا۔

"پڑھ لیا ہے مگر اس کے باوجود آپ کو کچھ آداب کا خیال رکھنا چاہئے تھا آخر آپ کس سلسلے میں یہاں آئے ہیں۔ حمیدہ نے مجھ سے فون پر کہا ہے کہ آپ ان لوگوں پر سختی کر رہے ہیں۔"

"جی ہاں تشریف لائیے۔" شہریار نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"سنئے میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے آپ براہ کرم فوراً یہاں سے چلے جائیں اور میں کلینک جاتے ہی فخری صاحب سے بات کروں گا۔"

"آپ شاید اونچا سنتے ہیں' میں نے عرض کیا ہے میرے ساتھ تشریف لائیے۔" شہریار گرج کر بولا۔

"آپ کو اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا....." ڈاکٹر نے کہا۔

"وہ مستقبل کی بات ہے لیکن آپ کا حال خطرے میں ہے اس لئے بحث نہ کیجئے۔" شہریار شاندار جا رہا تھا ویسے وہ بظاہر اس مزاج کا آدمی نہیں تھا لیکن اس وقت کمال کر دیا تھا۔ میں خود بھی شہریار سے متفق تھی کیونکہ ڈاکٹر سجاد کا انداز گفتگو تحقیر آمیز تھا اور اس کا صحیح جواب یہی تھا۔ شہریار اسے ڈرائنگ روم میں لایا تھا یہاں وہ اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ بعد میں اس نے ڈاکٹر سے بھی بیٹھنے کے لئے کہا تھا ڈاکٹر بیٹھ گیا۔

"آپ کتنے عرصہ سے اسرار حسین کے فیملی ڈاکٹر ہیں؟"

"چودہ سال سے۔" وہ جھٹکے دار آواز میں بولا۔

"آپ کے خیال میں اسرار حسین کی موت طبعی ہے.....؟"

"آپ کا کیا خیال ہے.....؟"

"میں نے آپ سے پوچھا ہے۔"

"میں نے اس کا سرٹیفکیٹ جاری کیا ہے۔ وہ شوگر کے مریض تھے اور بعض اوقات یہ شوگر حد سے زیادہ شوٹ اپ کر جاتی تھی ایسے مریض کو کسی بھی وقت چکر آ سکتا ہے اور وہ بری طرح گر سکتا ہے یہی اسرار حسین کے ساتھ ہوا۔ وہ گرے تو ان کے سر پہ سخت ضرب لگی اور ان کی موت واقع ہو گئی۔"

"زاہدہ کا کیا کیس تھا.....؟"

"اسے دل کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا.....!"

"اچانک.....؟"

"ہاں پہلے اس کی علامات کبھی ظاہر نہیں ہوئی تھیں اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"عذرا کے بارے میں کیا خیال ہے؟" شہریار نے اچانک پوچھا۔

"میں سمجھا نہیں.....!"

"کیا اسرار حسین کی موت کے بعد بھی آپ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے اس خاندان سے متعلق ہیں.....؟"

"کیوں نہیں.....!"

"عذرا کی طبی رپورٹ کیا ہے.....؟"

"وہ نشہ آور ادویات کی عادی ہے۔"

"کتنے عرصے سے.....؟"

"تین سال سے۔"

"آپ یہ بات جانتے تھے.....؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں جانتا تھا۔"

"اور اسرار حسین صاحب.....؟"

"وہ بھی جانتے تھے۔"

"آپ نے عذرا کا علاج نہیں کیا.....؟"

"کوشش کی تھی لیکن کامیاب نہیں ہوسکا۔"

"کیوں.....؟"

"وہ بے حد خود سر ہے اس نے کبھی مجھ سے یا اپنے باپ سے تعاون نہیں کیا۔ اسرار صاحب خود بھی مجبور ہوگئے تھے۔"

"اور اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔"

"اس سوال کا جواب کیا مجھے دینا چاہئے؟" وہ غرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہوں..... ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب اوکے آپ سے دوبارہ ملاقات ہوگی اپنا کارڈ دے دیجئے۔"

"ضروری نہیں سمجھتا آپ خود مجھے تلاش کرلیں ویسے پوچھ سکتا ہوں کہ یہ تفتیش کس سلسلے میں ہو رہی ہے.....؟"

"بتانا ضروری نہیں ہے آیئے چلیں؟" شہریار نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ جاسکتے ہیں' میں یہاں رکوں گا۔" ڈاکٹر سجاد نے کہا اور شہریار نے شانے ہلا دیئے پھر وہ مجھے اشارہ کرکے باہر نکل آیا۔ میرے ساتھ کار میں بیٹھتے اس نے کہا۔

"اب مجھے جلدی سے کسی پرسکون جگہ لے چلو میری نبضیں بند ہوئی جا رہی ہیں کچھ کھلاؤ پلاؤ ورنہ جاں بحق ہو جاؤں گا.....!" میں نے اسٹیرنگ سنبھالا اور کار آگے بڑھا کر بولی۔

"کیوں..... خیر تو ہے.....!"

"یہ تو آنے والا وقت بتائے گا بہرحال میں نے داؤ لگا دیا ہے....."

"کیسا داؤ.....!"

"ڈی آئی جی صاحب خود ہی مجھے میری جگہ واپس پہنچا دیں گے۔ یقین کرو میں نے جان بوجھ کر ڈاکٹر سجاد کے ساتھ یہ رویہ اختیار کیا تھا تاکہ وہ ڈی آئی جی صاحب سے شکایت کرے اور میری چھٹی ہو جائے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے تم اپنے طور پر تو یہاں نہیں آئے تھے تفتیش کر رہے ہو اختیار رکھتے ہو۔"

"یہی تو نہیں سمجھیں ابھی' یہاں پر بڑے آدمی کو چھوٹے آدمی پر اختیار ہے اور اگر کوئی چھوٹا آدمی اپنا اختیار استعمال کرلے تو اسے نویں کا دودھ یاد دلایا جاتا ہے پتہ نہیں ڈاکٹر کس حیثیت کا مالک ہے۔"

"اداکاری مت کرو تم اتنے بزدل نہیں ہو اور اگر ہو تو....." تو" مجھے غصہ آگیا شہریار ہنسنے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"ویسے حمیدہ کے ساتھ تمہارا رویہ پولیس والوں کا ہی تھا۔"

"مجھے اپنے مقصد میں کافی حد تک کامیابی حاصل ہوگئی ہے۔"

"کیسی کامیابی.....؟"

"اس نے موقع ملتے ہی ڈاکٹر سجاد کو فون کیا اس طرح ایک ایسا کردار سامنے آگیا جو ان لوگوں کا ہمدرد کہا جاسکتا ہے اور ایسے کسی کردار کے بارے میں جاننا ضروری تھا ویسے کیا یہ کردار پراسرار نہیں ہے.....؟" شہریار نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ہوٹل میں' میں نے کہا۔ "کیا کہتے ہو ان حالات کے بارے میں.....؟"

"حیران کن ہیں اور کچھ ہے.....؟"

"بندر کی کھوپڑی' بکرے کی آنکھ اور کٹی ہوئی انسانی انگلی۔" میں نے کہا۔

"صندل کا ڈبہ اور خوبصورت شعر۔"

"ہیروئن کی عادی' دولت مند اور کسی کی سرپرستی سے محروم لڑکی۔"

"اور ڈاکٹر سجاد..... فیملی ڈاکٹر..... کیا خیال ہے ڈاکٹر سجاد کو ورکشاپ لے جاؤں.....؟"

"وہ کون ہے جو یہ تفتیش کرانا چاہتا ہے۔"

"ڈی آئی جی حامد فخری۔" شہریار بولا اور میں ہنس پڑی۔

"کونسا کردار زیادہ دلچسپ ہے.....؟" میں نے پوچھا۔

"عذرا کا....."

"اور تم خود کو بودم ظاہر کرنے پر تلے رہتے ہو صحیح انتخاب کیا ہے۔ وہ عورت بھی قابل توجہ ہے۔ اگر ڈاکٹر سجاد کا معاملہ سنگین نہ بنے تو عمارت پر پہرہ لگوا دو۔"

"لگ جائے گا اس بار سارے اقدامات ایسے کروں گا کہ ڈی آئی جی صاحب پریشان ہو جائیں ہوسکتا ہے وہ مجھ پر نظرثانی کریں۔"

○---------☆---------○

دوسرے دن شہریار ملا تو بہت خوش نظر آرہا تھا میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "خیریت بہت خوش نظر آرہے ہو.....؟"

"ڈاکٹر سجاد نے ڈی آئی جی صاحب سے شکایت کی تھی مگر اس پر توجہ نہیں دی گئی اور مجھے مکمل اختیارات دے دیئے گئے ہیں کہ اپنے طور پر جس طرح چاہوں تفتیش کروں چار سپاہی کوٹھی پر لگا دیئے گئے ہیں اور انہیں ہر ایک کو چیک کرنے کی ہدایت کر دی ہے۔ اس کے علاوہ ایک ماتحت بھی وہاں لگا دیا ہے جو وائرلیس پر رابطہ رکھے گا.....!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ویری گڈ مبارک..... اب کیا پروگرام ہے.....؟"

"پوری کوٹھی کی تلاشی اور ساری چھان بین' کل کا دن مقرر کیا ہے مگر چیف' ڈائریکشن جاری رہنی چاہئے اکیلا کچھ نہیں کرسکوں گا۔"

"کل کس وقت تلاشی لو گے.....؟"

"یہ تم پر منحصر ہے۔"

"میری موجودگی مناسب ہوگی۔"

"بالکل ہوگی' آخر اختیارات کس کام آئیں گے اور پھر تم ایک ذمے دار شخصیت ہو تمہارا اپنا ایک الگ مقام ہے۔"

"کل گیارہ بجے....." میں نے کہا۔

دوسرے دن گیارہ بجے میں کوٹھی پر پہنچ گئی تھی شہریار کچھ فاصلے پر میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے کار پولیس کار کے قریب روک دی اور نیچے آئی۔

"عذرا کوٹھی پر موجود نہیں ہے۔" شہریار نے بتایا۔

"اوہ کہاں گئی.....؟"

"نو بجے اپنی کار میں بیٹھ کر کہیں گئی ہے ذرا سی غلطی ہوگئی۔"

"کیا.....؟"

"خیر کسی کو آنے یا جانے سے روکنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن میں نے جبار خان کو کسی کا تعاقب کرنے کی ہدایت نہیں کی تھی وہ عذرا کی خبر گیری کرلیتا تو اچھا تھا۔"

"میرے خیال میں ابھی اس کی ضرورت تو نہیں ہے اب کیا ارادہ ہے.....!"

"وہی جو تھا.....!"

"تو پھر آؤ" میں نے کہا اور ہم کوٹھی کی طرف بڑھ گئے۔ جبار خان ایک نوجوان تھا اور چہرے سے ذہین اور سخت گیر نظر آتا تھا اس نے شہریار کو سلیوٹ کیا تو وہ جلدی سے بولا۔

"اوہ نا بھائی نا..... خواہ مخواہ سرکاری جوتے اور ذاتی ٹانگ کا نقصان کر رہا ہے رہنے دیا کر یہ سب کچھ۔ غلام اور شاہ کو ساتھ لے لے۔" یہ دو کانسٹیبل تھے جو ہمارے ساتھ اندر داخل ہوگئے تھے۔ کوٹھی کے ملازمین کاموں میں مصروف مگر سہمے سہمے تھے شاید پولیس کے چہرے اور چیکنگ سے خوفزدہ تھے.....!

"تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ۔ حمیدہ بیگم کو بھی بلالو۔" شہریار نے کہا اور کچھ دیر کے بعد وہ سب یکجا ہوگئے۔ شہریار نے ان سب کا جائزہ لیا اور پھر ایک ایک سے سوالات کرنے لگا۔ اس نے ان کے نام مدت ملازمت اور اس سے پہلے کی نوکری کے بارے میں سوالات کئے تھے پھر ایک بوڑھے اور یہاں طویل عرصے سے کام کرنے والے ملازم کو اس نے منتخب کرلیا جس کا نام شبیر بیگ تھا اس کے بعد اس نے حمیدہ بیگم سے کہا۔

"مجھے آپ لوگوں کے بیانات لینا ہیں جو کچھ پوچھا جائے سوچ سمجھ کر اور سچ سچ بتایئے جھوٹ آپ کو مصیبت میں ڈال سکتا ہے۔"

"میں جھوٹ کیوں بولوں گی افسر صاحب..... پوچھئے۔"

"اندر چلو..... اور تم بھی آجاؤ۔" شہریار نے شبیر بیگ کو بھی اشارہ کیا پھر جبار خاں سے بولا۔ "ایک ملازم اور ایک کانسٹیبل کو لے کر تم پوری عمارت کی تلاشی لے لو صرف دو کمرے چھوڑ دینا ایک عذرا بیگم کا اور دوسرا اسرار صاحب کا' دوسرے کانسٹیبل کو ان کمروں کی نگرانی پر چھوڑ دو۔" اندر آکر اس نے ان دونوں سے بیٹھنے کے لئے کہا پھر نرم لہجے میں بولا "حمیدہ بیگم آپ بالکل نہ گھبرائیں دراصل اسرار صاحب کی موت کے سلسلے میں چھان بین ہو رہی ہے ان کے کچھ دوستوں کا خیال ہے کہ ان کی موت حادثہ نہیں بلکہ قتل ہے پولیس اس کے لئے معلومات حاصل کر رہی ہے' آپ پولیس سے تعاون کریں کسی بے گناہ کو نقصان نہیں پہنچے گا.....!"

"میں حاضر ہوں جناب.....!"

"پہلی بات..... عذرا صاحبہ کہاں گئی ہیں.....؟"

"صبح پانچ بجے سے پہلے جاگ گئی تھیں میں نماز کے لئے اٹھتی ہوں میں نے ان کے کمرے میں روشنی دیکھی تو حیران ہوکر وہاں پہنچ گئی دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ اپنے کمرے کی صفائی کر رہی تھیں بلکہ کرچکی تھیں اور اسپرے کر رہی تھیں۔"

"آپ نے ان سے جاگنے کی وجہ پوچھی۔"

"نہیں..... وہ تیز مزاج ہیں اور معمولی سی بات کا برا مان جاتی ہیں۔ مجھ سے انہوں نے چائے مانگی تھی بس اس کے بعد ساڑھے آٹھ بجے ناشتہ کیا اور تیار ہوکر باہر نکل گئیں۔"

"ہماری کل کی آمد کے بارے میں ان سے کوئی بات ہوئی تھی؟"

"میں نے بتایا تھا جناب.....!"

"کب.....؟"

"کل شام کو پانچ بجے.....!"

"انہوں نے کچھ کہا.....؟"

"بالکل نہیں خاموش ہوگئی تھیں۔"

"اس کے بعد وہ کیا کرتی رہیں.....؟"

"اپنے کمرے میں رہی تھیں.....؟"

"کوئی ان کے پاس آیا تھا.....؟"

"کوئی نہیں.....!"

"آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت وہ کہاں ہوں گیں.....؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بالکل نہیں.....!"

"چلئے چھوڑیئے اب آپ مجھے اسرار حسین کے بارے میں بتایئے وہ کیسے انسان تھے.....!"

"وہ انسان نہیں فرشتہ تھے نیک دل' نیک فطرت ہر ایک ، کے کام آنے والے' کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچانے والے' دونوں بیٹیوں پر جان چھڑکتے تھے حالانکہ بیگم صاحبہ کا انتقال ہوچکا تھا مگر اس کے بعد انہوں نے کبھی کوئی غلط قدم نہ اٹھایا- شبیر بیگ ان سے بہت بے تکلف تھا اس نے ایک بار کہا کہ صاحب دوسری شادی کرلو..... ہنس کر بولے شبیر بیگ جوان بچیوں کا باپ ہوں اب ان کی شادی کروں گا ان کی بات کرو.....!"

"بیگم صاحبہ کے انتقال کو کتنا عرصہ گزرا؟"

"اب تو کوئی آٹھ سال ہوگئے صاحب.....!"

"کیا ہوگیا تھا انہیں.....؟"

"نمونیہ بگڑ گیا تھا.....!"

"لڑکیاں تو سمجھدار ہوں گی-"

"آٹھ سال پہلے کی بات ہے-"

"شوگر کے مریض تھے.....؟"

"خاندانی..... ان کے باپ داد کو بھی تھی-"

"صحت کیسی تھی.....؟"

"زیادہ خراب نہیں تھی بس پرہیز نہیں کرتے تھے کبھی کبھی حالت بگڑ جاتی تھی....."

"کچھ پریشان رہتے تھے؟"

"ظاہر میں تو نہیں..... مگر پریشانیاں کسے نہیں ہوتیں-" حمیدہ نے بتایا-

"جس دن ان کا انتقال ہوا اس دن کیا کیفیت تھی.....؟"

"ہمیشہ کی طرح تھے کوئی خاص بات نہیں تھی-"

"دونوں لڑکیوں پر اس موت کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟"

"زاہدہ بی بی بڑی تھیں انہوں نے بات دل پر لے لی اور یہی وجہ ان کی موت کا باعث بنی- عذرا بی بی نے رو رو کر آسمان سر پر اٹھالیا تھا اور کئی دن تک ان کی حالت خراب رہی تھی-"

"عذرا کو نشے کی عادت کب سے پڑی؟"

"صحیح بات تو نہیں معلوم مگر تین ساڑھے تین سال پہلے اس کا انکشاف ہوا-"

"کوئی علاج وغیرہ نہیں کرایا گیا؟"

"ڈاکٹر سجاد نے بہت علاج کیا مگر.....!"

"لڑکیوں کے دوست وغیرہ بھی ہوں گے.....؟" میں نے پوچھا اس سوال پر حمیدہ کچھ خاموش ہوئی پھر بولی-

"زاہدہ بی بی کے ایک دوست تھے جمال میاں' سنا تھا اسرار صاحب زاہدہ بی بی کی شادی ان سے کرنا چاہتے تھے مگر پھر نہ جانے کیوں دونوں کے تعلقات خراب ہوگئے اور یہ سلسلہ ختم ہوگیا....."

"جمال میاں کے بارے میں کچھ اور تفصیل بتاؤ-"

"قسم کھا رہی ہوں مجھے نہیں معلوم..... اس کے بارے میں زمرد سب کچھ جانتی تھی.....؟"

"زمرد.....؟"

"ہاں..... ایک بری لڑکی تھی' زاہدہ بی بی کی دوست مگر..... وہ اس قابل نہیں تھی کہ شریف لڑکیاں اس سے دوستی کرتیں- عجیب سی تھی کوئی سرپرست نہیں تھا اس کا مگر عیش کرتی تھی خود زاہدہ بی بی اسے بڑی بڑی رقمیں دیتی تھیں-"

"اس کا پتہ معلوم ہے-"

"کوئنز اسکوائر میں اس کا فلیٹ ہے نمبر شاید اے انیس ہے- زاہدہ بی بی نے دو تین بار مجھے وہاں بھیجا تھا اکیلی رہتی ہے وہ اس فلیٹ میں-"

ملازم شبیر بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکا پھر اس کے بعد ہم نے مل کر دونوں کمروں کی تلاشی لی- عذرا کے کمرے میں داخل ہوتے ہی اندازہ ہوگیا تھا کہ اب وہ بدبو وہاں نہیں ہے- الماری کھول کر تصدیق کرلی گئی صندل کا بکس غائب تھا- اسرار حسین کے کمرے سے کوئی خاص چیز برآمد نہیں ہوئی تھی چنانچہ یہاں کا کام ختم ہوگیا وہاں سے واپسی پر ہم لوگوں نے پھر ایک ہوٹل میں لنچ کیا اور اس موضوع پر گفتگو کرنے لگے-

"بڑا دلچسپ کیس ہے یہ اور بے شمار نکتے ہیں بہت سے کردار ہیں بس ایک الجھن ہے جس کا حل نہیں ملتا.....!"

"کیا.....؟" شہریار نے پوچھا-

"وہ کون ہے جس نے ان اموات پر قتل کا شبہ ظاہر کیا ہے..... یہ معلوم ہونا ضروری ہے- اگر تمہاری پوزیشن خراب ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں براہ راست فخری صاحب سے مل کر یہ سوال کرلیتی.....!"

"کرلو.....! مجھے اعتراض نہیں ہے-"

"نہیں بھئی اصولاً یہ غلط ہے' بہرحال بعد میں سہی اب کیا پروگرام ہے.....؟"

"کوئی خاص نہیں.....! آج کل اس کام کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے ویسے صاحب خان کے پاس جاؤں گا اور ہاں زمرد کے سلسلے میں کیا سوچا.....!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"چلنے لگے ہو میں یہی اندازہ کر رہی تھی۔"

"تم دو قدم آگے بڑھ آؤ تو دوڑنے لگوں گا دیکھ لینا.....!"

"دن میں کتنی بار تم یہ جملہ کہتے ہو جبکہ میں کہہ چکی ہوں کہ ابھی اس کے دور دور تک امکانات نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آئندہ اس وقت تک تم مجھے اس موضوع پر بور نہیں کرو گے۔ جب تک میں نہ کہوں۔"

"شادی کے بعد نہ جانے کیا ہوگا....." شہریار نے مسخرے پن سے کہا پھر جلدی سے بولا "یہ بات میں خود سے کہہ رہا ہوں۔"

"زمرد سے ملاقات کرلوں گی اور تم سے شام کو ملاقات ہوگی چنانچہ اب روانگی.....!"

شہریار کو چھوڑ کر میں نے کار آگے بڑھا دی۔ دماغ گھوم رہا تھا اور میں اس پیچیدہ کہانی کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف تھی۔ کوئنز اسکوائر کے سامنے کار روک کر میں نے اس عمارت کا جائزہ لیا خوبصورت فلیٹ تھے اور یقیناً یہاں رہنے والے صاحب حیثیت لوگ ہوں گے۔ اے انیس نمبر فلیٹ کے سامنے رک کر میں نے بیل بٹن پر انگلی رکھ دی۔ جس لڑکی نے دروازہ کھولا وہ سو فیصد زمرد تھی۔ حمیدہ نے جو نقشہ کھینچا تھا وہ اس پر پوری اترتی تھی۔ بھرے بھرے بدن کی مالک چہرہ پرکشش تھا' آنکھیں بے حد جاندار..... اس وقت بھی پورے میک اپ میں تھی لباس بے حد فیشن ایبل تھا۔

"مس زمرد.....!" میں نے پوچھا۔

"جی..... میں ہوں..... فرمایئے.....؟"

"معاف کیجئے گا مس زمرد مجھے آپ سے ایک اہم سلسلے میں گفتگو کرنی ہے کچھ وقت دے سکیں گی آپ مجھے۔"

"اندر آیئے ہمارا تعارف تو نہیں ہے۔" اس نے پیچھے ہٹ کر کہا۔

"میرا نام لبنیٰ غضنفر ہے ایک روزنامے سے منسلک ہوں اور پولیس کے ساتھ مل کر بھی کام کرتی ہوں۔"

"اوہ تب تو آپ بے حد خطرناک ہیں' مجھ سے کیا کام آ پڑا آپ کو۔" اس نے مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھاتے ہوئے کہا۔ ڈرائنگ روم انتہائی قیمتی ساز و سامان سے آراستہ تھا ہر چیز نہایت قیمتی تھی۔

"میں آپ سے زاہدہ کی موت کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"آہ! بے چاری زاہدہ..... باپ کی موت برداشت نہ کرسکی عجیب سے پریشان کن حالات کا شکار ہوگئی تھی۔ ان حالات نے اسے دل کا مریض بنا دیا اور پہلا ہی دورہ جان لیوا ثابت ہوا مگر اس سلسلے میں آپ کو معلومات کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔"

"زاہدہ کی موت کے بارے میں پولیس کو شبہ ہے کہ وہ قدرتی نہیں تھی اس کے بارے

میں چھان بین ہو رہی ہے۔" میرے ان الفاظ پر وہ نمایاں طور پر چونکی تھی پھر اچانک اس کا رویہ بدل گیا اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ کر کہا۔

"اچانک پولیس کو یہ شبہ کیسے ہوا.....؟"

"یقیناً اس کی کوئی وجہ ہوگی مجھے یقین ہے کہ تم اس سلسلے میں پولیس سے بہترین تعاون کرو گی۔"

"مجھے ایسے جھگڑوں میں پڑنے کا کوئی شوق نہیں ہے' وہ میری دوست تھی اور بس..... اس دنیا میں نہ رہی یہ اللہ کی مرضی تھی باقی کیا ہے میں نہیں جانتی۔"

"اس کے باوجود تمہیں اس بارے میں معلومات فراہم کرنا ہوں گی۔"

"زبردستی ہے.....؟"

"نہیں..... لیکن پولیس سے تعاون تو کرنا ہوتا ہے....."

"اس کا فیصلہ بعد میں کروں گی.....!"

"کیا مطلب.....؟"

"مطلب یہ کہ جب پولیس مجھ سے براہ راست سوال کرے گی تو مجھے جو کچھ معلوم ہے بتا دوں گی۔"

"بہتر ہے مجھے یہ معلومات فراہم کرکے پولیس کے سوالات سے بچ جاؤ۔"

"میں مجرم تو نہیں ہوں کہ پولیس سے ڈروں اور پھر..... بہرحال میں معافی چاہتی ہوں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکوں گی۔"

"تمہاری مرضی ہے بعد میں تمہیں مجھ سے تعاون نہ کرنے پر افسوس ہوگا۔"

"دھمکی دے رہی ہو.....؟"

"ہرگز نہیں ایک دوست کی حیثیت سے کہہ رہی ہوں۔"

"زبردستی دوست بن رہی ہو کمال ہے خیر تمہیں صرف اتنا بتا رہی ہوں کہ میرے سلسلے میں ہوشیار رہنا نرم چارہ نہ پاؤ گی اس کے بعد تمہارا یہاں سے اٹھ جانا بہتر ہے.....!"

"بے حد شکریہ.....!" میں اٹھ گئی اور یقینی طور پر اب یہاں رکنا بیکار تھا چنانچہ میں دروازے سے باہر نکل آئی۔ میرے دل میں کوئی غم و غصہ نہیں تھا لیکن میں اس کے بارے میں سوچ ضرور رہی تھی۔ اس کے یہ ٹھاٹ باٹ اس کا انداز کچھ اہمیت رکھتا ہے۔

○ ---------- ☆ ---------- ○

شہریار نے شام کو ایک اور انکشاف کیا۔ عذرا نے ابراہیم فضلی ایڈووکیٹ کے ساتھ ڈی آئی جی حامد فخری سے ملاقات کی ہے۔ ابراہیم فضلی بہت بڑے اور نامی گرامی وکیل ہیں اور ڈی آئی جی صاحب سے ان کے گہرے مراسم ہیں۔ فضلی صاحب نے کچھ ناخوشگوار سرگرمیوں کی شکایت کی ہے اور اس کی وجہ پوچھی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"گڈ..... تمہیں کیسے معلوم.....؟"

"طلبی ہوئی تھی۔"

"کیا کہا فخری صاحب نے.....؟"

"بڑی ہمت بندھائی ہے اور کہا ہے کہ کام جاری رکھا جائے بس ذرا قانونی معاملات کا خیال رکھا جائے۔ ساتھ ہی یہ خصوصی اجازت نامہ بھی دیا ہے۔" شہریار نے ایک سرکلر مجھے دکھایا جس میں پورے شہر کے تھانوں کو ہدایت جاری کی گئی تھی کہ سپیشل برانچ کے انسپکٹر شہریار کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی علاقے میں قانونی امور کی انجام دہی کر سکتا ہے اور علاقے کی پولیس کو اس سے تعاون کرنا ہوگا۔ اس سے متعلق کوئی بھی شکایت صرف ڈی آئی جی صاحب سے کی جائے دوسرے کسی فرد کو کوئی کاروائی کا حق نہ ہوگا.....! میں اس سرکلر کو پڑھ کر خوشی سے اچھل پڑی تھی۔

"یہ تو بڑے اعزاز کی بات ہے۔"

"ہے تو سہی.....!"

"اور تم اب بھی شاعر بنے ہوئے ہو.....!"

"نہیں اب تو پولیس والا بننے کو جی چاہ رہا ہے.....!"

"فوراً بن جاؤ تمہارے راستے کشادہ ہو رہے ہیں بہرحال ڈی آئی جی صاحب نے فضلی صاحب سے کیا کہا.....؟"

"انہوں نے بتا دیا ہے کہ اسرار حسین اور ان کی بیٹی کی موت کو مشکوک قرار دیا گیا ہے اور اس سلسلے میں تحقیقات ہو رہی ہے۔ انہوں نے الٹا سوال کر دیا کہ اس سلسلے میں عذرا کو کیا تشویش ہے جس کے جواب میں فضلی صاحب نے بتایا کہ یہ بچی بس پولیس کی سرگرمیوں سے پریشان ہوگئی ہے کیونکہ وہ تنہا ہے اور کسی کی سرپرستی سے محروم ہے۔ فضلی صاحب نے یہ بھی بتایا ہے کہ عذرا کے فیملی ڈاکٹر' ڈاکٹر سجاد نے فضلی صاحب کو عذرا کے مفادات کی نگرانی کی ذمے داری دیدی ہے کیونکہ ان کے خیال میں عذرا کی صحت مشکوک ہے اور اسے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"تم نے ڈی آئی جی صاحب کو کچھ بتایا.....؟"

"ہاں صرف اتنا کہ عذرا منشیات کی عادی ہے۔"

"کچھ بولے.....؟"

"کہنے لگے ڈاکٹر کو اصل تشویش اسی سلسلے میں ہونی چاہئے تھی بہرحال ڈاکٹر سجاد پر نگاہ رکھی جائے۔ انہوں نے تحقیق کے لئے نفری بڑھانے کی اجازت بھی دی ہے۔"

"زندہ باد شہریار' زندہ باد..... تمہاری اہمیت تسلیم کی جا رہی ہے۔" میں نے مسرت سے کہا۔

"آہ! زباں بندی کر دی گئی ہے ورنہ کچھ کہتے۔ مائل کے اشعار پر تو پابندی نہیں ہے وہ تو نہیں پسند تھے.....!"

"اس وقت نہیں یہاں سے جلدی اٹھیں گے۔"

"کوئی خاص بات.....؟"

"ہاں زمرد سرکشی کر رہی ہے اس کی زبان کھولنا ضروری ہے۔"

"ملیں اس سے.....؟"

"ہاں.....!" میں نے زمرد سے ملاقات کی تفصیل بتا دی اور شہریار نے غصیلے لہجے میں کہا "فکر ہی نہ کرو' ورکشاپ لے آتے ہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"اوہ پھر وہی جنگلی پن..... اسے زبان کھولنے پر آمادہ کرتے ہیں جاؤ بل ادا کرو.....!"

کچھ دیر کے بعد ہم کوئنز اسکوائر پہنچ گئے۔ میں نے گاڑی پارک کی اور ہم دونوں فلیٹ نمبر انیس پہنچ گئے میں نے بٹن پر انگلی رکھ دی' ایک بار' دو بار' تین بار مگر اندر کوئی آواز نہ سنائی دی تھی اتفاق سے شہریار کے ہاتھ کا دباؤ دروازے پر پڑ گیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی.....

"آؤ!" شہریار نے کہا اور ہم اندر داخل ہوگئے فلیٹ تاریک پڑا ہوا تھا ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ شہریار دیواروں پر سوئچ تلاش کرنے لگا اور کامیاب ہوگیا۔ روشنی ہوگئی تھی۔

"وہ ڈرائنگ روم ہے۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا ڈرائنگ روم خالی تھا دوسرے کمرے دیکھے گئے پھر بیڈ روم کا دروازہ کھول کر ہم اندر داخل ہوگئے یہاں بھی روشنی کر دی گئی تھی۔ بیڈ روم بھی خالی تھا البتہ اٹیچ باتھ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ شہریار محتاط انداز میں اس طرف بڑھا اور اس نے اندر روشنی کر دی پھر اس کے منہ سے ہلکی سی آواز نکل گئی۔

"کیا ہے.....؟" میں نے پوچھا۔

"آؤ دیکھ لو....." وہ بولا اور میں دھڑکتے دل کے ساتھ اندر داخل ہوگئی اور میں نے بھی وہ بھیانک منظر دیکھ لیا۔ باتھ روم کے مرمریں ٹب میں پانی بھرا ہوا تھا اور زمرد کی لاش اس میں تیر رہی تھی اس کا چہرہ بے حد خوفناک ہوگیا تھا اور آنکھیں دہشت زدہ انداز میں کھلی ہوئی تھیں.....

ہم دونوں سکتے کے عالم میں زمرد کی لاش دیکھتے رہے پھر شہریار نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کھیل شروع ہوگیا ہے۔"

"ہاں" میں آہستہ بولی۔

"تمہارا کیا خیال ہے یہ اسی سلسلے میں قتل کی گئی ہے؟"

"فی الحال اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ یہ کام کی چیز تھی۔ برا ہوا ہمیں پہلے ہی اس پر توجہ دینی چاہئے تھی۔"

"اس کی موت پر میں تبصرہ نہیں کروں گی لیکن کام میری وجہ سے بگڑا مجھ سے ملاقات کے بعد اس نے کسی سے اس سلسلے میں رجوع کیا اور اس کے ہمدرد نے اسے نجات دلا دی مگر اس سے ایک اندازہ ضرور ہوگیا وہ یہ کہ اس سلسلے کی تفتیش شروع ہونے سے متعلقہ لوگ جاگ گئے ہیں اور اس کی اس موت سے ان کی شخصیت کے بارے میں بھی علم ہوگیا۔ وہ کسی راز کے فاش ہونے کے خوف سے کسی کو باآسانی قتل کرسکتے ہیں۔"

"میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ لگے ہاتھوں فلیٹ کی تلاشی لے ڈالی جائے۔ جانتی ہو علاقہ کونسا ہے یہ۔"

"کیا مطلب.....؟"

"یہ علاقہ صاحب خان کے تھانے میں آتا ہے۔"

"اوہ" میں ہنس پڑی۔ اس تصور سے ہی ہنسی آگئی تھی کہ اب صاحب خان کو اطلاع دینا ہوگی۔

فلیٹ کی تلاشی میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی تھی جو کار آمد ہوتی۔ بس یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ زمرد مالی طور پر آسودہ زندگی گزار رہی تھی اور اس کے پاس کافی زیورات وغیرہ تھے۔ فلیٹ میں فون موجود تھا چنانچہ یہیں سے صاحب خان کو اطلاع دی گئی۔ صاحب خان ضروری عملے کے ساتھ آگیا تھا۔ اس نے ہم دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔

"او مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ تم دونوں نچلے کہاں بیٹھو گے شروع ہوگیا دھندہ۔ او بی بی کہیں تم اسے ڈی ایس پی بنانے کے چکر میں خود ہی قتل و غارت گری نہ شروع کر دینا۔"

"آپ مجھے ایسا سمجھتے ہیں خان صاحب؟"

"سمجھتے تو نہیں ہیں مگر کیا یہ قتل ہمارے ہی علاقے میں ہونا چاہئے تھا کون ہے یہ بی بی اور اسے کس نے مارا؟"

"مختصر تفصیل ہم بتائے دیتے ہیں باقی کام آپ کو کرنا ہوگا۔" میں نے کہا اور پھر اسرار کیس کے بارے میں صاحب خان کو پوری تفصیل بتا دی گئی۔ صاحب خان چونک پڑا تھا اس نے کہا۔

"جانتے ہو یہ کیس کس نے اوپن کرایا ہے۔"

"آپ جانتے ہیں خان صاحب؟" میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"سو فیصد جانتے ہیں اس شخصیت کا نام ہے دلاور شیخ' سنا ہے اس کا نام شیخ انٹرنیشنل کا مالک۔ اتفاق سے یہ بات ہمیں معلوم ہوگئی تھی تفصیل بعد میں بتا دیں گے یہ بھی بتا دیں کہ وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈی آئی جی صاحب کا بچپن کا دوست ہے۔ اچھا اب کام کرنے دو!" صاحب خان کے ساتھ ہم بھی مصروف ہوگئے تھے۔ فنگر پرنٹس اور موقع کی تصویر کشی شروع ہوگئی۔ کچھ دیر پڑوسیوں کو بھی طلب کرلیا گیا تھا۔ مگر پڑوسیوں کے بیانات سے کچھ نہیں معلوم ہوسکا تھا۔ سوائے ایک نیلے رنگ کی ہنڈا اکارڈ کے بارے میں جو اکثر زمرد کو لینے آتی تھی۔ ویسے تمام لوگوں کا ایک ہی کہنا تھا وہ یہ کہ زمرد اچھی عورت نہیں تھی۔ اس کا کردار مشکوک تھا۔ بلڈنگ میں اس کا کسی سے ملنا جلنا نہیں تھا۔ پھر صاحب خان نے لاش اٹھوا دی اور وہاں ڈیوٹی لگوا دی۔ نیچے اتر کر اس نے کہا۔

"بٹی بی بی کہیں اپنے اخبار میں اپنا نام نہ چھاپ دینا۔ مناسب نہیں ہوگا ہم رجسٹر میں صرف شہریار کا نام لکھیں گے۔"

"بے حد شکریہ صاحب خان صاحب....."

میں نے کہا صاحب خان کا مقصد میں سمجھ گئی تھی۔ ظاہر ہے شہریار کے ساتھ ایسے معاملات میں موجود ہونا قانونی طور پر غلط تھا اور پھر ظاہر ہے ابھی اخبار میں چھاپنے والی کوئی چیز بھی نہیں تھی۔ صاحب خان وہاں سے چلا گیا اور میں شہریار کے ساتھ کار میں آبیٹھی۔ کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھاتے ہوئے میں نے کہا۔ "ویسے یہ غلط ہوگیا بڑے کام کی لڑکی ماری گئی اگر کوئی اور انداز اختیار کیا جاتا تو اس کے سلسلے میں شاید اس سے کچھ کام کی باتیں معلوم ہو جاتیں۔"

"ہاں جو ہونا تھا ہوگیا لیکن اس قتل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ معاملہ کس نوعیت کا ہے۔ یہ کیس ذرا مختلف ہے اور واقعات تند و تیز ہیں۔ چنانچہ اس پر کام کرتے ہوئے اردگرد کا بھی خیال رکھنا پڑے گا۔"

"شیخ انٹرنیشنل کے بارے میں کچھ جانتی ہو؟"

"بالکل نہیں' تمہیں معلومات ہیں۔"

"ہاں دلاور شیخ زبردست اور بااثر آدمی ہے۔ درجنوں کاروبار پھیلا رکھے ہیں اس نے' بڑا اثر و رسوخ والا ہے اور ملکی سیاست میں بھی ایک مقام رکھتا ہے۔ افسران اور بعض وزراء سے بھی اس کے تعلقات ہیں۔"

"خوب..... شاید ڈی آئی جی صاحب نے اسی لئے اس کا نام صیغہ راز میں رکھا ہے۔"

"ہمیشہ صیغہ راز میں رہے گا اس کا اشارہ ہی کافی تھا۔ میرا خیال ہے اس معاملے میں اگر خدا نہ چاہے گا تو اس کا نام کبھی سامنے نہ آئے گا۔ صاحب خان کو بھی بس اتفاق سے ہی یہ معمول ہوگیا ہوگا۔"

"پوچھنا ضرور اس سے' اس کا ذریعہ معلومات کیا تھا۔ بہرحال اس طرح اس مسئلے میں کام کرنے کے لئے کافی مواد مل گیا ہے۔ اگر ایسا کوئی شخص اس موت کو قتل ثابت کرنا چاہتا ہے تو پھر قاتل بھی اسی معیار کا شخص ہوگا جس کی طرف دلاور بے دھڑک اشارہ نہیں کرسکتا۔" میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے کہا اور شہریار چھل پڑا۔

"میرے خدا واقعی بڑے پتے کی بات ہے۔

"ایک بات اور کہوں۔"

"کہو یار تم سے تو اب ڈر لگنے لگا ہے بہت خطرناک ذہن رکھتی ہو۔"

"ان الفاظ سے تم اونچی چھلانگیں نہ لگانے لگنا۔ کام نیچے نیچے جاری رہنا چاہئے صرف ذہنی چھلانگ لگا سکتے ہو۔"

"کیا مطلب ہے؟"

"جس انداز میں کام شروع کیا ہے اسی طرح جاری رہنے دینا۔ اگر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ تم کس نہج پر سوچ رہے ہو تو پھر رکاوٹیں بلند ہو جائیں گی۔ اس کا تمہیں بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ابھی سے کام شروع کرتے ہی وہ لوگ ہماری طرف متوجہ ہوگئے۔ وہ آئندہ بھی ہوشیار رہیں گے۔"

"سمجھ رہا ہوں' مگر تمہاری رہنمائی کے ذریعہ بہت کچھ کرلوں گا۔"

"کل تم سے اس موضوع پر بات ہوگی۔ اپنے طور پر سمجھ کر ہی آئندہ کا لائحہ عمل طے کروں گی۔"

اس رات میں نے معمولات سے جلدی فراغت حاصل کی اور اپنی خواب گاہ میں داخل ہوکر اس سلسلے میں سر کھپانے لگی۔ شہریار کی اس بات سے میں اتفاق کرتی تھی کہ اب اس کیس کی نوعیت متعین ہوگئی تھی۔ بعض اموات خواہ مخواہ مشکوک ہو جاتی ہیں حالانکہ کوئی معاملہ نہیں ہوتا لیکن ان دونوں اموات کے سلسلے میں ایسا نہیں تھا۔ تھوڑی سی کوشش ہوئی تھی اور کسی نامعلوم جگہ گھنٹی بج گئی تھی اور گھنٹی بجتے ہی کام بھی شروع ہوگیا تھا وہ بھی یکایک خوفناک طریقے سے جس سے یہ علم ہوگیا تھا کہ بات اونچے پیمانے کی ہے۔ سلسلہ شروع ہوا تھا اسرار حسین کی موت سے' کاروباری تھے' دولت مند تھے' دو بیٹیوں کے باپ تھے۔ موت حادثے سے ہوئی اور اس کا جواز موجود تھا۔ باپ کی موت کے ایک ماہ کے بعد بڑی بیٹی چل بسی' دل کا دورہ جس کی پہلے علامات نہ تھیں دوسری بیٹی رہ گئی۔ منشیات کی مریضہ' تین سال سے کوئی کچھ نہ کرسکا تھا ڈاکٹر سجاد' اس خاندان کا نمک خوار' وہ جسے کسی مشکل میں فون کرکے بلایا جاسکتا ہے' آخر حمیدہ نے اسے ہی کیوں بلایا؟ حمیدہ' عذرا کی نگراں۔ ڈاکٹر سجاد سے متعلق اور متاثر' عذرا ہوش آنے کے بعد وہ نارمل ہوتی ہے اور وہ عجیب چیزیں غائب کرسکتی ہے' مشکل کردار' ایسی غلیظ چیزیں اس نے اس احتیاط سے کیوں رکھی ہوئی تھیں اور پھر ایک انسانی انگلی بھی اس میں تھی' کس کی؟ زمرد اور جمال میاں اور بقول صاحب خان کے دلاور شیخ' تب سے رابطے ٹوٹے ہوئے تھے ان سب کو جوڑنا ضروری ہے مگر کس طرح؟ شہریار کو ایک لائحہ عمل دینا ہوگا ابھی وہ

کہا ہے' گھبرا جائے گا۔ معاملہ مشکل ہے بہت مشکل۔ آسان بات یہ تھی کہ ڈی آئی جی صاحب کا بھرپور تعاون حاصل تھا اور کام باآسانی کیا جاسکتا تھا۔ میں بہت دیر تک سوچتی رہی اور اندازہ ہوگیا کہ رفتار سست رکھنا ہوگی۔ تیز رفتاری مخالف سمت کا عمل بھی تیز کردے گی اور راستے بند ہو جائیں گے۔ چنانچہ بہت غور کرنے کے بعد ایک نکتے پر انگلی رکھی۔ یہ ایک نام تھا بشیر بیگ' وہ ملازم جو کوٹھی میں کام کرتا نظر آیا تھا دوسرا کام مجھے خود کرنا تھا اور اسی وقت کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے فون اٹھا کر قریب رکھا اور عرشی صاحب کے نمبر ڈائل کرنے لگی۔ حالانکہ رات کا وقت تھا اور اس وقت کسی شریف آدمی کو فون کرنا اچھی بات نہیں تھی لیکن تکلف بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ جب عرشی صاحب فون پر آگئے تو میں نے کہا۔

"یقیناً اس وقت آپ کو فون کرنا مناسب نہیں تھا اس لئے پہلے معذرت قبول فرمایئے۔

"کون ہیں آپ' میں پہچانا نہیں۔"

"شرمسار لبنیٰ غضنفر۔"

"اوہو' اچھا' میزان۔"

"جی" میں نے ہنس کر کہا۔

"شکایت ہے تم سے' اس کے بعد رخ ہی نہیں کیا ہماری طرف۔"

"طلبی کی منتظر رہی۔"

"کسی بھی وقت آجاؤ۔ سناؤ کیسی ہو اور اس وقت فون کیوں کیا ہے؟"

"بالکل ٹھیک ہوں اور فون ایک کام سے کیا ہے۔"

"بے تکلفی سے بتاؤ۔"

"یہ ابراہیم فضلی صاحب ہیں' ایڈووکیٹ آپ سے کیسے مراسم ہیں؟"

"بہت اچھے' بڑا نام ہے' خیریت؟"

"ان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"کوئی خاص بات ہے۔"

"جی ہاں! ایک مسئلے میں کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں۔ آپ کی سفارش چاہتی ہوں۔"

"کمال ہے کسر نفسی کی انتہا' تمہاری شخصیت معمولی تو نہیں ہے۔ میزان نے اچھے اچھوں کے حوصلے پست کر دیئے ہیں اور میرا خیال ہے یہ شخص خود کو ترازو کے پلڑے کے قریب محسوس کرتا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اگر تم خود بھی ان سے بات کرلیتیں تو یہ مشکل نہ ہوتا تاہم یہ میری ذمے داری ہے تو میں ابھی انہیں رنگ کئے دیتا ہوں۔ کیا کہوں۔"

"بس کل کسی بھی وقت تھوڑا سا وقت درکار ہے۔"

"میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

"میں انتظار کروں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بالکل" عرشی صاحب نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میں ان کی باتوں پر غور کرتی رہی اور پھر گھنٹی بجی تو میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ عرشی صاحب کی آواز سنائی دی۔ "کل ساڑھے دس بجے، اپنے آفس میں تمہارا انتظار کریں گے۔ ان کا آفس نکلسن روڈ پر این اسکوائر میں ہے' ایک، چھپن این سکوائر..." میں نے عرشی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور رسمی گفتگو کے بعد فون بند کر دیا بشیر بیگ کے سلسلے میں بھی میں نے اسی وقت شہریار کو فون کر لینا مناسب سمجھا تھا۔ گھنٹی دیر تک بجتی رہی تھی پھر شہریار کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

"محکمہ خفیہ کے پولیس انسپکٹر کے لئے اتنی گہری نیند جائز نہیں ہوتی۔"

"ارے ہم اسکیمو لینڈ سے واپس آ گئے۔" شہریار میری آواز پہچان گیا تھا۔

"اسکیمو لینڈ.....؟" میں نے ہنس کر کہا۔

"اوہ..... آہ۔ خواب دیکھ رہا تھا شاید' تم سمور کے لمبے کوٹ میں لپٹی ہوئی نائیلون کی کوئی خوبصورت گڑیا لگ رہی تھیں جس پر میڈ ان جاپان لکھا ہوتا ہے۔ ہم برف زاروں میں قلانچیں بھر رہے تھے اور فضا میں کیمش کے نغمے گونج رہے تھے مگر..... یہ نہ ہو سکا اور اب یہ عالم ہے۔"

"کہ نزلے سے ناک بہہ رہی ہے۔ برفانی علاقوں میں نہ گھوما کرو کہ اب تم شاعر نہیں پولیس آفیسر ہو۔"

"مگر یہ فون..... سمجھ گیا۔ نیند نہ آ رہی ہوگی۔" شہریار نے کہا۔

"ظاہر ہے ہیرو کی انٹری ہو چکی ہے مگر وہ صرف خواب دیکھ رہا ہے لگتا ہے پوری فلم خواب میں گزر جائے گی۔ ایسی کہانیاں بھی ہوتی ہیں۔"

"ارے' خدا نہ کرے۔ کیسی باتیں کر رہی ہو' کمال ہے۔ کون نامعقول سو رہا تھا جلدی بتاؤ کیا بات ہے؟"

"کوئی خاص بات نہیں' کل صبح اسرار حسین کی کوٹھی سے بشیر بیگ کو اٹھا لو اور اس سے معلومات حاصل کرو۔ بشیر بیگ یاد ہے۔"

"سو فیصد یاد ہے' معلومات کے لئے کچھ اشارے۔"

"ہاں زمرد تو راستے سے ہٹا دی گئی۔ وہ آدمی سمجھدار ہے مگر احتیاط سے۔ اس بار مقابلہ سخت ہے۔"

"اطمینان رکھو..... ورکشاپ لے جا سکتا ہوں اسے۔"

"میرے خیال میں ضرورت نہ ہوگی' ہاں کوئی گڑبڑ نہ ہو دیکھ لینا۔ ویسے میرے خیال میں اسے دو چار دن رکھ لو تاکہ بے چارے کی زندگی خطرے میں نہ پڑ جائے۔"

"او کے چیف۔ اور کوئی کام....."

"سو جاؤ!" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

○---------☆---------○

ابراہیم فضلی کا پتہ تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی اور میں ان کے شاندار آفس کے دروازے پر پہنچ گئی' بڑے سے ہال میں اس وقت چپڑاسی کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ چند میزیں لگی ہوئی تھیں جو خالی تھیں' لیکن ان پر فائل اور کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ سامنے ہی ایک خوبصورت شیشے کا کیبن نظر آ رہا تھا۔ جس کے دوسری جانب وسیع و عریض میز کے پیچھے ابراہیم فضلی صاحب تشریف فرما تھے۔ ویسے آفس درحقیقت بہت ہی خوبصورت بنایا گیا تھا' مجھے اندر پہنچا دیا گیا اور ابراہیم فضلی صاحب نے مجھے سرد نگاہوں سے دیکھا' بھاری بھرکم شخصیت تھی ان کی اور کافی رعب دار لگتے تھے' لیکن انداز میں وہ خوبی نہیں تھی' جو عرشی صاحب کی شخصیت میں پائی جاتی تھی۔ بہرطور میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے صرف گردن خم کر کے جواب دیا اور کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئی تو انہوں نے بھاری لہجے میں کہا۔ "جی فرمایئے۔"

"میرے بارے میں....." میں نے کہنا چاہا تو فضلی صاحب نے درمیان ہی سے میری بات کاٹ دی۔

"جی ہاں' عرشی صاحب بتا چکے ہیں۔ فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

بڑی خشک طبیعت کا آدمی معلوم ہوتا تھا لہجے میں ذرا برابر لچک نہیں تھی لیکن میں بھی ہر قسم کے لوگوں کو ہینڈل کرنا جانتی تھی۔ سو میں نے کہا۔

"میں آپ کی ایک کلائنٹ عذرا حسین کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں؟"

"جی فرمایئے' کیا معلوم کرنا چاہتی ہیں آپ۔" لہجے میں اب بھی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ نہ ہی چہرے کے تاثرات میں کوئی فرق آیا تھا۔

"کچھ عرصے پہلے اس کے والد اسرار حسین اور اس کے بعد اس کی بہن زاہدہ کا انتقال ہو گیا' اس سلسلے میں چند روز پہلے پولیس نے اس کیس کو نئے سرے سے شروع کیا ہے' پولیس کا خیال ہے کہ اسرار حسین صاحب حادثاتی موت کا شکار نہیں ہوئے بلکہ انہیں قتل کیا گیا ہے اور یہی کچھ تصور زاہدہ کے بارے میں ہے۔ میں نے سنا ہے فضلی صاحب کہ آپ عذرا کی پیروی کر رہے ہیں اور اس کیس کو دوبارہ شروع کرنے پر معترض ہیں؟"

"پہلا سوال تو میں آپ سے یہ کروں گا بی بی کہ آپ کو اس معاملے سے کیا دلچسپی ہے؟"

"شاید عرشی صاحب نے آپ سے میرا مکمل تعارف نہیں کرایا!"

"عرشی صاحب اگر آپ کا تعارف نہیں کراتے' تب بھی میں آپ کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں' آپ کے والد صاحب ایک بہت ہی معزز شخصیت ہیں اور ان کی نفاست ہر حیثیت میں تسلیم کی جاتی ہے آپ کے بارے میں' میں نے یہ سنا ہے کہ آپ فطرتاً صحافت کی جانب مائل ہیں اور صحافت بھی غالباً کرائم کی کر رہی ہیں میرا مطلب ہے کہ ایک زبردست کرائم رپورٹر کی حیثیت سے آپ نے اپنے کیریئر کا آغاز کیا ہے' یہ سب کچھ برا نہیں ہے بی بی'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زندگی کے بہت سے شعبے ہوتے ہیں' آپ نے اس شعبے کو منتخب کیا' بڑا اچھا کیا' لیکن لوگ ابھی تک آپ کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں۔ اس شعبے میں رہ کر آپ بڑا سخت قدم بھی اٹھا سکتے ہیں میرا مطلب آپ سمجھ رہی ہوں گی آپ۔ وہ الفاظ مجھ سے ادا نہ کرائیں جو اچھے نہیں ہیں۔ بہرطور پر آپ کا اپنا معاملہ ہے' لیکن ہوسکتا ہے کہ یورپ میں صحافت کو اتنی آزادی حاصل ہو کہ ایک صحافی زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں گھس سکتا ہو' لیکن ارے ہاں کا مسئلہ کچھ مختلف ہے۔ ہاں کچھ پابندیاں لازمی ہوتی ہیں' قانونی نکات ان لوگوں کو وقت سے پہلے نہیں بتائے جاسکتے جو ان سے براہ راست متعلق نہ ہوں تاہم آپ ایک اچھی خاتون ہیں' آپ کے کالم میں بھی پڑھتا ہوں' متاثر بھی ہوں میں ان سے۔ جارحیت ہوتی ہے ان میں' میرا مطلب ہے آپ کے لب و لہجے میں خیر مجھے اس پر اعتراض نہیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ میں عذرا کے سلسلے میں کچھ کام کر رہا ہوں' میرے خیال میں یہ بات ابھی تک نہ تو کورٹ میں پہنچی اور نہ اخبارات تک اور نہ ہی پولیس کو اس بارے میں کوئی خاص علم ہے.....؟"

میں نے فضلی صاحب کے سخت لہجے کا برا نہیں مانا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ نے ابھی یہ الفاظ کہہ کر میری عزت بڑھائی ہے۔ فضلی صاحب کہ آپ میری کارکردگی چاہتے ہیں میں آپ بزرگوں کے تعاون سے اس شعبے میں کام کرکے دکھانا چاہتی ہوں اور قدم قدم پر آپ کی مدد کی خواہاں ہوں۔ آپ ہی کی طرح دوسرے لوگ بھی مجھ سے تعاون کرتے ہیں لیکن میں اس تعاون سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھاتی ورنہ آئندہ آپ لوگوں کی سرپرستی سے محروم ہونے کا خطرہ رہتا ہے جو کچھ آپ سے معلوم کرنا چاہتی ہوں وہ ایک امانت ہوگی آپ کی اور آپ کی اجازت کے بغیر کبھی منظرعام پر نہیں آئے گی۔"

"پھپھی بے بی..... بعض چیزیں محفوظ رکھنے کے لئے ہوتی ہیں۔"

"تب میں آپ کو بالکل پریشان نہیں کروں گی۔ میں تعاون حاصل کرنے آئی تھی جبر کا کیا سوال ہے' میں کرسی کھسکا کر کھڑی ہوگئی اور فضلی صاحب چونک پڑے پھر وہ پہلی بار مسکرائے اور بولے۔ 'بھول گیا تھا کہ پٹھان بھی ہو اور وہ بھی روہیلہ' ناراض ہوگئیں۔"

"میں آپ کا احترام ہمیشہ کرتی رہوں گی۔"

"بیٹھ بھئی' مجھ سے کیا چاہتی ہو' پلیز بیٹھو....."

انہوں نے نرم لہجے میں کہا اور میں بیٹھ گئی۔ "ہاں بتاؤ' مجھ سے کیا پوچھنا چاہتی ہو۔"

"عذرا نے آپ کا تعاون کیوں حاصل کیا ہے؟"

"میں پولیس کے خیال کی تردید بالکل نہیں کرنا چاہتا' یہ اس کا کام ہے کہ وہ کسی موت کے بارے میں کیا سوچتی ہے' نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر یہ حادثے' حادثے نہیں قتل ہیں تو پولیس نام کو گرفتار نہ کرے یہ تو ہونا چاہئے۔ مگر بدقسمتی سے دولت کے کھیل بڑے گھناؤنے

ہوتے ہیں اور اس کے حصول کے لئے وہ کچھ کرلیا جاتا ہے جس کا تصور تاریخ انسانیت میں بالکل نہیں ہے۔ اسرار حسین بے حد دولت مند تھے غالباً" کروڑوں روپے کی جائیداد اور کاروبار ہیں ان کے۔ ان کا انتقال ہوا' پھر اس جائیداد کی وارثوں میں سے ایک چل بسی اور اب صرف عذرا باقی رہ گئی ہے جو اس پوری دولت کی تنہا وارث ہے سو دوست سو دشمن۔ عذرا کو اس دولت سے محروم کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ اس مسئلے کو توڑ مروڑ کر اس کے سر تھوپا جاسکتا ہے۔ اس کی یہ تشویش بجا ہے اس لئے اس نے میرے ذریعہ قانونی تحفظ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"ایک اہم سوال یہ ہے کہ عذرا کو یہ شبہ کیسے ہوا کہ بات اس تک آسکتی ہے؟"

"ہونا چاہئے تھا۔"

"وہ بدترین نشے کی عادی ہے۔"

"بیشک' لیکن پاگل نہیں ہے۔ سوچ سمجھ سکتی ہے نشہ اس کا ذاتی فعل ہے جب وہ نشے میں نہیں ہوتی تو پوری طرح ہوش مند ہوتی ہے اس نے مجھ سے اس خدشے کا اظہار کرکے قانونی تحفظ مانگا ہے کہ اگر پولیس اسے پریشان کرنا چاہے تو میں اس کی مدافعت کروں۔"

"وہ اتنا سوچ سکتی ہے؟"

"تم سے اس کے تعلقات ہیں؟" فضلی صاحب نے پوچھا۔

"قطعی نہیں۔"

"پھر تم اسے احمق کیوں سمجھتی ہو۔"

"نہیں یقیناً میری یہ سوچ غلط ہے۔ دراصل میں اس لئے حیران ہوئی تھی کہ جب وہ اس قدر سوچ سکتی ہے کہ کوئی اسے مشکل میں پھنسا سکتا ہے تو یہ کیوں نہیں سوچتی کہ نشہ بالآخر اسے ختم کردے گا۔"

"میں نے کہا نا کہ نشہ اس کا ذاتی فعل ہے۔ ویسے بے بی تم مجھے بتاسکتی ہو کہ دو ماہ کے بعد کسی کو یہ شبہ کبھی ہوا کہ یہ دونوں موتیں حادثاتی نہیں ہیں اور جسے شبہ ہو اوہ کون ہے۔"

"آپ یقین کریں مجھے ابھی تک اس کا علم نہیں ہوسکا۔"

"تمہیں اس پر حیرت نہیں ہے۔"

"بے شک ہے۔"

"ہاں یہی اصل مسئلہ ہے یہ شبہ اس وقت کیا جاسکتا تھا اتنے عرصے کے بعد اس کا اظہار مشکوک ہے خیر بات تو سامنے آئے گی۔ کہیں سے آغاز ہوا ہے تو متعلقہ لوگوں کا ہوشیار ہونا بھی ضروری ہے۔ بہرحال مجھے بہت سے معاملات سے غرض نہیں ہے۔ میں صرف عذرا کے حقوق محفوظ رکھنا چاہتا ہوں اس کے باوجود اگر پولیس کو عذرا کے خلاف ثبوت ملتے ہیں اور وہ قاتلہ ثابت ہو جاتی ہے تو ظاہر ہے مجھے کسی قاتل سے ہمدردی نہیں ہوسکتی بشرطیکہ وہ ثبوت سچے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوں اور ناقابل تردید ہوں۔"

"آپ کا فرمانا بجا ہے اور یقین کیجئے بس میں اتنا ہی معلوم کرنا چاہتی تھی' اجازت دیجئے۔"

"اوکے بے بی..... اور ہاں بزرگوں کا ذرا خیال رکھنا چاہئے۔ انہی کی دعاؤں سے ترقی کے راستے طے ہوتے ہیں۔"

"کہیں بھی کوئی لغزش پائیں تو رہنمائی ضرور کیجئے۔ آپ کے سہارے اپنا مشن پورا کرنا چاہتی ہوں۔" میں نے کہا۔

○---------☆---------○

میں مقررہ وقت پر مون لینڈ پہنچ گئی اور وہاں کے بڑے دروازے پر شہریار کو ہونقوں کی طرح منہ پھاڑے کھڑے دیکھا' سادہ لباس میں تھا اور شلوار قمیض میں خاصا خوبصورت نظر آ رہا تھا' مگر چہرے پر پسندیدگی کے تاثرات پیدا کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ فوراً ہی پٹڑی سے اتر جائے درحقیقت وہ آج تک مائل ہی تھا اور یہ ایک ٹھوس سچائی تھی کہ اس کی فطرت میں نرم خوئی اور نزاکت تھی اور زندگی کا جو شعبہ اسے ملا تھا وہ اس پر فٹ نہیں تھا لیکن اب جب یہ اتفاق سامنے آگیا تھا کہ میں کرائم رپورٹر اور وہ پولیس آفیسر' تو میری دلی آرزو تھی کہ وہ اسی فیلڈ میں ترقی کرے اور کچھ سے کچھ بن جائے' بہرحال ہم لوگ مون لینڈ میں داخل ہوگئے۔

مون لینڈ کے مخصوص کیبن میں بیٹھ کر میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور اس کی اس کیفیت پر مجھے پیار آئے بغیر نہ رہ سکا۔

"یہ الٹے سیدھے کہاں گھومتے رہتے ہو تم" میں نے غصیلے لہجے میں کہا اور وہ منہ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کہاں گیا تھا تم نے جو کچھ کہا تھا' بس وہی کرتا پھر رہا تھا' تمہارے کام کے علاوہ تو میں کہیں نہیں گیا۔"

"یہ ڈنمارک وغیرہ کے چکر کیوں لگانے شروع کر دیئے؟"

"ڈنمارک؟"

"تو کیا اسکیمو لینڈ تمہارے گھر کے پچھواڑے میں ہے۔" میں نے آنکھیں نکال کر کہا اور میری بات اس کی سمجھ میں آئی تو وہ جھینپے ہوئے سے انداز میں ہنس پڑا۔ پھر بولا۔ "اب انسان خواب بھی نہ دیکھے کیا' کہاں کہاں پابندیاں لگائی جائیں گی آخر۔"

"فضول خوابوں سے گریز کیا کرو' ورنہ فطرت میں پھر وہی شاعرانہ حماقت آجاتی ہے۔"

"بس بس کسی انسان پر مظالم کی ایک حد ہونی چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ میں احتجاج پر اتر آؤں۔"

"تو پھر پہلے پیٹ بھر لیا جائے' کیونکہ جب بدن کا دوزخ بھر جاتا ہے تو طبیعت میں خود بخود نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔"

"بالکل درست۔" اس نے کہا اور ویٹر کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی۔ کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میں نے ذرا خشک رویہ اختیار کیا تاکہ وہ خمار گندم کا شکار نہ ہو جائے اور صرف کام کی باتیں کرے' ورنہ پیٹ بھرنے کے بعد رومان کا درخت کچھ زیادہ ہی شاداب ہو جاتا ہے' میں نے کہا۔

"ہاں یہ بتاؤ' بشیر بیگ کے مسئلے پر کام کیا یا نہیں؟"

"کیسے نہ کرتا بھائی۔ حکم حاکم مرگ مفاجات۔"

"رزلٹ" میں نے سوال کیا۔

"دلچسپ لیکن کوئی خاص نہیں۔"

"تفصیل بتاؤ؟"

"جی ہاں عرض کرتا ہوں' کوٹھی پہنچا' بشیر بیگ کو اٹھایا' ورکشاپ لے گیا' شریف آدمی ہے اس میں کوئی شک نہیں' یہ میں ذاتی تجربے کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں' اور پھر ملازم ہے' ظاہر ہے غیر شریف ہو کر بھی کسی کا کیا بگاڑ لیتا۔ میں نے سوالات کا سلسلہ شروع کیا۔ پہلے تمام لوگوں کی خیر و عافیت پوچھی۔"

"خیر و عافیت" میں ہنسی روکے بغیر نہ رہ سکی۔

"ہاں بھئی' پولیس کی زبان میں جو گفتگو ہوتی ہے اس کا تعلق تمہاری لغت سے نہیں ہے' میرا مطلب ہے' میں نے اسرار حسین زاہدہ اور عذرا کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں۔"

"گڈ' دلچسپ۔ کیا تفصیلات معلوم ہوئیں؟"

"اسرار حسین اپنی دونوں بیٹیوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ عذرا ذرا زیادہ لاڈلی تھی' زاہدہ اور عذرا کے تعلقات بھی بہت اچھے تھے' بڑی بہن ہونے کی حیثیت سے وہ عذرا کی بہت ہی ناز برداریاں کرتی تھی اور اپنی انہی ناز برداریوں کی بنیاد پر عذرا برے راستوں پر چل پڑی۔"

"بہن اور باپ اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکے۔" میں نے کہا۔

"جو ممکن ہو سکتا تھا کیا لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔ عذرا نے دوبارہ خودکشی کرنے کی دھمکی بھی دی تھی جس سے وہ خوفزدہ ہوگئے۔"

"ہوں اور کوئی خاص بات؟"

"ہاں"

"کیا" میں چونک پڑی۔

"ایک نام اور ملا ہے..... سعیدہ ناز۔ زاہد کی سہیلی ہے اور رابسن روڈ پر سعیدہ بوتیک چلاتی ہے۔ زاہدہ اس کی مالی مدد بھی کرتی تھی اور کئی بار اس نے بشیر بیگ کو سعیدہ کے پاس بھیجا تھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ویری گڈ زمرد کے بارے میں کچھ....."

"بشیر بیگ زیادہ نہیں جانتا۔"

"حمیدہ کے بارے میں کوئی ریمارک۔"

"کچھ نہیں۔"

"بشیر بیگ کہاں ہے۔"

"لاک اپ کر دیا ہے تسلیاں دے کر ظاہر ہے پریشان ہوگا۔"

"ہوں آؤ چلیں۔" میں نے کہا اور شہریار چونک پڑا۔ پھر بل ادا کر کے ہم دونوں باہر نکل آئے۔ میں نے کار کا رخ رابسن روڈ کی طرف کر دیا تھا۔ یہ ایک معیاری بازار تھا۔ دکانیں زیادہ تر ائرکنڈیشنڈ تھیں۔ ہم پورے رابسن روڈ کا چکر لگانے کے بعد سعیدہ بوتیک کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو سکے جو ایک ذیلی علاقے میں تھا۔ چار لڑکیاں وہاں نظر آئیں جنہوں نے گاہک سمجھ کر ہمارا استقبال کیا۔

"سعیدہ صاحبہ سے ملنا ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ..... میڈم اوپر ہیں آیئے۔" ایک لڑکی نے ہماری رہنمائی کی اور ہم لکڑی کی بنی ہوئی سیڑھیاں عبور کر کے نہایت خوبصورتی سے سجے ہوئے ایک وسیع و عریض کمرے میں داخل ہو گئے جہاں شیشے کی بنی ہوئی بہت قیمتی میز پڑی ہوئی تھی۔ چاروں طرف چپ بورڈ پر لباس کے فینسی ڈیزائن آویزاں تھے۔ سعیدہ ناز ایک حسین چوبیس سالہ لڑکی تھی چھریرے بدن اور خوبصورت نقوش کی مالک۔

"آپ کے مہمان میڈم" ساتھ آنے والی لڑکی نے کہا اور سعیدہ نے ایک حسین مسکراہٹ سے ہمارا استقبال کیا۔ ہم کرسیوں پر بیٹھ گئے تو اس نے کہا۔

"فرمایئے..... کیا خدمت کروں آپ کی۔"

"معاف کیجئے سعیدہ صاحبہ! آپ کا وقت یقیناً قیمتی ہوگا لیکن پولیس کی مجبوریوں کو آپ اچھی طرح سمجھتی ہوں گی یہ میرا کارڈ ہے۔" شہریار نے اپنا کارڈ نکال کر سعیدہ ناز کے سامنے رکھ دیا وہ خوفزدہ ہو گئی تھی اور کارڈ اٹھائے بغیر دیکھتی رہی تھی پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"خیریت..... میری زندگی تو صاف ستھری ہے۔ جناب۔"

"سو فیصد..... بس ایک سلسلے میں آپ سے کچھ معلومات درکار ہیں۔"

"کس سلسلے میں۔" اس کے لہجے میں خوف تھا۔

"مرحومہ زاہدہ آپ کی دوست تھیں۔" میں نے پوچھا اور سعیدہ چونک پڑی اس نے آہستہ سے کہا۔

"نہ صرف دوست بلکہ مجھے بنانے والی' میری سب سے بڑی محسن۔"

"آپ اس کی موت پر کچھ روشنی ڈال سکتی ہیں۔"

"بڑی دیر کے بعد چونکے ہیں آپ۔ اس کی موت کی تحقیقات تو بہت پہلے شروع ہونی چاہئے تھی۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ اس کی موت کے سلسلے میں جس مفروضے کا سہارا لیا گیا ہے وہ بالکل غلط ہے وہ دل کے دورے کا شکار نہیں ہوئی دل کے دورے اس طرح تو نہیں پڑ جاتے کچھ علامات پہلے سے ہوتی ہیں۔ وہ ایک تندرست لڑکی تھی جسے بخار بھی نہ آتا تھا۔"

"آپ کے خیال میں وہ دل کے دورے کا شکار نہیں ہوئی۔"

"جی ہاں میرے خیال میں بالکل نہیں۔"

"پھر اس کی موت کا کیا سبب ہو سکتا ہے۔"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے۔"

"آپ نے ابھی کہا تھا کہ وہ آپ کی محسن تھی۔"

"جی ہاں۔"

"کس طرح۔"

"لمبی کہانی ہے مختصر الفاظ میں بتاتی ہوں۔ میرے والدین نے میری شادی کر دی تھی' اپنی دانست میں ایک بہت اچھے انسان سے اور انہوں نے اپنی ساری پونجی اسے دیدی تھی کیونکہ میرا کوئی بھائی نہیں ہے مگر ان کا تجربہ دھوکہ دے گیا۔ طاہر برا انسان نکلا اس نے ہمیں دھوکا دیا اور ہمارا سب کچھ اڑا دیا۔ جب ہمارے پاس کچھ نہ رہا تو وہ ملک چھوڑ کر چلا گیا مجھے طلاق کے کاغذ بھجوا کر۔ ماں باپ بیمار ہو گئے میں حواس باختہ ہو گئی۔ تب زاہدہ نے مجھے سہارا دیا یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اس میں صرف میری محنت ہے باقی سب کچھ زاہدہ کا..... اس نے مجھے زندہ رہنے پر مجبور کیا اور خود....." اس کی آواز بھرا گئی۔

"زاہدہ سے آپ کی دوستی کب سے تھی"

"ہم کالج کے ساتھی تھے۔"

"کیا اس سے آپ کی ملاقات باقاعدہ ہوتی تھی۔ میرا مطلب ہے آپ لوگ کتنے عرصے کے بعد ملتے تھے۔"

"بہت زیادہ نہیں' لیکن ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ وہ میرے اور میں اس کے حالات سے واقف رہتے تھے اور پھر میرے ساتھ جو کچھ ہوا اس کے بعد تو وہ مجھ سے اور قریب ہو گئی۔"

"اسرار حسین صاحب کی موت کے بارے میں اس نے کوئی تبصرہ کیا تھا۔"

"افسوس نہیں..... انکل کے حادثے کے بعد وہ صرف دو بار میرے ہاتھ لگی اور وہ بھی چند منٹ کے لئے عموماً گھر پر نہیں ملتی تھی۔"

"آپ مجھے جمال کے بارے میں کچھ بتائیں گی۔" میں نے سوال کیا اور وہ رخسار کھجانے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لگی پھر اس نے کہا "یہ انوکھی بات ہے میں اس کے بارے میں بہت کم جانتی ہوں زاہدہ نے مجھے اس سے ملایا تھا کہ وہ اس کی زندگی کا ساتھی ہے۔ دونوں کافی جذباتی نظر آتے تھے بعد میں' میں نے اس سے جمال کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ انکل کو بھی اس شادی پر اعتراض نہیں ہے لیکن پھر نجانے کیا ہوا دونوں ایک دوسرے سے دور ہوگئے۔"

"آپ نے اس کی وجہ نہیں پوچھی زاہدہ سے۔"

"کچھ دن کے بعد ہی انکل کا حادثہ ہوگیا۔"

"جمال کہاں رہتا ہے۔"

"میں زیادہ نہیں جانتی اس کے پاس گرے کلر کی مرسیڈیز ہوتی تھی اور ایک بار اس کی رہائش گاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے زاہدہ نے سی ویو کا نام لیا تھا۔"

"آپ زاہدہ کی بہترین سہیلی' اس کی ہمدرد' اور بقول آپ کے اس کی احسان مند' کیا آپ اس کے سلسلے میں کوئی ایسی بات نہیں بتا سکتیں جو ہماری معاون ثابت ہوسکے زاہدہ کی موت کو ہم بھی شک کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔"

"کاش مجھے کچھ معلوم ہوتا لیکن اتنا میں آپ سے ضرور عرض کروں گی کہ اسے دل کا عارضہ نہیں تھا موت کی وجہ کچھ بھی ہو لیکن وہ مریضہ کسی طور پر نہیں تھی۔"

"زمرد نامی کسی لڑکی کو جانتی ہیں آپ۔"

"اوہ..... ہاں سوفیصد۔" سعیدہ نے کہا اور کھو سی گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی سوچ میں گم ہوگئی ہو۔ پھر اس کے چہرے پر سرخی سی آگئی۔

"ایک سوال کروں آپ سے جواب دیں گے۔"

"ضرور۔"

"آپ نے اس کا نام کیسے لیا۔"

"جس طرح ہمیں آپ کے بارے میں معلوم ہوا اسی طرح زمرد بھی ہمارے علم میں آئی۔"

"وہ میرے ذہن سے نکل گئی تھی ایک آوارہ مزاج اور بری لڑکی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ زاہدہ پر زبردستی مسلط ہوگئی ہو۔ زاہدہ اسے پسند نہ کرتی ہو لیکن کسی طور اس سے ملتے رہنے کے لئے مجبور ہو اور..... اور ہوسکتا ہے جمال اور زاہد کے درمیان دوری کی وجہ وہی ہو۔ یقیناً ایسا ہوسکتا ہے وہ ایسی ہی لڑکی ہے آپ اسے ایک نگاہ دیکھیں گے تو اندازہ ہو جائے گا۔ سنئے میری تمام خدمات حاضر ہیں آپ لوگوں کے لئے' پولیس مجھ سے جس طرح تعاون چاہے گی میں تعاون کروں گی۔ آپ زمرد کو ضرور ٹٹولئے بلکہ اس کے قریب ہی جمال کو بھی تلاش کیجئے اوہ میرے خدا..... آج تک یہ خیال میرے دماغ میں نہیں آیا۔"

سعیدہ سے اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم ہوسکا تھا اس نے ہمیں چائے کی پیش کش کی

لیکن ہم اس سے معذرت کرکے اٹھ گئے تھے۔ شہریار کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ کار میں بیٹھ کر اس نے کہا۔

"میرے خیال میں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔"

"نقصان بھی نہیں ہوا اور پھر فائدہ فوراً ہی تو نہیں ہوتا۔ ہمیں جمال کو تلاش کرنا ہوگا۔"

"گرے رنگ کی ہر مرسیڈیز کے پیچھے دوڑ لگا دیں کیا خیال ہے۔"

"احمق ہو تم..... ابھی تو بہت سے مہرے ہیں۔ ڈاکٹر سجاد' حمیدہ بٹ یہ دونوں کردار ریزرو میں ہیں اور اگر یہ دونوں بھی معاملات سے لاعلمی کا اظہار کریں تو میں انہیں بذات خود تمہارے ورکشاپ میں پہنچاؤں گی تاکہ سچائی سامنے آسکے۔ ہم لوگ کوئی بے وقوف ہیں۔"

"او زندہ باد..... یہ ہوئی ناں بات۔ ورکشاپ بڑے کام کی چیز ہے ویسے تمہارا خیال بالکل درست ہے ڈاکٹر سجاد اور حمیدہ بٹ بہت مضبوط کردار ہیں۔"

"سوفیصد حمیدہ اس گھر کی نگران ہے اور اس کے بارے میں سب کچھ جانتی ہے اور جب اسے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ فون کرکے ڈاکٹر سجاد کو بلاتی ہے اور پھر تم عذرا کو کیوں نظرانداز کر رہے ہو جو ایک پراسرار کردار ہے خاص طور سے اس صندلی بکس کا مسئلہ۔ لیکن ہمیں پہلے قرب و جوار کا جائزہ لے لینا چاہئے اس کے بعد مین لائن پر سفر کریں گے۔"

"او کے چیف..... اب کیا پروگرام ہے؟"

"تمہیں کہاں چھوڑوں؟"

"منجدھار کے علاوہ جہاں جی چاہے" شہریار نے کہا اور میں نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔

"دیکھ لو منجدھار تو نہیں ہے؟"

"کمال ہے یار' بڑی کوئیک سروس ہے۔" شہریار بڑبڑاتا ہوا دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔

"کوئی پروگرام ہوا تو فون کرلوں گی..... ورنہ"

"ورنہ کیا؟"

"سات بجے" میں نے کہا اور گاڑی اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔ میں نے دفتر کا رخ کیا تھا۔ کچھ دفتری کام نمٹانے۔ نئے آرٹیکل کا انتخاب کیا اور ان کاموں سے فارغ ہوکر سوچنے بیٹھ گئی۔ زمرد کیا تھی اور سعیدہ ناز۔ وہ شک و شبے سے پاک عورت تھی۔ اس کے بعد میں نے شہریار سے جن کرداروں کا تذکرہ کیا تھا وہ رہ جاتے تھے۔ خاص طور سے ڈاکٹر سجاد کا معاملہ۔ وہ اسرار حسین اور زاہد کی موت سے مطمئن تھا اور اس نے ان کے سرٹیفکیٹس جاری کئے تھے کیونکہ وہ ان کا فیملی ڈاکٹر تھا۔ اسے گہرائیوں سے ٹٹولنا ہوگا۔

سات بجنے میں وقت ہی کتنا رہ گیا تھا۔ گرین فاؤنٹین میں شہریار موجود تھا اس نے کہا۔

"جدا ہوکر ملنا ہماری روایت ہے ورنہ اصولی طور پر ہمیں سعیدہ بوتیک سے سیدھا سبز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فوارے میں آجانا چاہئے تھا۔"

"بیزاری محسوس کر رہے ہو۔"

"غصہ دلانے والی باتیں مت کیا کرو۔ پوری عمر کے منصوبے کی توہین کر رہی ہو۔" شہریار نے کہا اور ہم نے چائے طلب کرلی۔

"کل کا کیا پروگرام ہے؟"

"پکچر دیکھیں کوئی' بہت دن ہوگئے۔"

"جی نہیں مجھے ان حماقتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں کام کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔"

"تو پھر بتاؤ....."

"میرے خیال میں دو دن کی خاموشی اختیار کی جائے۔"

"پورے دو دن کی۔ لوگ تو دو منٹ کی خاموشی اختیار کرتے ہیں۔"

"اس دوران ہم دوسروں کی کارروائی کا جائزہ لیں گے ادھر سے کیا ہوتا ہے ویسے کوٹھی کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"کچھ نہیں' وہ پولیس پہرے سے بیزار ہیں اس پر احتجاج بھی کیا گیا ہے عذرا گھر پر ہی ہے اور دوبارہ باہر نہیں نکلی ڈاکٹر سجاد دو بار آچکا ہے وغیرہ۔ بس اور کوئی خاص بات نہیں۔"

"خاص بات ہونے دو اس کے لئے میں دو دن دے رہی ہوں۔" میں نے کہا اور شہریار عجیب سے انداز میں مسکرایا۔

"دیکھو اس میں دانت نکالنے کی کیا بات ہے۔"

"نہیں میں ایک خیال پر مسکرایا تھا۔"

"بتاؤ فوراً" میں نے ڈانٹ کر کہا۔

"ارے بھائی ایک الگ ہی مسئلہ ہے۔ دراصل میں نے شعر سے ہٹ کر کچھ سوچا ہے اس پر مسکرا رہا ہوں۔"

"کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"سعیدہ نے زمرد کے بارے میں جو کچھ کہا اس پر میں غور کرتا رہا۔ زمرد کے بارے میں جو تحقیقات ہوئی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ واقعی بری لڑکی تھی اور جمال کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس کے پاس مرسیڈیز کار تھی گویا وہ صاحب حیثیت تھا۔ زمرد مرگئی مگر جمال میاں میرے خیال میں وہ کافی مضبوط کردار ہے۔"

"بیشک ہے اسے تلاش کرو۔"

"اگر تم نے میرا مذاق نہیں اڑایا؟" شہریار بولا۔ "کبھی کبھی تو سمجھداری کی ایک آدھ بات کرلیا کرتے ہو اس کا مذاق اڑاؤں۔" میں نے کہا اور شہریار ہنسنے لگا اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے

کہا۔ "اوہو آج وقت زیادہ ہوگیا اب اٹھا جائے۔" شہریار بھی چونک پڑا تھا۔ ہم باہر نکل آئے آسمان ابر آلود تھا اور فضا میں حبس کی کیفیت تھی۔ شہریار کو گھر ہی جانا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ ٹیکسی سے چلا جائے گا لیکن نہ جانے کیوں میں اسے اس کے گھر پہنچانے پر مصر ہوگئی اور پھر میں نے اسے اس کے گھر پر خدا حافظ کہا اور کار لے کر مناسب رفتار سے چل پڑی۔ ذہن آزاد تھا اور کوئی خاص خیال دل میں نہیں تھا۔ گھر جاتے ہوئے کچھ سنسان راستے بھی آتے تھے۔ کچھ عمارتیں زیر تعمیر تھیں جن کے اطراف جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں لیکن یہ میری روز کی گزرگاہ تھی اور میرے ذہن میں کچھ نہیں تھا مگر آج..... اچانک ہی روشنیوں نے بتایا کہ یہ سڑک آگے سے بند ہے۔ جھاڑیوں کا ایک انبار نیلی سڑک پر لگا ہوا تھا اور وہاں سے کار نہیں گزاری جاسکتی تھی پھر عقب سے کسی اور کار کی روشنیاں چمکیں اور ان کے آگے بڑھنے کی رفتار بہت تیز محسوس ہوئی۔ میرے ذہن نے خطرے کی گھنٹی بجائی۔ اس پتلی سڑک پر کار واپس بھی نہیں موڑ سکتی تھی اور عقبی کار برق رفتاری سے بڑھی چلی آرہی تھی۔ میں نے کار کا انجن اسٹارٹ چھوڑا اور روشنیاں بھی جلی رہنے دیں۔ دوسرے لمحے میں دروازہ کھول کر نیچے آگری اور برق رفتاری سے جھاڑیوں کی طرف دوڑ پڑی۔ جھاڑیاں کانٹے دار تھیں اور ان میں آگے بڑھنے کا مقصد تھا کہ لباس تار تار اور بدن لہولہان کرلوں چنانچہ میں نے رک کر سانس لی اور ادھر ادھر نگاہ دوڑا کر کوئی پناہ گاہ تلاش کی بائیں سمت ایک زیر تعمیر عمارت نظر آئی تھی لیکن اس تک پہنچنا کار دارد تھا۔

اس دوران عقب سے آنے والی کار میری کار کے قریب آگئی اور میں نے ہیڈ لائٹ کی چھاؤں میں کئی سائے دیکھے جو اس کار سے اتر کر میری کار کی طرف بڑھے تھے وہ یقیناً مسلح تھے۔ انہوں نے میری کار کو گھیر لیا اور شاید انہیں خود اندازہ ہوگیا کہ کار خالی ہے۔ ایک آواز ابھری جو غالباً دوسروں کو کچھ ہدایت کر رہی تھی۔ انہوں نے درست اندازہ لگایا کیونکہ اس وقت چھپنے کے لئے جھاڑیاں ہی مناسب تھیں چنانچہ تین آدمی اسی طرف دوڑ پڑے۔ مجھے ایک لمحے میں اندازہ ہوگیا کہ اب ان کا مجھ تک پہنچنا مشکل نہ ہوگا چنانچہ میں نے مزید مشکلات کی پروا کئے بغیر دوڑنا شروع کر دیا۔ میرا رخ اس عمارت کی طرف تھا لیکن جھاڑیوں سے میری سمت کا اندازہ لگا لیا گیا تھا اور اس سے قبل کہ میں زیادہ دور جاتی اچانک ایک دھماکا ہوا اور گولی میرے سر سے چند انچ کے فاصلے سے گزر گئی۔ میرے پاؤں جھاڑی میں الجھے اور میں گر پڑی لیکن دوسرے لمحے اٹھی اور پھر میں نے ایک لمبی چھلانگ لگا دی۔ میری تمام حسیات بیدار ہوگئی تھیں۔ میں خطرناک لوگوں کے نرغے میں تھی جو میری زندگی کے طلب گار تھے اور ہر قیمت پر مجھے ختم کر دینا چاہتے تھے لیکن شاید انہیں میرے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ بے چارے نہیں جانتے تھے کہ میں صرف ایک صحافی نہیں ہوں بلکہ کرائم فیلڈ میں آنے کا کوئی پس منظر ہے۔ کوئی وجہ ہے کہ میں نے اس راستے کا انتخاب کیا اس سلسلے میں' میں نے باقاعدہ تربیت لی تھی چنانچہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کے بعد میں نے مدافعتی انداز ختم کر دیا جس طرح وہ میری سمتوں کا اندازہ لگا رہے تھے اسی طرح میں بھی ان کی جگہوں سے واقف تھی۔ چند لمحات کے بعد انہیں بھی یہ عمارت نظر آ جائے گی اور ان کی سوچ اس سے مختلف نہ ہوگی کہ ان حالات میں' میں اس عمارت کا رخ کروں گی لیکن..... میں نے جھاڑیوں میں رخ بدل لیا۔ اب میں ان کے اور اپنے درمیان فاصلہ کم کر رہی تھی اور کوشش کر رہی تھی کہ انہیں میری سمت کا اندازہ نہ ہو سکے اور میں ان سے زیادہ سے زیادہ قریب ہو جاؤں۔ ویسے وہ بھی فائرنگ کرنے میں احتیاط برت رہے تھے اور انہوں نے جھاڑیوں میں اندھا دھند گولیاں برسانا شروع نہیں کیں کیونکہ آبادی زیادہ دور نہیں تھی اور یہ کوشش انہیں نقصان پہنچا سکتی تھی۔

اچانک مجھے ساکت ہو جانا پڑا..... مجھے ان کے قدموں کی چاپ اپنے بالکل قریب محسوس ہوئی تھی میرا دل کنپٹیوں میں دھڑکنے لگا..... آواز میرے قریب سے قریب تر آتی جا رہی تھی.....

روشنی نہ ہونے کے باوجود ماحول اتنا تاریک نہیں تھا کہ میں اپنی طرف آنے والوں کو نہ دیکھ پاتی۔ وہ تین تھے اور مسلح تھے لیکن جس طرح میں نے انہیں دیکھ لیا تھا اسی طرح وہ بھی مجھے دیکھ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ فاصلہ بھی اتنا کم رہ گیا تھا کہ اگر یہاں سے چھلانگ بھی لگاتی تو زیادہ دور نہیں نکل سکتی تھی۔ ایک ہی ترکیب سمجھ میں آئی کہ زمین پر لیٹ جاؤں اور رینگنے کی کوشش کروں چونکہ نئے حالات کے تحت میں نے رخ تبدیل کیا تھا اور عمارت کی طرف جانے کی بجائے واپس سڑک ہی کی طرف بڑھی تھی اس لئے سڑک کا فاصلہ زیادہ نہیں رہا تھا۔ میری کار کی روشنیاں رہنمائی کر رہی تھیں چنانچہ میں رینگتی ہوئی اسی طرف بڑھنے لگی۔ ایک خیال میرے ذہن میں آیا تھا اور غور کرنے کا وقت نہیں تھا چنانچہ میں نے اس پر عمل کر ڈالا۔ وہ لوگ یہ دیکھ رہے تھے کہ میں کار چھوڑ کر نکل بھاگی ہوں چنانچہ وہ میرا پیچھا کر رہے تھے۔ یہ خیال ان کے دل میں ذرا مشکل سے آ سکتا تھا کہ میں واپس اسی جگہ پہنچ جاؤں گی جہاں سے چلی تھی۔ مگر میں نے ایسا ہی کیا۔ کچھ ہی دیر کے بعد میں اس جگہ واپس آ گئی ان کی کار میری کار کے بالکل قریب کھڑی ہوئی تھی اور کوئی اس کار میں موجود تھا۔ میں ساکت ہو گئی۔ پھر اچانک ہی میرے ذہن میں چھناکا سا ہوا۔ کار کا رنگ نیلا تھا اور وہ ہنڈا اکارڈ تھی۔ بعد میں میری تمام بصارتی قوت اس میں صرف ہوئی کہ میں اس کار کا نمبر دیکھ لوں۔ میں نے نہ صرف کار کا نمبر دیکھا بلکہ اسے ذہن پر کندہ کر لیا پھر بالکل بے آواز رینگتی ہوئی میں اپنی کار کے پاس آ گئی۔ اس کے بعد میں نے کار کے نیچے ہی بسیرا کیا تھا۔ وہ لوگ اس جگہ کی ویرانی سے فائدہ اٹھا رہے تھے ورنہ فائر کرنے کے بعد انہیں یہاں زیادہ نہیں رکنا چاہئے تھا۔ خاصی دیر تک وہ بھاگ دوڑ کرتے رہے۔ پھر کار کے پاس جمع ہو گئے ان کی آوازیں کانوں میں ضرور ابھر رہی تھیں لیکن الفاظ سنائی نہیں دے رہے تھے۔ اس کے بعد کار کے دروازے بند ہونے کی آوازیں ابھریں اور پھر کار اسٹارٹ ہو کر

ریورس ہو گئی۔ اس کی روشنیاں بھی جل گئیں اور مجھے اپنے پاؤں سمیٹنا پڑے وہ ریورس میں ہی دور چلے گئے تھے لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی تھی یہ پرانی چال تھی ہو سکتا ہے کچھ لوگوں کو میری تاک میں وہاں چھپا دیا گیا ہو کافی دیر انتظار کیا تھا اور اس درمیان سوچتی رہی تھی کہ کیا کرنا چاہئے۔ یہاں سے میری رہائش گاہ کا فاصلہ کافی تھا پیدل چلنا ممکن نہیں تھا کار واپس لے جاتی تو ممکن تھا کہ سڑک کے اختتام پر وہ دوبارہ مل جائیں چنانچہ ایک ہی خیال دماغ میں آیا ان جھاڑیوں پر زور آزمائی کروں جن سے راستہ بند کیا گیا ہے پھر مزید انتظار نہ کیا اور کار کے نیچے سے نکل کر جھاڑیوں کو قریب سے دیکھا اور اطمینان ہو گیا صرف جھاڑ جھنکاڑ تھے جنہیں ہٹانا ناممکن نہیں تھا چنانچہ میں مصروف ہو گئی بہت سی خراشیں لگی تھیں لیکن کامیاب ہو گئی اور پھر کار میں آ بیٹھی اور تو کوئی الجھن نہیں تھی بس میرا جو حلیہ بن گیا تھا اس سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اہل خاندان ایک حد تک ہی برداشت کر سکتے تھے۔ یہ سب کچھ ان کے علم میں آ جائے تو خطرات لاحق ہو سکتے تھے۔ شکر ہے کہ بات ملازموں تک ہی رہی اور یہ سب میرے قابو میں تھے۔ غسل کیا اور اس کے بعد جب سارے معمولات سے فارغ ہو گئی تو سوچ کے دائروں میں آ پھنسی۔ نیلی اکارڈ اس کا نام زمرد کے سلسلے میں آ چکا تھا میں نے اس کا نمبر ایک کاغذ پر نوٹ کیا اور پھر میرا ذہن اس حملے کے بارے میں سوچنے لگا۔ بات بہت زیادہ سوچنے والی نہیں تھی۔ جس پائے کے لوگ تھے اس کے تحت اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ ہر بات سے باخبر ہوں گے مجھے بھی جان چکے ہوں گے۔ میرے بارے میں معلومات حاصل کی ہوں گی اور پتہ چل گیا ہوگا کہ میں ان کے لئے خطرناک ہو سکتی ہوں اور وہ اپنا راستہ صاف کرنا جانتے تھے مثال زمرد تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ ہوشیار ہو جانا چاہئے پھر بجلی کی طرح ایک خیال ذہن میں کوندا۔ شہریار' اسے تو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی گئی؟ دل نے مجبور کر دیا کہ اس کی خیریت معلوم کروں چنانچہ فون کا ریسیور اٹھا لیا۔

"کمال ہے خدا کی قسم۔" شہریار کی آواز ابھری۔

"کوئی کہانی یاد آ گئی؟" میں نے پوچھا۔

"مذاق نہیں کر رہا۔ صرف ایک لمحے پہلے سوچا تھا کہ تمہیں فون کروں۔"

"کیوں؟"

"بس اخلاقاً۔ تم بھی تو کر لیتی ہو۔"

"پھر کیوں نہیں کیا؟"

"وہ۔ بعض اوقات ایک ایسی خطرناک آواز سنائی دیتی ہے کہ حوصلے پست ہو جاتے ہیں میرا مطلب ہے خان صاحب کی آواز.....؟"

"ایک نمبر نوٹ کرو۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ تمہارا پرائیویٹ فون نمبر ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جی نہیں ایک ہنڈا اکارڈ کار کا نمبر ہے۔"

"لاحول ولا قوۃ - اس کا کیا کروں۔"

"رجسٹریشن آفس سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرو اور کل آفس میں مجھے فون پر بتاؤ کہ اس کا مالک کون ہے؟"

"اس کے علاوہ بھی کچھ اور آتا ہے تمہیں۔" شہریار نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

"آتا ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"کیا.....؟" شہریار نے پوچھا

"پہلے کار کا نمبر نوٹ کرو" میں نے کہا اور نمبر دہرانے لگی۔ شہریار نے بتایا کہ اس نے نمبر نوٹ کرلیا ہے پھر اس نے کہا۔

"ہاں کیا آتا ہے اس کے علاوہ؟"

"خدا حافظ کہنا" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ یہ علم ہوچکا تھا کہ شہریار خیریت سے ہے اور اس کے ساتھ کوئی واقعہ نہیں پیش آیا ہے۔ خدشہ تھا کہ شہریار مجھے دوبارہ فون کرے گا لیکن شکر ہے کہ ایسا نہ ہوا ویسے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ شہریار کو اس حملے کے بارے میں نہیں بتاؤں گی ورنہ وہ میرے لئے فکر مند ہو جائے گا اور خوا مخواہ میرے راستے روکے گا۔ ویسے میں نے یہ فیصلہ بھی کیا تھا کہ آئندہ اپنے پاس اسلحہ رکھوں گی اس کے لئے باہر سے کوئی کام نہیں کرنا پڑتا۔ میرے ڈیڈی خان غضنفر حسین خان خود اسلحے کے کھلاڑی تھے اور یہاں سب کچھ موجود تھا۔

دوسرے دن شہریار فون کرنے کی بجائے خود میرے دفتر آگیا تھا۔ میں نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا "چائے منگواؤ یار۔"

"وہ تو آہی جائے گی مگر تم شاید کوئی اہم بات معلوم کرکے آئے ہو۔"

"ہاں جی بڑی اہم۔ ویسے معاف کرنا لبنیٰ جی تم نے بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔" میں نے چپڑاسی کو چائے لانے کی ہدایت کرکے شہریار کی طرف دیکھا پھر بولی۔

"یہ جملہ تم ہر دوسرے دن کہتے ہو' میں جانتی ہوں وہ کونسی مشکل ہے۔ تم کہو گے کہ تم اچھے خاصے صاحب خان کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ تمہاری مرحوم شاعری پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ صاحب خان امن پسند اور گھریلو آدمی تھا کوئی کیس دیا تھوڑی بہت تفتیش کی۔ ایک مجرم تصور کیا اسے گرفتار کرکے ڈرائنگ روم دکھایا اور کیس کی تکمیل کرکے چھٹی کی۔" شہریار گہرے گہرے سانس لیتا رہا۔ میں نے کہا "اب غصہ چھوڑو کیا تیر مار کر آئے ہو؟"

"نیلی ہنڈا اکارڈ دلاور شیخ کی ملکیت ہے۔ شیخ انٹرنیشنل کے نام رجسٹرڈ ہے۔" شہریار نے کہا اور میں بری طرح چونک پڑی۔ یہ اطلاع میری توقع کے برعکس تھی۔ شہریار میری صورت دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا "زمرد کے سلسلے میں اس نیلی کار کا تذکرہ آیا تھا نا؟"

"ہاں" میں نے آہستہ سے کہا۔ "تم نے صاحب خان سے اس بارے میں پوچھا تھا؟"

"نہیں۔ موقع ہی نہیں مل سکا۔"

"یہ معلوم ہونا ضروری ہے بلکہ بہت ضروری ہوگیا ہے۔ میرا خیال ہے ابھی صاحب خان کو تلاش کرتے ہیں۔" میں نے فون سامنے سرکا لیا اور صاحب خان کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔ صاحب خان نے فون اٹھایا تو میں نے کہا۔

"آپ کی خادمہ بول رہی ہے۔"

"اوہ کیوں مذاق کرتی ہو بی بی' ویسے ہی ہمارا دل جلا ہوا ہے ہمیں کوئی ایسی خادمہ مل جاتی تو آج ایس پی لگے ہوتے۔ لاٹری تو شہریار کی نکلی ہے ہمارا تو یہ حال ہے کہ گھر والی سے کسی کیس پر بات بھی کرتے ہیں تو پیاز کے بھاؤ بتانے لگتی ہے۔ آٹے کی مہنگائی کا رونا رو کر گھر کا خرچہ بڑھانے کے لئے کہتی ہے۔ بجلی کے بل سے یہ پریشان ہے۔"

"واہ خان صاحب آپ کبھی حکم دیں تو پتہ چلے کہ خادمہ اس کی تعمیل کرتی ہے یا نہیں۔"

"جیتی رہو بی بی خوش رہو۔"

"آپ سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں؟"

"دو کرو' ہم جواب دیں گے۔"

"اسرار کے کیس کے سلسلے میں آپ نے اچانک دلاور شیخ کا نام لیا تھا اور کہا تھا کہ تمہیں بعد میں بتائیں گے؟"

"یاد ہے۔"

"وہ تفصیل معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"بہت طویل نہیں ہے۔ شیخ انٹرنیشنل میں ایک آدمی جاوید قریشی اس کی سالی کا کیس لے کر ڈاکٹر سجاد نامی ایک ڈاکٹر کے پاس تھا اس نے کیس خراب کر دیا اور وہ لڑکی مرگئی کچھ لے دے ہوئی اور سجاد نے تعلقات سے کام لے کر بات ختم کرا دی مگر قریشی بپھرا ہوا تھا اس نے ہمیں بتایا کہ سجاد سرے سے ڈاکٹر ہی نہیں ہے اس کے پاس ساری ڈگریاں جعلی ہیں بس اس نے حکام سے تعلقات پیدا کرکے اپنی پوزیشن بنالی مگر میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔ ایک اور کیس اس نے خراب کیا ہے اور وہ ہے زاہدہ کا جو اس کے علاج سے مرگئی ہوسکتا ہے اسرار حسین بھی اسی طرح نہ مرے ہوں جس طرح ظاہر کیا گیا ہے ڈاکٹر سجاد ان کی شوگر کا علاج کر رہا تھا اور بڑی رقم بٹور رہا تھا وہ کوشش کرے گا کہ دلاور شیخ اس کے مقابلے پر آجائیں کیونکہ ان کے ڈی آئی جی صاحب سے تعلقات ہیں بس یہ بات تھی۔"

"ڈاکٹر سجاد" میں نے آہستہ سے کہا اور صاحب ڈاکٹر سجاد کا پتہ بتانے لگے۔

"بہت بہت شکریہ خان صاحب۔" میں نے فون بند کر دیا۔ چائے آگئی تھی اور چپڑاسی نے مجھے ٹیلیفون میں مصروف پاکر چائے کی دو پیالیاں بناکر ایک میرے سامنے اور دوسری شہریار کے سامنے رکھ دی تھی۔ شہریار خاموشی سے چائے کے گھونٹ لینے لگا' میں نے تھوڑی دیر کے بعد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسے صاحب خان سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل بتائی اور اس کے بعد کہا۔

"اور اب تمہیں اس سلسلے میں براہ راست ڈی آئی جی صاحب سے ملنا ہوگا.....!" شہریار نے گھبرائے ہوئے انداز میں چائے کی پیالی نیچے رکھی اور ہونٹوں سے بہہ آنے والی چائے کو رومال سے خشک کرنے لگا۔ میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی پھر میں نے کہا۔ کیا ہوا۔"

"مجھے تو یوں لگتا ہے' جیسے میرا کریا کرم ہی کرا کر دم لو گی۔ بی بی اس مقولے پر غور کرو کہ افسر کی گاڑی اور گھوڑے کی پچھاڑی ہمیشہ خطرناک ہوتی ہے۔ ڈی آئی جی صاحب کے سامنے بار بار جانے کا مطلب جانتی ہو؟"

"یہ صرف تم لوگوں کا من گھڑت قصہ ہے' ورنہ ظاہر ہے افسر اعلیٰ کی کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں ماتحتوں کی الگ کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور دونوں کا لمحے لمحے کا رابطہ رہتا ہے' پتہ نہیں یہ سب تم لوگوں نے کیا چکر چلا رکھے ہیں' بہرحال تمہیں حامد فخری صاحب سے براہ راست ملنا ہوگا۔"

اب کیا مسئلہ ہے' جانتی ہو مجھ سے اس سلسلے میں جواب بھی طلب کرلیا گیا ہے۔"

"کیا....." میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"یہی کہ اسرار حسین کیس میں' میں کہاں تک آگے بڑھا ہوں اور اس سلسلے میں ذرا تیز رفتاری اختیار کروں۔"

"کمال کرتے ہو' یہ تو اور بہتر موقع نکل آیا تمہارا ڈی آئی جی سے ملنے کا' ظاہر ہے تیز رفتاری اسی شکل میں پیدا ہوسکتی ہے کہ بہت سی تفصیلات جو تمہارے ذہن میں الجھ رہی ہیں ان کا حل معلوم ہو جائے تاکہ تم زیادہ بہتر طریقے سے کام کرسکو۔"

"مگر مجھے کرنا کیا ہوگا؟" شہریار نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"نیلی کار کا تذکرہ ڈی آئی جی صاحب سے کھل کر کردو اور یہ بتا دو کہ وہ کچھ غیر معمولی سرگرمیوں میں ملوث پائی گئی ہے اور اس کے بعد دلاور شیخ کا نام منظرعام پر لے آؤ۔ ڈی آئی جی صاحب اس کے بعد بھی اگر کسی قسم کی ہچکچاہٹ سے کام لیں تو تم کھل کر دلاور شیخ کا نام لے دینا اور کہنا کہ تم اس رابطے کے بارے میں جاننا چاہتے ہو۔" میں نے کہا اور شہریار ہونقوں کی طرح میرا منہ دیکھنے لگا اور پھر بولا۔

"خدا جانے میرا کیا بننے والا ہے' بہرطور محترمہ یہ جو حکم آپ نے عطا فرمایا ہے اس کی تعمیل بھی ہو جائے گی۔ ملاقات وہی شام کے سات بجے نا۔"

"ہاں بہتر وقت رہے گا۔" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد شہریار میرے پاس سے چلا گیا۔ دفتری کام کوئی خاص نہیں تھا۔ شہریار کے جانے کے بعد اس انوکھی بات پر غور کرنے لگی۔ دلاور شیخ نے اگر یہ کیس از سر نو شروع کرایا ہے تو یقینی طور پر وہ کسی کو منظرعام پر لانا چاہتا ہے۔ اس کے پس پردہ کیا ہے تو یہ دلاور شیخ ہی جان سکتا ہے لیکن صاحب خان نے جاوید قریشی کا

بھی حوالہ دیا ہے۔ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ جاوید قریشی کی کوششوں سے' دلاور شیخ اس سلسلے میں آمادہ ہوا ہے تو پھر اس کی اپنی کار سے مجھ پر حملہ کیوں کیا گیا اور زمرد کے سلسلے میں وہ نیلی کار کیا حیثیت رکھتی ہے عجیب الجھاوے پیدا ہوگئے تھے اور میرے پاس بھی ان الجھاوؤں کا کوئی حل موجود نہیں تھا' لیکن میں غیر مطمئن بھی نہیں تھی' کیونکہ اس سے پچھلے معاملے میں بھی اتنی ہی خطرناک الجھنوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ کوئی منظرعام پر ہی نہیں آتا تھا۔ آدمیوں کی اور جرائم پیشہ افراد کی ایک پوری فوج تیار ہو جاتی تھی اور مجھے اس پوری فوج میں سے کام کا آدمی ڈھونڈنا پڑتا تھا۔

اس بار بھی بہت سے کردار مشتبہ تھے اور ان مشتبہ کرداروں میں سے چند کا حساب کتاب بھی ہوچکا تھا' فرق صرف اتنا تھا کہ اس بار کارکردگی دکھانے والے ذرا اعلیٰ درجے کے تھے جو قتل سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔

میں بہت دیر تک سوچتی رہی۔ اب خصوصی طور پر دو کردار نگاہوں کے سامنے اور رہ گئے تھے یعنی محترم ڈاکٹر سجاد اور محترمہ حمیدہ بٹ یوں تو عذرا بھی تھی اور نیا نام دلاور شیخ کا بھی آیا تھا اس کے علاوہ ایک پراسرار کردار جمال کا بھی تھا بلکہ یہ کردار کافی الجھا ہوا تھا اور ابھی تک اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوسکا تھا۔ یقینی طور پر اس کردار کے بارے میں تفصیلات معلوم ہونا ضروری ہیں یہ ایک اہم کردار تھا۔ دیر تک سوچتی رہی پھر نہ جانے کیوں ایک خیال دل میں آیا اور بری طرح ذہن پر حاوی ہوگیا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گئی ڈاکٹر سجاد کے کلینک کے بارے میں پہلے ہی معلوم کرچکی تھی چنانچہ کچھ دیر کے بعد میں نے کار اس کے خوبصورت کلینک کے سامنے روک دی۔ عمارت بہت شاندار تھی کافی اسٹاف تھا۔ استقبالیے پر ایک معمر شخص بیٹھا ہوا تھا۔

"ڈاکٹر سجاد تشریف رکھتے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"ان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"آپ کا اپائنٹ منٹ ہے۔"

"اوہ۔ نہیں!"

"نہیں میڈم ان سے وقت لینا پڑتا ہے۔"

"مگر میں مریض نہیں ہوں۔"

"پھر کیا کام ہے ان سے؟"

"ایک ذاتی کام ہے۔"

"آپ مجھ سے ان کے گھر کا نمبر لے لیجئے۔ ایک بجے سے چھ بجے تک وہ گھر پر ہوتے ہیں۔ کلینک پر وہ صرف....." ابھی ریسپشنسٹ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ ڈاکٹر سجاد کسی کام سے اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف نکل آیا۔ ریسپشنسٹ مجھے بھول کر اس کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ میں نے صاف محسوس کیا کہ وہ مجھے دیکھ کر چونکا ہے مگر پھر وہ لاتعلق ہوگیا تھا اور اس نے ریسپشنسٹ کو بلاکر کچھ ہدایات دینا شروع کر دی تھیں۔ میں بھلا اس موقع سے کہاں چوکنے والی تھی' چنانچہ میں ان کے قریب پہنچ گئی۔

"ایکسکیوزمی ڈاکٹر۔"

"جی....." وہ سرد لہجے میں بولا۔

"میں آپ کا کچھ وقت لینا چاہتی ہوں۔"

"فرمایئے۔"

"آپ سے کچھ گفتگو کرنی ہے شاید آپ مجھے پہچان نہیں سکے۔"

"کون ہیں یہ؟" ڈاکٹر سجاد نے ریسپشنسٹ سے پوچھا۔

"سر میں بالکل نہیں جانتا۔ ابھی ابھی تشریف لائی ہیں۔ انہوں نے وقت بھی نہیں لیا اور آپ سے ملنا چاہتی تھیں۔" اس نے جواب دیا۔

"آپ مجھے نہیں جانتے ڈاکٹر؟" میں نے کہا۔

"آپ ملکہ وکٹوریہ ہیں۔" اس نے حقارت سے کہا۔

"بننا چاہتی ہوں۔" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"کبھی وقت لے کر آیئے بنا دوں گا۔ میں اپائنٹ منٹ کے بغیر نہیں ملتا۔ آپ ان سے وقت لے لیجئے۔ اوکے سرفراز میں انتظار کر رہا ہوں۔" اس نے کہا اور واپس چل پڑا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

"میں نے عرض کیا تھا اس طرح مشکل ہے۔ ڈاکٹر صاحب مصروف آدمی ہیں۔" اس شخص نے کہا اور میں اسے کوئی جواب دیئے بغیر ہی پلٹ پڑی۔ باہر آکر اپنی کار میں آبیٹھی اور ہونٹ بھینچے کلینک کی طرف دیکھتی رہی۔ مگر اسی وقت مجھے ایک بار پھر چونکنا پڑا۔ نیلے رنگ کی ایک ہنڈا اکارڈ کلینک کے سامنے آکر رکی تھی اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک شخص موجود تھا جو لباس سے ڈرائیور معلوم ہوتا تھا مگر اس کا چہرہ بے حد خطرناک تھا۔ وہ صورت سے ہی غنڈہ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ہارن بجایا اور دوسری بار ہارن بجانے پر وہی ریسپشنسٹ باہر نکل آیا۔ دونوں کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی اور پھر ریسپشنسٹ نے ایک پیکٹ لباس سے نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔ اس دوران میں نے اس کار کا نمبر دیکھا تھا لیکن یہ نمبر دوسرا تھا جبکہ حملہ آور اکارڈ کا نمبر مجھے زبانی یاد تھا۔ کسی خیال کے تحت میں نے اپنی کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی اور اسے کچھ دور لے جاکر روک لیا۔ پھر میں نیلی کار کا جائزہ لیتی رہی۔ کچھ دیر کے بعد وہی ریسپشنسٹ کچھ برتن لے کر آیا جو کار کی ڈکی میں رکھ دیئے گئے اور پھر نیلی کار اسٹارٹ ہوکر چل پڑی۔ میں نے احتیاط سے اپنی کار اس کے تعاقب میں لگا دی تھی۔ نیلی کار سفر کرتی رہی اور اس کے بعد وہ

ساحل سمندر جانے والی سڑک پر مڑگئی۔ میں نہایت ہوشیاری سے تعاقب کر رہی تھی اور پھر اچانک میرا دل دھک سے ہوکر رہ گیا۔ نیلی گاڑی سی ویو اپارٹمنٹ کے پاس جاکر رکی تھی۔ سی ویو اپارٹمنٹ..... جمال..... میرے اعصاب میں ایک ہیجانی کیفیت بیدار ہوگئی مگر جلد بازی خطرناک ہوسکتی تھی۔ میں نے پھرتی سے اپنی کار ایسی جگہ روک دی جہاں وہ عام نگاہوں سے محفوظ رہے اس کے بعد برق رفتاری سے نیچے اتر کر میں مختلف رکاوٹوں کا سہارا لے کر آگے بڑھتی رہی پھر ایک جگہ رک کر نیلی کار کو دیکھنے لگی۔ ڈرائیور کار میں موجود نہیں تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی اپارٹمنٹ میں داخل ہوگیا ہے کہ کیسے پتہ چلے کہ وہ کون سے اپارٹمنٹ میں گیا ہے۔ میں ہمت کرکے آگے بڑھی اور اپارٹمنٹس کے طویل و عریض سلسلے میں سے اس بلاک میں داخل ہوگئی جس کے سامنے کار روکی گئی تھی۔ اس کا اندازہ تو مجھے بخوبی ہوگیا تھا کہ ڈرائیور اس بلاک میں گیا ہے لیکن کون سی منزل پر' کون سے فلیٹ پر' ظاہر ہے یہ آسانی سے پتہ نہیں چل سکتا تھا اور حد سے زیادہ برق رفتاری میرے لئے نقصان دہ ہوسکتی تھی۔ میں نے وہیں رک کر انتظار کرنے کا فیصلہ کرلیا البتہ اس نیلی کار کا نمبر بھی میں نے نوٹ کرلیا تھا ویسے پچھلی رات کو میں نے جس کار کا نمبر نوٹ کیا تھا اس کے بارے میں مجھے ذرہ برابر شبہ نہیں تھا یقینی طور وہ نمبر بالکل درست تھا اور حیرت ناک بات یہ تھی کہ وہ دلاور شیخ کی کار کا نمبر ثابت ہوا تھا۔ کوئی بہت ہی گہرا جال پھیلا ہوا ہے۔ بہت ہی الجھے ہوئے معاملات ہیں۔ حالانکہ اس نیلی کار کو دیکھ کر ذہن میں اور کوئی تصور نہیں پیدا ہونا چاہئے تھا لیکن یہ ڈاکٹر سجاد کے کلینک پر رکی تھی اور ڈاکٹر سجاد کے کلینک کے ریسپشنسٹ نے کچھ سامان اس گاڑی میں منتقل کیا تھا۔ اس سے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ اس کا تعلق ڈاکٹر سجاد ہی سے ہے بہرطور میں نے اس کار کا نمبر بھی محفوظ کرلیا۔ کام میں بے تکی سست رفتاری تھی لیکن موثر طریقے سے یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔ جلد بازی کے نتائج یقینی طور پر بہتر نہیں ہوں گے۔ چنانچہ انتظار کرنا پڑا اور اس کے ساتھ ہی میں نے آئندہ قدم کے بارے میں بھی فیصلہ کرلیا چنانچہ جب وہ ڈرائیور نما آدمی واپس آکر نیلی کار میں بیٹھا اور نیلی کار اسٹارٹ ہوکر شہری علاقے کی جانب چل پڑی تو میں نے اب اس کا تعاقب نہیں کیا تھا بلکہ اپنی جگہ رک کر اسے دور جاتے دیکھتی رہی۔ پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو میں ایک بار پھر اس بلاک کے اطراف میں چکرانے لگی۔ یہاں باقاعدہ پارکنگ تھی اور اس پارکنگ میں گرے رنگ کی مرسیڈیز کار تلاش کرنے میں مصروف تھی بس نجانے کیوں ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ جمال کا کوئی تعلق یہاں سے ہوسکتا ہے اور اگر کسی طور ڈاکٹر سجاد اور اس نامعلوم کردار کے درمیان کوئی ربط و دریافت ہو جائے تو بات خاصی عمدگی سے آگے بڑھ سکتی ہے لیکن گرے رنگ کی مرسیڈیز مجھے اس پورے پارکنگ لاٹ میں کہیں نہیں ملی اور اس کے بعد یہاں رکنا بے قصد ہی تھا کیونکہ اگر کوئی شخص میرے علم میں آہی جائے تو ظاہر ہے میں اس پر جمال ہونے کا شبہ کیسے کرسکتی ہوں۔ میں تو جمال کو پہچانتی بھی نہیں تھی۔ واپس چل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سب سے پہلے نظر آنے والے ریستوران میں جا بیٹھی اور ان حالات پر غور کرنے لگی۔

ڈاکٹر سجاد نے میرے ساتھ جو توہین آمیز رویہ اختیار کیا تھا اس نے یقینی طور پر مجھے اشتعال دلایا تھا لیکن اس سے ایک فائدہ بھی ہوا تھا میرا یہ تو کسی طور ممکن نہیں تھا کہ ڈاکٹر سجاد مجھے پہچان نہ سکا ہو لیکن اس نے میرے ساتھ جو رویہ اختیار کیا تھا ظاہر ہے اس کی اس کیفیت کو میں اچھی طرح سمجھتی تھی اور اس وقت ایک خیال میرے دل پر جم گیا وہ یہ کہ ڈاکٹر سجاد کا ان واقعات سے یقینی طور پر گہرا تعلق ہے۔

پہلے بھی اس کی شخصیت مشکوک حیثیت اختیار کر چکی تھی لیکن اب..... اب..... چائے کے گرم گرم گھونٹوں نے مجھے ذہنی طور پر کافی معتدل کیا تھا لیکن اب میں سوچ رہی تھی کہ میرا آئندہ قدم کیا ہونا چاہئے۔

پھر باقی وقت دفتر ہی میں گزارا تھا اور دفتر کے بہت سے کام کر ڈالے تھے۔ یوں بھی کسی بھی طور میں اپنے اصل کام کو پس پشت نہیں ڈال سکتی تھی اور میرے لئے یہ انتہائی ضروری تھا کہ میرے اخبار کے مالکان مجھ سے مطمئن رہیں۔ میں نے آج تک اپنی حیثیت سے کوئی رعایت نہیں حاصل کی تھی اور دفتری فرائض اسی انداز میں سرانجام دیتی رہی تھی جس انداز میں ایک ملازم کو انجام دینے چاہئیں۔ غالباً" وجہ بھی یہ تھی کہ میرے مالکان مجھ سے ضرورت سے زیادہ خوش تھے اور میرے کسی قدم پر کوئی نکتہ چینی نہیں ہوتی تھی۔

پھر شام کو سات بجے شہریار سے ملاقات ہوئی۔ عموماً" میرے سامنے وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں ہی آتا تھا اور ایک ہی طریقے سے گفتگو کرتا تھا لیکن خلاف توقع اس وقت وہ اسمارٹ نظر آ رہا تھا اور ایک عمدہ لباس میں ملبوس تھا۔

"ہیلو مس لبنیٰ، کیسے مزاج ہیں آپ کے؟"

"بالکل ٹھیک ہوں مگر تمہیں کیا ہو گیا؟"

"ہاہا۔ بہت خوش ہوں۔ ذہین آدمی ہوں بڑے بڑے معاملے چٹکی بجاتے حل کر لیتا ہوں۔ اس لئے بہت خوش ہوں۔"

"میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" میں نے کہا۔

"چائے منگواؤ۔" وہ غرا کر بولا اور میں ہنس پڑی۔ وہ برے برے منہ بنانے لگا تھا۔

"کچھ جھاڑ پڑ گئی کیا۔"

"ہونہہ۔ کیا سمجھتی ہو۔ میں جھاڑ کھانے والوں میں ہوں۔ ہر جیب میں ایک استعفیٰ ٹائپ کیا ہوا رکھتا ہوں۔"

"تمہاری حالت تو ٹھیک نہیں لگتی۔"

"جی نہیں۔ میرا درجہ سے گزر چکا ہے اور مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے۔ ویسے ڈی آئی

جی صاحب نے مجھے بڑی خوشدلی سے خوش آمدید کہا اور دلچسپ بات یہ ہے کہ میں دلاور شیخ سے بھی مل آیا۔"

"اماں نہیں۔" میں نے شرارت سے کہا۔

"خدا کی قسم بالکل جھوٹ نہیں بول رہا۔ دلاور شیخ نے میری بڑی تعریف کی اور میرے پچھلے کیسوں سے واقفیت کا اظہار کر کے میری کارکردگی کو سراہا۔ پھر یہ پیشکش کی کہ مجھے کوئی الجھن ہو تو وہ میری ہر طرح مدد کرنے کو تیار ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ممکن ہے اس کیس میں کچھ بڑے چہروں کی رونمائی ہو جائے اس لئے میرے راستے روکے جائیں گے ایسی کوئی بات ہو تو اس کے لئے دلاور شیخ کی مدد لی جائے مگر اس کا نام خفیہ رکھا جائے۔"

"کار کی بات کرو۔" میں نے کہا۔

"کار اس کی ہے مگر اس کار کے مصرف کی چھ روزہ رپورٹ موجود ہے اور اس کار کے یہ چھ دن شک و شبے سے بالاتر ہیں بلکہ اس کے لئے ایک وڈیو فلم بھی مجھے دی گئی ہے جس سے اس کی تین روزہ مصروفیات پتہ چلتی ہیں۔"

"ویری گڈ۔ چائے پیو اور اس کے بعد مجھے مکمل تفصیلات بتاؤ یعنی ڈی آئی جی سے ملاقات ان سے گفتگو ان کا تعاون وغیرہ۔"

"ضروری ہے۔" شہریار نے کہا۔ انداز مجھے چڑانے والا تھا مگر اس کی حرکتیں نوٹ کر رہی تھیں چنانچہ میں نے اس کی توقع کے خلاف کیا۔

"ہاں بھئی ہمیں بھی تو خوش ہونے کا موقع دو۔ ہم سے زیادہ کون خوش ہو سکتا ہے۔" شہریار کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے۔ پھر جیسے اس کے چہرے سے خول اتر گیا۔

"تم..... تم فولاد ہو۔ یقیناً مٹی کی تخلیق نہیں ہو، میں، ان تعریفوں کو، ان جھوٹی تعریفوں کو برداشت نہیں کر سکتا میں اپنے طور پر اس حیثیت کو برقرار نہیں رکھ سکتا بعض اوقات میرے لئے کسی سوال کا جواب دینا مشکل ہو جاتا ہے۔"

"تمہیں یہ سب کچھ کرنا ہو گا کرتے رہنا ہو گا اور آج کے بعد اس وقت کے بعد تم ان احساسات کا اظہار کرو گے سمجھے۔" میں نے غراتے ہوئے کہا۔

"ورنہ..... ورنہ کیا ہو گا؟"

"میں یورپ واپس چلی جاؤں گی۔" میں نے جواب دیا اور وہ مجھے گھورتا رہا۔ پھر ہنس پڑا اور بولا۔

"حامد فخری صاحب سے میں نے کہا۔" سر میں عام حالات میں آپ سے یہ سوال کبھی نہیں کرتا لیکن ان خاص حالات میں یہ ضروری ہو گیا ہے۔ اب یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کیس کو ری اوپن کرانے کی خواہش کس نے کی ہے۔" فخری صاحب نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا کہ وہ خاص حالات کیا ہیں تو میں نے انہیں بتایا کہ دلاور شیخ کی ایک کار بے حد مشکوک سرگرمیوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں ملوث پائی گئی ہے۔ اسے قتل کے ایک واقعہ سے بھی ملوث کیا جاسکتا ہے اور جہاں تک اب تک کی تفتیش سے معلوم ہوا ہے اس کیس کو دوبارہ چلانے کی تحریک دلاور شیخ کی ہے ان کی پوزیشن واضح ہونا ضروری ہے۔ بس یہاں فخری صاحب متاثر ہوگئے مجھے شاباشی دیتے ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ میرے لئے اس شعبے کا انتخاب غلط نہیں ہوا ہے۔ میں نے کمال کر دکھایا ہے ورنہ دلاور شیخ کا نام کسی کو نہیں معلوم۔ پھر انہوں نے مختصر تفصیل بتائی اور کہا کہ اس اسرار حسین سے دلاور شیخ کے کچھ کاروباری معاملات بھی چل رہے تھے اور کسی بلیک میلر نے انہیں دھمکی دی تھی کہ وہ اسرار صاحب کے قتل کو ان کے سر ڈال سکتا ہے چنانچہ انہوں نے عارضی طور پر اس کی زبان بند کرکے مجھ سے رابطہ کیا اور کہا کہ اس حادثے کی صحیح تفصیلات اگر منظر عام پر آجائے تو اس بلیک میلر کا منصوبہ فیل ہوسکتا ہے اور میں نے یہ کیس دوبارہ شروع کرا دیا۔"

"پھر کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"میں خاموش نہیں ہوا اجازت ہو تو سانس لے لوں؟" شہریار پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔

"جلدی لے لو زیادہ لمبا سانس لینے کی اجازت نہیں ہے۔" شہریار مجھے گھورتا ہوا بولا۔

"فخری صاحب نے میرے سامنے دلاور شیخ کو فون کیا اور مختصر الفاظ میں تفصیل بتائی تو دلاور شیخ نے انہیں خاموش کرتے ہوئے کہا کہ وہ صورتحال سمجھ چکے ہیں۔ انسپکٹر کو ان کے پاس بھیج دیا جائے اور فخری صاحب نے مجھے ان کے پاس بھیج دیا۔ بعد میں جو غیر ضروری باتیں ہوئیں ان کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ دلاور شیخ نے مجھ سے تفصیل پوچھی تو میں نے سب کچھ بتا دیا۔ زمرد کے قتل کے بارے میں بھی اور ان کی کار کے بارے میں بھی۔ تب انہوں نے کہا کہ اتفاق سے ان کی گاڑی ان کے ایک قریبی دوست کے بیٹے کی شادی میں مصروف رہی ہے اور اس کے درجنوں ثبوت جگہ جگہ سے مل جائیں گے ابھی وہ کار وہیں ہے اور واپس نہیں آئی اتفاق سے اس شادی کی ویڈیو کا ایک پرنٹ ان کے پاس آیا جس میں وہ کار موجود ہے اور انہوں نے یہ پرنٹ بھی مجھے بھیج دیا ہے۔"

"کہاں ہے۔" میں نے پوچھا۔

"گھر رکھ آیا ہوں کہو تو بھاگ کر لے آؤں۔"

"دلاور شیخ نے خود کوئی خیال ظاہر کیا؟"

"بہت محتاط رہا اور صرف یہ رونا روتا رہا کہ اس بلیک میلر کا سراغ لگانا ضروری ہے اور اس کا نام نہ آنے پائے۔ اس نے مجھ سے بڑے انعام کا وعدہ بھی کیا ہے۔"

"ہوں..... میں وہ ویڈیو دیکھنا چاہتی ہوں..... تم نے دیکھی؟"

"ہاں وہ کار اس میں موجود ہے۔"

"جن لوگوں کے ہاں شادی ہوئی تھی وہ کون لوگ ہیں؟"

"میں نے یہ سوال کیا تھا اور کہا تھا کہ اس دوران کوئی بھی ان کی کار استعمال کرسکتا ہے۔ جس پر انہوں نے جواب دیا کہ ان کا بیس سال پرانا ڈرائیور عبدل کار کے ساتھ ہے اور یہ ناممکن ہے۔"

"گھر میں کیا پکا ہے۔" میں نے اچانک پوچھا۔

"یہ میں نے نہیں پوچھا۔" شہریار نے پھولے ہوئے منہ سے کہا۔

"میں تمہارے گھر کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔"

"کدو کی بھجیا۔" وہ بولا۔

"اوہ میرے خدا..... کلاسیکل..... آہ کدو کی بھجیا میں نے پچھلے سولہ برس سے نہیں کھائی..... کھانا تمہارے گھر ہی کھاؤں گی! اب اپنی اس بے مقصد پریشانی کی وجہ بھی بتا دو؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں نے الفاظ تو کجا کسی شعر کا خیال بھی سرقہ نہیں کیا۔" وہ بولا۔

"اسی لئے مائل سے نادم اور پھر مرحوم ہوگئے ورنہ نوکری کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اخبارات میں چھپتے اور ملک ملک کی سیر کرتے' شاعر ہوتے' سیاستدان ہوتے' کالم نویس ہوتے اور نجانے کون سے عہدے پر ہوتے۔"

"قتل کردو مجھے۔"

"کرچکی ہوں..... نادم اور مرحوم کو قتل کرچکی ہوں۔ تم پھر سے مائل ہوگے اور محکمہ پولیس کے افسر اعلیٰ ہوگے۔"

"گھر چلیں۔" وہ نرم ہوکر بولا۔

شہریار کے گھر میں نے ویڈیو فلم دیکھی۔ کئی بار دیکھی اور اپنے اس خیال کی تصدیق کردی کہ یہ مجھ پر حملہ آور کار نہیں تھی۔ دلاور شیخ کی کار کے عقبی حصے پر جو نمبر پلیٹ لگی ہوئی تھی وہ پرانی اور ایک کونے سے مڑی ہوئی تھی اور اس کے مڑے ہونے کا جواز بمپر پر ایک نشان کی شکل میں موجود تھا جبکہ وہ نمبر پلیٹ جو میں نے دیکھی تھی بالکل نئی اور چمکدار تھی۔ میرے ہونٹوں پر کامیابی کی مسکراہٹ تھی۔

میں نے کہا "اب اجازت دو شہریار۔"

"شادی کی پوری مووی نہ دیکھو گی؟"

"کل کیا پروگرام ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"گیارہ بجے..... سیرو تفریح کریں گے۔"

"کہاں ملوں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"دفتر آجاؤ۔" میں نے کہا اور شہریار نے گردن ہلا دی۔ پھر میں واپس چل پڑی تھی۔ کام ہو رہا تھا لیکن حالات کافی سخت تھے اور ابھی تک کوئی ایسا کلیو نہیں ملا تھا جس پر بڑے پیمانے پر کام کیا جاتا۔ دوسرے دن میں نے جمال کو تلاش کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ شہریار کو ایک بار پھر فون کرکے سادہ لباس میں آنے کے لئے کہا تھا۔ دوسرے دن گیارہ بجے وہ میرے پاس پہنچ گیا۔ "کیا بات ہے انسپکٹر بننے کے بعد بڑے بڑے خوبصورت لباس تیار کرائے ہیں۔"

"اخبار میں ایک راشی انسپکٹر کی کہانی لکھ دو۔"

"تصدیق ہو جانے دو..... آؤ۔" کار کو ساحل کی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ بولا۔ "کیا واقعی سیر و تفریح کی سوجھی ہے۔"

"کوئی اعتراض ہے؟" وہ کچھ نہ بولا۔ سی ویو کے پاس میں نے کار روکی تو وہ چونک کر بولا۔

"جمال" میں نے چونک کر اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "تمہاری ذہانت کے بارے میں دلاور شیخ سے پہلے اعتراف کر چکی ہوں بشرطیکہ کھوپڑی سے برف ہٹالیا کرو۔ تمہارا خیال درست ہے وہ ایک اہم کردار ہے۔"

"میں نے پہلے ہی اس کے بارے میں کہا تھا لیکن کیا یہ مشکل نہیں ہے کہ ہم اسے نہیں پہچانتے۔ اس کی کوئی تصویر ہی مل جاتی۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سی ویو کے اس بلاک سے کچھ فاصلے پر میں نے دو افراد کو دیکھا۔ چوکیدار قسم کے لوگ تھے۔ میں نے انہیں اشارہ کیا اور چند قدم آگے بڑھ کر ان کے قریب پہنچ گئی۔

"بھائی ہمیں ایک صاحب کی تلاش ہے کچھ مدد کرسکتے ہیں؟"

"کون صاحب ہے؟"

"جمال نام ہے خوبصورت سے ہیں ان کے پاس گرے رنگ کی مرسیڈیز کار ہے۔"

"ادھر رہتا ہے۔"

"ہاں اسی بلاک میں اپارٹمنٹ کا نمبر معلوم نہیں۔"

"گرے رنگ کا گاڑی مرسیڈیز..... جمال صاحب کو تو میں نہیں جانتا پر ایک بات بول سکتا ہے اس بلاک میں گرے رنگ کا کوئی مرسیڈیز نہیں ہے۔"

"تمہیں یقین ہے؟"

"بالکل میم صاب ہم دن رات ادھر رہتا ہے۔"

"آس پاس کے کسی اور بلاک میں۔"

"یہ بتانا مشکل ہے ابی یار جمال صاب کون ہوسکتا ہے۔" وہ ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے رہے لیکن کوئی کام نہیں بنا۔ میں وہاں سے آگے بڑھ آئی تھی۔ شہریار نے کہا۔

"تمہیں یہ یقین کیسے ہے کہ وہ اسی بلاک میں رہتا ہے۔"

"میں تمہارے بغیر بھی کچھ کام کرتی رہی ہوں اور معاف کرنا تم سے ایک آدھ بات

چھپائی بھی ہے۔" شہریار چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں اسے ساتھ لے کر ساحل پر آگئی میں نے کہا نیلے رنگ کی ایک ہنڈا اکارڈ ڈاکٹر سجاد کے پاس بھی ہے اور اب مجھے شبہ ہے کہ مجھ پر حملے کے لئے وہی کار استعمال کی گئی تھی۔"

"حملہ....." شہریار کی سرسراتی آواز ابھری۔

"ہاں شہریار..... معاف کرنا صرف تمہاری پریشانی کے خیال سے میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا' میں نے اسے حملے کی کہانی سنائی تھی۔ پھر میں نے ہنڈا اکارڈ کے بارے میں اسے اپنا خیال بتایا۔ نمبر پلیٹ کی تبدیلی کے بارے میں تفصیل بتائی اور پھر اس دوسری اکارڈ کے بارے میں۔ شہریار خاموشی سے سن رہا تھا میں جانتی تھی کہ میرے خاموش ہونے کے بعد وہ کیا کہے گا لیکن پوری تفصیل سننے کے بعد بھی وہ خاموش رہا پھر اس کے انداز نے مجھے واقعی حیران کر دیا تھا۔

"زمرد کے سلسلے میں بھی نیلی گاڑی ملوث ہے۔ میرا خیال ہے لبنیٰ ہم بہت زیادہ تکلف برت رہے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"اب تک ہم صرف واقعات اور شواہد جمع کرنے میں مصروف رہے ہیں۔ اس کیس میں تھوڑا سا انداز بدلنا پڑے گا۔ میری رائے ہے کہ اس میں دیسی طریق کار استعمال کیا جائے۔ دیکھو ہمارے سامنے چند کردار ہیں۔ نمبر ایک ڈاکٹر سجاد' نمبر دو جمال اس کا پورا نام کچھ بھی ہو' نمبر تین عذرا۔ باقی کردار ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر اسرار حسین کو قتل کیا گیا ہے تو اس میں یہ تینوں کردار سرفہرست نظر آتے ہیں۔ ہم انہیں چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں۔ جمال' زاہد سے شادی کرنا چاہتا تھا اچانک یہ فیصلہ بدل گیا۔ اسرار حسین ہلاک ہوگئے۔ پھر زاہدہ چل بسی۔ رہ گئی منشیات کی عادی عذرا..... جمال کی محبت اس کی طرف بھی منتقل ہوسکتی ہے۔ اسرار حسین کی پوری دولت کی وارث عذرا ہے اور وہ انتہائی حد تک نشے کی عادی ہے۔ فرض کرو جمال عذرا سے شادی کرلیتا ہے اور کسی بھی وقت نشے کی زیادتی سے عذرا بھی مرسکتی ہے۔ دولت جمال کے قبضے میں آسکتی ہے۔ ڈاکٹر سجاد سے اس کا سمجھوتہ ہوسکتا ہے۔ اس کا اندازہ نیلی ہنڈا کے ذریعے نہیں ہوچکا ہے۔ کوٹھی میں حمیدہ بٹ ان دونوں کی آلہ کار ہوسکتی ہے۔ اب رہ گئی بات بندر کا بکرے کی آنکھ اور کٹی ہوئی انسانی انگلیاں وہ دھمکی بھی ہوسکتی ہے۔"

"دھمکی" میں نے کہا۔

"ہاں کسی بلیک میلر کی طرف سے۔"

"میری نظر نہ لگ جائے تمہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"غیر سنجیدگی نہیں۔ آؤ اٹھو..... چلتے ہیں۔"

"ارے کہاں۔" میں واقعی حیران ہوگئی۔ شہریار کے رویے نے مجھے واقعی حیران کر دیا تھا۔

"اسرار حسین کی کوٹھی پر چلنا ہے۔" شہریار بولا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ضرور چلنا ہے مگر وہاں جاکر کیا کرو گے کچھ تفصیلات تو بتاؤ؟"

"عذرا سے براہ راست ملاقات' حمیدہ بٹ سے بات چیت جو کچھ کرتے رہے ہیں اس میں شرافت کا پہلو پوشیدہ تھا' لیکن اب ذرا انداز تبدیل کرنا پڑے گا۔"

"ہوں' مجھے اعتراض نہیں ہے' لیکن کم از کم ایک لائحہ عمل تو بنالو۔"

"آؤ بھئی عورتوں کا زیادہ بولنا مجھے پسند نہیں ہے۔" شہریار نے مکمل سنجیدگی سے کہا اور میرے حلق سے زوردار ہنسی نکل گئی۔ بہرطور میں نے انکار نہیں کیا تھا۔ شہریار درحقیقت بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میرے اوپر ہونے والے حملے پر اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا لیکن اس کا جو ردعمل اس پر ظاہر ہوا تھا اسے میں دل کی گہرائیوں سے محسوس کر رہی تھی۔ مجھے درحقیقت یوں لگ رہا تھا جیسے شہریار کے چہرے سے ایک خول سا اتر گیا ہو اور اس وقت یونیورسٹی کا قابل جو درحقیقت تیز اور چمکدار آنکھوں والا ذہین شاعر تھا' پھر سے میری نگاہوں کے سامنے آگیا تھا' غرض یہ کہ ہم لوگ کار ڈرائیو کرتے ہوئے بالآخر اسرار حسین کی کوٹھی تک پہنچ گئے' شہریار نے کار کے ہارن پر ہاتھ رکھا' گیٹ کھولا گیا اور میں کار ڈرائیو کرتی ہوئی اندر داخل ہوگئی لیکن میں نے پورچ میں ایک پولیس جیپ کو کھڑے ہوئے دیکھا تو' ایک لمحے کے لئے میں ٹھٹکی لیکن شہریار نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ وہ نیچے اترا اور کسی ملازم کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ ایک ملازم نظر آیا تو اس نے کہا۔

"عذرا کو فوراً ڈرائنگ روم میں بھیجو اس سے کہو کہ پولیس آفیسر شہریار اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔"

"جی صاحب وہ....."

"تم بہرے ہو' سنا نہیں میں نے کیا کہا ہے تم سے؟"

"آیئے صاحب" ملازم نے گہری سانس لے کر کہا اور ہم دونوں کو لئے ہوئے ڈرائنگ روم کی جانب چل پڑا۔ ڈرائنگ روم کھلا ہوا تھا اور اندر سے کچھ باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ہم دونوں اندر داخل ہوئے تو میں نے ایک صوفے پر ایک بھاری بھرکم پولیس آفیسر کو دیکھا' جو ایس پی کی وردی میں ملبوس تھا بڑی بڑی اور گھنی مونچھیں اس کی شخصیت کو شاندار بنا رہی تھیں۔ شہریار نے فوراً ہی اسے سلیوٹ کیا اور ایس پی شہریار کو دیکھنے لگا۔ "سادہ لباس میں سلیوٹ کرتے ہوئے کیسے لگ رہے ہو تم' کیا نام ہے تمہارا۔ کون ہو؟"

"سر میں محکمہ خفیہ کا انسپکٹر شہریار ہوں۔"

"اس طرح بغیر اطلاع کے کیسے آنا ہوا؟" ایس پی نے سوال کیا میری نگاہیں دوسرے صوفے پر بیٹھی ہوئی عذرا پر جم گئی تھیں جو اس وقت بالکل نارمل حالت میں نظر آ رہی تھی۔ ایک خوب صورت لیکن سادہ سا لباس پہنے ہوئے اس کے انداز میں تھکا تھکا پن نمایاں تھا۔ کچھ دیر میں اسے دیکھتی رہی۔ پھر میں نے شہریار کو دیکھا۔ میں سمجھ رہی تھی کہ شہریار کافی حد تک

نروس ہوگیا ہوگا لیکن میری توقع کے خلاف شہریار نے نہایت پراعتماد لہجے میں کہا۔

"سر ایک کیس میرے حوالے کیا گیا ہے اس پر کام کر رہا ہوں اور اس وقت اسی کے سلسلے میں آنا ہوا تھا۔"

"ٹھیک ہے لیکن کسی معزز گھرانے میں آنے کے کچھ آداب ہوتے ہیں۔" ایس پی نے کہا پھر بولا۔

"مجھے جانتے ہو؟"

"جی سر۔ آپ ایس پی راٹھور ہیں۔"

"ہوں۔ تمہارا کارڈ تو یقیناً تمہارے پاس ہوگا۔"

"جی سر موجود ہے۔" شہریار نے اپنا شناختی کارڈ نکال کر ایس پی راٹھور کے سامنے رکھ دیا۔ ایس پی نے اس کارڈ کو دیکھا اور پھر اس پر اپنی ہتھیلی رکھ دی۔

"کیا کہہ رہے تھے تم؟"

"جی میں عرض کر رہا تھا کہ اس کیس کے سلسلے میں کچھ معلومات حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا اور ملازم سے میں نے یہی کہا تھا کہ میں عذرا سے ملنا چاہتا ہوں۔ ملازم مجھے ڈرائنگ روم کی جانب لے آیا' میں یہ بات نہیں جانتا تھا کہ آپ حضرات ڈرائنگ روم میں تشریف رکھتے ہیں۔"

"یہ کون ہیں؟" ایس پی راٹھور نے میری جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"لبنیٰ غضنفر" شہریار نے جواب دیا۔

"تعلق محکمہ پولیس سے ہے؟"

"جی نہیں اخبار سے۔"

"تم اخباری نمائندے ساتھ لئے پھرتے ہو کیا پولیس کے قوانین میں کوئی اضافہ ہوا ہے؟"

"جی نہیں سر۔ کچھ ضرورتوں کے لئے میں نے انہیں ساتھ رکھا ہے۔"

"وہ کیا ضرورتیں ہوسکتی ہیں؟"

"سر آپ کو نہیں بتا سکتا۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ اس کیس سے متعلق نہیں ہیں۔" شہریار نے جواب دیا اور ایس پی کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ وہ شہریار کو گھورتا رہا پھر اس نے کہا۔

"میں اس کیس سے متعلق ہوگیا ہوں۔ یہاں اس کوٹھی میں دو افراد کا اغوا ہوا ہے اور عذرا نے شکایت کی ہے کہ ایک پولیس افسر اسے پریشان کر رہا ہے اس کی حفاظت میرا فرض ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"محکمہ خفیہ کو اطلاع ملی ہے کہ کچھ پولیس آفیسر دو افراد کے قتل کے کیس میں رخنہ اندازی کر رہے ہیں اور قاتلوں کو چھپانا چاہتے ہیں مجھے اختیارات ملے ہیں کہ اس کی تفتیش کروں۔" ایس پی راٹھور غصے سے کھڑا ہوگیا تھا۔ اس نے چنگھاڑتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے قانون سکھا رہے ہو۔"

"آپ قانون نظرانداز کر رہے ہیں سر۔ یاد دلا رہا ہوں اس وقت میں تنہائی چاہتا ہوں اور مس عذرا سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کیس میرے پاس ہے آپ مجھے اس کے لئے اجازت دیجئے۔"

"میں تمہیں لائن حاضر کرسکتا ہوں۔"

"آپ جو کرسکتے ہیں ضرور کیجئے ظاہر ہے محکمانہ کاروائی کا آپ کو حق ہے۔" شریار نے کہا۔

"ویسے میرے اخبار کے لئے یہ ایک دلچسپ فیچر ہے۔ دو مختلف محکموں سے تعلق رکھنے والے آفیسراس انداز کی گفتگو کرسکتے ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایس پی راٹھور مجھے چونک کر دیکھنے لگا۔ پھراس نے کہا۔

"میں تمہیں فٹ کردوں گا۔"

"یہ جملہ بھی نوٹ کرلیا گیا ہے۔" میں نے بدستور نرم لہجے میں کہا۔

"سر آپ مجھے میرا کام کرنے کی اجازت دیں گے۔" شہریار نے کہا۔

"میں اپنے وکیل کے بغیر پولیس کو کوئی بیان دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔" عذرا نے کہا۔

"یہ کیس ابھی تفتیشی مراحل میں ہے اس لئے پولیس کوئی مداخلت پسند نہیں کرتی۔ آپ وکیل کو بعد میں طلب کرسکتی ہیں۔ دوسری صورت میں' میں آپ کو اسی وقت پولیس اسٹیشن لے جاؤں گا اور وہاں آپ کا بیان لوں گا۔ سر آپ ابھی تک یہاں موجود ہیں۔" شہریار اس وقت شاید نشے میں تھا مگر میرے دل میں ٹھنڈک اتر رہی تھی۔

"تیرے برے دن آگئے ہیں کاکا۔ تیری مرضی ہے۔" ایس پی راٹھور نے کہا اور غصے سے پاؤں پٹختا ہوا باہر نکل گیا۔ شہریار کا شناختی کارڈ وہ میز پر ہی چھوڑ گیا تھا۔ شہریار نے نرم لہجے میں کہا۔

"پولیس آپ کے والد اور بہن کے قتل کی تفتیش کر رہی ہے مس عذرا..... آپ کو اس سے تعاون کرنا چاہئے۔ آپ یہ کیوں سوچ رہی ہیں کہ ہم آپ کو کوئی نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ویسے ایس پی صاحب نے دو افراد کے اغوا کی بات کی ہے کون ہیں وہ دو افراد؟"

"ہمارا ایک ملازم شبیر بیگ اور..... ملازمہ حمیدہ بٹ" عذرا نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا اور ہم دونوں چونک پڑے۔ شبیر بیگ تو شہریار کی تحویل میں تھا لیکن حمیدہ

بٹ.....؟

عذرا کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف کے گہرے آثار تھے۔ وہ متوحش نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھی۔ بار بار اس کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ میں نے اچانک شہریار سے کہا.....

"شہریار' مس عذرا کسی سے خوفزدہ ہیں ان کے تحفظ کا بندوبست ہونا چاہئے۔" شہریار اچھل کر کھڑا ہوگیا اسے شاید زمرد کی موت یاد آگئی تھی ادھر میں بھی مستعد ہوگئی تھی۔ اس حملے کے بعد سے میں نے بھی اپنے تحفظ کے لئے معقول انتظام کرلیا تھا۔ یہ خیال بروقت ذہن میں آگیا تھا ورنہ عذرا کی زندگی خطرے میں پڑسکتی تھی۔ میں نے اس کمرے کا پوری طرح جائزہ لے لیا۔ دروازے کے علاوہ اور کوئی مخدوش جگہ نہیں تھی۔ شہریار نے واپسی میں کچھ دیر لگائی اس کے بعد وہ اندر آگیا۔

"اب یہاں پرندہ پر اور چرندہ چر نہیں مار سکتا۔" اس نے اندر آکر کہا عذرا اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھتی رہی پھر میں نے اسے مخاطب کیا۔

"دیکھئے مس عذرا' پولیس آپ کا مکمل طور سے تحفظ چاہتی ہے اس بات کی تصدیق ہوچکی ہے کہ اسرار حسین اور زاہدہ طبعی موت نہیں مرے۔ انہیں قتل کیا گیا ہے اور جو لوگ انہیں قتل کرسکتے ہیں وہ یقیناً آپ کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اگر ان کا کوئی وقتی مفاد آپ سے وابستہ ہے تو آپ خود کو اس وقت تک زندہ تصور کریں جب تک ان کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ آپ ضرور ان کی ہٹ لسٹ پر ہوں گی یہ خطرہ آپ کے لئے موجود ہے چنانچہ پولیس سے تعاون کرکے آپ کیوں ان لوگوں کی نشاندہی نہیں کر دیتیں۔ اس طرح پولیس انہیں گرفتار کرلے گی۔ آپ کے والد اور بہن کے قاتل بھی گرفتار ہو جائیں گے اور آپ ان سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائیں گی.....!" عذرا کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے اور پھر وہ بلک بلک کر رو پڑی۔

"وہ مجھے مار دیں گے' وہ مجھے ضرور مار دیں گے۔ میں مرنا نہیں چاہتی آہ! میں مرنا نہیں چاہتی مجھے بچالو..... بچالو مجھے' مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے۔" وہ بری طرح کانپتی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

"تم اطمینان رکھو..... ہم تمہیں زندگی کی بازی لگا کر بچائیں گے۔ ہماری موت سے پہلے تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔" عذرا کانپتی رہی' روتی رہی' اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں اس نے کہا۔

"میں تنہا ہوں بالکل اکیلی رہ گئی ہوں..... میں..... کوئی ہمدرد نہیں میرا' چاروں طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہی ہوں میں..... آہ! میرا کوئی ہمدرد نہیں رہا میں سایوں کا سہارا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لے رہی ہوں مگر مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔"

"تمہیں ہم پر بھروسہ کرنا چاہئے۔" شہریار ایک بار پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل گیا تھا اس دوران میں عذرا کو صرف تسلیاں دیتی رہی۔ میں نے اس سے کہا "ہم تمہیں اس وقت تک تنہا نہیں چھوڑیں گے جب تک تمہارے دشمن ہمارے ہاتھ نہ لگ جائیں۔" شہریار واپس آگیا اس نے کہا۔

"پوری کوٹھی کے گرد پہرہ لگ گیا ہے اب تمہیں بالکل اطمینان کرلینا چاہئے۔"

آہستہ آہستہ عذرا کے چہرے پر سکون چھاتا چلا گیا شاید کسی خیال کے تحت اس کے اندر یہ کیفیت پیدا ہوئی تھی اس نے کہا۔

"آپ جمال شاہ درانی کو جانتے ہیں؟"

"وہ جو تمہاری بہن کا منگیتر تھا.....؟"

"ہاں..... وہی میرے ڈیڈی اور میری بہن کا قاتل ہے۔" عذرا نے کہا اور آنکھیں بند کرکے گہرے گہرے سانس لینے لگی جیسے اس کے دل سے کوئی بڑا بوجھ اتر گیا ہو میں اور شہریار سنسنی خیز نگاہوں سے ایک دوسرے کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس کے بارے میں تفصیل بتاؤ عذرا.....؟" شہریار بولا۔

"وہ بے حد خوبصورت نوجوان ہے اس کا چہرہ انتہائی معصوم ہے لیکن اندر سے وہ شیطان ہے۔ آپ نے درانی کارپوریشن کا نام سنا ہے۔ یہ اس کی کمپنی ہے پہلے وہ کنسٹرکشن کا کام کرتا تھا اس کے بعد نہ جانے کہاں سے اس کے پاس دولت آگئی اور پھر باجی..... باجی اس کی محبت کے جال میں گرفتار ہوگئیں ڈیڈی تجربے کار آدمی تھی انہوں نے باجی کو سمجھایا کہ وہ اچھا آدمی نہیں ہے لیکن باجی اس کے لئے دیوانی ہوگئی تھیں۔ انہوں نے ڈیڈی سے کہا کہ اگر انہوں نے ان کی شادی جمال سے نہ کی تو وہ خودکشی کرلیں گی اور مجبوراً" ڈیدی خاموش ہوگئے حالانکہ وہ خود مریض تھے۔ انہیں شوگر تھی لیکن انہوں نے تہیہ کرلیا کہ وہ جمال کے بارے میں تفصیلات معلوم کرکے زاہدہ کو اس شادی سے باز رکھیں گے۔ وہ یہ سب کچھ کرتے رہے اور پھر انہوں نے کچھ معلوم کرلیا۔ یہ معلومات انہوں نے باجی کو بتائیں لیکن باجی نے یقین نہیں کیا ان کا خیال تھا کہ ڈیڈی ان کا دل خراب کرنا چاہتے ہیں مگر..... یہ باتیں انہوں نے جمال کو بھی بتا دیں اور..... اور جمال نے ڈیڈی کو قتل کر دیا۔ یقین کیجئے ڈیڈی کے قتل والے روز میں نے جمال کو کوٹھی میں دیکھا تھا لیکن نہ تو وہ باجی سے ملا تھا اور نہ ہی ملازموں نے اسے باقاعدہ آتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کی کار بھی ہمارے پورٹیکو میں نہیں داخل ہوئی تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ چھپ کر کوٹھی میں آیا تھا اور ڈیڈی کو قتل کرکے نکل گیا تھا بعد میں ہمیں سگریٹ کا ایک ٹکڑا بھی ملا

تھا جو اس کا تھا۔ وہ صرف آدھی سگریٹ پیتا ہے اور پھر اسے جوتے سے مسل کر پھینکتا ہے۔ ڈیڈی کی موت کو باجی بھی قدرتی سمجھتی تھیں لیکن جب میں نے انہیں قسمیں کھاکر بتایا کہ میں نے اس دن جمال کو دیکھا تھا تو انہیں بھی کچھ یقین آگیا..... اور انہیں جمال سے نفرت ہوگئی۔ انہوں نے اپنا دورہ ملتوی کر دیا۔ جمال نے بعد میں اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن باجی کا دل صاف نہیں ہوسکا اور انہوں نے جمال سے سارے رشتے توڑ دیئے تھے اس نے بھی آنا جانا بند کر دیا تھا۔ باجی بہت دلبرداشتہ ہوگئی تھیں لیکن دل کی مریض نہیں تھیں وہ..... میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں جمال نے انہیں بھی قتل کیا ہے وہ بہت شاطر آدمی ہے.....!"

"زاہدہ کی موت کے بعد وہ تم سے ملا.....؟"

"ہاں اسی طرح چھپ کر آتا تھا۔"

"کئی بار آیا تھا.....؟"

"ہاں.....!!"

"کیا کہتا تھا.....؟"

"ابتداء میں وہ ڈرامہ کرتا رہا رو رو کر مجھے یقین دلاتا کہ وہ بے گناہ ہے اس پر یہ تہمت ہے۔ اس کی زندگی تباہ ہوگئی ہے پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں چاہوں تو اسے سہارا دے سکتی ہوں۔"

"کیسے.....؟" شہریار نے بیساختہ پوچھا۔

"اس سے شادی کرکے۔"

"آپ نے کیا جواب دیا.....؟"

"اس کے چہرے پر تھوک دیا' میں نے اس سے کہا کہ وہ میرے باپ اور میری بہن کا قاتل ہے میں نے اسے بتایا کہ اس دن میں نے اسے دیکھا تھا۔ تب وہ کھل کر سامنے آگیا..... اس نے شیطانی انداز میں کہا کہ مجھے اپنی زبان بند رکھنا ہوگی ورنہ مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا اور اس دن کے بعد وہ پھر نہیں آیا۔"

"کبھی نہیں.....؟"

"اس کے فون آتے ہیں اور..... اور۔"

"ہاں ہاں بے خوف ہوکر کہو....." شہریار نے کہا۔

"وہ مجھے زبان بند رکھنے کی دھمکیاں دیتا رہتا ہے وہ....." وہ" عذرا کی ہچکیاں پھر جاری ہوگئیں۔ "وہ مجھے عجیب عجیب چیزیں بھیجتا رہتا ہے جانوروں کے اعضاء' ایک بار اس نے مجھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک انسانی انگلی بھی بھیجی تھی اور فون پر کہا تھا کہ اسی طرح میرا سر بھی کاٹ سکتا ہے۔"

"خود پر قابو رکھئے عذرا..... اب وہ آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا ہم آپ کے ساتھ ہیں....." شہریار نے کہا۔

"آہ! میں بہت خوفزدہ ہوں' میں بڑی مشکل میں ہوں۔ میں' میں..... خود کو بالکل اکیلا سمجھتی ہوں پولیس پوری عمر تو میرا ساتھ نہیں دے سکتی۔"

"لیکن آپ کی مدد سے آپ کے دشمنوں کو گرفتار کرسکتی ہے اس طرح اس سے آپ کو نجات مل جائے گی۔"

"خدا کے لئے میری مدد کیجئے.....!"

"ہم ہر طرح آپ کے ساتھ ہیں بشرطیکہ آپ ہمیں سب کچھ بتا دیں۔"

"جو کچھ میں جانتی تھی میں نے....." وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگئی۔

"مس عذرا آپ نے نشہ کب سے اور کیوں شروع کیا۔" میرے اس سوال پر اس کا چہرہ لٹک گیا اس نے کچھ دیر خاموش رہ کر کہا۔

"آپ میری بات پر یقین کرلیں گے۔"

"کیوں نہیں.....!"

"میں کوئی نشہ نہیں کرتی۔ میں نے میں نے آج تک کوئی نشہ نہیں کیا لیکن مجھے انجکشن لگائے جاتے ہیں یہ دیکھئے میرے بازوؤں پر کلائی پر اور جسم کی دوسری جگہوں پر کتنے نشانات ہیں۔ یہ دیکھئے اس نے اپنی کلائی اور پھر بازو سامنے کر دیا۔ میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے میں نے ان نشانوں کو دیکھ کر کہا۔

"کون لگاتا ہے یہ انجکشن.....؟"

"حمیدہ.....!" اس نے گہری سانس لے کر کہا اور ہم دونوں کا منہ کھلا رہ گیا۔ "ہاں وہی لگاتی تھی.....؟"

"مگر کیوں.....؟"

"مجھے..... مجھے ان کی ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر ابتداء میں یہ مجھے بے ہوش کرکے لگائے جاتے تھے۔ ایک بار میں بے ہوش نہیں ہوئی تھی تو میں نے حمیدہ کو دیکھا تھا۔"

"اس کے بعد.....؟"

"اس کے بعد اگر مجھے انجکشن نہیں لگتے تو میری بری حالت ہو جاتی ہے..... پورا بدن یوں لگتا ہے جیسے ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا ہو۔"

"گویا حمیدہ نے آپ کو یہ عادت ڈالی ہے.....؟"

"ہاں۔"

"مگر وہ تو آپ کی بہت پرانی ملازمہ ہے۔"

"انسان کیا ہے آپ کو اس کا اندازہ نہیں ہے۔ حمیدہ جمال کی آلہ کار ہے۔"

"مگر ہم نے سنا ہے آپ کو یہ عادت کئی سال سے ہے۔"

"ایسا نہیں ہے یہ بات صرف مشہور کی گئی ہے۔"

"کس نے مشہور کی ہے۔"

"ڈاکٹر سجاد نے۔" عذرا نے بتایا پے در پے دھماکے ہو رہے تھے اور دماغ چکرا کر رہ گیا تھا ڈاکٹر سجاد کی شخصیت ہماری نگاہ میں بھی مشکوک تھی اور اس کا حمیدہ سے تعلق بھی معلوم تھا لیکن وہ یہ سب کچھ بھی کر رہا تھا اور اس کے بارے میں عذرا جانتی تھی کچھ دیر کے بعد شہریار نے کہا۔

"گویا آپ کے خیال میں ڈاکٹر سجاد اور جمال کا آپس میں گٹھ جوڑ ہے.....؟"

"ہرگز نہیں' ڈاکٹر سجاد ایک نیک نفیس اور شریف انسان ہیں کسی جرائم پیشہ شخص کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے وہ ڈرتے ہیں۔ جمال سے انہیں بے پناہ نفرت ہے لیکن اس کے بارے میں انہیں اندازہ ہے کہ وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ انہوں نے اپنے کلینک میں میرا چیک اپ کرکے مجھے بتایا ہے کہ میرے جسم میں ایک خطرناک نشے کی کافی مقدار پہنچ چکی ہے۔ انہوں نے اس کا علاج بھی شروع کر دیا ہے اور میں اب بہت بہتر ہوں۔"

"کیا مطلب.....؟" ہم دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

"ہاں انہوں نے مجھے اس نشے کا توڑ استعمال کرانا شروع کیا ہے ایک دوا میرے پاس موجود ہے۔ مجھے ہدایت کی تھی انہوں نے کہ جب بھی حمیدہ مجھے وہ انجکشن لائے اس کے فوراً بعد میں ایک گولی کھالوں میں ایسا ہی کرتی ہوں۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے.....؟"

"نشے کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔"

"مگر آپ کو تو بے ہوشی کے عالم میں انجکشن لگائے جاتے ہیں.....؟"

"یہ ابتداء کی بات ہے بعد میں مجھے خود ان کی ضرورت محسوس ہونے لگی اور میں حمیدہ سے مدد لینے لگی۔ ڈاکٹر سجاد نے کہا کہ میں اسی طرح انجکشن لگواتی رہوں تاکہ جمال کو شبہ نہ ہوسکے ساتھ ساتھ میں گولی کا استعمال جاری رکھوں اور نشے میں ہونے کی اداکاری کرتی رہوں۔"

"مگر یہ تو کوئی حل نہ ہوا.....؟"

"ڈاکٹر سجاد کا کہنا ہے بالآخر کوئی حل نکل ہی آئے گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آخری سوال مس عذرا..... یہ جمال کہاں رہتا ہے.....؟"

"سی ویو میں اس کا اپارٹمنٹ ہے۔"

"کیا نمبر ہے.....؟"

"یہ میں نہیں جانتی۔"

"حمیدہ کے اغوا کی کیا کہانی ہے.....؟"

"وہ پرسوں سے غائب ہے اس سے پہلے ہمارا ایک ملازم پولیس لے گئی تھی وہ واپس نہیں آیا۔"

"ایس پی راٹھور صاحب آپ کی رپورٹ پر آئے تھے.....؟"

"نہیں انہیں ڈاکٹر سجاد نے بھیجا تھا۔" اس سے زیادہ عذرا سے اور کیا پوچھا جاسکتا تھا ہم اسے ساتھ لے کر باہر نکل آئے۔ شہریار نے درحقیقت پوری پلاٹون بلا لی تھی اور کوٹھی پولیس کے حصار میں تھی۔ عذرا کے سامنے شہریار نے اس سلسلے میں مزید ہدایات جاری کیں اور عذرا کو تسلی دے کر کہا کہ اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں۔ پولیس اس کی حفاظت کے لئے موجود ہے اور پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔ میں نے تعریفی انداز میں شہریار سے کہا۔

"تم نے واقعی بڑی ذہانت سے یہ سب کچھ کیا ہے اور خاص طور سے راٹھور کے معاملے میں تو تم نے کمال کر دکھایا۔"

"یہ سب ضمنی باتیں ہیں اس بیان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے.....؟"

"سچا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"اور ڈاکٹر سجاد.....؟"

"میں سمجھی نہیں.....؟"

"میرا دعویٰ ہے کہ یہ شخص بہت بڑا شاطر ہے اور بڑی گہری چالیں چل رہا ہے اس کے بارے میں لاتعداد شواہد ہیں۔" میں نے مسکراتی نظروں سے شہریار کو دیکھ کر کہا۔

"اب تو نظر اتارنے کو جی چاہ رہا ہے۔ یہ اچانک دماغ کی ساری رگیں کیسے کھل گئیں.....؟"

"تم اس سلسلے میں مجھ سے اتفاق کرتی ہو؟"

"بالکل نہیں" میں نے کہا اور شہریار چونک پڑا' پھر بولا۔

"میں تم سے بحث کر سکتا ہوں"

"میں تیار ہوں" میں نے سنجیدگی سے کہا اور شہریار نے گردن ہلا دی۔/ ہم نے ایک نئی جگہ دریافت کی اور وہاں جاکر بیٹھ گئے۔ شہریار بھی کچھ زیادہ ہی سنجیدہ نظر آرہا تھا اور اس بدلے ہوئے انداز میں کافی دلکش لگ رہا تھا۔ وہ بولا۔

"شروع سے پوری کہانی پر غور کرو۔ اس کی ترتیب کرو۔"

"اسرار حسین کی موت' ڈاکٹر سجاد ان کا معالج تھا اسے اس موت پر شبہ کیوں نہیں ہوا؟"

"موت چوٹ لگنے سے واقع ہوئی تھی اور اسرار صاحب شوگر کے مریض تھے۔ اسے قتل کیسے ثابت کیا جاسکتا تھا جب تک کوئی عینی گواہ نہ ہو جس نے جمال شاہ کو اسرار صاحب کے ساتھ بد سلوکی کرتے ہوئے دیکھا ہو۔"

"چلو چھوڑو۔ زاہدہ کی موت کے بارے میں کیا کہتی ہو۔"

"ہو سکتا ہے وہ جمال شاہ کو بے پناہ چاہتی ہو اور اس کا اصل چہرہ برداشت نہ کر پائی ہو کوئی وقتی صدمہ بھی حرکت قلب بند ہونے کا محرک ہو سکتا ہے۔"

"کیا ڈاکٹر سجاد نے ڈیتھ سرٹیفکیٹ میں اس کا تذکرہ کیا ہے؟"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم۔"

"نمبر تین جب ہم پہلی بار اسرار صاحب کی کوٹھی میں گئے تھے تو انہوں نے ڈاکٹر سجاد کو کیوں بلا لیا تھا جبکہ وہ جمال شاہ کیلئے کام کر رہی تھی۔"

"یہ بھی حمیدہ اور جمال شاہ کی چال ہو سکتی ہے۔"

"گویا تمہارے خیال میں ڈاکٹر سجاد صاف ستھرا آدمی ہے اور عذرا کی مدد کر رہا ہے" شہریار نے کہا۔

"ہرگز نہیں" میں نے کہا اور شہریار ایک بار پھر چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"کیا مجھے پاگل سمجھتی ہو؟"

"نہیں..... مائل کی واپسی کا جائزہ لے رہی ہوں۔ ڈاکٹر سجاد کے ساتھ جمال شاہ کو بھی ذہن میں رکھنا ہے۔ ان دونوں کے درمیان کیا رابطہ ہے یہ بھی معلوم کرنا ہے اس کے علاوہ ہم دونوں سے ایک غلطی بھی ہوگئی۔"

"وہ کیا؟"

"ہمیں لگے ہاتھوں عذرا سے زمرد کے بارے میں بھی پوچھ لینا چاہئے تھا" میں نے کہا اور پھر کسی خیال سے چونک پڑی۔ چند لمحات پر خیال نظروں سے شہریار کو دیکھتی رہی..... شہریار میری طرف متوجہ نہیں تھا میں نے کہا "اب اٹھا جائے۔"

"ہاں چلو" باہر نکل کر میں نے اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "آج تمہاری ذہانت کے بے شمار روشن پہلو دیکھے ہیں میں نے اور بے حد خوش ہوں۔"

"مگر میں خوش نہیں ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیوں؟"

"اس جذبے کی تکمیل آج تک نہیں ہو سکی جس نے میری رگوں میں چنگاریاں بھردی ہیں کوئی تم پر حملہ کرے اور آزادرہ جائے بہر حال بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی"۔

میں جانتی تھی کہ وہ سچ کہہ رہا ہے یہ بیداری اس تصور سے پیدا ہوئی تھی۔ دوسرے دن میں نے نیرہ شیخ کو طلب کیا یہ ہمارے اخبار کی سرگرم رپورٹر تھی اور سوشل ایکٹیوٹیز کور کرتی تھی میں نے اس سے کہا۔

"نیرہ مجھے ایک تصویر درکار ہے۔"

"کس کی۔"

"اس کا نام ڈاکٹر سجاد ہے اگر تمہارے پاس موجود نہ ہو تو کسی طرح حاصل کرو" میں نے اسے ڈاکٹر سجاد کے بارے میں تفصیل بتائی تو نیرہ نے کہا۔

"اوہ میرا خیال ہے اس کی ایک تصویر ریکارڈ میں موجود ہے مگر کسی گروپ میں ہے۔"

"واضح ہوگی۔"

"دیکھنا پڑے گا بات بھی کئی ماہ پرانی ہے تصویر میں نے ہی بنائی تھی۔"

"میرے لئے یہ کام کرو گی" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"اوہ کیسی باتیں کرتی ہو..... خدا کرے تصویر مل جائے میں ابھی تلاش کرتی ہوں" نیرہ چلی گئی دو گھنٹے لگ گئے تھے اس نے دو گھنٹے کے بعد ایک تصویر لا کر مجھے دی اور خوشی سے کہا "یقین کرو اتفاق سے مل گئی ہے۔ یہ ہے ناں ڈاکٹر سجاد" اس نے آٹھ افراد کے ایک گروپ میں ایک چہرے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"سو فیصد..... بے حد شکریہ نیرہ" میں نے تصویر اپنے پاس رکھتے ہوئے کہا اور پھر میں اپنی چیئر سے اٹھ گئی اس کے بعد میری کار اس علاقے کی طرف دوڑنے لگی جہاں زمرد رہتی تھی۔

زمرد کے فلیٹ میں تالا لگا ہوا تھا اور اس پر پولیس کی سیل نظر آ رہی تھی۔ میں ایک لمحے تک کھڑی سوچتی رہی۔ اسی وقت سامنے کے فلیٹوں میں کچھ فاصلے کے فلیٹ سے ایک چالیس سالہ حضرت باہر نکلے اور دروازے کو تالا لگانے لگے۔ پھر انہوں نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں مسکرا دی۔ وہ تالا لگانا بھول گئے اور دو قدم آگے بڑھ کر بڑی تہذیب سے بولے۔

"آپ کو کسی کی تلاش ہے؟"

"جی ہاں' مگر....."

"کیا ان خاتون کی" انہوں نے زمرد کے فلیٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"جی نہیں۔ کچھ اور کام تھا مگر' کیا مجھے ایک گلاس پانی مل سکتا ہے؟"

"کمال ہے یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ مجھے یہ ثواب حاصل کرنے کی سعادت بخشئے آیئے۔" انہوں نے فوراً دروازہ کھول دیا اور محبوبانہ انداز میں بولے۔ "آیئے بھی اس وقت خدا سے کچھ اور مانگتا تو مل جاتا۔" میں دل ہی دل میں لاحول پڑھتی ہوئی اندر داخل ہوگئی۔

"کیا مانگا تھا آپ نے خدا سے؟" میں نے پوچھا۔

"ایک ایسا ساتھی جو میرے ساتھ ایک پیالی چائے پی لے۔ مرجانے کی حد تک بور ہو رہا ہوں۔ شادی ہوگئی آپ کی؟"

"جی۔" میں نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔

"اگر ہوگئی ہے تو بھی اور نہیں ہوئی تو بھی میری ایک نصیحت گرہ میں باندھ لیجئے اوہ۔ پہلے میں آپ کو پانی پیش کروں! آیئے براہ کرم تکلف نہ کیجئے اس وقت اگر آپ مجھے چند لمحات بخش دیں تو بڑا ثواب کمائیں گی۔" وہ بہت اسمارٹ بن رہے تھے۔ میں نے تکلف نہ کیا اور ان کے ڈرائنگ روم میں داخل ہوگئی۔ مناسب حیثیت کے مالک معلوم ہوتے تھے۔ وہ سامنے ہی رکھے فریج سے ایک جگ نکال لائے اور پھر ایک شفاف گلاس میں مجھے پانی پیش کیا اور بولے۔ "اجازت ہو چائے کا پانی رکھ آؤں۔"

"ضرور۔" میں نے ہنس کر کہا اور یہ ان کے لئے کافی تھا وہ دوڑے چلے گئے پھر کچھ دیر کے بعد واپس آگئے۔

"آپ اس نصیحت کے بارے میں پوچھئے۔" انہوں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی فرمایئے۔"

"آپ شادی شدہ ہیں تو بار بار میکے نہ جائیں اگر نہیں ہیں تو مستقبل میں اس کا خیال رکھیں۔ شوہر کے بھٹکنے کے لئے یہی لمحات ہوتے ہیں۔ تنہائی اس کے لئے جان کا روگ ہوتی ہے اور اس وقت وہ سوچتا ہے کہ جب محترمہ کو اپنے عزیز اتنے پیارے ہیں تو وہ خود کیوں تنہا رہے اب ہماری مسز کو لے لیجئے۔ ہر دوسرے مہینے کوئی نہ کوئی بہانہ نکال کر وہ پندرہ دن تک کے لئے اکٹھی چلی جاتی ہیں۔ آپ بھی سوچ رہی ہوں گی کہ کس احمق سے واسطہ پڑگیا ہے بس دل کے پھپھولے پھوڑ رہا ہوں۔ کس کی تلاش تھی آپ کو؟"

جس فلیٹ کے سامنے کھڑی تھی ان خاتون کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہتی تھی۔"

"زمرد جہاں تھا اس کا نام اور انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے اس بلڈنگ کی نیک نامی میں گرانقدر اضافہ کیا ہے مگر آپ جیسی شریف خاتون کا ان سے کیا تعلق؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں پریس کے لئے ان کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر رہی ہوں۔"

"آپ پریس رپورٹر ہیں؟"

"نہیں کہانی نویس ہوں سچی کہانیاں لکھ کر تھوڑے بہت پیسے کمالیتی ہوں۔"

"ملازمت کریں گی۔" انہوں نے پوچھا۔

"کہاں۔" میں نے ہنسی برداشت کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بعد میں بتاؤں گا آپ میرا کارڈ رکھ لیں اور کل بارہ بجے مجھ سے میرے آفس میں مل لیں۔"

"بہتر ہے زمرد جہاں کے بارے میں کچھ بتائیں گے؟"

"بس دور جدید کا ایک تاریک پہلو تھیں وہ۔ ذرائع آمدنی نامعلوم مگر عیش و عشرت پیکر۔ میں اس بلڈنگ کی ایسوسی ایشن کا جوائنٹ سیکرٹری ہوں۔ دو تین بار آواز اٹھائی کہ سب کچھ یہاں نہیں ہونا چاہئے مگر برائی کی طاقت سے لڑنا آسان نہیں ہوتا۔ انہیں بڑے سہارے حاصل تھے اور ان کے خلاف کچھ کرنا مصیبت کو دعوت دینا تھا۔ اس لئے خاموشی اختیار کرنا پڑی۔ بالآخر کسی بڑے سہارے کا شکار ہوگئیں۔"

"یہاں بہت لوگ آتے ہوں گے؟"

"نہیں وہ خود آتی جاتی رہتی تھیں۔"

"آپ نے کبھی ان کے ہاں کسی کو آتے جاتے دیکھا؟"

"ہاں میری فطرت میں تجسس ہے اور پھر ایسوسی ایشن کے لئے کام کرنا پڑتا ہے۔"

"یہ ایک تصویر ہے۔ اس میں سے کسی کو پہچان سکتے ہیں۔" میں نے تصویر نکال کر ان کے سامنے کر دی۔ تصویر دیکھ کر وہ بولے۔

"سوفیصد۔ یہ صاحب اکثر آتے تھے۔" انہوں نے ایک چہرے پر انگلی رکھ دی مگر ڈاکٹر سجاد کا چہرہ نہیں تھا۔ میں نے حیرت سے آنکھیں پٹپٹائیں اور بولی۔

"خدارا ذرا غور سے دیکھئے اور مجھے سچ سچ بتائیے۔ کیا یہ صاحب یہاں آتے تھے؟"

"غلط نکل آئے تو گولی مار دیجئے۔ مجھے اپنی یادداشت پر ناز ہے۔"

"کبھی انہیں بھی دیکھا؟" اس بارے میں نے ڈاکٹر سجاد کے بارے میں پوچھا۔

"یہ تو.....یہ تو شاید ڈاکٹر سجاد ہیں ان کا کلینک اسپنسر روڈ پر ہے۔"

"آپ کیسے جانتے ہیں؟"

"ارے صاحب جہاں گردہیں کسے نہیں جانتے ایک دو بار ان کے کلینک میں جانا ہے کسی دوست کے ساتھ"

"بھئی سچی بات ہے ہم نے کبھی انہیں یہاں آتے نہیں دیکھا ارے چائے کا پانی ابل گیا ہوگا ابھی حاضر ہوا" انہوں نے کہا اور اٹھ کر باہر نکل گئے اندازہ یہ ہوتا تھا کہ اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکیں گے ویسے انہوں نے جس اعتماد سے اس چہرے کی نشاندہی کی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ کچھ سچائی ہی ہے۔ نیا چہرہ تھا لیکن یہ چہرہ جمال شاہ نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ اس کے مردانہ حسن کے بارے میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ اس تصویر میں نہیں تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی نیا کردار..... مگر ڈاکٹر سجاد سے رابطہ تھا۔ بہرحال اب اس کے بعد سوچنا تھا۔ اسی وقت محترم تشریف لے آئے دو پیالیاں ٹرے میں سجائی ہوئی تھیں۔ انہوں نے ٹرے رکھی تو میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اجازت چاہتی ہوں۔"

"جی.....!" ان کا منہ بھاڑ کی طرح کھل گیا۔

"بے حد شکریہ۔ آپ نے کافی وقت دیا۔"

"خاتون یہ چائے ہے۔"

"بے شک۔"

"اور اس میں ایک پیالی آپ کی ہے۔"

"اوہ معذرت خواہ ہوں۔ پچھلے چھ ماہ سے میں نے چائے نہیں پی۔"

"کیوں.....؟"

"السر کی مریضہ ہوں ڈاکٹر نے منع کر دی ہے۔"

"تو پھر بنوائی کیوں تھی۔" وہ بھڑک کر بولے۔

"میں نے....."

"تو اور کیا۔ میں نے پوچھا تھا کہ میں چائے کا پانی رکھ دوں تو آپ نے اقرار کیا تھا۔"

"آپ کا گھر ہے میں انکار کیسے کرسکتی تھی اچھا خدا حافظ۔" جواب میں انہوں نے کچھ نہ کہا اور میں وہاں سے نکل آئی۔ تصویر میرے ذہن میں چبھ رہی تھی وہاں سے واپس دفتر آئی تھی یہاں آکر معلوم ہوا کہ دوبار شہریار کا فون آچکا ہے اور اس نے کہا ہے کہ میں جیسے ہی واپس آؤں اسے فون کرلوں۔

میں نے فوراً شہریار سے رابطہ قائم کیا اور پوچھا۔

"ہاں خیریت.....؟"

"نہیں" انہوں نے جواب دیا۔

"کیا بات ہے۔"

"کہاں ملو گی....."

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"خوابوں میں۔"

"ساری رات آوارہ گردی کرنے کے بعد بھی جی نہیں بھرا۔" شہریار نے برجستہ کہا۔

"کیا مطلب....."

"کیا پچھلی رات ہم پیرس میں دریائے ٹیمز کے کنارے نہیں گھومے پھرے ہیں۔ تم نے ایفل ٹاور کے سامنے ایک مصور سے اپنی تصویر بنوائی تھی بھول گئیں۔ اور پھر اس رات خواب نہیں دیکھے جا سکتے۔"

"تو پھر جہاں کہو۔"

"یوں کرو یہاں آ جاؤ۔ ذرا اپنا بھی رعب پڑ جائے گا پبلک پر۔"

"کوئی کام بھی ہے یا صرف....."

"قسم سے' ضروری کام ہے۔"

"اوکے آ رہی ہوں۔ مگر ایک گھنٹے کے بعد ذرا کالم گھسیٹ دوں۔"

"ٹھیک ہے" شہریار نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا ایک گھنٹے کے بعد میں نے شہریار کے سامنے کی کرسی گھسیٹی اور بیٹھ گئی۔ اس نے پولیس ہیڈ آفس کے دوسرے دفتروں کے برعکس اپنا دفتر بڑی خوبصورتی سے آراستہ کیا تھا اور مجھے بتایا کہ یہ ذاتی سرمائے سے سجایا گیا ہے۔ ورنہ پولیس کے پاس ان لوازمات کا بجٹ نہیں ہوتا۔ پھر اس نے کہا "ایس پی راٹھور سخت برہم ہیں۔"

"ارے ہاں کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی.....؟"

"پیش آنے سے پہلے "زبر" ہو گئی یعنی پرواز کر گئی۔ اتفاق سے شکایت فخری صاحب سے براہ راست کر دی تھی۔ فخری صاحب تو آپ کے پرستار ہیں انہوں نے سمجھا بجھا دیا اور تمہاری ہم نشینی پکی کر دی۔ خود فخری صاحب نے فون پر مجھ سے بات کی تھی اور ہدایت دی ہے کہ اس مسئلے کو سات دن کے اندر یقینی طور پر ختم کرلیا جائے۔"

"اوہ۔ تو اس لئے تمہارے پیٹ میں کھلبلی مچی ہے۔"

"نہیں وہ دوسرا معاملہ ہے ویسے یہ بھی کم نہیں ہے یہ فائنل نوٹس ہے اور جو کچھ کرنا ہے ان سات دنوں میں کرلینا ہے۔"

"دوسرا معاملہ کیا ہے؟"

"مجھے ایک نامعلوم فون موصول ہوا ہے ایک کمزور سی مردانہ آواز تھی اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں ہی اسرار صاحب کے کیس پر کام کر رہا ہوں میرے جواب دینے پر اس نے بتایا کہ آج رات اگر میں پوائنٹ نمبر سات نیرو کریگ کی نگرانی کروں تو مجھے اس کیس میں بڑی مدد مل سکتی ہے میرے تفصیلی اصرار پر اس نے بتایا کہ ساحل پر اسمگلنگ کا کچھ مال

آ رہا ہے مجھے احتیاط سے وہ مال پکڑنا ہوگا اس طرح مجھے کافی معلومات حاصل ہوں گی اس نے کہا کہ اگر مجھے اس معاملے میں کامیابی حاصل ہوگئی تو میری مزید رہنمائی کرے گا۔ بس اس کے بعد فون بند ہو گیا تھا۔"

"ویری گڈ۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

"دوہری کیفیت کا شکار ہوں۔"

"کیا مطلب.....؟"

"کوئی جال بھی ہو سکتا ہے اور ممکن ہے سچ ہو۔ دراصل مجرم دوبدو ہیں اور پریشان بھی ہوگئے جس کا ثبوت زمرد کا قتل۔ تم پر حملہ اور حمیدہ بٹ کا اغواء ہے یہ فون کوئی خطرناک چال بھی ہو سکتی ہے۔"

"ایک مشورہ پیش کر سکتی ہوں وہ یہ کہ براہ راست ڈی آئی جی صاحب سے مل کر اس فون کال کے بارے میں بتا دو اور ان سے رہنمائی حاصل کرو۔ میرے خیال میں اس طرح تمہیں پشت پناہی حاصل ہو جائے گی۔"

"بالکل یہی میں نے سوچا تھا مگر تم سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔"

"فوراً یہ کام کر ڈالو اور..... اگر اجازت مل جائے تو مجھے بھی اس مہم میں شریک رکھنا!"

"یہی خطرہ تھا تم سے تمہیں کچھ سمجھا سکتا ہوں۔"

"نہیں۔ میں تمہارے پاس رکوں گی بھی نہیں اور دفتر میں تمہارے فون کا انتظار کروں گی۔"

"ارے وہ تمہارے لئے میں نے" شہریار نے کہا مگر میں نے بات کاٹ دی۔

"حماقت کی باتیں نہ کرو کام زیادہ ہے اور وقت کم۔ اگر اطلاع دینی اہم نہ ہوتی تو میں تم سے کہتی کہ فون پر مجھ سے بات کرلیں۔ اچھا خدا حافظ۔ فون کر کے محتاط الفاظ میں پروگرام ضرور بتا دینا" میں نے اس وقت تصویر والے معاملے کا تذکرہ کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا۔

انتظار کرتے کرتے تھک گئی پانچ بجے شہریار کا فون موصول ہوا۔ اس نے اس میں بھی شرارت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تھا۔ اس نے کہا۔ "شہر بیسن' دس بجے فورس' نامکمل عمارت' خدا حافظ۔" اور اس کے ساتھ ہی اس نے فون بند کر دیا تھا۔ یہ میرے محتاط الفاظ اختیار کرنے کی ہدایت کا نتیجہ تھا۔ میں دیر تک ہنستی رہی تھی۔

اہل خاندان آج ایک بہت قریبی عزیز کی شادی کی تقریب میں مدعو تھے اور ڈیڈی نے مجھے خصوصی حکم دیا تھا کہ اس تقریب میں شرکت ضروری ہے۔ مگر اس مہم کو چھوڑنا میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لئے ممکن نہیں تھا خوب سج بن کر تقریب میں شریک ہوئی تھی اور بار بار ڈیڈی کے سامنے آتی رہی تھی تاکہ انہیں میری موجودگی کا اندازہ ہوتا رہے۔ دس بجنے میں بیس منٹ رہ گئے تھے جب وہاں سے نکل بھاگی اور پھر طوفانی رفتار سے کار دوڑاتی ساحل پر پہنچ گئی۔ یہ جگہ جس کے بارے میں شہریار نے مجھے بتایا تھا سی ویو سے کافی دور تھی اور وہ نامکمل عمارت جس کا حوالہ دیا تھا تاریکی میں بہت ہولناک نظر آرہی تھی۔ میں نے کار بھی ایک فرلانگ کے فاصلے پر چھوڑ دی تھی اور پیدل اس سمت سفر کر رہی تھی۔ بالآخر میں اس عمارت کے پاس پہنچ گئی چاروں طرف ہو کا عالم تھا اور کوئی نقل و حرکت نہیں نظر آرہی تھی میں نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا ساڑھے دس بج رہے تھے کوئی آہٹ کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ مجھے حیرت ہونے لگی۔ پھر میں ایک جگہ کھڑی کچھ سوچ رہی تھی کہ ایک آواز ابھری۔

"ڈرنا مت میں ہیرو ہوں" آواز شہریار کی تھی وہ ایک دیوار سے کود کر میرے پاس آگیا۔

"تمہاری پولیس کہاں ہے۔"

"گڑھوں میں۔"

"کیا مطلب....."

"پوری فورس ہے دور دور تک ناکہ بندی کر لی گئی ہے چھپنے کے لئے جگہ نہیں تھی اس لئے ریت میں گڑھے کر لئے گئے ہیں۔"

"زبردست" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ "کوئی دقت تو نہیں ہوئی؟"

"بالکل نہیں ویسے ڈی آئی جی صاحب کی اس مسئلے میں دلچسپی بہت زیادہ ہے ہر بات آنکھ بند کر کے مان رہے ہیں۔ بڑی سہولتیں دیدی ہیں۔" شہریار نے بتایا۔

"تم نے انہیں تفصیلی صورتحال بتا دی تھی؟"

"ہاں بھئی یہ خطرناک ذمہ داری کون قبول کرتا" شہریار نے جواب دیا اور پھر بولا "آؤ ساحل پر دور دور تک دیکھنے کے لئے میں نے ایک عمدہ جگہ دریافت کرلی ہے۔ میرا ہاتھ پکڑ لو"۔ جو جگہ اس نے دریافت کی تھی وہ واقعی عمدہ تھی اور یہاں سے دور دور تک کے مناظر نظر آ رہے تھے۔ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں اور کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے۔ کچھ دیر کے بعد ایک ہلکی سی آواز سن کر میں چونک پڑی مگر دوسرے لمحے اندازہ ہوگیا کہ وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا ہے۔

"ہاں بولو۔"

"سرائیں سمت کوئی آدھے فرلانگ پر ایک گاڑی آکر رکی ہے۔ شاید پجارو ہے اس سے تین آدمی نیچے اترے ہیں۔"

"روشنیاں بجھی ہوئی ہیں؟" شہریار نے پوچھا۔

"ہاں جی۔"

"میں دیکھ رہا ہوں ضرورت پڑنے پر ہدایت دوں گا۔ سانس تک روکے رکھو۔ وہ ہوشیار ہوں گے۔" آواز بند ہوگئی۔ شہریار نے وائرلیس بند کر کے جلدی سے دوربین اٹھالی۔ وہ سارے انتظامات سے لیس ہو کر آیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ دوربین میں دیکھتا رہا پھر اس نے دوربین میری طرف بڑھا دی اور ایک سمت اشارہ کر دیا۔ میں نے تاریکی میں ان تین انسانی سایوں کو دیکھا تھا جو احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے۔ تینوں توانا آدمی تھے اور کافی پھرتیلے نظر آتے تھے۔ میں ان کا جائزہ لیتی رہی۔ وہ ایک جگہ رک گئے تھے۔

"لو دیکھو گے؟" میں نے دوربین شہریار کی طرف بڑھائی تو وہ بولا۔

"نہیں مجھے دوربین کے بغیر نظر آرہا ہے جوان آدمی ہوں۔" میں نے ہنس کر دوربین رکھ دی۔

"اس سے ایک اندازہ تو ہوگیا وہ یہ کہ کچھ ہے ضرور اور تمہاری محنت بے کار نہیں جائے گی۔"

"یقین کرو اس وقت میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔" پھر ہم دیر تک خاموش رہے تھے وہ لوگ بے فکر تھے جس کا اندازہ اس بات سے ہوا کہ ان میں سے دو نے سگریٹ سلگائے تھے اور دو سرخ نقطے گردش کرتے نظر آرہے تھے اس طرح کافی وقت گزر گیا اور پھر اس وقت بارہ بج کر دس منٹ ہوئے تھے جب گہرے اندھیرے میں سمندر کی طرف سے روشنی کا ایک ہلکا سا دھبہ نظر آیا جو ساحل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شہریار نے میرا شانہ دبا دیا تھا اور میں نے ہلکی سی آواز میں کہا "ہاں!" شہریار نے وائرلیس پر بہت ہلکی آواز میں اپنے ساتھیوں کو ہدایات جاری کیں اور مجھ سے بولا۔

"ایک درخواست مانو گی؟"

"کیا؟" میں نے چونک کر کہا۔

"یہاں سے نہ ہٹنا وہ مقابلہ کریں گے۔ تمہاری حفاظت کے خیال سے مجھے نقصان پہنچ سکتا ہے۔" شہریار کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"او کے۔" میں نے کہا۔ یہاں شہریار سے ضد کرنا خطرناک تھا ویسے بھی اپنا کچھ کام کرنا چاہتی تھی۔ شہریار کے جانے کے بعد میں نے وہ جدید ترین الٹرا وائلٹ ویڈیو کیمرا نکال لیا جو شاید اس ملک میں دوسرا نہیں ہوگا۔ ننھے سے کیمرے کے طاقتور لینس میں' میں اس لانچ کو دیکھنے لگی جو آہستہ آہستہ ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی۔ کیمرا ہلکی آواز میں چل پڑا تھا۔ پھر میں نے ان آدمیوں کی طرف سے لانچ کو اشارہ ملتے دیکھا۔ سبز رنگ کی ٹارچ تین بار جلائی گئی اور سبز سگنل مل چکا تھا وہ لوگ درحقیقت پولیس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ لانچ سے وہ مدھم سی روشنی غائب ہوگئی اور کچھ دیر کے بعد وہ ساحل سے کچھ دور رک گئی۔ میں بدستور اپنا کام کر رہی تھی اور اب مجھے شہریار کی کارکردگی کا کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ گھپ اندھیرا اسمگلروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے خیال میں ان کی مدد کر رہا تھا مگر میرے خیال میں یہ شہریار کا زیادہ مددگار تھا۔ نہ جانے ادھر کیا ہو رہا تھا مگر پھر اچانک سب کچھ نمایاں ہوگیا۔ اچانک ہی لانچ اور اس کے آس پاس کے مناظر تیز روشنی میں نہا گئے۔ سن بیم ٹارچوں نے دن کا سماں پیدا کر دیا تھا اور پھر چاروں طرف سے مسلح پولیس دوڑ پڑی تھی۔ اسمگلروں کو مقابلہ نہ کرنے کی ہدایت بھی کی گئی تھی۔ روشنی میں اب سب کچھ صاف نظر آ رہا تھا اور میرے کیمرے کو بھی مدد مل رہی تھی۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ لانچ والوں نے ہاتھ بلند کر دیئے تھے ان تینوں کو پولیس نے پہلے ہی گرفتار کرلیا تھا جو ساحل پر تھے۔ اس طرح خون خرابے کے بغیر یہ گرفتاری عمل میں آگئی تھی۔ پولیس کے جوان واقعی تعداد میں بے شمار تھے۔ لانچ ساحل پر گھسیٹ لائی گئی اور پولیس لانچ میں اتر گئی۔ اب میرا یہاں رکنا بے معنی تھا چنانچہ میں بھی وہیں آگئی لانچ خالی کر دی گئی اور میں نے ریت پر سونے اور الیکٹرک گڈز کے انبار دیکھے۔ میرا کیمرا پھر چل پڑا۔ اس مہم کا مکمل انچارج شہریار تھا چنانچہ اس کی ہدایات پر عمل ہو رہا تھا پولیس کے جوان گاڑیاں یہاں لے آئے کل انسٹھ اسمگلر گرفتار ہوئے تھے جن میں تین وہ تھے جو پہلے سے ساحل پر تھے۔ ایک فہرست تیار ہوئی اور مال گاڑی میں چڑھا دیا گیا پھر یہ لوگ واپسی کے لئے تیار ہوگئے۔

"کیا خیال ہیں ہیڈ آفس چلو گی؟" شہریار نے پوچھا۔

"نہیں بھئی اس کے بعد گھر واپسی ممکن نہیں ہوگی ویسے بھی گھر والوں کو دھوکہ دے کر آئی ہوں۔ تم دلجمعی سے اپنے کام میں مصروف ہو جاؤ کل خوب آرام کرنا اور جب فرصت ملے تو مجھے فون کرلینا۔"

"او کے ایک کانسٹیبل ساتھ کر دوں؟"

"جاؤ ہیرو جاؤ۔ اپنا کام کرو" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور اپنی کار کی طرف بڑھ گئی۔ تاہم شہریار نے ایک طویل فاصلہ میری گاڑی کے پیچھے طے کیا تھا اس کے بعد وہ اپنے راستے چل پڑا تھا لیکن میں غیر محتاط نہ رہی ایک تجربہ ہوچکا تھا البتہ آج خیریت رہی لیکن صرف گھر کے باہر' گھر کے اندر خیریت نظر نہ آرہی تھی ساری روشنیاں جل رہی تھیں اور غیر معمولی چہل پہل تھی۔ گڑبڑ ہوگئی یہ لوگ شاید تقریب سے واپس آئے تھے۔ بڑی بھابی میرے کار روکتے ہی قریب آگئی تھیں۔

"کہاں سے آ رہی ہو تم؟"

"خیریت بھابی جان؟"

"سخت خطرہ ہے چچا جان شدید غصے کے عالم میں ہیں دوسروں نے ان کے غصے کو اور ہوا دی ہے۔ ویسے تمہارا یہ انداز مشکوک ضرور ہے۔ تقریب سے کہاں چلی گئی تھیں تم۔ نہ جانے کتنے لوگوں نے پوچھا۔"

"ڈیڈی کہاں ہیں؟"

"بیرونی برآمدے میں۔"

"تقریب سے کب واپسی ہوئی تھی؟"

"سوا گیارہ بجے۔"

"میری وجہ سے جاگا جا رہا ہے؟"

"ہاں تمہارا انتظار کیا جا رہا ہے۔ بتاؤ اب کیا کیا جائے؟" بھابی نے پریشانی سے کہا۔

"میرے ساتھ آیا جائے" میں نے بے خوفی سے کہا اور پھر میں برآمدے میں داخل ہوگئی۔ میرے ڈیڈی جان غضنفر پورے جاہ و جلال کے ساتھ سب کے درمیان نظر آ رہے تھے۔ بڑی پرسحر فضا تھی میں قریب پہنچ گئی۔

"رات کی عدالت' مجرم حاضر ہے جناب عالی" میں نے کہا۔ خلاف توقع ڈیڈی نے بڑی ملیمی سے کہا۔

"کہاں سے آ رہی ہوں؟"

"ایک دلچسپ مہم سے ڈیڈی"

"مگر تم ہمارے ساتھ تقریب میں شریک تھیں؟"

"جی ڈیڈی' نکاح اٹینڈ کیا مبارکباد دی اور پھر اپنے کام پر روانہ ہوگئی۔ اور ابھی تھوڑا سا کام باقی ہے۔"

"تفصیل بتانا پسند کرو گی؟"

"ضرور آپ حکم دیں گے تو ضرور بتاؤں گی۔ چند لمحات کی اجازت مل سکے گی۔ ایک فون کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ رکھا ہوا ہے فون" ڈیڈی نے فون بھی اپنے پاس منگوا کر رکھ لیا تھا۔ میں نے کرسی ڈیڈی کے پاس گھسیٹ لی اور پھر اخبار کے نیوز روم کو فون کرنے لگی۔ نیوز ایڈیٹر صاحب نے میری آواز پہچان کر خیریت پوچھی اور میں انہیں فون پر اس چھاپے کی تفصیلات بتانے لگی اور ایک رپورٹ ترتیب دے کر لکھوا دی۔ نیوز ایڈیٹر صاحب نے کہا۔

"کچھ تصویریں مل سکیں گی؟"

"کسی قیمت پر نہیں۔ یہ خبر ابھی دوسرے اخبارات کو نہیں ملے گی آپ پرسوں کی اشاعت میں تصویریں لگوا دیں۔" مسئلہ اس وقت حل ہوگیا تھا تمام چہرے ڈھیلے نظر آ رہے تھے خود ڈیڈی کے چہرے کا تناؤ بھی کم ہوگیا تھا میں ان کی طرف متوجہ ہوگئی۔ "جی ڈیڈی"

"اس طرح تم خطرات سے نہیں کھیل رہیں؟"

"سمجھی نہیں ڈیڈی۔"

"کام کا کوئی وقت ہوتا ہے؟"

"اسمگلروں کے کام کا یہی وقت ہوتا ہے' ڈیڈی میں کیا کروں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ تم لڑکی ہو" ڈیڈی بولے۔

"کس کی لڑکی ہوں یہ جانتے ہیں آپ۔ خان غضنفر حسین خاں روہیلہ کی۔ دس بیس تو صرف ڈانٹ ڈپٹ سے مرسکتے ہیں باقی پر ہاتھ اٹھانے کی ضرورت پیش آئے گی ویسے ڈیڈی آپ نے کبھی اسمگلنگ ہوتے دیکھی ہے؟"

"کیا بکواس ہے۔"

"دکھاؤں؟"

"کیسے؟"

"اگر عمدہ سی کافی کا اہتمام ہو جائے تو ایک دلچسپ فلم دکھاؤں آپ کو" پھر یہ خطرناک ماحول ایک تفریحی ماحول میں بدل گیا۔ عمدہ کافی بھنے ہوئے مصالحے دار کا جو اور میری بنائی ہوئی فلم جو بے حد سنسنی خیز تھی اور جس کی کمنٹری میں خود کرتی جا رہی تھی۔ میرے سارے مخالفین ٹھنڈے پڑ گئے تھے اور اس فلم پر تبصرہ آرائیاں کر رہے تھے۔ بڑی بھابی نے آہستہ سے کہا۔

"یہ کسی اور کے بس کی بات نہیں ہے"

"میرے خلاف اور کسی مہم کا بندوبست کریں اس مہم میں آپ لوگ ناکام ہوگئے۔" میں نے جواب دیا اور وہ ہنسنے لگیں ڈیڈی نے کہا۔

"ذرا احتیاط رکھا کرو۔ یہ سب کچھ بے حد خطرناک ہے۔" چنانچہ سب ٹائیں ٹائیں فش ہو کر رہ گئے اور میں آرام سے اپنے کمرے میں سونے چلی گئی۔ دوسری صبح میں نے اخبارات دیکھے خبریں تو سب کو مل گئی تھیں لیکن تفصیلی خبر میرے اخبار میں تھی۔ معمول کے مطابق آفس پہنچ گئی۔ شہریار کے فون کا انتظار کرتی رہی لیکن ساڑھے گیارہ بج گئے اور فون نہ آیا۔ تب میں نے خود اسے فون کیا تو پتہ چلا کہ وہ صبح سے آفس نہیں آیا۔ دوپہر کے دو بج گئے پھر تین' میں نے اس دوران کئی بار ہیڈ آفس فون کر دیا تھا۔ چار بجے میرے فون کی گھنٹی بجی اور دوسری طرف سے شہریار کی آواز سنائی دی۔

"صبح بخیر"

"ہوش آگیا تمہیں"

"ابھی نہیں بس نیند نوٹی ہے۔ میرے خیال میں ایک دو سرے کی خیریت سے کام چلا لیں باقی شام کو۔"

"میں بالکل خیریت سے ہوں اور فون بند کر رہی ہوں"

"یقین کرو پرسوں رات سویا تھا اس کے بعد پلک جھپکانا حرام ہے اور یہ سب کچھ کس لئے کس کے کہنے سے' اس عالم میں یہ زیادتی مناسب ہے"

"نہیں بھئی۔ شام کو باتیں ہوں گی۔ پوری رپورٹ تیار رکھنا" میں پسیج گئی۔

"لفظ بہ لفظ" شہریار نے کہا اور کچھ رسمی باتوں کے بعد میں نے فون بند کر دیا۔ پھر شام کو

مقررہ وقت پر گرین فاؤنٹین پہنچی تو شہریار وہاں موجود تھا۔ آنکھوں سے اس کے الفاظ کی تصدیق ہو رہی تھی۔ میں نے اس کے کہنے سے پہلے چائے منگوالی اور وہ مشینی انداز میں شروع ہوگیا۔

"مجرموں کو لیکر میں ہیڈ آفس پہنچا وہاں سے ڈی آئی جی صاحب کو اطلاع دی اور وہ بنفس نفیس وہاں آگئے۔ مال کا تخمینہ ساڑھے تین کروڑ ہے ڈی آئی جی صاحب نے حکم دیا کہ فوری انٹروگیشن شروع کر دی جائے۔ ریمانڈ صبح کو لے لیا جائے گا تاکہ مطلوبہ لوگوں پر چھاپے مارے جاسکیں ورنہ سرغنہ ہوشیار ہوجائیں گے۔ چنانچہ یا استاد کا نعرہ لگا کر ان پر پل پڑا کم بخت عادی مجرم نکلے۔ صبح تک زبان نہیں کھولی پھر ایک خاص نسخہ آزمایا جو استاد صاحب خان ہی کا بخشا ہوا تھا۔ تب ایک کی زبان کھلی اور بمشکل تمام اس نے اپنے سرغنہ کا نام بتایا۔"

"کیا نام بتایا" میں نے پوچھا۔

"جمال شاہ درانی" شہریار نے کہا اور میرے دماغ میں دھماکے ہونے لگے۔ جمال شاہ اسمگلر بھی ہے کچھ دیر کے بعد میں نے پوچھا۔

"پھر.....؟"

"پورا پتہ معلوم ہونے پر سی ویو کے ایک اپارٹمنٹ پر چھاپہ مارا مال بھی وہیں جاتا تھا وہاں جمال شاہ کے بارے میں بہت کچھ ملا مگر جمال شاہ نہیں ملا۔ ہاں وہاں سے جو معلومات کاغذات کے ذریعے حاصل ہوئیں ان سے کئی جگہوں پر چھاپے مارے۔ اسمگلنگ کا کچھ اور مال برآمد ہوا مگر جمال شاہ ہاتھ نہیں لگا۔"

"اوہ نو..... میرا مطلب ہے جمال شاہ کے علاوہ اور کوئی نام سامنے نہیں آیا؟"

"بالکل نہیں"

"ہضم نہیں ہو رہا شہریار۔ نہ جانے کیوں یہ سب کچھ ہضم نہیں ہو رہا۔ ابھی کچھ باقی ہے" میں نے بے چینی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو جمال شاہ بھی باقی ہے لیکن بی بی اور اپنے غبارے سے ہوا نکلتی جا رہی ہے۔" شہریار نے کہا اور میں اسے گھورنے لگی۔ شہریار نے جلدی سے چائے کی پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگالی تھی.....!

میں نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا "لیکن تمہارے غبارے سے کبھی ہوا نہیں نکلنی چاہئے اور اگر تم اس کیفیت کا شکار ہوئے تو نقصان اٹھاؤ گے۔"

"خالی دھمکیوں سے کام نہیں چلے گا مس لیلیٰ انسان کو زندگی کی گاڑی آگے بڑھانے کے لئے مختلف اقسام کے پٹرول کی ضرورت ہوتی ہے۔" شہریار نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"مثلاً ریگولر' سپر' ہائی آکٹین" میں بے اختیار مسکرا پڑی۔

"یہی سمجھ لو۔ بچپن میں ماں کی مامتا باپ کی شفقت کا پٹرول' جوانی میں پہلے محبوبہ بعد میں بیوی کے التفات کا پٹرول اور بڑھاپے میں بچوں اور ان کے بچوں کے پیار کا پٹرول ورنہ گاڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آگے نہیں بڑھتی۔"

"آپ خود کو کونسے دور میں پاتے ہیں؟"

"گبرو جوان ہوں' قد پانچ فٹ ساڑھے دس انچ ہے' سینہ بیالیس انچ ہے دیکھنے والا دیکھتے رہ جاتے ہیں۔"

"فضول باتیں کرنے کے ماہر ہو کام کی بات کرو۔"

"درمیان میں خوبصورت پیار بھرے لفظوں کا پٹرول ملتے رہنا چاہئے" اس نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"میری کائنات کے سب سے حسین تصور' اب یہ بتاؤ آئندہ کیا پروگرام ہے" میں نے کہا اور شہریار میز سے کھڑا ہوگیا اس کا سینہ پھولتا جا رہا تھا۔ میں چونک پڑی اور اب اس کی شرارت سمجھ میں آئی تو میں نے دانت پیستے ہوئے کہا "خاصے چھچھورے ہوگئے ہو بیٹھو کیا گھٹیا پن ہے۔"

"خدا کی قسم تھکن کا نام و نشان نہیں رہا اب میں مزید اڑتالیس گھنٹے تک رکے بغیر کام کرنے کو تیار ہوں۔"

"میں کہہ رہی تھی کہ یہ سب کچھ ہضم نہیں ہو رہا کوئی باریک نکتہ ہے جو نظر نہیں آ رہا۔ وہ کون تھا جس نے اس مال کی اطلاع دی تھی اور اس سے کسی کو کیا فائدہ ہوا۔ اتنا تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ جو کوئی بھی ہے یہ جانتا ہے کہ تم' جمال شاہ کے خلاف کام کر رہے ہو۔"

"اس نے مزید اطلاع دینے کے بارے میں کہا ہے۔"

"مگر کون ہو سکتا ہے؟"

"ممکن ہے وہی جمال شاہ کی نشاندہی بھی کرے میرے خیال میں ہمیں انتظار کرلینا چاہئے ویسے جمال شاہ کے سلسلے میں مستقل چھان بین ہو رہی ہے ہم نے درانی کارپوریشن سے ملنے والے ایک ایک کاغذ کو تحویل میں لے لیا ہے اور کچھ لوگ اس کی چھان بین کر رہے ہیں ہو سکتا ہے کوئی نکتہ مل جائے اس سے متعلق کوئی ٹھوس ہاتھ نہیں آیا لیکن ہو سکتا ہے کچھ ہو ہی جائے۔"

"ضرور ہو جائے گا بس ہمت سے کام لو۔"

شہریار سے اس کے علاوہ میں نے اور کوئی خاص بات نہیں کی وہ ایک ذمے دار افسر بن چکا تھا لیکن ابھی پکا نہیں ہوا تھا دوسرے دن نیرہ شیخ سے بھی اس سلسلے میں مدد لی تھی۔ "یہ تمہاری امانت نیرہ ہاں اس کے دو فوٹو گراف میرے لئے بنوا دو اور ہاں یہ بتا سکتی ہو کہ یہ تصویر کب لی گئی تھی۔"

"پیچھے چٹ نہیں لگی ہوئی تھی۔"

"نشان موجود ہے شاید اکھڑ گئی ہے۔"

"مجھے ٹھیک سے یاد نہیں ہے چٹ تلاش کر لوں گی۔"

"اس تصویر میں موجود تمام لوگوں کو پہچانتی ہو؟"

"شاید....." نیرہ نے کہا مطلوبہ شخص کے بارے میں اس نے بتایا کہ اس کا نام چودھری غلام فیاض ہے سابق حکومت میں وزیر رہ چکا ہے بنیادی طور پر امپورٹر ایکسپورٹر ہے اور ایک کنسٹرکشن کمپنی کا مالک بھی۔ دوسروں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ بہرحال میں نے تصویر نیرہ کو واپس کر دی اور چودھری فیاض کے بارے میں سوچنے لگی۔ اس شخص کے بارے میں مزید معلومات درکار تھیں خاص بات یہ تھی کہ ڈاکٹر سجاد بھی اس تصویر میں موجود تھا۔ نیرہ نے کچھ دیر کے بعد تصویر کے دو پرنٹ میرے حوالے کر دیئے میں نے فون کر کے شہریار سے پوچھا۔

"اور کوئی خاص بات؟"

"بالکل نہیں۔"

"عذرا کے سلسلے میں کوئی رپورٹ۔"

"ٹھیک ہے' ڈاکٹر سجاد کے علاوہ اور کوئی اس سے ملنے نہیں آیا اس زبردست پہرے پر سجاد نے شدید احتجاج کیا تھا اور پیشکش کی تھی کہ اسے ہاؤس اریسٹ کرنے کے بجائے اس کے حوالے کر دیا جائے وہ اسے ساتھ لے جائے گا اور اس کے تحفظ کی ذمہ داری قبول کر لے گا۔"

"شہریار' میں عذرا سے دوبارہ ملنا چاہتی ہوں۔ تم وہاں انتظام کر دو۔"

"کب ملنا چاہتی ہو" شہریار نے پوچھا۔

"بس کچھ دیر کے بعد۔"

"کہو تو میں وہاں پہنچ جاؤں۔"

"نہیں..... تمہارا آنا مناسب نہیں ہوگا"

"کوئی بات نہیں..... سلیم خان وہاں ڈیوٹی پر ہے میں اسے وائرلیس پر ہدایت دیئے دیتا ہوں تم چلی جاؤ۔"

سلیم خان نوجوان افسر تھا اور مجھے جانتا تھا اس نے بڑے احترام سے مجھے اندر پہنچا دیا تھا۔ عذرا اپنے بیڈ روم میں تھی اور ہوش و حواس میں نظر آ رہی تھی۔ اس نے بڑے سپاٹ چہرے سے میرا استقبال کیا تھا۔

"کیسے مزاج ہیں عذرا صاحبہ؟"

"یہ الفاظ مجھے خود پر طنز محسوس ہوتے ہیں۔ ایک قیدی کے جیسے مزاج ہو سکتے ہیں تمہیں خود اندازہ ہوگا"

"اسے قید تو نہیں کہا جاسکتا آپ نے خود اپنے تحفظ کی درخواست کی تھی۔"

"میں اسے کسی کی زیادتی نہیں کہہ رہی میں اپنی کیفیت بتا رہی ہوں سوچتی ہوں آخر میرا کیا ہوگا۔"

"مجرم بہت جلد قانون کی گرفت میں آنے والے ہیں اس کے بعد آپ اپنی مرضی کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مطابق زندگی گزارنے کے لئے آزاد ہوں گی۔"

"پتہ نہیں وہ وقت میری زندگی میں آئے گا یا نہیں۔"

"نہیں مس عذرا مایوسی کفر ہے۔ ویسے ایک بات، بتایئے انجکشن نہ لگنے کے بعد آپ خود کو کیسا محسوس کرتی ہیں"

"ڈاکٹر سجاد نے مجھے نئی زندگی دیدی ہے اب چونکہ حمیدہ دفعان ہو چکی ہے اس لئے میری مصیبت کے دن بھی ختم ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر میرا بہترین علاج کر رہے ہیں ان کی مدد سے مجھے اب نشے آور انجکشنوں کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔"

"اس کے لئے مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ ویسے آپ نے اپنے مستقبل کے بارے میں کوئی فیصلہ تو کیا ہوگا"

"مستقبل کس نے دیکھا ہے۔ ہاں اگر زندگی ملی اور اس کرب سے چھٹکارا حاصل ہوا تو میرے لئے زندگی میں ڈاکٹر سجاد سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے"

"ڈاکٹر سجاد" میں اچھل پڑی۔

"آپ نے کسی سے محبت کی ہے لبنیٰ" اس نے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔"

"اپنے محبوب کی کوئی تو ادا بھائی ہوگی آپ کو"

"ہاں...... ہاں" میں نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"میرے لئے اس کی کتاب کے اوراق سادہ تھے زندگی کے اس رخ پر توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن ڈاکٹر سجاد نے میرے دل پر گہرا اثر ڈالا ہے میں کہہ چکی ہوں کہ ان کی وجہ سے مجھے نئی زندگی ملی ہے۔ میرا دل ان کی طرف مائل ہے اور اگر زندہ رہی تو خود کو ان کے لئے وقف کر دوں گی"

"مگر ان کی اور آپ کی عمر کا فرق؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ خوبصورت ہیں اسمارٹ ہیں۔ میرے لئے بڑی بات یہ ہے کہ میرے محافظ ہیں اور اب میں جس قدر تنہا ہوں اس کا مجھے اندازہ ہے مجھے اپنی زندگی کے لئے ایسا ساتھی درکار ہے جو مجھے مجھ سے زیادہ جانتا ہو جو مجھے سنبھال سکے" عذرا کے چہرے پر جذبات کے سائے نمودار تھے۔ میں نے کہا۔

"کیا ڈاکٹر سجاد میرا مطلب ہے وہ غیر شادی شدہ ہیں؟"

"ہاں"

"اور وہ آپ سے۔۔۔؟"

"ہاں...... ان کا کہنا ہے کہ وہ میری زندگی چاہتے ہیں مجھے دنیا کی ہر مشکل سے دور دیکھنا چاہتے ہیں اپنی زندگی مجھ پر قربان کر سکتے ہیں"

"بڑی مسرت کی بات ہے مجھے بے حد خوشی ہے کہ آپ کا مستقبل محفوظ ہے۔"

"شکریہ"

"ایک مخلص کی حیثیت سے میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں اور میری دلی خواہش ہے کہ آپ کو جلد ان الجھنوں سے نجات مل جائے۔ میں خود بھی اس سلسلے میں بڑی کوشش کر رہی ہوں۔ ہاں مجھے زمرد کے بارے میں کچھ اور بتایئے کیا اس جیسی لڑکی کا زاہدہ تک پہنچ جانا حیرت انگیز نہیں ہے؟"

"میں نہیں جانتی وہ زاہدہ پر مسلط ہی ہو گئی تھی زاہدہ اسے پسند نہیں کرتی تھی۔"

"اور ڈاکٹر سجاد؟"

"ڈاکٹر سجاد ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا"

"براہ کرم یہ تصویر دیکھئے۔ اس میں ڈاکٹر سجاد کے علاوہ آپ کسی اور کو پہچانتی ہیں۔" بالآخر میں نے وہ تصویر عذرا کے سامنے کر دی۔ وہ دیر تک تصویر دیکھتی رہی پھر بولی "نہیں میں کسی اور کو نہیں جانتی۔"

"شکریہ عذرا میری تمام دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

○---------☆---------○

ذہن بدستور الجھا ہوا تھا نہ جانے کیوں بار بار ذہن میں ڈاکٹر سجاد آ رہا تھا بیشک جمال شاہ اس سلسلے میں سب سے اہم کردار ادا کر رہا تھا لیکن میرے خیال کے مطابق ڈاکٹر سجاد بھی دور کا آدمی نہیں تھا اور پھر عذرا کا نیا انکشاف' دفتر آکر بہت دیر تک سوچ میں ڈوبی رہی بہت سے خاکے کاغذ پر بناتی اور بگاڑتی رہی۔ تمام کرداروں کے نام لکھے ایک ایک پر غور کرتی رہی اور دماغ میں کھچڑی پکتی رہی ڈاکٹر سجاد' جمال شاہ درانی' اسرار حسین' زاہدہ' عذرا' زمرد' حمیدہ' داور شیخ اور چودھری غلام فیاض' اس آخری نام پر ایک بار میں پھر چونکی ایک موہوم سی بات تھی۔ ایک بے وقوف شخص کا انکشاف جو احمقانہ ہو سکتا تھا لیکن وہ ایک کردار تھا اور خاص بات یہ تھی کہ ڈاکٹر سجاد کے ساتھ تھا۔ کچھ کام ہو جائے تو بہتر ہے نیرہ کے پاس پہنچی اور وہ مجھے دیکھ کر خوش ہو گئی۔

"چودھری غلام فیاض کے بارے میں کچھ اور معلومات چاہتی ہوں۔" میں نے کہا

"اور کچھ شامت آئی ہے اس کی۔" نیرہ نے ہنس کر کہا۔ اسی وقت قادر بیگ نیرہ کے پاس آگیا۔ بڑا بیباک اور سرکش صحافی تھا اور اس فیلڈ میں بے چارہ ایک ہاتھ گنوا بیٹھا تھا اس کا ہاتھ اس کے دشمن بن جانے والے ایک شخص نے شانے کے پاس سے کاٹ دیا تھا۔ اس نے مجھے اسلام کیا اور نیرہ سے اپنے کسی کام کے بارے میں کہنے لگا۔

"بیٹھو قادر...... اس وقت تمہاری ضرورت ہے۔" نیرہ نے کہا اور وہ بیٹھ گیا۔

"پندرہ منٹ کی قیمت ایک چائے ہوتی ہے۔ سولہویں منٹ پر دوسری چائے اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اکتیسویں منٹ پر تیسری..... تمہاری مرضی ہے جتنی دیر بٹھاؤ۔" قادر بیگ نے کہا۔

"چائے آپ کو ملے گی۔ پہلے کام کی بات کرو؟"

"کیا کام ہے؟"

"لبنیٰ صاحبہ آپ کو علم ہے کہ قادر بیگ پورے ملک کے بڑے آدمیوں کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ قادر چودھری غلام احمد کے بارے میں لبنیٰ صاحبہ کو کچھ معلومات درکار ہیں۔"

"اوہو ہو الیکشن ہونے والے ہیں اور وہ پھر کھڑا ہو رہا ہے بڑی تیاریاں ہو رہی ہیں مقابلہ دلاور شیخ سے ہے۔" قادر نے کہا مگر میرے ذہن میں پھریریاں دوڑ گئی تھیں ایک عجیب سا ہیجان میرے وجود میں پیدا ہو گیا تھا۔

"کیسا آدمی ہے" میں نے پوچھا۔

"یار باش ہے ویسے الیکشن میں کھڑے ہونے والے اس موسم میں سب یار باش ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ دلاور شیخ سے زیادہ تجربے کار ہے کیونکہ پہلے حکومت میں رہ چکا ہے اور اس نے صحیح معنوں میں حکومت کی ہے یعنی دو کے دس اور دس کے سو بنائے ہیں۔ مقابلہ بہت سخت رہے گا دلاور شیخ کو جیتنا مشکل ہو جائے گا۔"

"دونوں کا مقصد ایک ہے۔"

"یہی تو بات ہے اس علاقے سے تیسرا کوئی نہیں ہے۔ ایک ہے مگر نہ ہونے کے برابر۔"

"چودھری کے بارے میں اور کچھ بتاؤ۔"

"تیز آدمی ہے ہر طرح کے لوگوں سے واسطہ رکھتا ہے۔"

"اور دلاور شیخ۔"

"ناتجربے کار ہے اس فیلڈ کا کچے کام کر رہا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ شریف آدمی ہے بلکہ شریفہ ہے۔ ویسے اس قسم کے تمام لوگوں کے تعلقات بہت ہوتے ہیں ویسے بھی سپورٹ کیا جا رہا ہے مگر مجھے حالات بہتر نہیں نظر آ رہے الیکشن ایک الگ شعبہ ہے اس میں یہ پہلو دیکھنا پڑتا ہے۔"

اس سے زیادہ کرید خطرناک تھی جو کچھ پتہ چلا تھا وہی بے حد سنسنی خیز تھا۔ چائے وغیرہ کے بعد میں وہاں سے اٹھ گئی لیکن دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے شہریار کو ڈیڈ لائن مل گئی تھی اور الیکشن ہونے والے تھے لیکن دلاور شیخ نے ری اوپن کر دیا تھا.....اوہ اس تصور کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا ایک نیا خیال جنم لے چکا تھا مگر بات بہت اونچے پیمانے کی تھی شہریار کا تحفظ بھی کرنا تھا۔

شام بھی میری طرح نڈھال ہو چکی تھی دماغ تھکن سے چکنا چور ہو گیا تھا۔ مگر بہت سے کام کے فیصلے کر چکی تھی لکیریں ملتی جا رہی تھیں اور اب چھان بین کا وقت نہیں تھا عمل کرنا ضروری تھا' شہریار نے کوئی خاص بات نہیں بتائی اس کے بعد کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا تھا۔

"ڈی آئی جی صاحب کی طرف سے کوئی رابطہ" میں نے پوچھا۔

"نہیں.....ویسے میں اس گمنام فون کرنے والے کے بارے میں سوچتا رہا ہوں۔"

"ایک کام کر سکتے ہو شہریار۔"

"بولو۔"

"ہمت کا کام ہے' خطرہ مول لینا ہو گا۔"

"کیا"

"ایک آدمی کو اغوا کرنا ہے" میں نے کہا اور شہریار کے گال پھول گئے منہ میں چائے کا گھونٹ رک گیا تھا اور وہ گول گول دیدوں سے مجھے گھو رہا تھا "غیر سنجیدگی نہیں' میں سنجیدہ ہوں" میں نے کہا۔

"اوہ لبنیٰ بی بی.....پولیس کو بدنام کرا رہی ہو" وہ بولا۔

"بس بس ..... کوئی ایسی بات نہ کیا کرو جس سے زبان تلخ ہو جائے۔ بہرحال تمہیں یہ کام کرنا ہے"

"ہم اسے ایسے ہی اٹھالیں گے"

"اس سے کام نہیں چلے گا۔ قانون کی حفاظت کے لئے ہم کچھ غیر قانونی اقدامات کرنے کیلئے مجبور ہیں۔"

"کون ہے وہ"

"ڈاکٹر سجاد کا ڈرائیور۔ میں اس کی نشاندہی کر سکتی ہوں"

"ایک بات کہوں برا تو نہیں مانو گی"

"نہیں.....کہو"

"تم ڈاکٹر سجاد کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی ہو حالانکہ وہ کہیں بھی ملوث نہیں نظر آیا۔ میرے خیال میں اس دن تمہیں اس کی بات بہت بری لگ گئی۔"

"اس کے بعد ایسی احمقانہ بات کبھی نہ کرنا۔ بہرحال بولو یہ کام کب کرو گے"

"کرنا پڑے گا کیونکہ کنوارا ہوں نہ کروں گا تو بھی کروں گا۔ ویسے بھی نوکری چھوڑنے پر ادھار کھائے بیٹھا ہوں اچھا ہے تمہاری ہی کوشش اس کے اسباب پیدا کر دے کم از کم بعد میں غصہ تو نہ ہو گی"

"آدمی ہیں تمہارے پاس"

"سب کچھ ہے ابھی تم نے کیا دیکھا ہے۔"

"دیکھنا چاہتی ہوں"

"کچھ بتانا پسند کرو گی۔" اس بار شہریار نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"ہاں! شہریار ایک خیال ہے دل میں اس کی تصدیق کرنا چاہتی ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اعتراض۔" شہریار بولا۔

"کیا۔" میں چونک پڑی۔

"کسی اجنبی خیال کو دل تک نہیں پہنچنا چاہئے کیونکہ اس کا ٹھیکہ ہمارے پاس ہے ہاں دماغ کی کرائے داری قبول کی جاسکتی ہے۔"

"اوہ بھئی میں صحافی ہوں شاعر نہیں"

"شاعر کے سامنے احتیاط رکھا کرو"

"پھر گفتگو کا رخ بدل لیا کام کی بات کرو"

"تم خود بھی احتیاط رکھا کروں ہاں کیا خیال ہے "دماغ" میں۔ یاد رہے صرف دماغ میں"

"الیکشن ہونے والے ہیں اور ایک حلقے میں دلاور شیخ اور چودھری غلام فیاض ایک دوسرے کے مدمقابل ہیں۔ غلام فیاض دلاور شیخ کا مضبوط ترین حریف ہے۔ دلاور شیخ کا ریکارڈ بہترین ہے جبکہ غلام فیاض حکومت میں رہ چکا ہے اور اپنے دور اقتدار میں اس نے اپنی دولت میں بہت بڑا اضافہ کیا ہے۔ اسے الیکشن کا تجربہ بھی ہے اور یہ تصویر دیکھو ویسے کیا تم غلام فیاض کو پہچانتے ہو"

"نہیں" شہریار نے کہا اور میری دی ہوئی تصویر دیکھنے لگا۔ اس کا چہرہ حیرت کی تصویر بن گیا تھا پھر وہ بے اختیار بولا "او ہو..... یہ تو ڈاکٹر سجاد ہے"

"ہاں اور یہ چودھری فیاض ہے"

"اوہ مائی گاڈ"

"چودھری فیاض کے زمرد سے تعلقات کا ایک گواہ بھی میرے پاس موجود ہے" میں نے کہا شہریار پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے وہ مسلسل تصویر پر نظریں جمائے ہوئے تھا پھر اس نے کہا۔

"اس میں کیا جمال شاہ بھی ہے"

"نہیں لاؤ یہ مجھے واپس کر دو ہمیں ایک خطرہ مول لینا ہے اور چونکہ اس وقت تمہیں ڈی آئی جی صاحب کی بھرپور حمایت بھی حاصل ہے اس لئے اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ اور میں تمہیں آئندہ کاروائی کے بارے میں بتاتی ہوں" میں نے کہا اور اپنا منصوبہ شہریار کو بتانے لگی۔ شہریار کو محاورتاً نہیں حقیقتاً چکر آنے لگے تھے اس نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

"خدا کے لئے لبنیٰ..... خدا کے لئے مجھ سے شادی کر لو"

"کیا؟" میں گھورنے لگی۔

"نہیں کر سکتا' تمہارے بغیر یہ سب کچھ نہیں کر سکتا۔ میری کھوپڑی اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ارے کہاں سے کھود کر نکالا یہ سب کچھ۔ یہ کہاں سے آگیا تمہارے دماغ میں!"

"اس منصوبے پر گفتگو کرو.....!" میں نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"عمل کروں گا۔ تمہاری ہدایت کے مطابق عمل کروں گا۔"

"نہیں تم مجھے بھی ساتھ رکھو گے۔"

"کیا.....؟"

"ہاں ہم پورے کھیل میں ساتھ رہیں گے!"

"یہ خطرناک نہ ہوگا۔"

"نہیں۔ لیکن میں تم سے دور رہوں گی میرا مطلب ہے اپنی کار میں۔" میں نے کہا اور شہریار کچھ سوچنے لگا۔ اس کے بعد وہ تیار ہوگیا تھا۔ ہوٹل سے ہم لوگ ڈاکٹر سجاد کے کلینک پہنچے تھے اور وہاں میں نے کچھ معلومات حاصل کی تھیں پتہ چلا کہ ڈاکٹر سجاد دن میں دو مرتبہ وہاں او پی ڈی میں بیٹھتا ہے۔ دوسرے دو ڈاکٹر باقی وقت کلینک سنبھالتے ہیں نو بجے ڈاکٹر چلا جاتا ہے اس کے بعد اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ پھر ہم نے ڈاکٹر سجاد کی کوٹھی پر کافی وقت گزارا تھا نیلی ہنڈا گاڑی پورٹیکو میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس وقت کوئی کام بننا مشکل نظر آرہا تھا چنانچہ یہ کام دوسرے دن پر ملتوی کر دیا گیا واپسی میں شہریار نے کہا۔

"یوں کرتا ہوں کہ دو آدمیوں کی ڈیوٹی لگا دیتا ہوں کلینک پر' وہ ڈرائیور کے بارے میں ہمیں اطلاع دیں گے اور وائرلیس پر اس کے بارے میں بتاتے رہیں گے۔ موقع مناسب دیکھتے ہی میں یہ کام کر لوں گا۔"

"اوہ' مگر.....؟"

"مجھ پر بھروسہ رکھو۔ کام ہدایت کے مطابق ہی ہوگا۔"

"مگر بہت ہوشیاری سے۔ اور یہ بتاؤ میں تم سے رابطہ کب کروں.....؟"

"میں خود فون کروں گا دفتر.....!" شہریار نے کہا واقعی مجبوری تھی اور کیا کیا جاسکتا تھا مگر شدید تجسس کا شکار رہی تھی۔ عذرا بھی کئی بار ذہن میں آتی تھی مگر وہ ناتجربے کار لڑکی زمانے کو کیا جانے۔ اس نے ڈاکٹر کے بارے میں جن جذبات کا اظہار کیا تھا وہ اپنی جگہ تھے لیکن میرا دل تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ ڈاکٹر سجاد بے گناہ ہے اور اس کا جمال شاہ سے گٹھ جوڑ نہیں ہے۔ بے چاری لڑکی۔ حالات سے ناآشنا۔ دوسرے دن بارہ بجے شہریار کے فون کا انتظار کر رہی تھی کہ وہ خود دفتر آگیا۔ سادہ لباس میں تھا اور تھکا تھکا نظر آرہا تھا۔ میں شدید تجسس کا شکار ہوگئی۔ اس نے کہا "اس سلسلے میں ناکامی ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب.....؟"

"سارے کام پروگرام کے مطابق ہوئے ہیں۔ ہم نے اسے احتیاط سے اٹھا لیا کسی کو شبہ میں ہو سکا ہے۔ لیکن وہ بہت پکا آدمی ہے کہتا ہے وہ صرف ڈرائیور ہے مالکوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ کمبخت ہر طرح کی مار برداشت کر گیا ایک ہی بات کہتا ہے کہ اسے کچھ نہیں معلوم..... سو بتاؤ کیا کروں.....؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"دوسرا کام کیا۔"

"ابھی اس پر عمل نہیں کیا ہے۔"

"نام کیا ہے ڈرائیور کا.....؟"

"غیاث خاں۔"

"تم نے اسے کہاں سے اٹھایا.....؟" میں نے پوچھا۔

"نکلسن روڈ سے۔ کچھ سامان خریدنے گیا تھا کلینک کے لئے۔ گاڑی وہیں چھوڑ دی ہے۔"

"رکھا کہاں ہے؟"

"چاند خاں کے اڈے پر.....!"

"کیا مطلب.....؟"

"تو کیا اپنے گھر لے جاتا۔ ویسے چاند خاں بڑے بھروسے کے آدمی ہیں میں نے انہیں اچھی طرح سمجھا دیا ہے نکل نہیں سکے گا وہاں سے۔ چاند خاں کچی آبادی میں رہتے ہیں۔ پہلے کچی شراب بناتے تھے میرے منع کرنے پر کاروبار بند کر دیا اب بس تھوڑا بہت جوا کھلا لیتے ہیں گزارے کے لئے۔"

"خدا تمہیں سمجھے۔ یہ تو کچھ نہیں ہوا۔ ارے ہاں اس کی تلاشی لی.....؟"

"ہاں۔"

"کچھ برآمد ہوا۔"

"یہ شناختی کارڈ یہ لانڈری کی رسید پرچون والے کا حساب اور یہ ایک سو بیس روپے نقد۔ وہ بل بھی ہے جو اس نے کلینک کے لئے خریدے جانے والے سامان کا بنوایا ہے۔" شہریار نے کہا اور میں بے صبری سے شناختی کارڈ دیکھنے لگی۔ پھر میں نے لانڈری کی رسید دیکھی۔ اس پر پڑی تاریخ دیکھی جو چھ دن پہلے کی تھی۔ یہ اندازہ لگایا کہ شناختی کارڈ پر جو پتہ درج ہے وہ اس علاقے کا ہے جہاں پر لانڈری واقع ہے اور پھر میں نے کہا۔

"اٹھو جلدی کرو.....!"

"ارے ارے کہاں.....؟" شہریار بولا..... مگر میں اسے جواب دیئے بغیر نیچے لے آئی البتہ کار میں میں نے اسے بتایا کہ میں غیاث خاں کے گھر کی تلاشی لینا چاہتی ہوں۔ ہو سکتا ہے وہاں کوئی ایسی شخصیت مل جائے جو اس کے بارے میں کچھ بتا سکے یا اس کے ذریعہ پھر غیاث خاں کو زبان کھولنے پر مجبور کر سکیں۔ کوئی ایسی شخصیت جس سے غیاث خاں کا جذباتی رشتہ ہو۔ یا پھر اس کے گھر کی تلاشی لینے پر ہمیں کچھ مل جائے۔ شہریار ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا تھا۔

"علاقے کے بارے میں تم مجھے گائیڈ کرو۔۔۔!" میں نے کہا اور شہریار نے گردن ہلا دی۔ یہ بھی کچی آبادی تھی مگر سالوں سے یہاں موجود تھی گندے اور تنگ سے علاقے میں یہ گھر مل

اور دروازہ کھولنے والے نے کرخت لہجے میں کہا تھا۔

"دروازہ بجا کر کچھ دیر انتظار بھی کر لیتے ہیں۔" نسوانی آواز تھی مگر اسے دیکھ کر نہ صرف میں بلکہ شہریار بھی گنگ رہ گیا تھا۔ یہ حمیدہ بٹ تھی پھر اس نے بھی ہمیں پہچان لیا اور جونہی اس نے ہمیں پہچانا ویسے ہی پوری قوت سے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی لیکن شہریار نے بھی دیر نہیں کی۔ اس نے پوری قوت سے دروازے پر ٹکر ماری اور حمیدہ بٹ نیچے جا گری۔ میں نے پھرتی سے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ اس دوران حمیدہ بٹ اپنی جگہ سے اٹھ کر اندر بھاگی تھی۔ شہریار' بہرطور پولیس والا تھا۔ حمیدہ کا یہاں نظر آ جانا ہمارے لئے ناقابل یقین تھا لیکن اس کامیابی نے شہریار کو متاثر کر دیا تھا اس نے حمیدہ کے پیچھے چھلانگ لگائی اور اس کے ساتھ ہی اس کھلے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں بستر لگا ہوا تھا۔ حمیدہ نے اسی بستر پر چھلانگ لگائی تھی مگر شہریار نے اس کے تکیئے کے نیچے سے پستول نکالنے کی کوشش ناکام بنا دی تھی۔ تکیئے کے نیچے رکھا پستول اب شہریار کے ہاتھ میں تھا اور اس کے ایک بھرپور تھپڑ نے حمیدہ کو بستر سے نیچے اچھال دیا تھا۔ شہریار نے اس پر پستول تان لیا۔

"اگر تم نے ہلنے کی کوشش کی تو دو گولیاں تمہارے دونوں گھٹنوں پر چلاؤں گا اس طرح کہ دنیا کا کوئی ڈاکٹر تمہاری ہڈیوں کو دوبارہ نہ جوڑ سکے گا۔" اس نے غرا کر کہا۔ حمیدہ ساکت ہو گئی تھی۔

"رسی تلاش کرو اور اس کے ہاتھ پاؤں کس دو.....!" شہریار نے مجھے حکم دیا۔ رسی تلاش کرنا مشکل کام ثابت نہیں ہوا۔ ہم نے حمیدہ کو کس دیا پھر میں نے فوراً کہا.....!

"سب لوگ گرفتار ہو گئے تم آخری شخصیت ہو۔ غیاث خاں نے تمہاری نشاندہی کی ہے۔"

جواب میں حمیدہ کے منہ سے گندی گندی گالیاں نکل پڑی تھیں۔ اس نے کہا۔

"وہ تو ہے ہی ..... میں نے ڈاکٹر سجاد سے کہا تھا کہ اس پر اعتبار مت کرو.....!"

"ڈاکٹر سجاد..... اسی نے تو تم سب کو گرفتار کرایا ہے۔ اس نے بتایا ہے پولیس کو کہ تم لوگ اسے دھوکہ دیتے رہے ہو کسی اور کے لئے کام کرتے رہے ہو اور اسے ملوث کرنے کی کوشش کرتے رہے ہو۔ اس نے تمہیں زاہدہ کا قاتل قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی لاعلمی میں تم نے زاہد کو زہر دیا ہے اور اس کے بعد عذرا کو نشے کے انجکشن لگاتی رہی ہو۔"

"میں.....؟" حمیدہ کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔ "اس نے یہ کہا ہے اور تم نے فوراً یقین کر لیا ہو گا۔ سچ ہے افسر صاحب غریب اسی لئے ہوتا ہے مل گئی ہو گی پیٹ بھر کے رشوت۔ اب ڈال دو پھندہ ہماری گردن میں۔"

"پھندہ تو تمہاری گردن تک پہنچ چکا ہے حمیدہ' پھانسی کے علاوہ کوئی اور سزا نہیں ہو گی تمہیں۔ جان بچانے کی کوشش کرنا چاہو تو کر سکتی ہو ہمیں اعتراض نہیں ہو گا ہم نے غیاث خاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو بھی موقع دیا تھا مگر اس کی سمجھ میں بات نہیں آئی اب اسے موت سے کوئی نہ بچا سکے گا۔"

"چولہے میں جائے غیاث خاں میرا کیا قصور ہے مجھ سے تو نمک حرامی کرائی تھی۔ عزت کی روٹی چھین لی گئی دربدر کر دیا گیا اور اب اب۔" حمیدہ رونے لگی۔ شہریار قربان ہونے والی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے حمیدہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"عورت اتنی بے رحم نہیں ہوتی حمیدہ۔ یہ لوگ یقین نہیں کرتے مگر میں بھی عورت ہوں تم اطمینان رکھو۔ ڈاکٹر سجاد نے تمہارے اوپر نہ جانے کیا کیا الزام لگائے ہیں مگر میں نہیں مانتی۔ میں تمہارے لئے لڑوں گی میں تمہیں کڑی سزا سے بچاؤں گی یہ میرا وعدہ ہے۔" حمیدہ کی ہچکیاں بندھ گئیں پھر اس نے زبان کھول دی اور نہایت سنسنی خیز انکشافات کئے۔ میری آنکھوں میں کامیابی کے دیئے روشن ہوگئے اور شہریار بار بار مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس گھر کی تلاشی سے بھی کچھ کار آمد چیزیں حاصل ہوئی تھیں اور اس کے بعد ہم حمیدہ کو ساتھ لے کر وہاں سے چل پڑے تھے۔ اب غیاث خاں کو بھی چاند خان کے اڈے پر روکنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ شہریار نے اپنے ماتحتوں کو مختلف ذمے داریاں سونپیں اور وہ سب مصروف ہوگئے۔ میں اس کے ساتھ ہیڈ آفس آگئی تھی اور اس کے کاموں میں مکمل طور پر ہاتھ بٹا رہی تھی۔ میں نے اسے پورا پروگرام بنا کر دیا تھا اور سارا کام اسی پروگرام کے تحت ہو رہا تھا۔ اس کے لئے خصوصی انتظامات کئے گئے تھے۔ آخری مرحلہ ڈی آئی جی حامد فخری صاحب کی معیت میں طے کرنا تھا چنانچہ رات کو دس بجے وہ ہیڈ آفس آگئے فرسٹ کلاس مجسٹریٹ ان کے ساتھ تھے اس کے علاوہ پولیس کی پوری پلاٹون تھی جس نے ڈاکٹر سجاد کے کلینک کو گھیر لیا اور مجھے اس مہم میں شرکت کا اعزاز بخشا گیا۔ کلینک میں جتنے لوگ اسٹاف میں تھے سب کو گرفتار کر لیا گیا اور وہاں موجود ایک ایک شے کی تلاشی لی گئی۔ اس وقت یہاں پانچ مریض داخل تھے اور یہ انتہائی حیران کن بات تھی کہ یہ منشیات کے عادی تھے اور اس کا علاج کرا رہے تھے۔ البتہ پانچویں مریض کو ہم نے جگایا تو اس کی حالت خراب ہوگئی وہ آنکھ کھولتے ہی ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا۔ "رحم کرو۔ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔ اب مجھ میں مار کھانے کی ہمت نہیں ہے۔ آہ میں تو ویسے ہی مر رہا ہو۔ مجھے خود بخود مر جانے دو۔ معاف کر دو مجھے معاف کر دو.....!"

"کون ہو تم..... ہوش میں آؤ۔ ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے ہم پولیس کے لوگ ہیں کیا نام ہے تمہارا.....؟"

"جمال شاہ' جمال شاہ درانی۔" اس نے وحشت زدہ لہجے میں کہا اور ہم دنگ رہ گئے۔ سب کی زبانیں گنگ ہوگئی تھیں۔ جمال شاہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک ایک کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے خوشی سے قلقاری مار کر کہا۔ "پولیس' پولیس یہاں پہنچ گئی' آہ پولیس آگئی شکر ہے مالک شکر ہے۔ آپ نے انڈر گراؤنڈ..... انڈر گراؤنڈ چھاپہ مارا....."

"اوہ یہاں کوئی تہہ خانہ ہے۔" ڈی آئی جی نے کہا۔

"سب کچھ تو وہیں ہے۔ مجھے سہارا دیجئے۔ میری ٹانگیں ناکارہ کر دی گئی ہیں انجکشنوں سے میری رگیں سکھا دی گئی ہیں۔ سہارا دیجئے مجھے میں وہ جگہ بتاتا ہوں" جمال شاہ نے کہا۔ اسے ایک اسٹریچر پر بٹھا دیا گیا اور کلینک کے ایک کمرے میں اس نے وہ میکنزم بتایا جس سے نیچے جانے کا راستہ کھلتا تھا۔ وسیع و عریض تہہ خانہ پورے کلینک کے نیچے پھیلا ہوا تھا اور اس میں منشیات کے ذخائر انبار تھے اس کے علاوہ اسمگل کیا ہوا بہت سا سامان بھی تھا۔ ایک طاقتور ٹرانسمیٹر بھی وہاں دستیاب ہوا دوسری طرف ڈی آئی جی صاحب کا ترتیب دیا ہوا دوسرا گروپ ڈاکٹر سجاد کی کوٹھی پر چھاپہ مارنے پہنچ گیا تھا۔ وہاں سے اطلاع ملی کہ ڈاکٹر سجاد کو کوٹھی سے گرفتار کر لیا گیا ہے کوٹھی کی تلاشی میں کوئی چیز نہیں ملی ہے اور ڈاکٹر سجاد سخت غصے میں ہے۔

"اسے ہیڈ کوارٹر لے آؤ.....!" ڈی آئی جی صاحب نے حکم دیا۔ میں نے کلینک سے ہی گھر فون کر دیا کہ میرے لئے پریشان نہ ہوا جائے ایک آپریشن میں شریک ہوں۔ اس کے بعد ہیڈ کوارٹر میں رت جگا شروع ہوگیا۔ بعد کی کہانی میں اپنے انداز میں سناتی ہوں۔ پولیس کا طریق کار اصولوں کے مطابق تھا بس اس کا نچوڑ یہ ہے۔

جمال شاہ درانی نے بتایا کہ وہ ایک تعلیم یافتہ آدمی ہے مگر غربت نے اسے جرائم کے راستے پر لا ڈالا وہ یہاں آیا اور اس نے ایک اسٹیٹ ایجنٹ کی حیثیت سے کام شروع کر دیا۔ بہت عرصے تک وہ ایمانداری سے اپنا کام کرتا رہا۔ پھر اسے ایک کوٹھی کا سودا ملا اور اس سے ایک فراڈ کرایا گیا جس کا معاوضہ اسے آٹھ لاکھ روپے دیا گیا اور یہ کام اس سے چودھری غلام فیاض نے کرایا تھا یہاں سے وہ غلام فیاض کے خاص لوگوں میں شامل ہوگیا اور غلام فیاض نے اسے بہت سے کام دینا شروع کر دیئے۔ اس کی ذاتی زندگی میں کوئی مداخلت نہیں کی جاتی تھی باقی احکامات غلام فیاض کے ہوتے تھے اسے بہت جلد پتہ چل گیا کہ غلام فیاض بہت بڑا اسمگلر بھی ہے یہی نہیں بلکہ غلام فیاض نے اس کا رجسٹریشن بھی کرا دیا اور جب وہ بھی باقاعدہ یہ کام کرنے لگا تبھی اس کی ملاقات ڈاکٹر سجاد سے کرائی گئی جو خود غلام فیاض کا کارکن تھا اور اعلیٰ پیمانے پر اس کے لئے کام کرتا تھا اور بھی بہت سے لوگ غلام فیاض کے کارکن تھے زمرد اس کی داشتہ تھی اور وہ جمال شاہ کی وجاہت پر مرمٹی تھی۔ ڈاکٹر سجاد ہی کے ذریعے جمال شاہ کا تعارف اسرار حسین کے خاندان سے ہوا اور وہ زاہدہ کو پسند کرنے لگا۔ دونوں میں شادی کے عہد و پیمان ہوئے اور بات بہت آگے بڑھ گئی۔ مگر ڈاکٹر سجاد بری طرح بگڑ گیا۔ اس نے بہت پہلے زاہدہ کو قابو میں کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اور اس پر آہستہ آہستہ کام کر رہا تھا۔ اسرار صاحب کی بے پناہ دولت بھی اس کا ٹارگٹ تھی اور اسے ہتھیانے کے لئے اس نے حمیدہ بٹ کو پھانس کر عذرا کو راستے سے ہٹانے کا انتظام بھی شروع کر دیا تھا یعنی نشہ آور دوا کے انجکشن۔ مگر زاہدہ' جمال شاہ کی دیوانی ہوگئی ڈاکٹر سجاد نے رقابت سے بے قابو ہو کر اسرار حسین کو جمال شاہ کے بارے میں بتا دیا اور کچھ ثبوت بھی فراہم کر دیئے اور اس نے زمرد کے ذریعے بھی زاہدہ کو جمال شاہ کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ زمرد بھی اسی رقابت کا شکار ہو گئی تھی اور بڑی راز داری سے ڈاکٹر سجاد کے لئے کام کر رہی تھی۔ چنانچہ بات آگے بڑھتی رہی اسرار حسین نے جمال شاہ کے بارے میں چھان بین شروع کر دی۔ انہیں اتفاق سے کوئی ایسی بات معلوم ہو گئی جو جمال شاہ کے لئے خطرناک ہو سکتی تھی چنانچہ جمال شاہ مجبوراً انہیں قتل کرنا پڑا۔ وہ حادثاتی موت کا شکار نہیں ہوئے تھے بلکہ جمال شاہ نے انہیں قتل کیا تھا اور زاہدہ نے جمال شاہ کو چوری سے آتے اور باہر جاتے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ زاہدہ جمال شاہ سے بھڑک گئی۔ ادھر ڈاکٹر سجاد نے جمال شاہ سے کہا کہ وہ اسرار صاحب کا قاتل ہے اور اسے اب ڈاکٹر کے اشارہ پر چلنا ہو گا لیکن یہاں جمال شاہ نے غلام فیاض کا سہارا حاصل کر لیا اور غلام فیاض نے حکم دیا کہ آپس میں ایسی کوئی چپقلش نہ ہو جس سے اسے خطرہ پیدا ہو جائے۔ ادھر ڈاکٹر سجاد نے اپنا منصوبہ بدلا۔ زاہدہ اب کسی طور اس کے جال میں نہیں آ سکتی تھی چنانچہ اس نے اسے ایک ایسا زہر استعمال کرا دیا جس سے حرکت قلب بند ہو جائے اور وہ اس میں کامیاب ہو گیا۔ نئے منصوبے کے تحت اب اسے عذرا کی خبر گیری کرنی تھی کیونکہ اب عذرا ہی اس جائیداد کی وارث تھی۔ عذرا' جمال شاہ سے بھی نفرت کرتی تھی چنانچہ ڈاکٹر کا کام بن گیا۔ اس نے عذرا کو نشہ آور دواؤں کا اثر زائل کرنے والی ادویات کھلائیں اور ایک کہانی سنا دی جس سے عذرا اس کی گرویدہ ہو گئی۔ یوں ان دونوں میں چلتی رہی۔ پھر ایک نئے کھیل کا آغاز ہوا جس کے بارے میں ڈاکٹر سجاد نے مجسٹریٹ کے سامنے بیان دیا اور اس کے لاتعداد ثبوت ملے۔ یہ کھیل چودھری غلام فیاض اور دلاور شیخ کے درمیان شروع ہوا تھا۔ دونوں ایک ہی حلقے سے الیکشن کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ دلاور شیخ بھی' شیخ انٹرنیشنل کا مالک تھا اور دو بڑے آدمی ایک دوسرے کے "معاملات" سے واقفیت رکھتے تھے۔ اب چونکہ مسئلہ دوسرا تھا اس لئے دلاور شیخ نے اپنے ایک کارکن جاوید قریشی کے ذریعے بات آگے بڑھائی اور ان دو مہروں کو تاک لیا یعنی جمال شاہ اور ڈاکٹر سجاد۔ اس نے اس کیس کے بارے میں تفصیلات معلوم کر لی تھیں اور آغاز یہاں سے کیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بالآخر یہی دونوں غلام فیاض کو منظر عام پر لائیں گے۔ دلاور شیخ نے ڈی آئی جی صاحب کا سہارا بھی لیا تھا اور انہیں کچھ تفصیلات بتائی تھیں۔ ڈی آئی جی صاحب نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ سچ ہے تو ہم اپنا قانونی فرض پورا کریں گے یوں اس کیس کا آغاز ہوا۔ پولیس جب اسرار صاحب کی کوٹھی پہنچی تو حمیدہ نے جو سجاد کی کارکن تھی ڈاکٹر سجاد کو اطلاع دی۔ اس وقت صورت حال ڈاکٹر سجاد کے لئے بہت معمولی تھی۔ اس لئے اس نے مداخلت کی مگر بعد میں اسے اپنی کوششوں میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ پریشان ہو گیا۔ اس نے جمال شاہ سے کہا کہ چونکہ یہ معاملہ ان کے لئے ذاتی نوعیت کا ہے اور غلام فیاض اس پر ناراض ہو گا چنانچہ دونوں مل کر دفاع کریں جمال شاہ تیار ہو گیا تھا۔ دونوں نے اس کے پس پردہ عوامل کی چھان بین شروع کر دی اور میں ان کے علم میں آئی چنانچہ مجھ پر حملہ کر دیا گیا لیکن نیلی کار پر وہ نمبر پلیٹ لگا دی گئی جو دلاور شیخ کی گاڑی کی تھی

کیونکہ اتفاق سے دلاور شیخ کی ایک گاڑی بھی نیلے رنگ کی ہنڈا اکارڈ تھی اس طرح دو فائدے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اگر حملہ کامیاب ہو جاتا تو بھی فائدہ تھا ناکامی کی شکل میں دلاور شیخ کے بارے میں کنفیوژن پیدا ہوا۔ اس دوران میں زمرد تک پہنچ گئی تھی جس کی اطلاع خود زمرد نے دی تھی۔ ڈاکٹر سجاد نے خوفزدہ ہو کر اپنے ڈرائیور غیاث بیگ کے ذریعے زمرد کو قتل کرا دیا۔ بعد میں وہ کافی خوفزدہ ہو گیا خاص طور سے اسرار صاحب کے ملازم شبیر بیگ کے پولیس کی تحویل میں پہنچ جانے کے بعد تو اس کے حوصلے پست ہوتے گئے اور اس سے بوکھلاہٹیں سرزد ہونے لگیں۔ اس مسئلے میں اس نے غلام فیاض سے بھی رابطہ نہیں قائم کیا کیونکہ غلام فیاض کے بگڑ جانے کا اندیشہ تھا خاص طور سے زمرد کے قتل کو وہ کبھی برداشت نہیں کرتا کیونکہ وہ اس کی منظور نظر تھی۔ ڈاکٹر سجاد ہر چیز سے خوفزدہ ہو گیا اس نے احتیاط حمیدہ بٹ کو بھی وہاں سے ہٹا دیا تاکہ اس پر سختی وغیرہ کر کے اس کی زبان نہ کھلوا لی جائے۔ وہ شدید بوکھلاہٹ کا شکار تھا۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ میں اور شہریار سی ویو کے نزدیک دیکھے گئے ہیں تو اس کے حواس مزید خراب ہو گئے۔ اس نے جمال شاہ کے بارے میں سوچا اسے علم تھا کہ جمال شاہ درپردہ اس سے رقابت رکھتا ہے کہیں وہ اس موقع سے فائدہ نہ اٹھائے۔ اسے قابو میں کرنا ضروری ہے چنانچہ اس نے دھوکے سے جمال شاہ کو کلینک بلایا اور اسے بے ہوش کر دیا۔ پھر اسے ایک مریض کی حیثیت سے کلینک میں رکھ لیا اور اسے مسلسل بے ہوشی کے انجکشن دیتا رہا۔ اس نے جمال شاہ کو قتل اس لئے نہیں کیا کہ کہیں بات بگڑ نہ جائے۔ حالات اگر سدھر گئے تو وہ کہہ سکتا تھا کہ ایسا اس نے صرف جمال شاہ کے تحفظ کے خیال سے کیا تھا۔ جمال شاہ کو کسی وقت ہوش آیا تو اسے اپنی حالت دیکھ کر گمان گزرا کہ ڈاکٹر سجاد اسے بھی زہریلے انجکشن دے رہا ہے جس طرح اس نے زاہدہ اور عذرا کو دیئے تھے۔ اس نے فوری طور پر عمل کیا اور کسی طرح فون تک پہنچ گیا۔ تاریخ وغیرہ کے بارے میں معلوم کر کے اس نے اس مال کے آنے کا تعین کیا اور شہریار کو اس کے بارے میں اطلاع دیدی مال کے سلسلے میں وہی منظر عام پر تھا اور تمام لوگوں سے اس کا رابطہ رہتا تھا یہ مال اسی کا تصور کیا جاتا تھا جبکہ درحقیقت یہ چودھری فیاض کا مال ہوتا تھا اور وہی اسے ٹھکانے لگاتا تھا۔ مال پکڑا گیا اور ڈاکٹر سجاد کے ہوش اڑ گئے۔ وہ خوف سے پاگل ہونے لگا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ اس سلسلے میں جمال شاہ کی تلاش شروع ہو گئی اور چودھری نے اس سے رابطہ کیا تو ڈاکٹر سجاد نے کہا کہ وہ چھان بین کر رہا ہے کہ ایسا کیوں ہوا بس اسی دوران ہم نے وہ بہترین فیصلہ کیا اور غیاث خان اور حمیدہ کو تحویل میں کر کے سب کچھ معلوم کر لیا۔

جمال شاہ نے پورے ہوش و حواس کے عالم میں اور ڈاکٹر سجاد نے تھرڈ ڈگری سے گھبرا کر یہ داستان سنا دی اور وہ تمام ثبوت مہیا کر دیئے جو چودھری صاحب کے بارے میں تھے چنانچہ چودھری غلام فیاض کے سینتالیس ٹھکانوں پر چھاپے مار کر اربوں روپے کی مالیت کا اسمگل شدہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سامان اسلحہ اور منشیات برآمد کیا گیا۔ اور ان دنوں میرے اخبار نے جو شہرت اور سرکولیشن حاصل کی وہ بے مثال تھی کیونکہ مجھے پولیس کا بہترین تعاون حاصل تھا اور میرے پاس اتنا مواد موجود تھا جسے حاصل کرنے کے لئے دوسرے اخبارات کو نہ جانے کیا کیا جتن کرنے پڑتے۔ خوب مصروفیات رہیں۔ خوب ہنگامے رہے۔ شہریار تو پولیس حکام کی آنکھوں کا تارا بن گیا تھا۔ دلاور شیخ نے ایک پرائیویٹ میٹنگ میں کہا۔

"تمہاری اس محنت کا صلہ تمہیں اتنا مل سکتا ہے کہ تمہارے تصور سے باہر ہو لیکن بہتر ہے اس کے لئے انتظار کر لو.....!"

"میرے لئے افسر اعلیٰ کی تعریفی سند سے بڑا صلہ نہ کوئی ہے جناب اور نہ ہو سکتا ہے۔" شہریار نے جواب دیا۔ ان دنوں ہمارے پروگرام بھی ڈسٹرب ہو گئے تھے پہلی فرصت اس دن تصور کی گئی جب ہم سات بجے گرین فاؤنٹین میں ملے۔ شہریار نے بڑے احترام سے چائے منگوائی تھی۔

"آج میں کوئی بات تمہاری پسند کے خلاف نہیں کروں گا۔ ویسے تو دوسرے معاملات میں تم نے بڑی ذہانت کے ثبوت دیئے لیکن اس بار جو کچھ تم نے کیا اس کی مثال مشکل ہے میں تو اسے تمہاری ذہنی جادوگری کہتا ہوں۔"

"ابھی تو ہمیں بہت کچھ کرنا ہے شہریار۔"

"ہمیں .....یعنی کہ ہمیں۔" شہریار ایک دم بہک گیا۔

"ہاں گھر ایک ایک اینٹ رکھ کر بنایا جاتا ہے۔ ہم ایک ایک اینٹ رکھ رہے ہیں۔ اس گھر کی تعمیر میں ہم دونوں کی محنت شامل ہے اور اس محنت کے صلے میں ہمیں جو کچھ ملے گا تم اس کا تصور کرو۔"

"یار کمال کرتی ہو۔ جب میں یوگا کے آدھے درجن آسن نفس کشی کی پون درجن مشقوں پر عمل کر کے من شانت کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اس موضوع سے تم اتنا بھاگتی ہو تو تم سے تعاون کروں اسی وقت تم اسی موضوع پر ایسی باتیں کر کے باقی سب کچھ بھلا دیتی ہو۔ تم یوں کرو کہ اس گھر کی دو چار اینٹیں میرے سر پر مار کر یہ قصہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دو۔"

"خدا نہ کرے۔ کون اپنا گھر گراتا ہے۔" میں نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ گھر کب تک تعمیر ہو جائے گا.....؟" شہریار بولا۔

"چند روز اور..... فقط چند ہی روز....."

"اندازاً ڈھائی ماہ....." شہریار نے مسخرے پن سے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"وقت کے اسی فیصلے کا انتظار تو ہے ہمیں۔"

یہ وقت اس گھر کی تعمیر میں ٹھیکیدار کا رول ادا کر رہا ہے نا۔ میرے خیال میں وقت کو ٹھیکہ نہ دو۔ ٹھیکیدار کام ٹھیک نہیں کرتے۔"

"ہم اس تعمیر کے نگراں ہیں شہریار۔"

"اس گھر میں دو ڈربے ضرور بنانے ہیں لبنیٰ۔" شہریار نے کہا

"ڈربے"

"ہاں دو..... ایک ڈربے میں ہم چینی نسل کی مرغیاں پالیں گے دوسرے میں میرا بستر بچھا دیا کرنا علی الصبح اٹھ کر بانگ دیا کروں گا۔ ککڑوں کوں..... ککڑوں کوں....."

"تم غیر سنجیدہ کیوں ہو۔"

"اس لئے کہ تم صرف ذہنی تھکن دور کر رہی ہو۔ ویسے حامد فخری صاحب نے تمہارے لئے پیغام دیا ہے تم سے ملنا چاہتے ہیں کسی وقت مل آنا ان سے فون کر لینا"

"تمہارے ساتھ ہی چلوں گی۔"

"میں اور شہریار حامد فخری صاحب کی کوٹھی پر پہنچے تھے اور حامد صاحب نے بڑے تپاک سے ہمارا استقبال کیا تھا۔ دلاور شیخ کو خصوصی طور پر حامد صاحب نے مدعو کیا تھا۔

"شیخ صاحب اس کامیابی پر تمہیں خصوصی طور پر مبارکباد دینا چاہتے تھے لبنیٰ یہ سن کر وہ بہت حیران ہوئے کہ تم کون ہو۔"

"ہاں لبنیٰ بیٹی۔ بہت بڑے آدمی کی بیٹی ہو تم تو..... میں تو تمہیں پیشکش کرتا ہوں کہ اپنا اخبار نکالو' ملک کا سب سے بڑا اخبار' دس بیس کروڑ خرچ کر دوں گا اس پر۔ ہر سیاہ سفید تمہارا ہوگا۔ ہم مداخلت نہیں کریں گے اس میں تم نے جس طرح ایک بدکردار شخص کے بارے میں لکھا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔"

"صحیح معنوں میں تو آپ نے اس شخص کی نشاندہی کی شیخ صاحب۔ ورنہ شاید اس کے خلاف اس پیمانے پہ کام نہ ہوتا۔"

"بھئی یہ تو میرا فرض تھا....." دلاور شیخ بولے۔

"آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ وہ اتنا بڑا اسمگلر ہے۔" میں نے کہا اور دلاور شیخ ہنسنے لگے۔

"بس بیٹی کون کس سے چھپ سکتا ہے۔ مجھے اس کی ابتدا تک معلوم ہے دس بارہ سال میں وہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا مجھے اس کا سارا کچا چٹھا معلوم ہے۔"

"دس سال سے"

"ارے اس سے بھی پہلے سے۔ پورے خاندان کو جانتا ہوں میں اس کے۔"

"آپ دس سال سے کیوں خاموش تھے شیخ صاحب۔ اس سے قبل آپ نے اس کے بارے میں حکومت کو کیوں نہیں بتایا اس کے ذریعہ ملکی نقصان تو دس سال سے ہو رہا تھا۔"

"وہ بس' کبھی موقع نہیں ملا تھا۔" دلاور شیخ نے بغلیں جھانکتے ہوئے کہا۔

"اور اب وہ آپ کے مقابلے میں الیکشن لڑنے کھڑا ہو رہا تھا۔ آپ کے مفادات مجروح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئے تو آپ کو یہ خیال آیا۔ وطن کے مخلص تو آپ بھی نہ ہوئے شیخ صاحب یہ کیسی بدقسمتی ہے اس ملک کی فخری صاحب ہم جان بوجھ کر انہیں اپنا حکمران بناتے ہیں جو صرف اپنے آپ سے مخلص ہیں اگر الیکشن نہ ہوتے دلاور شیخ کو چودھری صاحب اپنے مضبوط حریف نہ محسوس ہوتے تو نہ ایک اسمگلر کا پتہ چلتا نہ تین قاتل منظرعام پر آتے نہ یہ معلوم ہوتا کہ اسرار حسین اور زاہدہ قتل ہوئے ہیں سب کچھ ٹھیک ہوچکا تھا اور مجرم مطمئن تھے۔ یہ سب کیا ہے فخری صاحب۔ یہ سب کیا ہے۔"

"مجبوری ہے لبنیٰ۔ بس زندگی کا ایک انداز ہے۔ قانون بھی کیا کرسکتا ہے ہمارے پاس جادو کی آنکھیں تو نہیں کہ یہ جرم دیکھ لیں' جو کچھ ہمارے سامنے آتا ہے لایا جاتا ہے ہم اس پر کام کرتے ہیں۔ شیخ صاحب الیکشن میں کھڑے ہو رہے ہیں۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ ان کے خلاف کام کرو۔ اگر کچھ ہے تو خدا کی قسم دلاور شیخ کو بھی اس کوٹھری میں قید کروں گا جس میں چودھری فیاض کو قید کیا ہے۔ موجودہ دور کا یہی ایک انداز ہے۔ تم ہمیں قانونی حکیم کہہ سکتی ہو حکیم نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص کرتا ہے۔ مرض کو سونگھتا ہوا مریض کے گھر نہیں جا پہنچتا۔ مریض کو اس کے سامنے لایا جاتا ہے اس کی تکلیف بتائی جاتی ہے۔ تب حکمت تحریک میں آتی ہے اس کے علاوہ کیا کیا جاسکتا ہے۔"

"کیا جاسکتا ہے فخری صاحب۔ نظریہ حیات میں بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اشد ضرورت ہے وطن کو ٹھیکیداروں کے چنگل سے نکال کر وطن پرستوں کے حوالے کرنا ضروری ہے ورنہ ..... زندہ رہنا ناممکن ہو جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہمیں زمین پیاری ہو نہ زندگی۔" میں نے کہا اور دلاور شیخ کی طرف دیکھا جو خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہے تھے۔ ڈی آئی جی صاحب کی پیشانی شکن آلود تھی۔

○--------☆--------○

شہریار کے اندر نمایاں تبدیلیاں پیدا ہوتی جا رہی تھیں جن کا اظہار اس دن ہوا جب وہ مقررہ وقت پر گرین فاؤنٹین نہیں پہنچا تھا۔ میں نے ساڑھے سات بجے وہیں سے اسے فون کیا تو اس کے ماتحت نے بتایا کہ صاحب ایک میٹنگ میں گئے ہیں آپ کے لئے کہہ گئے ہیں کہ فون آئے تو بتا دوں۔

میں واپس اپنی جگہ آبیٹھی۔ بہت عجیب لگ رہا تھا جب سے باہر سے واپس آئی تھی بس چند ہی روز ایسے گزرے تھے کہ شہریار سے دوری رہی ہو۔ اس کے بعد آندھی ہو یا طوفان سات بجے ہم دونوں یہاں ہوتے تھے میں نے ویٹروں کی آنکھوں میں بھی عجیب سے تاثرات دیکھے تھے وہ سب ہمیں یکجا دیکھنے کے عادی تھے اور آج پہلی بار وہ مجھے تنہا دیکھ رہے تھے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ وہ آج نہیں آئے گا میں نے بھی وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا تھا لیکن اس اعتراف میں بخل سے کام نہیں لوں گی کہ خود کو خالی خالی محسوس کیا تھا اور اعصاب پر بے کلی سی طاری محسوس کی تھی۔ گھر واپس آگئی تھی اور اہل خاندان میں دل بہلانے کی کوشش کرتی رہی تھی پھر بستر پر لیٹ کر غور کرنے لگی تھی شہریار کو آج میں نے صحیح طور پر محسوس کیا وہ زیادہ تر اپنے ذمے داری کے معاملات پر گفتگو کرنے لگا تھا۔ اس نے اپنی گفتگو کا مخصوص انداز بھی ترک کر دیا تھا جس سے مجھ سے شادی کے بارے میں چھیڑ چھاڑ ہوتی تھی میں اسے اس گفتگو پر ڈانٹ دیا کرتی تھی لیکن مشرق کی فطرت میں حجاب ہے کچھ سال دیار غیر میں گزرنے سے خون کے رنگ نہیں بدل جاتے وہاں سے واپس آنے والے جو بدلی ہوئی فطرت کا اظہار کرتے ہیں وہ صرف اداکاری ہوتی ہے خود کو منفرد ظاہر کرنے کے ڈھنگ ہوتے ہیں اور کچھ نہیں مائل آج بھی میرے دل کا حکمران تھا میں اسے یورپ میں بھی نہیں بھولی تھی اور نہ کبھی بھول سکتی تھی۔ آج دل کی دوری اس بات کا پتہ دیتی تھی کہ مجھے اس کی چھیڑ چھاڑ پسند تھی اور اس کا فریب بھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیارہ بجے فون کی گھنٹی بجی اور میں نے تڑپ کر ریسیور اٹھایا گھنٹی کی آواز میں شہریار کی خوشبو آگئی تھی لیکن خود کو سنبھالنا بھی ضروری تھا "ہیلو..... کون.....؟" مجھے خود بھی اس لفظ "کون" کی اضافت کا احساس تھا۔

"شہریار بول رہا ہوں....." مشرقی عورت کی انا ابھر آئی میں بے چینی کا اظہار کیوں کروں یہ کیوں ظاہر کروں کہ میں اس کے فون کی منتظر تھی میں نے خواب آور آواز بنا کر کہا۔

"اوہ! ہیلو شہریار..... کہو سب خیریت ہے؟"

"ہاں ٹھیک ہوں کیا سو گئی تھیں....."

"ہاں آج دفتر میں زیادہ تھک گئی تھی تم بھی مصروف تھے سوچا آج کچھ جلدی سو جاؤں"

"بس آج نہ پہنچ پانے کی معذرت کے لئے فون کیا تھا ایک میٹنگ تھی جس سے ابھی فارغ ہوا ہوں"

"مجھے تمہارے دفتر میں معلوم ہو گیا تھا"

"اوکے آرام کرو.....!" اس نے کہا اور فون بند کر دیا میں ہکا بکا ریسیور کو گھورتی رہ گئی تھی۔ یہ شہریار کی آواز تھی کیا واقعی اس نے اتنی سرد مہری سے فون بند کر دیا تھا یقین نہیں آرہا تھا پچھلے کئی دن ذہن میں دہرائے ایسی کوئی بات تو نہیں ہوئی تھی جو اسے بری لگ گئی ہو دیر تک ریسیور ہاتھ میں لئے غور کرتی رہی تھی پھر ٹھنڈی سانس لے کر بستر پر آلیٹی شہریار ناقابل اعتماد نہیں تھا بالکل نہیں تھا مگر مجھے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگا تھا اتنا برا لگا تھا کہ رات کو ڈھائی بجے تک نہیں سو سکی تھی دوسرے دن نہ اس نے مجھ سے کوئی رابطہ کیا اور نہ میں نے اسے فون کیا۔ مگر شدید ذہنی بوجھ کا شکار رہی فون کی ہر آواز پر لپک رہی تھی مگر کوئی فون اس کا نہیں تھا۔ دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ آج میں کوئی بہانہ کر کے گرین فاؤنٹین جا گول کر جاؤں مگر یہ اظہار ناراضگی ہوتا۔ اس کی بے اعتنائی کی شکایت ہوتی اور یہ کرنے کو جی نہ چاہا تھا البتہ سات بجے گرین فاؤنٹین داخل ہوئی تھی۔

"ہیلو شہریار.....؟"

"ہیلو.....!" اس نے سادگی سے کہا اور میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"سناؤ' راوی چین لکھ رہا ہے آج کل.....؟"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے بہت سے کیس پینڈنگ پڑے ہوئے ہیں انہی پر نگاہ ڈالنے کے لئے ایک میٹنگ ہوئی تھی کل"۔

"کوئی کیس نکالا ہے.....؟"

"ہاں مگر میرے سپرد نہیں کیا گیا" شہریار نے ویٹر کو اشارہ کیا اور کچھ دیر کے بعد چائے آگئی ہم خاموشی سے چائے پیتے رہے دو چار باتیں ہوئیں اور آٹھ بج گئے شہریار کچھ زیادہ ہی اداکاری کر رہا تھا واپسی پر میں شدید غصے کا شکار ہو گئی تھی اور بہت سے منصوبے بنا ڈالے تھے

پھر ان پر عمل کا آغاز بھی ہو گیا دوسرے دن میں نے کہا۔

"دو چار دن شام کو نہیں آسکوں گی گھر والوں کو اصرار ہے کہ کچھ وقت انہیں بھی دوں محسوس نہ کرنا۔"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے میری مصروفیات بھی بڑھ گئی ہیں بعض اوقات آنا مشکل ہو جاتا ہے اور پھر گرین فاؤنٹین میں اب کچھ اکتاہٹ بھی محسوس ہونے لگی ہے وہی در و دیوار ایک ہی ڈائٹے کی چائے.....! ویسے جب بھی ضرورت ہو مجھے فون کر کے بلا لینا۔"

"اوکے" میں نے کہا اور کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی لیکن دل و دماغ بے قابو ہو گئے تھے شہریار کے الفاظ سخت توہین محسوس ہوئے تھے دوسرا دن' تیسرا دن اور پھر چوتھا دن بھی گزر گیا نہ اس نے مجھے فون کیا اور نہ میں نے۔ پانچویں دن دوپہر کو صاحب خان کا فون موصول ہوا۔

"لبنیٰ بی بی ہیں کیا.....؟"

"اوہ..... صاحب خان صاحب....."

"خادم ہی بول رہا ہے"

"کہئے کیسے مزاج ہیں' میں نے پوچھا۔

"بس لبنیٰ بی بی زندگی کا بوجھ گھسیٹ رہے ہیں فلک یار سوسائٹی کے بلاک نمبر آٹھ کوٹھی نمبر بارہ میں آسکتی ہو اس وقت.....؟"

"خیریت.....!"

"ہاں جی بہت بڑا آدمی قتل ہو گیا ہے۔ بڑے آدمیوں کے قتل کا سراغ بڑے لوگ ہی لگا سکتے ہیں۔ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کل یہ کیس کہیں اور جانا ہے اور اس کا قاتل سراغ کے بعد قید نہیں ہو گا اس لئے اپنا فرض پورا کر رہے ہیں تم آکر دیکھ بھال کر لو ورنہ بعد میں تصویروں سے کام چلانا پڑے گا۔"

"میں آرہی ہوں"

"نمبر یاد ہے نا.....؟"

"بالکل!" میں نے جواب دیا کیمرا تیار کیا اور پھر کار لے کر چل پڑی اچانک یاد آیا کہ فلک یار سوسائٹی تو کسی اور تھانے کے علاقے میں آتی ہے' صاحب خاں وہاں کہاں سے پہنچ گیا کچھ دیر کے بعد وہاں پہنچ گئی عالیشان کوٹھی تھی اور باہر غازی عادل محمود کے نام کی خوبصورت پلیٹ لگی ہوئی تھی ایک پولیس کانسٹیبل گیٹ پر موجود تھا صاحب خان نے اسے شاید میرے بارے میں ہدایت کر دی تھی میں کار سے اتری تو اس نے جلدی سے کہا۔

"وہ جی ایس پی صاحب ابھی ابھی آئے ہیں آپ اندر نہ جائیں تو اچھا ہے"

"کون ایس پی صاحب"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"راٹھور صاحب بڑے سخت آدمی ہیں اخبار والوں کو پسند نہیں کرتے یہ انہی کا علاقہ ہے.....؟"

"صاحب خان اندر ہیں.....؟"

"ہاں جی ہیں....."

"ٹھیک ہے میرا جانا ضروری ہے تم اطمینان رکھو" میں نے کہا اور اندر داخل ہوگئی صاحب خان شاید ایس پی صاحب کے آنے سے پہلے کانسٹیبلوں کو میرے بارے میں ہدایت دے چکا تھا اس لئے مجھے موقع پر پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ کمرے میں کام ہو رہا تھا ایک قیمتی کرسی پر ایک معمر آدمی کی لاش نظر آرہی تھی جس کی گردن کٹی ہوئی تھی کسی تیزدھار آلے سے گردن علیحدہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن تھوڑا سا حصہ جڑا رہ جانے کی وجہ سے گردن بائیں شانے پر جا ٹکی تھی۔ فرش پر دور دور تک خون بکھرا ہوا تھا جس کا رنگ وقت زیادہ گزر جانے کی وجہ سے بدل گیا تھا۔ نیچے بچھا ہوا قالین کچھ ایسا تھا کہ خون اس میں جذب نہیں ہوسکا تھا ظاہر ہے نرخرہ کٹا تھا خون کی تعداد اتنی ہی ہونی چاہئے تھی۔

ابھی میں نے اس ماحول پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی تھی کہ ایس پی راٹھور میرے قریب آگئے ان کے چہرے پر سختی کے تاثرات تھے میرے سامنے پہنچ کر وہ بولے "جی فرمایئے"

"سر یہ میرا کارڈ" میں نے جلدی سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر ایس پی صاحب کے سامنے کر دیا۔

"میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں مس لبنیٰ لیکن یہاں آپ کی آمد کا راز جاننا چاہتا ہوں۔ پولیس کو اس قتل کی اطلاع ملے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری آپ کو کیسے پتہ چل گیا؟"

"اوہ سر بس آپ کی دعائیں چاہئیں ہم لوگ واردات کی بو سونگھ لیتے ہیں یہ ہماری روزی ہے سر۔ میں یقین رکھتی ہوں آپ مجھے اس مستعدی کی داد دیں گے۔" میں نے سر خم کرکے کہا۔

"میرے سامنے زیادہ چرب زبانی نہیں چلے گی مس۔ آپ کو واردات کی اطلاع کا ذریعہ بتانا ہوگا۔" اس موقع پر صاحب خان پر نگاہ ڈالنا بھی ان کے لئے مضر ہوسکتا تھا چنانچہ میں نے اس پر توجہ بھی نہیں دی اور کہا۔

"سر آپ مجھے ہیڈ آفس طلب کرکے سارے سوالات کر سکتے ہیں ویسے بھی اعلیٰ افسران سے کچھ رعایتیں حاصل ہیں آپ پسند فرمائیں تو ڈی آئی جی صاحب سے فون کرکے معلومات حاصل کرسکتے ہیں"

"فخری صاحب نے خود قانون میں لاقانونیت شروع کردی ہے' کوئی کیا کر سکتا ہے۔" راٹھور صاحب نے کہا پھر کڑک کر صاحب خان سے بولے "صاحب خان کوئی تصویر اخبار کو نہیں جائے گی تمہارے اوپر ذمہ داری لگائی جاتی ہے اور سنئے مس ابھی ہم اخبار کو کوئی خبر نہیں

دیں گے۔"

"سر جب تک آپ کا حکم نہیں ہوگا اخبار کو کوئی خبر نہیں دی جائے گی۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"یہ بات مجھے ان خاتون سے معلوم کرکے بتایئے کے انہیں واردات کی اطلاع کس نے دی۔ میں چلتا ہوں۔" ایس پی صاحب دروازے کی طرف بڑھے پھر رک کر بولے "موقع نامہ تیار کرکے مجھے رپورٹ کیجئے۔"

"سر لاش اٹھوادی جائے.....؟"

"نہیں آپ میں اس کی تدفین کر دیجئے سینئر آدمی ہو کر آپ ایسی بات کرتے ہیں کمال ہے۔" ایس پی صاحب جلے کٹے لہجے میں بولے اور تیز قدموں سے باہر نکل گئے۔ اب میں نے صاحب خان کے چہرے پر نگاہ ڈالی اس کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا جب اسے یقین ہوگیا کہ ایس پی صاحب چلے گئے ہیں تو وہ سینے پر پھونکیں مارنے لگا۔

"کالے بکرے کا صدقہ دینا پڑے گا بال بال بچا لیا مولا نے ایس پی صاحب کے آنے کی امید نہیں تھی بس وہ ادھر سے گزر رہے تھے کہ پولیس کی گاڑی دیکھ کر رک گئے اور پھر اندر چلے آئے کسی ضروری کام سے جا رہے تھے ورنہ ابھی نہ ٹلتے.....!"

"کیا وہ ہر جگہ کا معائنہ کر چکے.....؟"

"نہیں بس سرسری طور پر لاش دیکھی ہے میں نے کہا نا کہیں جا رہے ہیں مجھے ہدایتیں دے رہے تھے کہ تم آگئیں میرا دم نکل گیا تھا مگر خیر مجھے تم پر اعتماد تھا اب یہ بتاؤ تمہاری آمد کا میں انہیں کیا جواب دوں.....؟"

"کہہ دینا بتانے سے انکار دیا....." میں نے لاپرواہی سے کہا

"بہت دلیر ہو آخر کو رویلہ ہو۔" صاحب خان بولا میں پھر لاش کی طرف متوجہ ہوگئی تھی۔

"یہ لاش.....؟"

"اسی کوٹھی کے مالک غازی عادل محمود کی ہے۔" صاحب خان نے جواب دیا۔

"قتل کافی دیر پہلے ہوا ہے۔"

"ہاں اندازہ ہے کہ علی الصبح فجر کے وقت.....!!"

"اطلاع اتنی دیر میں ملی.....؟"

"کمرہ اندر سے بند تھا اور گھر میں کوئی ذمہ دار نہیں تھا اہل خانہ کسی تقریب میں گئے ہوئے تھے گھر میں صرف نوکر تھے اور انہیں ہدایت ہے کہ جب تک غازی صاحب کسی کو خود طلب نہ کریں کوئی ان کے کمرے میں نہ جائے وہ بے خوابی کے مریض تھے اس لئے کوئی یہ سچ کر انہیں نہیں جگاتا تھا کہ نہ جانے وہ کب سوئے ہوں ڈاکٹر کی بھی یہی ہدایت تھی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آپ نے نقشہ واردات بنالیا.....؟"

"ہاں دیر سے کام ہو رہا ہے"

"بیانات وغیرہ....."

"وہ ابھی نہیں لیے.....؟"

"میں کچھ تصویریں بنالوں.....؟"

"ایک منٹ رک جاؤ" صاحب خان نے کہا اور پھر ایک کانسٹیبل کو آواز دے کر ایس پی صاحب کے بارے میں پوچھا۔

"جی سر وہ چلے گئے.....؟"

"گاڑی گیٹ سے نکل گئی....."

"جی سر.....!!"

"ٹھیک ہے جی بسم اللہ کرو" صاحب خان بھی مزے دار آدمی تھا میں نے مقتول کی تصویریں بنائیں عمر رسیدہ لیکن بہترین صحت کا مالک تھا ہر زاویے سے اس کی تصویریں بنا کر میں نے اردگرد کے ماحول کی تصویر کشی کی۔ کمرے کے سامان میں بے ترتیبی تھی کئی چیزیں لڑھکی پڑی تھیں پھر میں نے اس دوسرے دروازے کو دیکھا جو بند تھا۔

"یہ دروازہ ہے"

"باہر جانے کا دوسرا راستہ ہے قاتل اسی راستے سے اندر داخل ہوا اور اسی سے باہر نکل گیا مگر سامنے والد دروازہ ہی استعمال میں رہتا ہے اور سب ادھر سے ہی آتے جاتے ہیں اس لئے اس طرف توجہ نہیں ہوئی کسی کی۔" میں نے کچھ پوائنٹس نوٹ کئے پھر خان سے بولی۔

"جی خان صاحب مگر آپ اب مطمئن ہوں تو آگے کا کام ہو جائے ویسے آپ یہاں کب پہنچے۔"

"کوئی دو گھنٹے ہو چکے ہیں ویسے یوں کرو تم نے لاش کی پوزیشن دیکھ لی ہے تصویریں بنالی ہیں میں سول اسپتال فون کر کے لاش اٹھوادوں اس کے بعد باتیں کریں گے۔"

"جیسا آپ پسند کریں" میں نے دلچسپی سے کہا اور صاحب خان مصروف ہو گیا اس نے اپنے ماتحتوں کو کچھ ہدایات دیں اس دوران میں عادل محمود۔" کی لاش کو قریب سے دیکھنے لگی بڑی پروقار شخصیت تھی گو قتل انتہائی وحشیانہ انداز میں کیا گیا تھا اور گردن تقریباً" الگ ہی ہو گئی تھی لیکن چہرے پر کرب کی کیفیت نہیں تھی یوں لگتا تھا جیسے انہوں نے موت کی اس اذیت کو خندہ پیشانی سے قبول کر لیا ہو۔ اس کے علاوہ جسم پر شب خوابی کا باقاعدہ لباس تھا چہرہ کلین شیو تھا' پیشانی کشادہ بدن سے کسی اچھے سینٹ کی بھینی بھینی خوشبو ابھی تک آ رہی تھی اس تمام کیفیت سے میں نے اندازہ لگایا کہ عادل محمود صاحب ان دولت مندوں میں سے نہیں تھے جو راتوں رات امیر بن جاتے ہیں اور ان کی اصلیت کی چھاپ کبھی ان کے چہروں سے نہیں اترتی۔

ایسے شخص کو نہ جانے کس وحشی نے اس درندگی سے قتل کر دیا۔

جائے واردات کا پورا نقشہ بن چکا تھا اب ایمبولینس آنے کا انتظار تھا۔ صاحب خان میری طرف متوجہ ہو گیا "اس وقت موقع اچھا ہے تم اگر کوئی تلاشی لینا چاہو تو لے سکتی ہو۔"

"اس کمرے کی.....؟"

"ہاں..... پوری کوٹھی کی تو مشکل ہے"

"میں نے کمرے کا جائزہ لے لیا ہے خان صاحب ظاہر ہے سامان کو الٹ پلٹ نہیں کیا جاسکتا ویسے کچھ کیفیات متضاد ہیں۔"

"کیا.....؟"

"یہ الٹی ہوئی میز' گرا ہوا گلدان اور یہ ایش ٹرے۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں جدوجہد ہوئی ہے لیکن لاش جس انداز میں کرسی پر ہے وہ الگ ہے۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ مردہ جسم کو قتل کے بعد کرسی پر بٹھایا گیا ہے کیونکہ خون جس انداز میں قالین پر بکھرا ہوا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ قتل اسی جگہ ہوا ہے اور لاش کو کہیں اور سے اٹھا کر یہاں نہیں لایا گیا۔"

صاحب خان کے چہرے پر عجیب طرح کے آثار پھیل گئے اس نے میری باتوں پر غور کیا پھر گھوم گھوم کر چاروں طرف دیکھنے لگا اور پھر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا میں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور بولی کیا ہوا خان صاحب.....؟"

"اوہ ٹھیک ہے بھئی دور ہی تم لوگوں کا ہے جب زمین کے راکٹ چاند ستاروں پر اترنے لگے ہیں تو ان باتوں کو بھی ماننا پڑے گا کہ قاتل نے کیا کیا اور کیا نہ کیا۔ ہم تو ایک بات جانتے ہیں ایک کمین مردود قاتل نے ایک شریف آدمی کا خون کر دیا وہ سسرا کون ہے اور کدھر ہے پکڑو اور سزا دلوادو اس نے کیا کیا اور کیسے کیا یہ وہ خود ہی بتائے گا۔"

"یہ بھی تو آسان نہیں ہوتا' خان صاحب جدید دور کے جرائم عوامل اور نفسیات کے تابع ہوتے ہیں اور قاتل کے طریق کار سے ہم اس کی نفسیات کا تعین کرتے ہیں اس طرح اسے پکڑنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔"

"برا مت ماننا میری بہن اتنا ٹائم ہوتا تو پندرہ دن کی چھٹی لے کر مری کی سیر نہ کر آتے گھر والی کئی سال سے کہہ رہی ہے فرصت کا بھی تو مسئلہ ہے۔"

"مگر اس جلد بازی میں آپ قاتل کو کیسے تلاش کریں گے۔"

"او ہماری بات نہ کرو..... ہم سے کہو تو ابھی آدھے گھنٹے میں دو چار قاتل اسی کوٹھی سے برآمد کر دیں ان میں سے ایک نہ ایک اقبال جرم کر لے گا یہ ہمارا دعویٰ ہے۔"

"نہیں خان صاحب ایک بے گناہ کی زندگی کا کیا حساب دینا پڑے گا روز قیامت کو اس کا اندازہ ہے آپ کو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ڈراؤ..... ڈراؤ قیامت سے ہماری بھی تو زبان ہے ہم نہیں کہیں گے کہ اللہ میاں کون پولیس میں نوکری کرنا چاہتا تھا کوئی چانس ہی نہ ملا تو کیا کرتے" صاحب خان نے کہا ایمبولینس کی آمد کی اطلاع ملی اور کچھ دیر کے بعد لاش اٹھوادی گئی پولیس نے ضروری کاروائی کے بعد کمرہ سیل کردیا اور ایک کانسٹیبل وہاں تعینات کر دیا گیا پھر ہم باہر نکل آئے۔

"اہل خانہ کے بارے میں تفصیل ملی.....؟"

"ہاں شاید ایک بیگم صاحبہ ہیں باقی ملازم۔"

"کوئی اولاد وغیرہ.....؟"

"ابھی تک پتہ نہیں چل سکا.....!"

"اب کیا کریں گے آپ.....؟"

"آؤ اب ذرا بیگم صاحبہ کا دیدار کرلیں" صاحب خان نے کہا اور پھر باہر نکل کر ایک طرف چل پڑا اس نے راٹھور صاحب کی میرے سلسلے میں بے بسی کا اندازہ لگالیا تھا اس لئے شیر ہوگیا تھا بیگم صاحبہ کا کمرہ قریب تھا اور ملازم باہر کھڑے ہوئے تھے ایک ملازم نے کہا۔

"بیگم صاحبہ بے ہوش ہیں ڈاکٹر صاحب نے شور مچانے سے منع کر دیا ہے۔"

"کہاں ہیں ڈاکٹر صاحب۔"

"اندر موجود ہیں۔" صاحب خان مجھے اشارہ کرکے اندر داخل ہوگیا ایک قیمتی بستر پر ایک پیکر حسن و جمال محو خواب تھا۔ بیگم صاحبہ کی عمر اچھی خاصی تھی مگر اس عمر میں بھی قابل دید تھیں۔ ان کا چہرہ دھلے لٹھے کی طرح سفید پڑا ہوا تھا آنکھیں بند تھیں ڈاکٹر شاید صاحب خان کا شناسا تھا دونوں نے سلام دعا کی پھر ڈاکٹر نے کہا۔

"اس وقت ان کا ہوش میں آنا مشکل ہے بلڈ پریشر خطرناک حد تک لو ہے میں نے تین انجکشن دیئے ہیں۔"

"کب تک بیان دینے کے قابل ہو جائیں گی۔"

"وقت لگے گا خان صاحب آپ آج یہ ارادہ ملتوی کردیں۔"

"آپ ان کے فیملی ڈاکٹر ہیں' شیر علی صاحب.....؟"

"نہیں بھئی اس فیملی کو ڈاکٹر کی ضرورت نہیں تھی۔ بڑے خوش و خرم لوگ تھے بے چارے میرا گھر بھی یہاں سے قریب ہے سلام دعا بھی تھی اور ملنا ملانا بھی مگر ایک ڈاکٹر کی زیادہ تر ملاقاتیں اپنے مریضوں سے ہی رہتی ہیں بس سرراہ ملاقات تھی عادل صاحب سے۔"

"ہوں تب آپ اس خاندان کے بارے میں کچھ بتا سکیں گے۔"

"میرے ان الفاظ سے آپ نے یہ اندازہ لگایا ہے" ڈاکٹر شیر علی نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"نہیں میرا مطلب ہے کہ آپ کی مسز سے تو محلے داری ہوگی آنا جانا ہوگا۔"

"جی نہیں میں شادی شدہ نہیں ہوں" ڈاکٹر شیر علی نے کہا۔

"ارے اوہ اچھا۔ شادی کیوں نہیں کی آپ نے.....؟" خان صاحب نے پوچھا

"دوچار قتل کرنے کا ارادہ تھا سوچا پہلے اس کام سے فارغ ہو جاؤں پھر شادی کے بارے میں سوچوں گا" ڈاکٹر نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا

"ارے اوہو' ناراض ہوگئے آپ تو ڈاکٹر صاحب"

"اجازت چاہتا ہوں میری ہدایت ہے کہ آپ انہیں جگانے کی کوشش نہ کریں ایسی صورت میں دماغی توازن خطرے میں پڑ سکتا ہے۔"

"کس کا.....؟" صاحب خان نے چونک کر پوچھا اور ڈاکٹر شیر علی جھلائے ہوئے انداز میں اپنا بیگ سنبھالنے لگا پھر وہ مشکوک نظروں سے بیگم صاحبہ کو دیکھنے لگا پھر سرگوشی کے انداز میں بولا "لگتی تو بے ہوش ہی ہیں تمہارا کیا خیال ہے.....؟"

"افوہ آپ کو اندازہ نہیں ہو رہا۔ آیئے باہر آیئے" میں نے کہا اور دروازے کی طرف پلٹ پڑی صاحب خان میرے ساتھ باہر آگیا تھا ملازم اب بھی وہیں کھڑے ہوئے تھے جن کی تعداد کافی تھی۔

"ارے تم میں سے غازی صاحب کے رشتے دار کون کون ہیں.....؟"

"ہم سب ان کے ملازم ہیں صاحب.....!" ایک ادھیڑ عمر ملازم نے کہا اور صاحب خان اسے بغور دیکھنے لگا پھر بولا اوئے حلئے سے تو مالک لگتا ہے اس کوٹھی کا۔ یہ بوسکی کا کرتا کہاں سے آیا تیرے پاس.....؟" صاحب خان نے اس کے کرتے کو ہاتھ سے پکڑتے ہوئے کہا۔

"مالک کی اترن ہے صاحب.....!" ملازم بولا۔

"ہوں..... کس نے قتل کیا ہے غازی صاحب کو.....؟" صاحب خان نے ایک ایک کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور ملازم خوفزدہ نظر آنے لگے۔

"ہم تو مالک کے کتوں کی طرح وفادار تھے صاحب" اس ملازم نے کہا۔

"او تو لیڈر ہے ان کا خود ہی بولے جا رہا ہے کسی اور کو بولنے دے۔ کوئی خطرہ لگتا ہے تجھے ان کے بولنے سے ایں۔ کیا نام ہے تیرا.....؟"

"تفضل حسین.....؟"

"ادھر آجا بیٹا..... آ..... آگے آجا..... تم سب لوگ یہاں رکو تم سب کے بیان ہوں گے۔"

"جی صاحب....." تفضل حسین آگے بڑھ آیا۔ صاحب خان مجھے اشارہ کرکے خود بھی اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا۔ میری ذہنی کیفیت بڑی عجیب ہو رہی تھی یہ جو کچھ ہو رہا تھا میرے لئے ناقابل یقین تھا۔ اس طرح تو واقعی صاحب خان جس سے چاہتا اقبال جرم کرا سکتا تھا ان حالات کو اس سے زیادہ برداشت کرنا میرے بس سے باہر تھا۔ صاحب خان نے ملازم کو کڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نظروں سے گھورتے ہوئے کہا

"ہاں میاں کیا قصہ ہے.....؟"

"میں کیا بتا سکتا ہوں جناب۔"

"اوتو تو ایسا بتائے گا میاں کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ جائیں گے۔ پوچھو اس سے بی بی، کچھ پوچھو" صاحب خان نے کہا۔

"تفضل گھبرانے کی ضرورت نہیں جو پوچھا جائے اسے سوچ سمجھ کر بتاؤ۔ تم بیشک ایک وفادار انسان لگتے ہو اپنے مالک کے قاتلوں کی نشاندہی کرنا تمہارا فرض ہے کتنے عرصے سے تم یہاں نوکری کر رہے ہو.....؟"

"چار سال سے زیادہ ہوگئے بی بی صاحب"

"غازی صاحب کے کتنے بچے ہیں.....؟"

"رافعہ بی بی ان کی اکلوتی بیٹی ہیں۔"

"وہ کہاں ہیں نظر نہیں آئیں....."

"پہاڑ پر گئی ہوئی ہیں اپنی دوستوں کے ساتھ۔"

"کہاں.....؟"

"مری"

"ان کا پتہ موجود ہے.....؟"

"بیگم صاحبہ کے پاس ہے فون نمبر بھی ہے ان کا.....!"

"تمہیں معلوم ہے.....؟"

"نہیں بی بی جی.....؟"

"ہاں اب پورا واقعہ دوہرا جاؤ۔"

"بی بی جی صاحب کو سوتے ہوئے بہت دیر ہوگئی تھی بیگم صاحبہ شادی میں گئی ہوئی تھیں جب زیادہ وقت گزر گیا تو ہم پریشان ہوگئے صاحب دیر تک ضرور سوتے تھے مگر اتنی دیر بھی نہیں پھر بھی کریم نے بیگم صاحبہ کو فون کردیا اور بیگم صاحبہ نے کہا کہ وہ ابھی آرہی ہیں پھر بیگم صاحبہ آگئیں۔ صاحب کا دروازہ زور زور سے بجایا گیا جب جواب نہ ملا تو بیگم صاحبہ پچھلے دروازے کی طرف جھانکیں یہ دروازہ بند رہتا ہے صاحب مگر یہ کھلا ہوا ملا اور ..... اور میں خود بھی بیگم صاحبہ کے ساتھ اندر داخل ہوگیا اور صاحب ..... بیگم صاحبہ کی زوردار چیخ سنائی دی وہ بے ہوش ہو کر گر گئیں۔ سارے نوکر اندر آگئے جبار اور فریدہ بیگم صاحب کو کمرے میں لے گئے کریم نے پولیس کو فون کر دیا اور پولیس آگئی۔"

"ہوں بیگم صاحبہ کس کی شادی میں گئی تھیں.....؟"

"صاحب کے ایک دوست ہیں یونس علی صاحب ان کی بیٹی کی شادی ہے۔"

"غازی صاحب اس شادی میں نہیں گئے؟"

"آج جانا تھا صاحب، کل تو مہندی تھی بیگم صاحبہ مہندی میں شریک ہونے گئی تھیں، آج بھی انہیں وہاں رہنا تھا کل واپس آتیں۔"

"یونس علی صاحب کے ہاں خبر دے دی گئی.....؟"

"نہیں بی بی جی.....!"

"بیگم صاحبہ اس وقت سے بے ہوش ہیں.....؟"

"جی بی بی صاحب"

"ڈاکٹر کو کس نے بلایا تھا.....؟"

"میں نے.....؟" تفضل حسین نے بتایا۔

"بیگم صاحبہ کس کے ساتھ شادی میں گئی تھیں.....؟"

"اکیلی ..... ڈرائیور ہاشم چچا کے ساتھ۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔" میں نے کہا اور پھر صاحب خان سے بولی۔ اس وقت تمام ملازموں کے بیانات لینا مشکل ہوگا خاں صاحب ہم ذرا اس پچھلے دروازے کا جائزہ لے لیں تو مناسب ہوگا۔"

"ٹھیک ہے لبنیٰ جی۔ جو تمہاری مرضی آئے کرو ہمیں کونسا یہ کیس کرنا ہے تمہارا کام تم نمٹو.....!" صاحب خان نے بیزاری سے کہا اور میں نے ایک بار پھر ملازم تفضل حسین کو قریب بلالیا۔

"ہمیں پچھلے دروازے کی طرف لے چلو۔" عمارت کے عقبی حصے میں یہ دروازہ کھلتا تھا اور اسی طرف کوٹھی کا پچھلا دروازہ بھی تھا جس سے کوٹھی سے باہر جایا جاسکتا تھا وہ دروازہ اندر سے بند تھا اور اس میں تالا پڑا ہوا تھا۔

"یہ تالا اسی طرح پڑا رہتا ہے۔"

"جی.....!"

"چابی کس کے پاس ہے.....؟"

"بیگم صاحبہ کے پاس۔"

"واردات کے بعد یہ تالا اسی طرح بند تھا یا بعد میں بند کیا گیا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں جی یہ تو ہمیشہ اسی طرح پڑا رہتا ہے بہت عرصے سے نہیں کھلا۔" تفضل حسین نے بتایا اور صاحب خان نے میرے کان کے قریب منہ لاکر سرگوشی کی۔

"قاتل باہر سے کہاں آیا لبنیٰ جی اس نے اندر ہی اندر اپنا کام کیا اور اب اوپر سے پولیس کو بیان دے رہا ہے۔"

"خدا سے ڈریں خاں صاحب بغیر کسی ثبوت اور شہادت کے آپ یہ بات کیسے کہہ سکتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں؟" میں نے کہا اور صاحب خاں برا سا منہ بنا کر خاموش ہو گیا اسی وقت ایک اور ملازم نے قریب آکر کہا "صاحب جی آپ کا فون آیا ہے"

"اوہو..... اچھا کہاں ہے.....؟" صاحب خان نے مسخرے پن سے کہا اور ملازم نے ایک طرف اشارہ کر دیا۔ میں بھی صاحب خان کے ساتھ چل پڑی تھی ایک کمرے میں فون کا ریسیور کریڈل سے نیچے اترا رکھا تھا صاحب خان نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا لیا۔ "ہاں جی..... یس سر..... خود ہی بول رہا ہوں' بس سر' جی سر..... موجود ہیں جی رپورٹنگ کر رہی ہیں۔ جی سر' ہمارا کیا قصور جی آپ افسر ہیں آپ ہی روک تھام کر سکتے ہیں ہاں جی نہیں جی ہم کون ہوتے ہیں۔ ہاں جی..... بیان لے رہے ہیں جی لاش بھجوادی ہے۔ یس سر..... یس سر....." صاحب خان نے فون رکھ دیا میں نے اندازہ لگالیا کہ ایس پی راٹھور صاحب کا ہی فون ہو سکتا ہے۔ صاحب خان گہری گہری سانس لے رہا تھا۔

"مسٹر راٹھور.....؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں ایس پی صاحب دل پر لے گئے ہیں۔ تمہارے بارے میں پوچھ رہے تھے کہنے لگے کوئی تصویر مت لینے دینا یہ بھی کہنے لگے کہ اخباری نمائندوں پر پابندی لگنی چاہئے پھر بولے یہ کیس اسپیشل برانچ کے پاس نہیں جانا چاہئے کمال کے آدمی ہیں تمہیں معلوم ہے پچھلے دنوں وہ شہریار کے پیچھے پڑے رہے ہیں۔"

"کیا مطلب.....؟"

"او نہیں معلوم..... شہریار کو وہ اپنی ماتحتی میں لینا چاہتے تھے بڑی کوششیں کی ہیں انہوں نے۔"

"ارے' مجھے نہیں معلوم" میں نے حیرت سے کہا۔

"بات بہت اوپر تک لے گئے تھے مگر خدا بھلا کرے فخری صاحب کا انہوں نے سنبھال لیا البتہ ہمارا ٹرانسفر اس علاقے میں ہونے سے نہ رک سکا۔"

"ہوں....." میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا شہریار کی کیفیت کچھ اور پراسرار ہو گئی تھی اسے کیا ہوا آخر کہیں مجھ سے بدظن تو نہیں ہو گیا مگر کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی بہرحال صاحب خان کے ساتھ کچھ وقت اور گزارا اور پھر وہاں سے چل پڑی۔ عادل محمود صاحب کا قتل ابھی کوئی خاص حیثیت نہیں اختیار کر سکا تھا لیکن مجھے شہریار کے سلسلے میں اختلاج ہو رہا تھا یہ سب کچھ کیوں شروع ہو گیا۔ دوسرے دن کے اخبارات میں اس قتل کی خبر بڑی تفصیل سے چھپی تھی صرف میرے اخبار میں کچھ نہیں تھا مجھے اس بات پر بہت غصہ آیا میں نے ایس پی راٹھور کے نمبر تلاش کئے اور کچھ دیر کے بعد ان سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہیلو..... کون ہے..... کیا بات ہے....."

"میرا نام لبنیٰ غضنفر ہے ایس پی صاحب"

"ہوں پھر میں کیا کروں.....؟"

"کل آپ نے مجھے اس قتل کی خبر کی رپورٹنگ سے منع کیا تھا آپ نے کہا تھا کہ یہ خبر ابھی اخبارات کو نہیں دی جائے گی لیکن آج کے اخبارات میں پوری خبر موجود ہے۔"

"بعد میں فیصلہ بدل دیا۔"

"ایس پی صاحب میرا نام لبنیٰ غضنفر ہے ذہن میں اتار لیں.....!" میں نے کہا اور فون بند کر دیا' شدید غصہ آرہا تھا اصل جھنجھلاہٹ شہریار پر تھی اس پر کیوں دیوانگی طاری ہو گئی تھی صاحب خان کو فون کیا اور وہ مل گیا۔

"صاحب خان صاحب کیا حال ہے.....؟"

"ہم نے کہا تھا نا بی بی بات بڑے آدمیوں کی ہے اونچی جائے گی۔ ڈی آئی جی صاحب خود وہاں پہنچے تھے اور حالات کے پیش نگاہ کیس اسپیشل برانچ کو دے دیا گیا۔

"اوہ..... کسے مقرر کیا گیا.....؟"

"کیا بات ہے شہریار ملا نہیں کیا اس وقت ڈی آئی جی کے پاس ایک ہی سپرمین ہے۔"

"کیس شہریار کو مل گیا.....!"

"ہاں جی پکا۔ ابھی کچھ دیر کے بعد میرے پاس تفصیل لینے آنے والا ہے۔ ویسے ہمارے ساتھ بری ہو گئی لبنیٰ ہمارا کام کر سکتی ہو"

"ضرور حکم دیجئے.....؟"

"فخری صاحب سے آج کل تمہاری گاڑھی چھن رہی ہے' ہمیں واپس ہمارے علاقے میں ٹرانسفر کرادو' یہ جگہ تو اپنے لئے ذلت کی جگہ ہی ثابت ہو گی' کیونکہ یہاں جتنے کیس ہوں گے' وہ سارے کے سارے بڑے لوگوں کے ہوں گے اور بہت بڑے لوگوں کے کیسوں میں بہت بڑے لوگ مداخلت کرتے رہے ہیں اور ہوتا وہی ہے جو بڑے لوگوں کی خواہش ہوتی ہے' اب تم ہی بتاؤ' ہم یہاں کیا جھک ماریں گے اپنا علاقہ ٹھیک تھا' وارداتیں بھی ہوتی تھیں' قتل بھی ہوتے تھے' ڈاکے بھی پڑتے تھے' صحیح آدمیوں کو پکڑ لیا کرتے تھے اور دو چار کیس نمٹا ہی لیا کرتے تھے مگر ادھر تو بس فٹ بال کی طرح ککیں لگتی رہا کریں گی' کیا خیال ہے.....؟"

"صاحب خان اگر واقعی آپ سنجیدہ ہیں اس مسئلے میں تو مجھے جیسے ہی موقع ملے گا' بات کراؤں گی فخری صاحب سے' درحقیقت وہ مجھ پر بہت مہربان ہیں اور میرے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں۔"

"بالکل سنجیدہ ہیں لبنیٰ جی' جب بھی موقع ملے' یہ کام کر لینا ویسے ذرا کچھ عجیب سا لگ رہا ہے' شہریار نے تمہیں یہ بات نہیں بتائی کہ ایس پی راٹھور کس طرح اس کے پیچھے لگ گئے تھے.....؟"

"نہیں مجھ سے تذکرہ نہیں ہوا۔" میں نے کہا اور اس کے بعد فون بند کر دیا۔ میں کافی دیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تک گہری سوچ میں ڈوبی رہی تھی' شہریار کا مسئلہ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ غصہ بھی آرہا تھا۔ اس پر اور تھوڑی سی پریشانی بھی تھی۔ کم از کم وہ بات تو پتہ چل جائے جس کی وجہ سے اس نے یہ رویہ اختیار کیا ہے' اندر سے ایک جنون بھی سرابھار رہا تھا' اگر وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے تو ظاہر ہے میرے لئے کیا حیثیت رکھتا ہے' لیکن وہ ایسا تھا نہیں یقیناً" کوئی بہت ہی سنجیدہ مذاق ہے یہ' تاہم سراغ لگانا ضروری تھا' بے چینی کو پالنے سے کیا فائدہ بہت دیر تک سوچتی رہی اور اس کے بعد ایک ہمت کر ڈالی۔ ڈی آئی جی فخری صاحب کو فون پر تلاش کیا تھا' لیکن وہ فون پر نہیں مل سکے' تب ان کی تلاش میں ہیڈ آفس چل پڑی' بہت دیر تک ان کا انتظار کرنا پڑا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی جیپ اپنی آنکھوں سے آتے ہوئے دیکھی اور اس کے بعد ان کے سامنے پہنچ گئی' بلاشبہ بے حد مہربان انسان تھے مجھے دیکھتے ہی میری جانب متوجہ ہوگئے' اشارے سے اپنے پاس بلایا' اور بولے۔

"اوہو لبنیٰ بیٹی' کہو کیا حال ہیں تمہارے' آج کل تمہارا کالم کچھ پھیکا پھیکا جارہا ہے' خیریت تو ہے.....؟"

"جی سر' بس کوئی بہتر موقع ملا تو یقینی طور پر اس میں بھی زندگی پیدا ہو جائے گی....."

"بھئی بڑے قائل ہیں ہم تمہارے۔ غضنفر صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی ابھی دو چار دن پہلے' ہم نے ان سے بڑی تعریفیں کی ہیں تمہاری مبارکباد بھی دی ہے' کہہ رہے تھے کہ انہوں نے تمہیں ذاتی اخبار کی پیش کش کی ہوئی ہے' مگر تم قبول نہیں کر رہیں اور ابھی تجربہ حاصل کر رہی ہو' میرا بھی یہی مشورہ ہے' اپنا اخبار ابھی مت نکالنا' ورنہ تمہارے قلم کی روانی میں فرق آجائے گا۔ بہت شاندار جارہی ہو آؤ بیٹھو' میرے ساتھ ایک پیالی چائے پیو' مجھے بڑی خوشی ہوگی" انہوں نے اتنے خلوص سے کہا کہ میں انکار نہ کرسکی ویسے بھی رواداری کی بات نہیں معلوم ہوتی تھی' ان کے شاندار آفس میں بیٹھ کر ان کے ساتھ چائے پیتے ہوئے میں نے کہا۔

"سر' کچھ ایسی باتیں عرض کرنا چاہتی ہوں جو اپنے کالم میزان میں نہیں لکھ سکتی' کیونکہ اس طرح کچھ لوگوں کے رسوا ہونے کا خطرہ ہے' سر آپ کے سامنے بے تکلفی سے یہ الفاظ اس لئے ادا کر رہی ہوں کہ آپ انہیں سن لیا کرتے ہیں....."

"ہاں ہاں کہو' بے دھڑک کہو' کہو کیا بات ہے.....؟"

"سر یہاں ایک کرائم رپورٹر یا صحافی کو ایک ادنیٰ درجے کا فرد سمجھا جاتا ہے' خاص طور سے پولیس کا رویہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے اور کسی انشورنس ایجنٹ کی طرح اس کی بے عزتی کر دی جاتی ہے' بالکل ایسے ہی جیسے وہ کسی کا زبردستی بیمہ کرنا چاہتا ہو' میں خصوصی طور پر اس کی شکایت آپ سے کر رہی ہوں کہ اگر کہیں کسی مسئلے میں' میں کام کرنے جاتی ہوں تو اعلیٰ افسران بہت ہی حقارت آمیز سلوک کرتے ہیں اور میرا راستہ روک دیتے ہیں جس کا واضح

ثبوت آج کے اخبارات ہیں' آج کے اخبارات میں ایک قتل کی خبر چھپی ہوئی ہے' یعنی غازی عادل محمود کے قتل کی خبر' اتفاق سے میری ایک رپورٹر نے مجھے اس کے بارے میں اطلاع دے دی چنانچہ میں وہاں پہنچ گئی۔ انسپکٹر صاحب خان بھی وہاں موجود تھے' ایس پی راٹھور نے میرے ساتھ انتہائی سخت سلوک کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس طرح پولیس کے معاملات میں اپنی ٹانگ نہیں اڑانی چاہئے' ایک اخباری نمائندے کو یہ اختیارات حاصل نہیں ہوتے کہ وہ پولیس کے معاملات میں گھس جائے' اس کے ساتھ ہی انہوں نے مجھے سختی سے ہدایت کی کہ میرے اخبار میں اس سلسلے میں کوئی خبر نہیں آنی چاہئے کیونکہ میں پولیس کے کسی کام میں رکاوٹ پیدا کرنا نہیں چاہتی تھی' بعد میں سب اخباروں کو وہ خبر دے دی گئی اور میں نے ایس پی صاحب کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اپنے اخبار کو وہ خبر نہیں دی۔ کیا ایسے معاملات کا کوئی حل ہے جناب.....؟"

"میرا خیال ہے لبنیٰ میں نے آپ کو ایک خصوصی اختیار دیا تھا کہ آپ کسی بھی وقت کسی بھی لمحے اپنی کارکردگی کے سلسلے میں پولیس کے ساتھ شامل ہوسکتی ہیں۔ میں اس بات کو پوری طرح تسلیم کرتا ہوں کہ بیرونی دنیا میں پولیس اور اخباری نمائندوں کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے اور وہ بعض معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر کام کر لیا کرتے ہیں بہرحال میں ایس پی راٹھور کو بذات خود سمجھادوں گا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کو ایک خصوصی کارڈ ایشو کر دیا جائے گا محکمہ پولیس کی جانب سے' جس کے تحت آپ ہر اس جگہ جاسکتی ہیں' جہاں جانے کی اجازت ہو۔ میرا مطلب ہے بعض جگہیں ایسی ہوتی ہیں جہاں خصوصی سیکورٹی کی وجہ سے تمام لوگوں کو روک دیا جاتا ہے ان کے علاوہ ہر جگہ آپ اپنا کام کرسکتی ہیں' اور یہ سب کچھ غیر قانونی نہیں ہوگا' یہ ہمارے قانون میں موجود ہے' میں کوئی انوکھا کام نہیں کروں گا' بہرحال آپ سے معذرت آپ تو ہمارے لئے ایک قیمتی سرمایہ ہیں' میری نگاہوں سے وہ معاملات چھپے ہوئے نہیں جن میں آپ نے پولیس کی بھرپور مدد کی ہے۔"

ڈی آئی جی کے ان الفاظ نے مجھے مسرور کر دیا تھا۔ میں نے ان کا بے حد شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد ان کے ساتھ ایک کپ چائے پی اور پھر ان سے رخصت ہو کر باہر نکل آئی۔ ڈی آئی جی صاحب نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ یہ کارڈ میرے آفس پہنچادیا جائے گا۔ بہرطور ذہن پر ایک سرور کن کیفیت طاری ہوگئی تھی' اس کے بعد میری کار اس جانب دوڑنے لگی جہاں عادل محمود صاحب کی کوٹھی تھی۔ میں اب اپنے طور پر زیادہ پراعتماد ہو کر کام کرنا چاہتی تھی۔

میرا اندازہ درست نکلا۔ ہرچند کہ اس سلسلے میں' میں نے فخری صاحب سے یونہی پوچھا تھا کہ یہ کیس کیا شہریار کو دیدیا گیا ہے صاحب خان کا بتانا ہی کافی تھا لیکن یہاں آتے ہوئے میرے دل میں خیال ضرور آیا تھا کہ ہوسکتا ہے شہریار وہاں مل جائے۔ پولیس جیپ ادھر نظر آرہی تھی۔ جو کانسٹیبل ڈیوٹی پر تھے وہ مجھے پہچانتے تھے اس لئے مجھے اندر جانے سے نہ روکا گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں کوٹھی میں داخل ہوگئی۔ شہریار کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ جائے واردات کا معائنہ کر رہا ہے۔ میں نے اس طرف کا رخ نہیں کیا بلکہ اندرونی حصے کی طرف چل پڑی اور پھر بیگم صاحب کے کمرے کے قریب پہنچ گئی۔ اندر داخل ہونے میں مجھے کوئی دقت پیش نہیں آئی تھی۔ اندر دو خواتین موجود تھیں ایک بیگم غازی عادل محمود اور دوسری ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی، جس کی آنکھیں رونے کی وجہ سے سوجی ہوئی تھیں لیکن میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا۔ یہ لڑکی' یہ چہرہ میرا شناسا تھا۔ لندن میں ویسے چند سال قبل میرا اس کا گہرا ساتھ رہا تھا۔ وہ میرے شہر کی تھی بغرض سیاحت وہاں آئی تھی اور ہم شہر ہونے کی وجہ سے اس سے میری گہری دوستی ہوگئی تھی۔ ہم نے کئی دن ساتھ گزارے تھے اور اس کا نام رافعہ محمود تھا۔ رافعہ محمود۔ یقیناً عادل محمود کی بیٹی تھی۔ اس نے مجھے فوراً پہنچان لیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوئے۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی اور اس نے حیرانی سے کہا۔

"لبنیٰ..... تم....."

"اوہ' رافعہ میرے خدا..... میرے خدا..... غازی عادل محمود..... تمہارے..... تمہارے۔" میرے منہ سے نکلا اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔

"ہاں' وہ میرے ہی ابو تھے۔ وہ....." وہ" اس کی سسکیاں ابھرنے لگیں میں اس کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگی تھی۔

"مجھے دلی دکھ ہوا ہے رافعہ۔ میں تمہارے غم میں برابر کی شریک ہوں" میں نے ہمدردی سے کہا۔ اچھی لڑکی تھی گو زیادہ ساتھ نہیں رہا تھا لیکن یہ مختصر عرصہ بھی خوب تھا اس کی فطرت میں ایک خاص کیفیت تھی اس سے متاثر ہوئی میں اس کے لئے بے حد پرجوش ہو جاتی تھی اور اس کے خلاف کچھ سننا پسند نہیں کرتی تھی دیر تک میں رافعہ کو تسلیاں دیتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔

"تم تو غالباً" مری گئی ہوئی تھیں۔"

"ہاں"..... اس نے سسکی لے کر کہا۔

"کب واپس آئیں....."

"رات کو پونے گیارہ بجے تھے۔ مگر تمہیں کیسے معلوم۔ اور..... تم یہاں۔ میرا مطلب ہے!"

"تفصیل بعد میں بتاؤں گی یہ موقع نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ میں ایک اخبار میں کام کر رہی ہوں۔"

"اوہ۔" رافعہ نے کہا اسی وقت ایک ملازمہ اندر آگئی۔

"پولیس افسر صاحب آنا چاہتے ہیں۔" رافعہ نے گردن ہلادی۔ میں بھی سنبھل گئی جانتی تھی کہ کون ہوگا۔ شہریار وردی میں اندر داخل ہوا تھا اور یقیناً" اسے میری آمد کی اطلاع مل گئی

تھی کیونکہ وہ مجھے دیکھ کر چونکا نہیں تھا بلکہ اس کی آنکھوں میں تجسس تھا۔ اس نے بغور مجھے' پھر رافعہ اور پھر بیگم صاحبہ کو دیکھا۔ پھر اس نے کہا۔

"اس غمناک حادثے پر آپ سے تعزیت کرتا ہوں خواتین۔ بے شک ظالم لوگ ہمیں ہماری پیاری شخصیتوں سے دور کر دیتے ہیں اپنے مفاد کی خاطر۔ لیکن ایسے وحشی درندوں کو آزاد نہیں رہنا چاہئے۔ انہیں ان کے جرم کی بھرپور سزا ملنی چاہئے۔ پولیس آپ کی ہمدرد ہے اور آپ کے تعاون سے مجرم کو گرفتار کرکے سزا دینا چاہتی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ تعاون کریں۔ آپ مس رافعہ ہیں.....؟" اس نے رافعہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی۔" رافعہ آہستگی سے بولی۔

"مجھے آپ کی مری سے واپسی کی اطلاع مل گئی تھی۔ آپ اس سلسلے میں میری کچھ رہنمائی کر سکتی ہیں۔"

"آہ' ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی..... کوئی ابو کو ہم سے اس طرح جدا کر دے گا۔ وہ..... وہ تو کسی سے دشمنی بھی نہیں رکھتے تھے۔ ہمارے لئے یہ حادثہ غمناک ہی نہیں حیران کن بھی ہے۔" رافعہ نے کہا۔

"کسی ایسے شخص کی نشاندہی کر سکتی ہیں جس پر شبہ کیا جاسکے۔"

"بالکل نہیں۔ پریشان کن بات تو یہی ہے۔"

"بیگم صاحبہ آپ کچھ بتانا پسند کریں گی۔"

"پولیس افسر صاحب براہ کرم امی کو اس وقت معاف کر دیں۔ وہ سخت ذہنی ہیجان کا شکار ہیں۔ ڈاکٹر صاحب تو انہیں بے ہوش رکھنا چاہتے تھے مگر میں نے ان سے درخواست کی کہ وہ انہیں ہوش میں رہنے دیں' میں انہیں سنبھال لوں گی ورنہ میں۔" رافعہ کی آواز رندھ گئی۔

"بہتر ہے میں آپ کو پریشان نہیں کروں گا لیکن جس وقت بھی آپ سمجھیں بہتر تصور کریں مجھے فون کر دیں۔ ان کا بیان لینے آجاؤں گا۔"

"جی ضرور.....!" رافعہ نے کہا

"بے حد شکریہ۔" شہریار نے کہا اور پھر باہر نکل گیا۔ میں خاموش بیٹھی رہی تھی اس ایک دفعہ کے بعد اس نے میری طرف نظریں اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا مجھے اس کے رویے سے بے حد رنج ہوا اور اس وقت میں نے ایک فیصلہ کیا۔ شہریار کا دماغ درست نہ کروں تو میرا نام بھی لبنیٰ نہیں ہے۔ کچھ دیر کے بعد میں نے رافعہ سے کہا۔

"افسوس رافعہ۔ تم سے ملاقات بھی ہوئی تو کن حالات میں۔ صبر کرنے کے علاوہ تمہیں اور کیا مشورہ دے سکتی ہوں۔ ویسے ایک پیشکش کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا۔" رافعہ نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا۔

"میری آرزو ہے کہ میں تمہارے والد کے قتل کی تفتیش اپنے طور کروں۔ اس کے لئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی۔ یہ وعدہ بھی کرتی ہوں تم سے کہ میں تمہارے ابو کے قاتل کو ضرور تمہارے سامنے پیش کروں گی"

"میں تیار ہوں" رافعہ نے کہا۔

"تم اپنے ملازموں کو ہدایت کردو کہ مجھ سے تعاون کریں۔" میں نے کہا اور رافعہ تیار ہوگئی۔ وہ میرے ساتھ باہر نکل آئی تھی۔ باہر آکر میں نے دیکھا پولیس کی جیپ واپس چلی گئی تھی۔ شہریار..... شہریار..... میں نے دانت پیستے ہوئے سوچا۔ ایسا ٹھیک کروں گی تمہیں کہ یاد رکھو گے۔

میری خواہش پر رافعہ نے ایک بار ملازموں کو بلوایا۔ سب کے سب جمع ہو گئے تھے۔ اس نے ایک ایک سے میرا تعارف کرایا۔ غازی صاحب کا کمرہ دونوں طرف سے سیل کر دیا گیا تھا اور پولیس کی سیل توڑی نہیں جا سکتی تھی لیکن مجھے ملازموں کا تعاون حاصل ہو گیا تھا۔ واقعات وہی معلوم ہوئے تھے جو پہلے صاحب خان کی موجودگی میں بتائے گئے تھے۔ میں نے ملازموں سے کہا۔

"میں نہیں جانتی کہ آپ کے مالک کا سلوک آپ کے ساتھ کیا تھا لیکن غازی صاحب کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بہت اچھے انسان تھے اور یقیناً آپ کے ساتھ بھی ان کا سلوک اچھا ہو گا۔"

"مالک باپ تھے ہمارے۔ ہر ایک کا خیال رکھتے تھے۔" اسی ملازم نے کہا جو صاحب خان کے سامنے بھی زیادہ بول رہا تھا۔

"لیکن یہ آپ سب کا فرض ہے کہ کوئی بھی ایسی بات ہو جو ان کے قاتل کا سراغ دے سکے آپ مجھے ضرور بتائیے۔"

"اب تو مالک مر چکے ہیں اب میں کوئی بات چھپاؤں تو کس سے۔ میں آپ کو کچھ بتانا چاہتا ہوں۔"

"یہاں آؤ' میرے ساتھ آؤ۔" میں اور رافعہ اسے لے کر الگ ایک کمرے میں آ گئے۔ تفضل حسین نے کہا۔

'رافعہ بی بی جانتی ہیں کہ مالک کے سارے کام میں ہی کیا کرتا تھا۔ وہ مجھے بہت پسند کرتے تھے۔ پچھلے ایک ڈیڑھ مہینے سے وہ پریشان تھے ایک فون آتا تھا ان کے پاس اور ان کا چہرہ اتر جاتا تھا۔"

"کس کا فون ہوتا تھا وہ؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔"

"کبھی تم نے اس فون کی کوئی گفتگو سنی۔"

"نہیں بی بی۔"

"میرا مطلب ہے غازی صاحب کی طرف سے ہونے والی گفتگو۔"

"نہیں' دو تین بار ایسا ہوا کہ میں ان کے کمرے میں ہوتا تو وہ مجھ سے باہر چلے جانے کے لئے کہتے تھے۔"

"ہوں پھر۔"

"مگر وہ پریشان نظر آتے تھے مجھے اور میں یہی سوچتا ہی رہ جاتا تھا۔"

"تم نے بیگم صاحبہ سے اس کا تذکرہ کیا؟"

"ہاں ایک بار بتایا تھا۔"

"کب؟"

"شروع ہی کی بات ہے۔"

"بیگم صاحبہ نے کیا کہا؟"

"بس چپ ہو گئی تھیں۔"

"پھر اس کے بعد کیا ہوا؟"

"اس دن بھی کوئی مغرب کے وقت فون آیا تھا اور صاحب اس کے بعد سے پریشان ہو گئے تھے بیگم صاحبہ مہندی میں جا رہی تھیں صاحب کو کہیں جانا تھا۔ رات کو کوئی پونے دس بجے صاحب تیار ہو گئے اور مجھ سے کہا کہ میں کسی کو نہ بتاؤں کہ وہ کہیں جا رہے ہیں۔ پھر انہوں نے مجھ سے پچھلا دروازے کھولنے کے لئے کہا تھا۔"

"پچھلا دروازہ۔ میں چونک پڑی"

"جی بی بی صاحبہ۔"

"مگر اس کی چابی تو!"

"اس کی دوسری چابی صاحب کے پاس تھی مگر بیگم صاحبہ کو اس کا پتہ نہیں تھا۔ صاحب کبھی کبھی یہ پچھلا دروازہ استعمال کرنے لگے تھے۔"

"کتنے عرصے سے؟"

"بس وہی فون آنے کے بعد سے۔"

"اور دوسری چابی کہاں سے آئی تھی۔"

"مجھ سے ہی بنوائی تھی دکان سے مگر چھپا کر۔"

"پھر کیا ہوا؟۔"

"انہوں نے مجھ سے کہا کہ بیگم صاحبہ رات کو واپس نہیں آئیں گی۔ میں وہیں ان کا انتظار کروں اور دروازہ بند کر لوں۔ کوئی ساڑھے گیارہ بجے صاحب واپس آ گئے وہ خوش نظر آ رہے تھے۔"

"کچھ کہا انہوں نے تم سے؟۔"

"کچھ نہیں سو روپے دیئے تھے اور کہا تھا کہ آرام کروں۔ پھر دوسرے دن ان کی لاش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہی دیکھی ہم نے۔"

"ہوں۔ اس کے علاوہ کچھ اور تفضل حسین۔" میں نے کہا۔

"نہیں بی بی ہمیں جو کچھ معلوم تھا ہم نے بتا دیا۔" ملازم تفضل حسین نے کہا۔ میں کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر میں نے پوچھا۔

"تم نے نئے پولیس افسر کو یہ تفصیل بتائی ہے؟"

"کسی کو نہیں بتائی۔ مالک کی رسوائی کا خوف تھا۔"

"نئے پولیس افسر نے تم لوگوں کے بیانات لئے؟"

"نہیں۔" ملازم نے جواب دیا۔ صاحب خان نے ان ملازموں سے بیانات لے لئے تھے اور شہریار نے سوچا ہو گا کہ ملازم اور کیا بتا سکتے ہیں چنانچہ اس نے انہی سے کام چلایا۔ تاہم میں نے تفضل حسین کو کوئی ہدایت نہیں دی اگر میں اسے کسی اور کو یہ بیان دینے سے منع کرتی تو یہ بددیانتی ہوتی۔ شہریار اپنا کام کر رہا تھا دیکھنا یہ تھا کہ وہ کیا تیر مارتا ہے۔

رافعہ کے ساتھ بہت دیر تک رہی۔ بیگم غازی کو اس قابل نہیں پایا کہ ان سے کوئی سوال کرتی۔ چنانچہ رافعہ سے اجازت مانگی اس نے سسکتے ہوئے کہا۔

"بڑی مشکل میں گرفتار ہو گئی ہوں میں لبنیٰ مجھے تنہا نہیں چھوڑنا۔"

"نہیں ڈیئر' میں تم سے روزانہ ملاقات کروں گی۔ میرے فون نمبر رکھ لو۔ یہ گھر کا ہے یہ دفتر کا۔" میں نے اس ملنے کے اوقات بتائے اور پھر وہاں سے چلی آئی۔ دفتر آکر ضروری کام نمٹائے اور پھر اس بارے میں سوچنے بیٹھ گئی۔ ملازم تفضل حسین کا بیان معنی خیز تھا۔ ساری کہانی اس بیان میں چھپی ہوئی تھی۔ غازی عادل کیوں پریشان تھے وہ کہاں گئے تھے واپس آئے تو خوش کیوں تھے؟ ویسے میرا خیال تھا بلکہ مجھے یقین تھا کہ بیگم غازی اس سلسلے میں کافی مددگار ثابت ہو سکتی تھیں۔ ان کا بیان ضروری تھا۔ یہ تمام باتیں سوچ رہی تھی لیکن دل میں ایک بے چینی تھی۔ اس بے چینی کو نظرانداز کرنا چاہتی تھی مگر پہلی بار تجربہ کیا تھا کہ دل و دماغ کس طرح بغاوت کرتے ہیں اور انسان ان کے سامنے کتنا بے بس ہوتا ہے۔ شہریار بار بار ذہن میں چبھ رہا تھا۔ اسے یہ بھی احساس نہیں کہ اگر میں اس سے ناراض ہو گئی تو کیا ہو گا۔ اگر یہ اداکاری ہے تو اس کے نتائج کیا نکلیں گے۔ مگر کیا یہ واقعی اداکاری ہے۔ صرف مذاق میں وہ مجھ سے نہ ملنا برداشت کر رہا ہے صرف اداکاری کے طور پر اور اگر یہ اداکاری نہیں ہے تو..... تو..... یہ سب کچھ کیوں ہے۔ اپنی انا سے سوال کیا۔ شاید رویلہ خون نے اجازت نہیں دی کہ خود جھکوں اس سے پوچھوں اور جب خون سے مدد مانگی تو بے چینی نے غصہ کی کیفیت اختیار کر لی اور یہ بہتر تھا۔

رات کو رافعہ کا فون گھر پر آیا۔ "لبنیٰ میں رافعہ بول رہی ہوں۔"

"ہاں رافعہ کوئی خاص بات۔" میں نے پوچھا۔

"امی کی حالت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ انہیں ایک پرائیویٹ ہسپتال میں داخل کرنا پڑا

ہے۔ میں ہسپتال ہی سے تمہیں رنگ کر رہی ہوں۔"

"کس طبیعت ہے؟"

"ڈاکٹر کہتے ہیں کوئی تشویش کی بات نہیں ہے' دو چار دن انہیں ہسپتال میں رہنا پڑے گا۔ شام کو اچانک بلک بلک کر رونے لگیں اور پھر بے ہوش ہو گئیں ہمارے پڑوس میں ایک مہربان ڈاکٹر ہیں ڈاکٹر شیر علی وہ خود ہسپتال لے گئے۔"

"اوہ' میں تمہارے پاس آرہی ہوں۔" میں نے کہا۔

"اگر ممکن ہو تو کوٹھی آجانا۔ ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ میرا یہاں رکنا ضروری نہیں ہے۔ یا پھر کل آجانا۔"

"ضرورت محسوس کر رہی ہو تو آجاؤں۔"

"صبح آجانا۔ اس وقت رات کافی ہو گئی ہے۔"

"او کے۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ دوسری صبح نو بجے ہی رافعہ کے پاس پہنچ گئی تفضل حسین باہر ملا تو اکیلا تھا۔

"آیئے بی بی صاحبہ چھوٹی بی بی ہسپتال گئی ہیں۔"

"اوہو کب؟"

"صبح سات بجے مجھ سے کہہ گئی ہیں کہ ساڑھے نو بجے تک آجائیں گی آپ آئیں تو آپ کو آرام سے ان کے کمرے میں بٹھا دوں۔"

"ہوں..... آؤ..... اور تو کوئی خاص بات نہیں ہے تفضل؟"

"ہے جی۔"

"کیا؟" میں چونک پڑی۔

"وہ پولیس افسر صاحب رات کو آئے تھے صاحب کے کمرے کی تلاشی لیتے رہے اور پھر واپسی پر ہاشم چچا کو ساتھ لے گئے۔ سب بڑے پریشان ہیں جی' لگتا ہے ہماری بھی شامت آئے گی سب کو حکم دے گئے ہیں کہ کوئی کوٹھی یا نوکری چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش نہ کرے؟"

"ہاشم چچا کون ہے۔" میں نے اس کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"ڈرائیور ہیں جی۔"

"واپس نہیں آئے ہاشم چچا؟"

"نہیں بی بی صاحبہ؟"

"اور کوئی خاص بات تو نہیں تفضل حسین؟"

"نہیں جی' چائے بنا دوں آپ کے لئے؟"

"بالکل نہیں میں ناشتہ کر کے آئی ہوں۔ ہاں تم اگر چاہو تو ہسپتال فون کر کے بتا دو کہ میں آئی ہوں نمبر معلوم ہے وہاں کا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں جی"

"اور سنو رافعہ سے یہ بھی کہہ دینا کہ اگر مصروف ہے تو ابھی نہ آئے میں شام کو دوبارہ آجاؤں گی" میں نے اسے ہدایت کی مگر اس کی نوبت نہیں آئی باہر سے رافعہ کی آواز سنائی دی اور پھر وہ اندر آگئی۔

"ہیلو لبنیٰ۔ کتنی دیر ہو گئی تمہیں؟"

"بس چند منٹ پہلے آئی ہوں۔ امی کیسی ہیں؟"

"بہت بہتر کیفیت میں ہیں لیکن۔" وہ رک گئی پھر کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی "لبنیٰ میں اپنے ڈیڈی کے قاتل کا سراغ چاہتی ہوں ہر قیمت پر' ہر قیمت پر خواہ اس کے لئے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔ تم خود سوچو لبنیٰ مذاق ہو گیا یہ تو میری کائنات لٹ گئی میرے سر سے سایہ چھن گیا میری بچپن سے لے کر اب تک کی کہانی ختم ہو گئی اور میں آنسو بہاتی رہ جاؤں۔ میں ان کا سوگ مناتی رہوں جس نے مجھے یتیم کیا ہے اس کا فیصلہ صرف پولیس پر چھوڑ دوں۔ نہیں لبنیٰ۔ یہ نہیں ہو گا قاتل گرفتار ہو گا اسے سزا ملے گی۔"

"اسے سزا ملنی چاہئے رافعہ۔ اور اس کے لئے میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"مجھے تمہارے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ رات گئے پولیس آئی تھی۔ ایک سینئر افسر شہریار تھا دوسرے صاحب خان۔ دونوں نے ڈیڈی کے کمرے کی سیل توڑ کر جائزہ لیا تھا اس نے کہا تھا کہ تم نے یہاں زبردست سراغ رسانی کے کارنامے انجام دیئے ہیں مجھے علم نہیں تھا یوں سمجھ لو کہ اس کے بعد میری بڑی ہمت بندھی میں نے سوچا کہ میں تمہاری دوستی سے پورا فائدہ اٹھاؤں گی۔"

"میں خلوص دل سے حاضر ہوں۔"

"شہریار ہاشم خان ڈرائیور کو لے گیا ہے کہتا تھا ان سے پوچھ گچھ کرے گا اس کے بعد مجھ سے بھی چند سوالات کئے تھے۔"

"کیا بتانا پسند کرو گی؟"

"ہاں ضرور۔ کہہ رہا تھا کہ یونس علی صاحب میرے والد کے اچھے دوست تھے اور اصولی طور پر ان کی بیٹی میری دوست ہوئی پھر میں اپنی دوست کی شادی چھوڑ کر مری کیوں چلی گئی؟۔۔۔۔"

"گڈ۔ تم نے کیا جواب دیا۔"

"کنول سے میری قطعی دوستی نہیں تھی شناسائی اور دوستی میں فرق ہوتا ہے وہ خالص گھریلو لڑکی تھی مزاج میں مجھ سے مختلف۔ ڈیڈی نے کہا تھا کہ اس شادی کی وجہ سے میں مری جانے کا پروگرام ملتوی کر دوں۔ مگر میں نے ان سے ضد کی۔ میرا پروگرام اس شادی کی اطلاع سے پہلے کا تھا یہی بات میں نے ڈیڈی سے کہی تھی۔"

"اور کوئی سوال۔" میں نے پوچھا۔

"بس ایسے ہی چند اور سوال کئے۔"

"خیر وہ جو کچھ کر رہا ہے اسے کرنے دو میں تمہارے لئے کچھ کرنے کو تیار ہوں تمہیں خصوصی طور پر اس سلسلے میں میری مدد کرنا ہو گی۔"

"ڈیڈی کے قاتل کو اگر مجھے اپنے ہاتھوں سے پھانسی لگانی پڑے تو خدا کی قسم میں دریغ نہیں کروں گی اور اس کی کچھ وجوہ ہیں لبنیٰ۔"

"کیا؟"

"تم عجیب محسوس کرو گی مگر میں نے تم پر بھروسہ کیا ہے تمہیں بہت بڑا سہارا تصور کر لیا ہے میں نے۔"

"میں تمہارے اس اعتماد کو دھوکہ نہیں دوں گی رافعہ۔"

"لبنیٰ ڈیڈی کی موت کے بعد میں بے سہارا ہو گئی ہوں۔ ان سے مجھے ہر طرح کی سپورٹ ملتی تھی۔ پھر ہر مانگ وہی پوری کیا کرتے تھے میں امی سے زیادہ انہیں چاہتی تھی وہ امی سے زیادہ مجھے چاہتے تھے" وہ رکی پھر بولی۔ "امی ہمیشہ ایک بند کتاب کی مانند رہی ہیں اس کتاب کے اوراق کبھی سامنے نہیں آئے۔"

"کچھ وضاحت کرو گی رافعہ؟"

"ہوش سے پہلے کی بات نہیں کروں گی لبنیٰ ہوش کے بعد کی بات ہے۔ ایک بار کی نہیں بار بار کی۔ میں نے امی کے دل میں وہ جذبے نہیں پائے اپنے لئے جو ماں کے دل میں ہوتے ہیں وہ ہمیشہ مجھے بھولی رہیں شوہر کی وہ دل سے خدمت کرتی تھیں میرا خیال بھی رکھتی تھیں جیسے کسی کو کوئی بھولا ہوا سبق یاد آجائے۔ ابو کی زندگی میں ہوتے کبھی نہیں سوچا لیکن اب..... آج مجھے یہ سب کچھ بہت عجیب لگ رہا ہے بہت عجیب۔ تم یوں سمجھو۔ کوئی لباس بنایا میں نے اپنی پسند سے' پہن لیا امی نے نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھا میں نے انہیں متوجہ کیا تو وہ چونکیں سنبھلیں اور پھر سرسری انداز میں اس کی تعریف کر دی بالکل اسی طرح جیسے انہیں یہی کرنا ہو لیکن وہ یہ کرنا بھول گئی ہوں۔ یہ ان کی ہمیشہ کی عادت ہے حالانکہ میں ان کی اکلوتی ہوں۔ اپنے باپ کی طرف سے مجھے دنیا جہاں کی چاہت ملی مگر..... تم سمجھ رہی ہو نا..... یہ صرف ایک مثال ہے پوری زندگی کی کہانی کی۔"

"اس کی وجہ کبھی سامنے نہیں آئی.....؟"

"میں نے ہمیشہ اسے ان کی عادت سمجھا لبنیٰ۔ صرف عادت۔ لیکن آج بھی وہی سب کچھ ہے آج بھی۔ ان حالات میں بھی۔"

"اوہ۔ تم نے کیا محسوس کیا؟"

"یوں جیسے میرے باپ کی موت صرف ان کا غم ہو۔ صرف ان کا ذاتی غم۔ میرا اس سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوئی تعلق نہ ہو۔ نقصان صرف انہیں ہوا ہو' میں اس میں شریک نہ ہوں۔ حالانکہ وہ عمر کی ایک منزل گزار چکی ہیں' میں ابو کے بغیر بے سائبان ہو گئی ہوں لیکن وہ صرف خود کو بے آسرا سمجھ رہی ہیں۔ انہوں نے ایک بار بھی ایک بار بھی مجھے دلاسہ نہیں دیا مجھے سینے سے لگا کر تسلی کے دو بول نہیں کہے۔ وہ آج بھی خود میں کھوئی ہوئی ہیں بالکل اسی طرح جیسے پہلے تھیں۔ مری سے آنے کے بعد سے اب تک۔ آج تک۔ صرف میں نے ان کی دلجوئی کی ہے۔ انہیں سنبھالا ہے اور وہ۔ وہ میرے اس پیار کو اس طرح لے رہی ہیں جیسے..... جیسے میں صرف ان کی پڑوسن ہوں۔ جیسے یہ ان پر فرض نہ ہو..... جیسے مجھے اپنے باپ کا کوئی غم نہ ہو۔"

رافعہ کے رخسار بھیگ گئے۔ اس نے آنسو جلدی سے خشک کئے اور بولی۔ "میں آنسو نہیں بہانا چاہتی۔ خود کو بے سہارا کرنے والوں کو فنا کرنا چاہتی ہوں لبنیٰ میری مدد کرو۔!"

"آٹھ دن..... ایک ہفتہ ٹھیک آٹھویں دن تمہارے ابو کا قاتل تمہاری گرفت میں ہو گا رافعہ..... یہ میرا وعدہ ہے تم سے.....!" میں نے سرد ٹھوس' پختہ پراعتماد لہجے میں کہا اور رافعہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ "یہی تمہاری دوستی کا خراج ہو گا میری طرف سے۔" "لیکن ایک شرط کے ساتھ۔"

"شرط.....!" اس نے آہستہ سے کہا۔

ہاں شرط یہ ہے کہ آنسو نہیں بہاؤ گی شعلہ بن جاؤ گی۔ دلیری سے میرے ساتھ کام کرو گی....."

"مجھ پر پورا بھروسہ رکھو....." رافعہ نے کہا۔

"چلو چھوڑو ان باتوں کو یہ ہاشم خان ڈرائیور کو پولیس کیوں لے گئی.....؟"

"پوچھ گچھ کرنا چاہتے ہوں گے۔ مجھے کچھ نہیں بتایا۔"

"آؤ۔ غازی صاحب کے کمرے کی تلاشی لیں۔" میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ باہر نکل آئی۔ میں اس موقع سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتی تھیں۔ رافعہ میرے ساتھ غازی صاحب کے کمرے کے سامنے کے حصے میں آئی۔ پولیس نے باہر سے دروازہ لاک کیا ہوا تھا اور سیل لگی ہوئی تھی جسے ہاتھ نہیں لگایا گیا تھا مگر عقبی دروازے کی سیل خود پولیس نے توڑی تھی اور بعد میں اس پر لاک نہیں لگایا گیا تھا چنانچہ وہاں سے میرا کام بن گیا حالانکہ صاحب خان کے ساتھ کچھ دیر یہاں گزار چکی تھی مگر اس وقت میری نگاہیں ہر چیز کا گہرا جائزہ لے رہی تھیں۔ یہاں آکر رافعہ پھر جذباتی ہو گئی تھی۔ وہ غازی صاحب کے بستر پر جا بیٹھی۔ اس نے کہا۔

"اگر تم اجازت دو تو میں کچھ دیر اس بستر پر لیٹ جاؤں۔"

"ہاں ضرور۔" میں نے کہا اور وہ لیٹ گئی۔ اس کمرے کی ایک ایک شے کا جائزہ لیتی رہی پھر اس کا ریڈور میں آخر تک گئی جس کا دروازہ عقبی حصے میں کھلتا تھا وہاں سے پھر واپس آگئی اور ملحقہ باتھ روم میں داخل ہو گئی۔ میں نے باتھ روم کا جائزہ لیا کوئی کام کی بات نہیں معلوم

ہوئی تھی مگر واش بیسن کے پاس پہنچ کر ایک عجیب انکشاف ہوا۔ واش بیسن میں کوئی کاغذ جلایا گیا تھا جس کی پیلاہٹ اسٹیل کے شفاف نل پر صاف نظر آرہی تھی۔ کوئی اہم کاغذ یہاں جلا کر نل کھول دیا گیا تھا تاکہ راکھ بہہ جائے مگر اطراف کا خیال نہیں رکھا گیا تھا۔ نل کے پیچھے جو جگہ ہوتی ہے وہاں کاغذ کا ایک گوشہ پانی میں بھیگا ہوا چپکا تھا۔ میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ یہ غیبی مدد تھی شاید۔ میں نے جلدی سے پلٹ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا اور پھر پوری مہارت سے اس ٹکڑے کا جائزہ لینے لگی۔ ادھ جلے کاغذ کا یہ ٹکڑا شاید ہوا سے اڑ کر جلتے وقت یہاں آگرا تھا اور اس پر توجہ نہیں دی گئی تھی۔ اس پر بال پوائنٹ سے لکھے ہوئے کچھ الفاظ نظر آرہے تھے۔ بہت ہی غور کرنے سے یہ الفاظ سمجھ میں آئے۔

"ٹر' نمبر ایک سو گیا۔ مارسٹن رو....."

ان الفاظ کو پورا کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ "کوارٹر نمبر ایک سو گیارہ مارسٹن روڈ.....!

میں نے جلدی سے یہ ننھا سا راہبر اٹھایا مگر وہ میری چٹکی میں جانبر نہ ہو سکا اور خستگی کی وجہ سے فنا ہو گیا' لیکن اس کا فرض پورا ہو گیا تھا۔ وہ مجھے ایک پتہ دے گیا تھا۔ جسے میں نے ذہن میں اتار لیا تھا۔

باتھ روم سے باہر نکلی تو رافعہ سسک رہی تھی۔ میں جلدی سے اس کے قریب پہنچ گئی "یہ کیا رافعہ.....؟"

"بہت یاد آرہے ہیں ابو' بہت یاد آرہے ہیں' جو خوشبو ان کے بدن سے سونگھ سکتی تھی وہ اب صرف اس بستر سے مل رہی ہے ان کا بدن چھن گیا اس کا لمس کہاں سے لاؤں.....؟"

"اپنے عزم کو تازہ رکھو رافعہ..... آنسو احساس کی آگ بجھا دیتے ہیں۔ انہیں ضائع نہیں کرو۔"

"بس..... ابو یاد آگئے تھے۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"آؤ چلیں یہاں سے۔" میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ باہر نکل آئی۔ میں نے یہاں کوئی نشان نہیں چھوڑا تھا۔ سب کچھ پہلے کی مانند کر کے ہم وہاں سے باہر آگئے۔ پھر میں نے کہا۔ "مجھے ایک اجازت دے دو گی.....؟"

"کیا بات ہے.....؟"

"تمہاری امی کے کمرے کا جائزہ لینا چاہتی ہوں۔"

مجھ سے پوچھنے کی ضرورت باقی رہ گئی ہے؟ میرے ساتھ آؤ..... ! میں تمہیں کمرے میں پہنچائے دیتی ہوں....." اس نے کہا پھر میرے لاکھ کہنے کے باوجود وہ میرے ساتھ اندر نہیں آئی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اپنا کام شروع کر دیا۔ وقت بھی تھا اور موقع بھی ایک ایک شے کریدڈالی کوئی اہم شے نہیں ملی تھی' لیکن اس کافی پرانے فائل میں بالآخر ایک انوکھی شے مل گئی۔ یہ مسز غازی کا میڈیکل فائل تھا جن میں نہ جانے کیا تھا لیکن ایک میڈیکل رپورٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے لئے باعث حیرت بن گئی تھی- شدید حیرت کا باعث بہت بڑے میڈیکل سینٹر کی رپورٹ تھی- میں نے بڑی احتیاط سے اسے نکالا اور تہہ کرکے اپنے پرس میں محفوظ کرلیا- اس کے بعد وہاں سے اور کچھ نہیں ملا تھا چنانچہ میں باہر نکل آئی- رافعہ اپنے کمرے میں تھی "میں نے چائے منگوائی ہے- پیوگی نا.....؟" اس نے پوچھا-

"ہاں ضرور....."

"کوئی اندازہ.....؟" اس نے سوال کیا-

"صرف ایک ہفتہ....." میں نے مسکراتے ہوئے کہا- رافعہ خاموش رہی کچھ دیر کے بعد چائے آگئی- چائے کے بعد میں نے اجازت مانگتے ہوئے کہا-

"دفتر جاؤں گی- تم امی کے پاس کب جاؤ گی....."

"سمجھ میں نہیں آتا کب جاؤں.....؟"

"جانا چاہئے رافعہ..... میں بھی انہیں دیکھنا چاہتی ہوں-"

"شام کو پانچ بجے آجاؤ-" اس نے کہا-

"میں ٹھیک پانچ بجے وہاں پہنچ جاؤں گی-" میں نے کہا اور پھر میں رافعہ کی کوٹھی سے باہر نکل آئی- جو واقعات پیش آئے تھے رافعہ سے جو گفتگو ہوئی تھی وہ بے حد سنسنی خیز تھی اس کے علاوہ جو کاغذ میرے پاس تھا وہ ہوش اڑا دینے والا تھا- دفتر آگئی اور اپنی سیٹ پر بیٹھ کر اپنی تمام تر قوت ارادی کو بروئے کار لائی اور اپنے کام میں مصروف ہوگئی- یہ سب کچھ بھی بے حد ضروری تھا میں سر جھکائے کام میں مصروف تھی کہ ایڈیٹر صاحب کے پاس بلاوا آگیا- ضروری سطریں نمٹا کر ان کے پاس پہنچی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا-

"کہئے مس لبنیٰ کیا ہو رہا ہے.....؟"

"سر آپ کی دعاؤں اور مہربانیوں کے سائے میں مصروف عمل ہوں-"

"خوب..... کوئی دفتری پریشانی تو نہیں ہے.....؟"

"ہے سر....." میں نے مسکرا کر کہا-

"کیا بھئی- مجھے نہیں بتائی-"

"بس سر یہ خوف رہتا ہے کہ دوسری مصروفیات میں کوئی دفتری کام نہ رہ جائے اور آپ کو شکایت کا موقع ملے-"

ایک بار پھر خوب- بہرحال ہم سب تم سے مطمئن اور خوش ہیں یہ ڈی آئی جی صاحب کے دفتر سے ایک باوردی حضرت آئے تھے غالباً راٹھور تھا ان کا نام اور ایس پی کے بیج لگائے ہوئے تھے- میرے لئے اجنبی تھے کبھی واسطہ نہیں پڑا ان سے- یہ ایک کھلا لفافہ ہے تمہارے لئے اور میں نے اس میں رکھا یہ کارڈ دیکھ لیا ہے- میرے خیال میں یہ کسی اخباری کارکن کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے"- میں نے کارڈ دیکھا ہوم منسٹری سے مجھے وہ اجازت نامہ ایشو ہوا تھا جس

کے تحت مجھے اعلیٰ ترین اختیارات عطا کئے گئے تھے اور میں اسے دکھا کر وزیراعلیٰ تک رسائی حاصل کرسکتی تھی-

"بے حد شکریہ سر..... یہ میرے لئے ضروری تھا-" بڑی خوشی ہوئی تھی فخری صاحب نے درحقیقت مجھے نوازا تھا- سب سے بڑی بات یہ کہ انہوں نے ایک پتہ دو کاج کئے تھے ایس پی راٹھور ہی میرے مخالف تھے انہیں بھیج کر ڈی آئی جی صاحب نے خصوصاً ان پر واضح کیا تھا کہ مجھے کام کرنے دیا جائے- ایک انوکھی مسرت کے احساس میں ڈوبی رہی تھی- ایک بار پھر شہریار یاد آیا ..... مگر..... دوپہر کا کھانا ایک ریستوران میں تنہا کھاتے ہوئے بھی وہ مجھے بہت یاد آیا- لیکن میں نے ہار نہیں مانی اس نے یہ سب کچھ کیوں کیا؟ مجھے بتانا چاہئے تھا اور پھر اس کا یہ کھیل اب توہین کی حدود میں داخل ہوگیا تھا- اسے معاف نہیں کیا جاسکتا- کسی قیمت پر نہیں.....! ریستوران سے نکل کر میں کار میں آبیٹھی اور پھر مارسٹن روڈ کے علاوہ اور کہاں جاسکتی تھی- کوارٹر نمبر ایک سو گیارہ تلاش کرنے میں زیادہ دقت نہیں ہوئی تھی حالانکہ کسی کوارٹر پر نمبر نہیں پڑے ہوئے تھے لیکن میں نے ایک چھوٹے سے دکاندار سے پوچھا- "بھائی کیا آپ مجھے کوارٹر نمبر ایک سو گیارہ بتاسکتے ہیں-"

"جہاں خون ہوا ہے.....؟" دکاندار نے جھٹ سے پوچھا- اور میں حیرت سے اچھل پڑی-

"خون.....؟"

"ایک سو گیارہ میں ہی ہوا ہے کیوں الہ دین چچا.....؟"

"ہاں وہیں ہوا ہے-" ایک بزرگ نے جو نزدیک ہی کھڑے ہوئے تھے کہا-

"کب ہوا ہے.....؟" میں نے پوچھا-

"تین چار دن پہلے..... تم وہاں کس سے ملنا چاہتی ہو.....؟"

"کس کا خون ہوا ہے وہاں.....؟"

"مکرم خان کی بہن جمیلہ کا-"

"کچھ اور تفصیل بتاسکتے ہیں-"

"تفصیل کیا بتائیں بیٹی ..... بس اللہ جانے کیا قصہ ہے مکرم خان بے چارہ اپاہج ہے گھر میں بیوہ بہن تھی کوئی ظالم کام کرگیا- اس سے زیادہ کسی کو کچھ معلوم نہیں ویسے بھی وہ نئے نئے کوارٹر میں آئے تھے-"

"کتنے عرصے پہلے.....؟"

"کوئی ڈھائی مہینہ ہوگیا-"

"کرائے پر کوارٹر لیا تھا.....؟"

"ہاں....."

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آپ ذرا یہ بتا دیں کہ وہ کوارٹر کس طرف ہے؟" میں نے کہا اور الہ دین چچا نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ انہوں نے دور سے مجھے یہ کوارٹر دکھا دیا تھا۔ دروازہ بند تھا۔ زور زور سے اسے بجایا تو اندر سے عجیب سی آوازیں سنائی دیں اور پھر دروازہ کھل گیا۔ میلے کچیلے شلوار قمیض میں ایک چوڑے بدن والا پستہ قد آدمی بیساکھی کے سہارے کھڑا ہوا تھا اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی پپوٹے متورم تھے لیکن آنکھوں میں بڑی تیزی تھی۔

"کیا بات ہے.........؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"مجھے مکرم بھائی سے ملنا ہے۔"

"میں ہی ہوں مگر تم کون ہو.........؟"

"میرا نام لبنیٰ ہے۔ آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔" وہ خاموشی سے پیچھے ہٹ گیا اور میں اندر داخل ہوگئی۔ کوارٹر بہت بدحال تھا لیکن برآمدے میں صوفے پڑے ہوئے تھے سامنے کمرے کے کھلے دروازے سے عمدہ فرنیچر نظر آرہا تھا۔ میں اطمینان سے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"ہاں کہو.........؟"

"مکرم بھائی میں جمیلہ بہن کے قتل کے سلسلے میں کچھ معلوم کرنے آئی ہوں۔"

"کیا معلوم کرنے آئی ہو........."

"یہی کہ وہ.........؟"

"دیکھو بی بی .... میں تھک گیا ہوں۔ ظلم ہو رہا ہے میرے ساتھ .... دل میں چھری لگی ہے میرے اور اوپر سے روزانہ تنگ کیا جاتا ہے خودکشی کرلوں گا قسم پروردگار کی۔ تمہارا تعلق پولیس سے ہے.........؟"

"نہیں مکرم بھائی میں تو ایک غریب اخبار نویس ہوں۔ چھوٹی موٹی خبریں حاصل کر کے اپنی روٹی کماتی ہوں۔"

"سب کچھ تو پوچھ چکے ہیں اخبار والے مجھ سے .... اور کیا بتاؤں .... بتاؤ تمہیں کونسی کہانی سناؤں۔"

"مجھے تو کچھ بھی نہیں معلوم۔" میں نے مظلومیت سے کہا۔

"میں بدنصیب قسمت کا مارا .... آخری شو دیکھنے چلا گیا تھا۔ پیچھے کوئی آگیا اس بے چاری نے جمع پونجی بچانے کی کوشش کی۔ گردن میں رسی ڈال کر مار ڈالا اسے اور بیس ہزار روپے لے گئے۔ واپس آیا تو لاش پڑی ہوئی تھی اس کی۔ اکیلا رہ گیا میں .... ہائے میں اکیلا رہ گیا۔ بس اب جاؤ خدا کے واسطے جاؤ تمہارے ہاتھ جوڑدں ....؟"

"کونسے دن کی بات ہے یہ ....؟" میں نے پوچھا

"منگل تھا......... ہائے منگل تھا۔" وہ کراہتا ہوا بولا۔

"مکرم بھائی۔ کیا آپ جمیلہ کے قاتلوں کا سراغ نہیں لگانا چاہتے ....؟"

"اچار ڈالوں گا قاتلوں کا .... پکڑے بھی گئے تو کیا بگاڑ لوں گا ان کا۔ رشوت دے کر
وٹ جائیں گے اور پھر.........مجھ اپاہج کی بھی گردن کٹ جائے گی۔ ہائے جمیلہ ہی نہ رہی تو
ب.........اب۔" اس نے رونا شروع کر دیا۔ پھر دروازے کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔ "تمہیں
لہ کا واسطہ......... رسول ﷺ کا واسطہ تمہیں......... میری جان چھوڑ دو۔ اکیلا چھوڑ دو
ے......... ہائے مجھے اکیلا چھوڑ دو.........!" کافی ٹیڑھا آدمی تھا آگے بڑھنا مشکل نظر آیا اور میں
ہری سانس لے کر اٹھ گئی۔ اس کے بعد میں نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا اور خاموشی سے باہر
ل آئی تھی۔ کار کی طرف بڑھتے ہوئے میں نے سوچ لیا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے۔ کچھ فاصلے
جاکر میں نے گاڑی روکی اور ایک دکاندار سے علاقے کے تھانے کے بارے میں پوچھا دکاندار
نے بہت ٹیڑھا پتہ بتایا تھا۔ کچھ دیر پریشان ہونا پڑا پھر تھانے کی عمارت نظر آئی۔ ماحول دوسرے
لیس اسٹیشنوں سے مختلف نہیں تھا البتہ تھانہ انچارج مختلف تھا۔ نوعمر، خوش اخلاق کسی کالج
ٹوڈنٹ کی مانند۔

"فرمایئے ....؟" اس نے کہا۔

"آپ کا کچھ وقت لینا چاہتی ہوں جناب۔"

"ضرور .... تشریف رکھئے۔" میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی اور میں نے کہا۔

"اندازہ ہے کہ آپ مصروف ہوں گے لیکن کچھ وقت آپ کو دینا ہوگا۔ میرا نام لبنیٰ خان
ہے یہ میرا کارڈ۔" میں نے اسے اپنا کارڈ دیا اور وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

"اور لبنیٰ صاحبہ .... آپ .... بھئی میں تو آپ کے عقیدت مندوں میں سے ہوں
ت کچھ جانتا ہوں آپ کے بارے میں بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔ فرمایئے میرے لائق
ا خدمت ہے.........؟"

"کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں آپ سے۔"

"میں حاضر ہوں۔"

"آپ تھانہ انچارج ہونے کے باوجود اتنے خوش اخلاق کیوں ہیں.........؟"

"اس لئے کہ میں نوخیز بھیڑیا ہوں۔ آپ نے اپنے ایک مضمون میں بھیڑیوں کی اقسام
ی تھیں جن میں ہمارے شعبے کی طرف بھی اشارہ تھا۔ اسی کے حوالے سے عرض کر رہا ہوں
بچے خواہ ڈائنوسار کے ہوں شیر چیتے یا اونٹ کے ہوں نہ تو اتنے خونخوار ہوتے ہیں نہ اتنے
کل جتنے بڑے ہوتے ہیں چنانچہ میں ابھی نوخیز بھیڑیا ہوں وقت کے ساتھ ساتھ مکمل ہو جاؤں
لائم یہ کہ سب انسپکٹر کے عہدے پر تھا اور طویل عرصہ تک چانس نہیں تھا مگر اللہ نے موقع
یا اس لئے ابھی اللہ یاد تھا۔"

"کیا نام ہے آپ کا.........؟"

"محمد ریاض۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ایک قتل کے بارے میں معلومات کرنا چاہتی ہوں ریاض صاحب۔ یہ قتل مارسٹن روڈ کے کوارٹر نمبر ایک سو گیارہ میں ہوا ہے۔"

"مقتولہ کا نام جمیلہ بیگم تھا۔"

"بالکل۔" میں نے کہا۔

"دو بہن بھائی تھے وہ۔ مکرم خان غیرشادی شدہ ہے اس کی بہن جمیلہ عمر رسیدہ عورت تھی اور کوئی بیس سال پہلے بیوہ ہوگئی تھی مکرم خان اور وہ حسین پور میں رہتے تھے مکرم خان پہلے چھوٹی موٹی نوکری کرتا رہا پھر کچھ پیسے جمع کر کے مسقط چلا گیا وہاں کئی سال نوکری کرتا رہا پھر اس کے ایک پاؤں میں درد شروع ہوگیا اور کسی بھی قسم کے علاج سے فائدہ نہیں ہوا تو وہ واپس حسین پور آگیا۔ مسقط کی کمائی نے ان کے حالات اچھے کر دیئے تھے مکرم خان کا ایک پیر بیکار ہوتا چلا گیا اور پھر وہ بیساکھی کا سہارا لینے پر مجبور ہوگیا۔ جمیلہ اسے یہاں لے آئی تاکہ اس کے مفلوج پاؤں کا علاج کروا سکے اور انہوں نے ایک اسٹیٹ بروکر کے ذریعہ یہ کوارٹر کرائے پر لے لیا۔ مگر پھر یہ حادثہ ہوگیا وہ فلم کا آخری شو دیکھنے گیا تھا اور جمیلہ گھر میں تھی چور گھس آئے اور جمیلہ کے نقد بیس ہزار روپے لے گئے۔ اس نے مداخلت کی ہوگی نتیجے میں وہ اسے قتل کر گئے۔ یہ کل کہانی ہے۔"

"واردات منگل کی رات کو ہوئی.........؟"

"جی ہاں۔"

"پوسٹ مارٹم رپورٹ۔"

"جی ہاں معمول کے مطابق .... قتل کا وقت سوا گیارہ بجے کا ہے۔"

"موقع کا نقشہ ....؟"

"فائل پیش کئے دیتا ہوں۔" ریاض نے کہا اور میں نے نقشہ دیکھا۔ افراتفری کے آثار تھے اور جدوجہد کے نشان ملتے تھے۔ کوئی خاص بات نہیں تھی اس معاملے میں لیکن پھر ایک ننھے سے پرزے پر اس کوارٹر کا پتہ لکھا ہوا تھا۔ یہ کیا راز تھا۔ کچھ اور انوکھی باتیں بھی تھیں مثلاً اسی رات غازی صاحب بھی قتل ہوئے۔ اس سے قبل وہ پراسرار طور پر کوٹھی سے باہر بھی گئے تھے۔ ریاض کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"بظاہر یہ عام واردات ہے اور مجھے کوئی خاص اشارہ نہیں مل سکا۔ لیکن آپ کا اس واقعے میں دلچسپی لینا اسے پراسرار بناتا ہے۔"

"کوئی اشارہ مل سکا آپ کو چور کے بارے میں.........؟"

"آدھے درجن چور پکڑ چکا ہوں مگر کوئی اس واردات کا اقرار نہیں کرتا۔"

"ارے......... یہ چور آپ نے کہاں سے پکڑے۔"

"بس سلام دعا والے ہیں یہی کاروبار کرتے ہیں۔ مگر ان کا کہنا ہے کہ سات گھر چھوڑ کر۔"

"کیا مطلب.........؟"

"پڑوسی ہیں اپنے اس علاقے میں کچھ نہیں کرتے۔ میں نے چھاپہ مار کر تلاشی بھی لی ہے دو تین تو ابھی لاک اپ میں ہیں۔"

"آپ دلچسپ انسان ہیں ریاض صاحب۔ جب تک آپ کے دانت نوکیلے نہیں ہو جائیں گے میں آپ سے ملتی رہوں گی اور اس مسئلے میں بھی آپ سے رابطہ رکھوں گی۔ کوئی خاص پتہ چلے تو آپ مجھے میرے دفتر رنگ کر دیں۔"

"بہت بہتر......... اب آپ میرے ساتھ چائے پئیں گی۔" اس نے بے تکلفی سے کہا اور میں نے اس کی یہ دعوت قبول کرلی۔ وہ بولا۔

"مگر اس چھوٹے سے معاملے میں آپ کو ایسی کیا خاص بات محسوس ہوئی۔"

"کچھ اور تحقیقات کرلوں پھر بتاؤں گی۔ ویسے ایک کام کرسکتے ہیں آپ.........؟"

"کیا.........؟" "مکرم خان کو گرفتار کرلیجئے.........!" میں نے کہا اور وہ اچھل پڑا۔

"کیوں.........؟"

"صرف اس لئے کہ وہ نکل نہ جائے۔ میں اس سے ملی ہوں بہن کی موت سے وہ بہت بددل نظر آتا ہے کسی بھی وقت وہ یہ کوارٹر یہ شہر چھوڑ سکتا ہے ہماری تحقیقات ادھوری رہ جائیں گی۔"

"ویسے تو اس میں کوئی مشکل نہیں ہے لیکن کوشش کر رہا ہوں کہ سب کچھ قانون کے دائرے میں ہو۔ ہاں اسے شہر یا کوارٹر نہ چھوڑنے کی ہدایت قانون کے دائرے میں آتی ہے کیونکہ کیس ابھی زیر تفتیش ہے آپ کہیں تو اسے ہدایت کر کے پہرہ لگوا دوں۔ مثلاً اس سے کہوں کہ وہ ابھی یہ جگہ نہ چھوڑے۔"

"جیسا مناسب سمجھیں ابھی اسے نکلنا نہیں چاہئے۔"

"اطمینان رکھیں۔ نہیں نکلے گا۔" ریاض نے کہا۔ چائے پیتے ہوئے میں سوچتی رہی کہ ریاض کو اس بارے میں کوئی اشارہ دوں یا نہ دوں۔ اچھا آدمی تھا میری طرف سے بددل نہ ہو جائے چنانچہ کافی غور کر کے میں نے کہا۔

"دراصل یہ واردات ایک اور واردات سے منسلک ہوگئی ہے۔"

"خدا کی قسم میں یہی دماغ دوڑا رہا تھا۔ کچھ اور بتانا پسند کریں گی.........؟"

"غازی عادل محمود کے قتل کے بارے میں آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا!؟"

"بالکل پڑھا ہے........."

"اسی وقت قتل ہوئے تھے اور مجھے کچھ ایسے شواہد ملے ہیں جن سے غازی صاحب کا یہاں سے کچھ رابطہ معلوم ہوتا ہے۔"

"مائی گڈنس.........! بات کافی سنسنی خیز ہوگئی ہے بہرحال میری جو ڈیوٹی لگائی گئی ہے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسے پورا کروں گا۔" میں نے ریاض کا شکریہ ادا کیا اور پھر وہاں سے پلٹ پڑی۔ کام آگے بڑھ رہا تھا میں کسی قیمت پر اس معاملے کو نظرانداز نہیں کر سکتی تھی۔ مگر واقعات بڑے سنسنی خیز تھے ایک زنجیر کی کچھ کڑیاں بکھری پڑی تھیں مسز غازی کا کردار بھی الجھ گیا تھا۔ رافعہ نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ غور طلب تھا اس پر بھی سوچ رہی تھی اور پھر..... وہ کاغذ جو ایک پراسرار کہانی سناتا تھا۔ شام کو پانچ بجے ہسپتال کے گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔ مسز غازی کے کمرے کے پاس پہنچی تو رافعہ کی آواز سنائی دی۔ "آجاؤ لبنیٰ میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" مسز غازی جاگ رہی تھیں اور حسب معمول خاموش تھیں۔ میں ان کے چہرے کا جائزہ لیتی رہی۔ یہ چہرہ بہت عجیب تھا بہت حیرتناک ..... پھر میں نے ان سے ان کی خیریت پوچھی۔

"ٹھیک ہوں بیٹی.....!" انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"امی مجھے یورپ بھیجنا چاہتی ہیں۔" رافعہ نے عجیب سے لہجے میں کہا اور میں چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"ہاں میرے رائے ہے کہ یہ کچھ ماہ باہر گزار لے ..... ورنہ یہاں ..... یہاں ....." مسز غازی کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

"میں امی کو تنہا کیسے چھوڑ سکتی ہوں لبنیٰ تم خود بتاؤ۔"

"جن پر میری تنہائیاں دور کرنے کی ذمے داری تھی انہوں نے ہی خیال نہ رکھا تو اور کون.....؟" ان کی آواز رندھ گئی۔

"ان کے دشمن کون ہو سکتے ہیں بیگم صاحبہ.....؟" میں نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔

"آہ کاش کسی پر شبہ ہوتا' کسی پر شک ہوتا' تو میں' تو میں۔" بیگم صاحبہ کے لہجہ میں ایک حسرت سی محسوس ہوئی۔ مزید کوئی بات نہیں کر پائی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی اور پھر شہریار اندر داخل ہو گیا۔ اس نے ایک نگاہ سب پر ڈالی اور پھر مسز غازی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں آپ کا بیان لینا چاہتا ہوں مسز غازی" اس نے کہا۔

"مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو پولیس آفیسر' میری کائنات لٹ گئی ہے ایک ٹوٹے برتن سے جو آواز ابھرتی ہے اسے میری آواز سمجھ لو....."

"ہماری کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں بیگم صاحبہ۔ ہم بھی دوسروں کے غم سے متاثر ہوتے ہیں مگر وہ فرائض بھی انجام دینا چاہتے ہیں جو ضروری ہوتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے اپنا فرض پورا کرو!" مسز غازی نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔

"آپ کی شادی کو کتنا عرصہ گزر گیا؟" مسز غازی دیر تک خاموش رہیں پھر بولیں۔

"تقریباً پچیس سال۔"

"آپ کے والدین؟"

"ماں میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے مر چکی تھیں' والد اس کے کچھ عرصے کے بعد'

بڑے بھائی نے میری شادی کی وہ کینیڈا میں رہتے ہیں۔"

"آپ کے درمیان کیسے تعلقات تھے؟"

"ایسے کہ میں انہیں قتل نہیں کر سکتی تھی۔"

"خدانخواستہ میرا یہ مطلب نہیں ہے' کیا غازی صاحب اپنے کچھ راز آپ سے چھپا سکتے تھے؟"

"ان کا کوئی راز ہی نہیں تھا۔"

"کسی کاروباری رقابت کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں تھی۔"

"وہ اپنی کوئی پریشانی آپ سے چھپاتے تھے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"تب پھر وہ ڈیڑھ ماہ سے کیوں پریشان تھے؟"

شہریار نے سوال کیا اور مسز غازی نے بند آنکھیں کھول دیں۔ اس سے پہلے وہ سارے جوابات آنکھیں بند کئے دیتی رہی تھیں۔

"میں سمجھی نہیں۔"

"ڈیڑھ ماہ سے وہ کچھ پریشان تھے اور کھوئے کھوئے رہتے تھے۔ کیوں؟"

"یہ تم سے بس نے کہا۔"

"اس بات کو آپ جانے دیں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں تھی۔"

"کیا وہ دوستوں کے ہاں تقریبات میں حصہ لیتے تھے؟"

"اپنی مصروفیات کے مطابق۔"

"یونس علی کے ہاں شادی کی تقریب ہوئی انہیں شرکت کرنا تھی؟"

"ہاں ..... صرف شادی میں۔"

"آپ نے وہاں جاتے ہوئے ان سے دوسرے دن کے پروگرام کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"یہ خالص ذاتی سوالات ہیں"..... بیگم غازی نے کہا۔

"بیشک ہیں لیکن معاملہ قتل کا ہے" شہریار نے ٹھوس لہجہ میں کہا۔

"طے یہ ہوا تھا کہ میں یونس علی کے ہاں رہوں گی دوسرے دن شام کو پانچ بجے واپس آؤں گی پھر ہم دونوں تیار ہو کر دوبارہ وہاں جائیں گے۔"

"آپ کس وقت گھر سے روانہ ہوئیں۔"

"صحیح وقت مجھے یاد نہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اندازاً"

"ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے۔"

"اس وقت وہ کہاں تھے؟"

"میرے پاس۔"

"شکریہ بیگم صاحبہ۔ یونس علی کے ہاں آپ کس وقت پہنچیں؟"

"کیوں مجھے الجھا رہے ہو آفیسر۔ کیا یہ بے مقصد سوالات نہیں ہیں۔" بیگم صاحبہ کچھ مضطرب نظر آنے لگیں۔

"یونس علی کے ہاں آپ کس وقت پہنچیں؟"

"صحیح وقت یاد نہیں بتا چکی ہوں۔"

"آپ کار ڈرائیو کرتی ہیں؟"

"ہاں..... کبھی کبھی۔"

"یونس علی کے ہاں جاتے ہوئے آپ نے اپنے ڈرائیور ہاشم خان کو پرنس اسکوائر کے چوراہے پر اتار دیا تھا۔"

"کیا مطلب ہے"..... بیگم غازی کا لہجہ تیز ہوگیا۔

"آپ نے اس سے کہا تھا کہ وہ آرام سے یونس علی کے ہاں پہنچ جائے' آپ درمیان میں کسی سے مل کر وہاں پہنچیں گی۔"

"نہیں یہ غلط ہے۔ کیا ہاشم خان نے یہ بیان دیا ہے؟"

"آپ یونس علی کے ہاں جس وقت پہنچیں وہاں کون کون تھا کیا مہندی جا نہیں چکی تھی کیا اس وقت بارہ نہیں بجے تھے؟"

"کیا تم پاگل پن کی باتیں نہیں کر رہے ہو آفیسر؟"

"یہ بیان یونس علی کے اہل خاندان کا ہے آپ کے ڈرائیور ہاشم خان کا ہے۔"

"بکواس کرتے ہیں وہ سب۔"

"قتل کے تقریباً پندرہ روز قبل اچانک غازی صاحب نے اپنا وصیت نامہ تیار کرایا تھا۔ فرزند علی ایڈووکیٹ کو جانتی ہیں آپ۔"

"تم..... تم میرا دماغ خراب کر دو گے میں..... میں اب تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دوں گی۔ میں ..... آہ ..... تم کہنا کیا چاہتے ہو ..... آہ ..... آہ" بیگم صاحبہ کی طبیعت بگڑنے لگی۔

"آپ فرزند علی ایڈووکیٹ کو جانتی ہیں۔"

"ہاں جانتی ہوں۔"

"آپ کو ان دونوں وصیت ناموں کا علم ہے جو غازی صاحب نے تیار کرائے۔ جائیداد

کاروبار اور محفوظ رقومات کا 60 فیصد انہوں نے آپ کو دیا' 40 فیصد مس رافعہ کو' آپ بتا سکتی ہیں اس کی ضرورت کیوں پیش آئی' جبکہ آپ کی صرف ایک بیٹی ہے" شہریار نے کہا۔

"نکل جاؤ یہاں سے..... نکل جاؤ' گیٹ آؤٹ مجھے کچھ معلوم نہیں..... میں کچھ نہیں جانتی' سب جھوٹ بول رہے ہیں' میرے خلاف سازش ہو رہی ہے' مجھے بلیک میل کرنا چاہتے ہو تم ..... میں ..... میں مرجاؤں گی خوشی سے مرجاؤں گی' میں جینا نہیں چاہتی کچھ نہیں ہے میری زندگی میں' آہ ..... آہ..... آہ" بیگم صاحبہ نے ایک زور دار چیخ ماری اور بیہوش ہوگئیں۔

"سوری مس رافعہ ..... ویری سوری ..... میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں" شہریار بولا اور باہر نکل گیا۔ میں سکتے کی حالت میں رہ گئی تھی۔ یہ انکشافات میرے لئے بھی اہم تھے۔ شہریار بہت تیزی سے سفر کر رہا تھا' کچھ دیر کے بعد ڈاکٹر آیا اور مسز غازی کی دیکھ بھال کرنے لگا۔ رافعہ کی کیفیت بے حد عجیب تھی۔ ڈاکٹر نے مسز غازی کو دو انجکشن دیئے اور شہریار سے بولا۔

"سوری آفیسر۔ ان کا سوتے ہی رہنا مناسب ہے ورنہ نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر.....! خدا حافظ" شہریار بولا اور میری طرف دیکھے بغیر باہر نکل گیا۔ میرا دل خون ہوگیا تھا شہریار پر شاید دیوانگی سی طاری تھی بہرحال وہ اس مسئلے میں کافی محنت کر رہا تھا' میں نے رافعہ سے کہا۔

"رافعہ کیا تم مجھے فرزند علی ایڈووکیٹ کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہو؟"

"ابو کے قانونی مشیر ہیں" اس نے کہا اور خاموش ہوگئی مگر دماغ میں کھچڑی پک رہی تھی خاص طور سے یہ انکشاف کہ بیگم غازی مہندی والی رات بارہ بجے تک غائب رہی تھیں پھر وہاں پہنچی تھیں۔ کیوں آخر کیوں..... پھر ایک اور خیال میرے ذہن میں آیا' عجیب سا خیال تھا' شہریار اگر اس برق رفتاری سے سفر کر رہا ہے تو اس کے راستے نہیں رکنے چاہئیں' وہ کاغذ ..... جو ایک اہم دستاویز ہے اپنی جگہ پہنچ جانا چاہئے تاکہ اس سے مدد مل سکے۔ اسے ہوشیاری سے اس کی جگہ پہنچانا ہوگا یہ ازحد ضروری ہے مگر اس کی نقول میرے پاس رہنی چاہئیں شہریار سے لاکھ رنجش سہی مگر میں اس کی کامیابی کی خواہاں تھی ..... دل سے ..... دل و جان سے۔

○ ---------- ☆ ---------- ○

یہ کام میرے لئے مشکل نہیں ثابت ہوا۔ رافعہ تک میری رسائی تھی اور میں عادل محمود کی کوٹھی میں باآسانی آجاسکتی تھی۔ مسز غازی ابھی ہسپتال میں تھیں رافعہ نے مجھے بتایا کہ اب ان کے کمرے کے سامنے دو پولیس کانسٹیبلوں کا اضافہ ہوگیا ہے دوسرے ہی دن میں نے اس میڈیکل رپورٹ کی دو کاپیاں کرا کے اپنے پاس محفوظ کر لیں اور موقع نکال کر اسے اسی فائل میں نتھی کر دیا۔ رافعہ کوٹھی میں موجود تھی اور نڈھال نظر آرہی تھی اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔

"ہمت ہار رہی ہو رافعہ....." میں نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں لبنیٰ..... لیکن نوشتہ دیوار مجھے نظر آرہا ہے کیا ہو گیا..... اور کیا ہونے والا ہے کچھ عرصے میں تمام تر احساسات کے باوجود' میں مطمئن تھی مجھے اپنا مستقبل صاف ستھرا نظر آتا تھا۔ تم یقین کرو لبنیٰ میں نے اب تک زندگی بڑے اعتماد سے گزاری ہے میں نے کبھی اپنا دل داغدار نہیں ہونے دیا۔ میں والدین کے حقوق جانتی تھی۔ کچھ نوجوانوں نے مجھے متاثر کیا لیکن میں نے خود کو سنبھالے رکھا اپنے مستقبل کے فیصلے کا حق میں نے اپنے والدین کے لئے محفوظ رکھا۔ امی کی بے اعتنائی کے باوجود..... مگر اب..... ابو چلے گئے مجھے کوئی تفصیل دیئے بغیر..... اور امی..... وہ اب مجھے زیادہ مشکوک نظر آرہی ہیں۔ حالانکہ سب کچھ تھا' سب کچھ ہے لیکن مجھے ان سے نفرت کبھی نہیں محسوس ہوئی نہ ہی انہوں نے میرے ساتھ کبھی کوئی نفرت بھرا سلوک کیا۔ بس یوں لگا مجھے کبھی کبھی' جیسے وہ مجھے بھول گئی ہوں' انہیں ماں بننا نہ آتا ہو۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوا۔ تم بتاؤ مجھے کیا نتیجہ اخذ کروں ان حالات سے ابو ہمارے پاس نہیں ہیں پولیس کا لہجہ اچھا نہیں ہے کیا ہو گا۔ میرا کیا ہو گا۔"

"غازی صاحب کو واپس نہیں لایا جا سکتا رافعہ مجبوری ہے لیکن تم خود کو سنبھالو تم نے ان کے قاتل کو کیفر کردار تک پہنچانے کا عزم کیا ہے اس پر قائم رہو۔ میں نے تمہاری مدد کا وعدہ کیا ہے۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور رافعہ بے چین ہو کر رو پڑی۔

"کیسے سنبھالوں لبنیٰ..... پولیس کیا کہہ رہی ہے۔ پولیس آفیسر کا لہجہ امی سے کڑا کیوں تھا۔ ابو نے ایسا وصیت نامہ تیار کر دیا۔ کیا خیال تھا ان کے ذہن میں۔"

"میں تمہاری پریشانی سمجھ رہی ہوں بھئی۔ لیکن یہ خوف یہ خدشات زندگی کھو دیں گے تمہاری' حوصلہ کر کے خود کو حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرو....."

رافعہ روتی رہی۔ اس سے زیادہ اسے سمجھانے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں تھے کچھ دیر اس کے پاس رکی اور پھر وہاں سے چل پڑی شہریار نے اپنا کام کر لیا تھا مگر میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ شہریار نے جو کچھ بتایا تھا وہ بے حد سنسنی خیز تھا اسے ڈرائیور ہاشم خان سے کافی مدد ملی تھی۔ یہ بات یقیناً بہت ہولناک تھی کہ مسز غازی یونس علی کے ہاں رات کو بارہ بجے پہنچی تھیں۔ اس دوران وہ کہاں تھیں؟ غازی عادل نے وصیت نامہ کیوں تیار کرایا تھا؟ ان تمام معاملات میں اگر روشنی کی کوئی کرن چمکتی تھی تو صرف مکرم کے نام پر..... اس کا کردار کیا تھا اور اس کا پتہ غازی صاحب کے پاس کیوں موجود تھا وہ بھی اس مشکوک انداز میں؟

بہت سی سوچیں' بہت سے خیالات اور پھر ایک تصور ان تمام خیالات پر حاوی ہو گیا۔ میں مارسٹن روڈ چل پڑی۔ شہریار سے ملنے والے اشاروں پر آگے قدم بڑھا سکتی تھی لیکن میرے اور اس کے درمیان ایک پیلنج کی سی صورتحال تھی۔ میں ان لائنوں سے الگ کام کرنا چاہتی تھی حالانکہ بہت سی ایسی کام کی باتیں معلوم ہو سکتی تھیں جو وہ نہیں معلوم کر سکا۔ جس وقت میں تھانے کے احاطے میں داخل ہوئی ریاض پولیس جیپ کے پاس کھڑا ایک ایس آئی سے بات کر رہا

تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگا اور پھر اُس نے تیزی سے آگے بڑھ کر جلدی کار کا دروازہ کھولا۔

"ہیلو ریاض۔"

"ہیلو مس لبنیٰ کیسے مزاج ہیں۔"

"بالکل ٹھیک ہوں یہ بتاؤ کہیں جا رہے ہو۔"

"جا نہیں آرہا ہوں۔" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"میری اس وقت آمد ناگوار تو نہیں گزری....."

"غیریت کا اظہار ضروری ہے۔ آیئے" ریاض نے آگے بڑھتے ہوئے کہا میں اس کے ساتھ آفس میں آگئی تھی۔ اس نے میرے لئے کرسی کھینچی تھی پھر بولا "کیا پیش کروں۔"

"چائے" میں نے جواب دیا پھر بولی "مصروفیت کا کیا عالم ہے۔"

"کوئی خاص نہیں۔"

"اس سلسلے میں کام آگے بڑھا۔"

"جی ہاں مکرم کو گرفتار کر لیا ہے میں نے۔"

"او کوئی خاص بات۔"

"بالکل نہیں۔ آپ نے جو کچھ کہا تھا اس پر غور کیا اس بات کا خدشہ ہو گیا کہ وہ نکل نہ جائے چنانچہ اسے اٹھا لایا۔ کوئی اور بات نہیں معلوم ہوئی سوائے اس کے کہ وہ مارفیا کا عادی ہے۔"

"انجکشن۔"

"جی ہاں۔"

"وے رہے ہو....."

"مجبوری ہے ورنہ مر جائے گا۔" ریاض نے جواب دیا۔

"غازی عادل کے سلسلے میں تو کوئی نہیں آیا۔ میرا مطلب ہے سپیشل برانچ سے۔"

"نہیں کوئی نہیں....."

"کچھ آگے کام کرنے کا موڈ ہے۔"

"سو فیصد ہے۔"

"ایک بات صاف کہہ دوں یہ کام صرف میرے لئے ہو گا تمہیں صرف اتنا فائدہ ہو گا کہ قتل کا سراغ مل جائے گا۔"

ریاض مسکرانے لگا۔ پھر بولا "مجھے بھی ایک صاف بات کہنے کی اجازت ہے۔"

"بالکل ہے۔"

آپ کا اخبار بہت بڑا ہے اور آپ کے اختیارات بھی کسی مشکل میں پھنسا تو ساتھ دیں گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"روبیلہ خاندان کی ایک فرد کا وعدہ ہے۔"

"کام بتایئے۔" وہ بولا۔

"مکرم سے اس کا حسین پور کا پتہ معلوم کرو پھر وہاں جاکر اس کے بارے میں پوری رپورٹ لو مجھے اس کے ماضی کی تفتیش درکار ہے۔"

"یہ تو میں خود کرنے والا تھا آپ کا کام تو نہ ہوا۔"

"پھر بھی اسے آدھا میرا کام سمجھ لو۔"

"میں نے اس سے پتہ لے لیا ہے آج ہی شام چلا جاتا ہوں۔" ریاض نے جواب دیا اور میں نے ایک بار پھر اس کا شکریہ ادا کیا۔ چائے پینے کے بعد میں وہاں سے واپس چل پڑی تھی۔

○---------☆---------○

شام ہوئی تو بدن میں اینٹھن سی پیدا ہونے لگی تھی۔ خاص طور سے سات بجے کا وقت تو بڑا شاق گزرتا تھا لیکن اس دن کے بعد سے گرین فاؤنٹین کے سامنے سے گزرنا چھوڑ دیا تھا اگر کہیں اتفاق سے شہریار نظر آجاتا تو سوچتا کہ اس کی تلاش میں آئی ہوں۔ بڑا دھواں بھر گیا تھا اس کی طرف سے دل میں۔ بڑی مشکل سے خود کو سنبھالتی تھی اور قوت ارادی سے کام لے کر اسے بھولنے کی کوشش کرتی تھی۔ اپنے تجسس کو بھی فراموش نہیں کر سکتی تھی ایک آدھ بار دل میں خیال آیا کہ غازی عادل والے معاملے کو جہنم رسید کر دوں۔ میرا ان معاملات سے کیا واسطہ شہریار کو کام کرنے دوں۔ مگر مشکل تھا اور پھر رافعہ کا بھی خیال تھا رافعہ سے روزانہ ہی ملاقات ہوتی تھی انہوں نے درخواست کی تھی دوسرے دن بھی اس کے پاس گئی تھی اور وہ اسی کیفیت میں ملی تھی۔

"امی کیسی ہیں۔"

"اب بالکل ٹھیک ہیں مجھ سے ضد کر رہی ہیں کہ میں لندن چلی جاؤں۔"

"تم نے وجہ نہیں پوچھی۔"

"نہیں میں نے انکار کر دیا ہے۔"

"پولیس آفیسر تو دوبارہ نہیں آیا۔"

"وہ جاتا ہی کہاں ہے۔ ہسپتال میں امی کے پاس گیا تھا اور وہاں ان سے یہی سوال کرتا کہ ہاشم ڈرائیور کو چھوڑ کر وہ کہاں گئی تھیں؟"

"کوئی جواب دیا انہوں نے....."

"نہیں کہتی ہیں کہ سب بکواس کرتے ہیں۔"

"ہوں تم نے تو اس بارے میں ان سے کچھ نہیں پوچھا۔"

"نہیں..... کیا مجھے یہ سوال کرنا چاہئے تھا۔"

"کیا پولیس افسر سے تمہاری ملاقات ہوئی تھی..... میرا مطلب ہے کہ وہ تمہارے

سامنے ہسپتال آیا تھا۔"

"ہاں..... بعد میں گھر بھی آیا تھا۔"

"اوہ یہاں کیوں آیا تھا....." میں نے چونک کر پوچھا.....

"یہ گھر اب نہ جانے کس کس کی ملکیت ہے۔ بے سہارا ہو گیا ہے نا۔" رافعہ نے سسکی سی لے کر کہا۔ پھر بولی۔ "تلاشی لینے آیا تھا امی کے کمرے کی۔"

"کوئی خاص بات بتائی۔"

"نہیں بس تلاشی لیتا رہا پھر چلا گیا۔" رافعہ نے کہا پھر بولی "میں انکل فرزند علی کے پاس گئی تھی ان سے وصیت نامے کے بارے میں پوچھا پولیس افسر کا کہنا درست تھا میں نے انہیں کافی کریدا لیکن انہوں نے کہا کہ یہ غازی صاحب کی خواہش تھی اور بس اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی تھی انہوں نے پھر میں نے بڑی ترکیب سے ایک بار پھر مسز غازی کے کمرے تک رسائی حاصل کی اور صرف وہ فائل دیکھی جس میں میں نے دوبارہ وہ میڈیکل رپورٹ نتھی کر دی تھی۔ یہ دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی کہ فائل میں سے میڈیکل رپورٹ غائب تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ شہریار نے اس رپورٹ پر توجہ دی تھی خیر یہ اندازہ تو مجھے تھا کہ وہ گاؤدی نہیں ہے۔ شام کو چار بجے کے قریب ریاض کا فون موصول ہوا اس نے کہا "تین بجے واپس پہنچا ہوں آپ کے دفتر آجاتا مگر سوچا کہ یہ آپ کی پسند کے خلاف نہ ہو اب حکم دیں کہاں ملاقات کی جائے۔"

"میرے آنے میں کوئی حرج ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ لیکن یہ گستاخانہ الفاظ میں نہیں ادا کر سکتا۔"

"اوہ تکلف کی حد کر دی تم نے میں آرہی ہوں۔ تھانے سے ہی فون کر رہے ہو نا۔"

"جی....."

"بس پندرہ منٹ میں پہنچ رہی ہوں۔" میں نے کہا اور ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد میں ریاض کے سامنے تھی۔ اس نے چائے کے ساتھ دیگر لوازمات کا انتظام کر رکھا تھا میں نے بیٹھتے ہوئے کہا "حسین پور میں کوئی کامیابی ہوئی۔"

"آپ دیکھ نہیں رہیں" ریاض میز کی طرف اشارہ کرکے بولا جہاں پھل اور بسکٹ وغیرہ سجے ہوئے تھے۔

"سمجھی نہیں۔"

"نذرانہ عقیدت ہے آپ کا کوئی کام کیا ہو یا نہ کیا ہو میں نے کام کرنے کا ایک طریقہ سیکھا ہے اور یہ استاد کی خاطر ہو رہی ہے۔"

"واہ" میں ہنس پڑی پھر میں نے کہا "اب تفصیل ہو جائے۔"

"جی اس نے اپنا حسین پور کا پتہ درست بتایا تھا لیکن جس جگہ کا اس نے پتہ بتایا تھا وہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ تقریباً ساڑھے پانچ سال پہلے آکر آباد ہوئے تھے۔ اس سے پہلے کہاں تھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ محلے والوں کے خیالات دونوں بہن بھائیوں کے بارے میں اچھے نہیں تھے خاص طور سے مکرم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک اوباش نوجوان تھا نشے وغیرہ کا عادی جھگڑالو بھی تھا اور ایک بار نشے کے عالم میں اس نے ایک شخص کو چاقو بھی مار دیا تھا جس پر اسے دو ماہ کی سزا ہوئی تھی۔"

"کیا وہ مسقط میں رہا تھا۔"

"بالکل نہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔"

"وہاں ان کے مالی حالات کیسے تھے۔"

"بہت اچھے ان کے پاس منی آرڈر آتے تھے جو بڑی بڑی رقموں کے ہوتے تھے اور انہیں سے ان کا گزارا چلتا تھا۔"

"اوہ اوہ کیا یہ پتہ نہیں چل سکا کہ یہ منی آرڈر کہاں سے آتے تھے۔"

"یہاں سے جاتے تھے۔"

"کیا مطلب....." میں اچھل پڑی۔

"جی ہاں کوئی ارشاد علی خان یہ منی آرڈر بھیجتے تھے ایک سو سترہ نشاط کالونی سے۔"

"ایک سو سترہ نشاط کالونی۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں ایک سو سترہ نشاط کالونی ایک خالی پلاٹ ہے جس پر کوئی عمارت تعمیر نہیں ہوئی اب سے چند منٹ قبل میرے ایس آئی نے یہ رپورٹ دی ہے جسے میں نے فوراً اس پتے پر روانہ کر دیا تھا۔"

"گویا جعلی نام سے یہ منی آرڈر بھیجے جاتے تھے۔"

"بالکل۔"

"ظاہر ہے وہاں تم نے پوسٹ آفس سے یہ معلومات حاصل کی ہوں گی میرا مطلب ہے حسین پور میں۔"

"جی بالکل....." ریاض نے جواب دیا۔

"بڑا کام کیا ہے تم نے واقعی محنت کی ہے میں تمہاری ترقی کی پیش گوئی کرتی ہوں ہاں ایک خاص بات اور یہ لوگ حسین پور سے کب چلے تھے۔"

"کوئی اڑھائی تین ماہ پہلے..... اور ایک خاص بات اور بتا دوں آپ کو وہاں مکرم خان بالکل ٹھیک تھا اور اس کے پاؤں میں کوئی تکلیف نہیں تھی۔"

"ارے" میں اچھل پڑی کچھ دیر خاموشی سے ریاض کو دیکھتی رہی پھر میں نے گہری سانس لے کر کہا "ریاض اب مکرم خان کی زبان کھلوانا ضروری ہو چکا ہے۔"

"بالکل۔"

"پھر کیا خیال ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا ریاض نے میز پر لگی گھنٹی بجائی ایک کانسٹیبل آیا تو انہوں نے کہا۔

"مغل شاہ کو بلاؤ۔" کانسٹیبل چلا گیا تو میں نے مغل شاہ کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہے تو ریاض نے بتایا "زبان کھلوانے کا شعبہ اس کے پاس ہے کمبخت دور قدیم کا کوئی شاہی جلاد لگتا ہے کسی کو اذیت دیتے ہوئے اس کے چہرے پر ایک شکن نہیں ہوتی۔ یہاں اس تھانے میں ڈرائنگ روم کا انچارج ہے" باہر سے بین کے بجنے کی آواز ابھر رہی تھی یہ آواز دیر سے آرہی تھی مگر ظاہر ہے قابل توجہ نہیں تھی البتہ اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے جلدی سے کہا۔

"یہ آواز سن رہے ہو۔"

"کونسی آواز۔"

"شاید سپیرے ہیں بین بجا کر سانپ کا تماشہ دکھا رہے ہوں گے۔"

"ایں..... ہاں..... شاید مگر....." ریاض نے کہا۔

"انہیں یہاں بلوا لو۔ ایک پرانا حربہ مکرم پر استعمال کریں گے۔ یہ پتہ لگائیں گے کہ وہ معذور ہے یا نہیں۔" میں نے کہا اور ریاض اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر کھلنڈرے پن کے آثار نمودار ہو گئے۔ اتنی دیر میں ایک دیوہیکل کانسٹیبل اندر آگیا اور اس نے سلوٹ کیا۔ لمبی داڑھی تھی اور چہرے سے دہشت ٹپکتی تھی۔

"مغل شاہ ان سپیروں کو احاطے میں پکڑ لاؤ۔ آواز آرہی ہے نا....."

"جی صاحب" مغل شاہ نے کہا اور مشینی انداز میں باہر نکل گیا۔ چند لمحات کے بعد میں اور ریاض احاطے میں پہنچ گئے۔ دو سپیرے تھے جو بہت خوفزدہ نظر آرہے تھے۔ مغل شاہ دو کانسٹیبلوں کے ساتھ انہیں دھکے دیتا اندر لایا تھا۔

"کوئی گلتی ہو گیا مائی باپ۔ غریب لوگ ہیں ہم تو..... ہمارا کسور مائی باپ....." ایک سپیرے نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"ڈرو نہیں تمہارے پاس سانپ ہیں۔" ریاض نے پوچھا۔

"جی مائی باپ ..... مگر سب بیکار ہے زہریلا نہیں ہے۔"

"ہمیں تم سے کام ہے ہمارا کام کرو پچاس روپے ملیں گے۔"

"حکم کرو سرکار ہم گلام ہیں۔"

"ایک ایسا سانپ چاہئے جو بالکل بے ضرر ہو' کسی کو نقصان پہنچا تو تمہاری شامت آجائے گی۔" ریاض نے کہا۔

"ابھی لو مائی باپ ابھی لو" سپیرا جلدی سے جھولی نیچے رکھ کر اسے کھولنے لگا۔ میں نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"لاک اپ میں کوئی ایسی جگہ ہے۔"

"ہاں عقب میں چھوٹی سی کھڑکی موجود ہے کام آسانی سے بن جائے گا۔"

"مکرم وہاں اکیلا ہے۔"

"بالکل۔"

"تب ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اس دوران سپیرے نے ایک کوڑیالا ناگ نکال لیا تھا جسے اس نے ہاتھ پر لپیٹ لیا۔ اس کے بعد ہم اس سپیرے کو لے کر چل پڑے..... مغل شاہ کو اس کی ذمہ داری سونپ کر سارا کام سمجھا دیا تھا اور میں ریاض کے ساتھ لاک اپ کے سامنے والی گیلری میں آگئی یہاں سے ہم مکرم کا جائزہ لے سکتے تھے وہ زمین پر چاروں شانے چت پڑا ہوا تھا بیساکھی اس سے کچھ فاصلے پر موجود تھی۔ یہیں سے ہم نے چھوٹی کھڑکی کی طرف دیکھا اس کے عقب میں مغل شاہ اور سپیرا نظر آرہے تھے۔ سپیرے نے آہستہ سے سانپ کا سر کھڑکی سے اندر داخل کیا اور پھر اسے نیچے چھوڑ دیا۔ مکرم شاہ بے سدھ پڑا ہوا تھا سانپ آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ پھر وہ مکرم شاہ کے بالکل قریب پہنچ گیا اور پھر اس کے بدن پر چڑھنے لگا۔ مکرم شاہ نے چونک کر گردن اٹھائی پھر اس کی ایسی خوفناک آواز گونجی کہ دیواریں جھنجھنا گئیں۔ اس نے برق کی مانند تڑپ کر سانپ کو خود پر سے جھٹک دیا اور پھر ایک الٹی چھلانگ لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے تیز تیز آوازیں نکلنے لگیں۔

"سانپ..... سانپ....." وہ سلاخوں والے دروازے کی طرف بھاگا لیکن وہاں کوئی سنتری موجود نہیں تھا۔ مکرم نے وہاں سے بھی چھلانگ لگائی وہ بے حد پھرتیلا تھا۔ اس بار اس نے جھپٹ کر بیساکھی اٹھالی تھی۔ ادھر سانپ بھی چوکنا ہو گیا تھا۔ اس نے پھن اٹھا لیا مگر مکرم شدت خوف سے پاگل ہو گیا تھا۔ اس نے بیساکھی سانپ پہ پھینک ماری اور سانپ اس کی لپیٹ میں آگیا۔ ساتھ ہی مکرم اس پر جھپٹا اور اس نے سانپ کو بیساکھی کے نیچے دبا دیا۔ پھر اس نے نہایت مہارت سے اسے رگڑ کر رکھ دیا تھا۔ میں ریاض کو اشارہ کرکے آگے بڑھ گئی۔ مکرم نے ہم دونوں کو دیکھا اور دہشت بھرے انداز میں سانپ کی طرف اشارہ کرکے بولا..... "سانپ نکل آیا تھا' سانپ۔"

"کوئی بات نہیں مکرم خان تم نے اسے مار دیا نا۔"

"-اور یہ مجھے ڈس لیتا تو.....؟"

"تو تم مرجاتے ..... مگر تم بغیر بیساکھی کے کھڑے ہوئے ہو۔ میرا خیال ہے تمہارا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔" مکرم کا چہرہ اتر گیا۔ وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے ہم دونوں کو دیکھنے لگا۔ اسی اثناء میں مغل شاہ سپیرے کے ساتھ آگیا تھا۔ دو اور کانسٹیبل بھی اس کے ساتھ تھے۔ سپیرے نے مردہ سانپ اٹھالیا اور ریاض نے اسے دو سو روپے دے کر بھگا دیا' پھر وہ مغل شاہ سے بولا۔ "اسے لے کر ڈرائنگ روم میں آجاؤ۔" ہم دونوں وہاں سے چل پڑے۔ میرا دل دھڑک رہا تھا

نہ جانے کیوں مجھے لگ رہا تھا کہ میں کامیابی کے قریب ہوں۔ کچھ ہو جائے گا۔ ضرور کچھ ہو جائے گا۔ پھر میں نے ڈرائنگ روم دیکھا۔ دیوار پر چمڑے کے کوڑے لٹکے ہوئے تھے ایک طرف ٹکٹکی کھڑی ہوئی تھی۔ مکرم خان کو دھکے دے کر ڈرائنگ روم میں داخل کر دیا گیا۔

"سر جی یہ پھر بیساکھی بیساکھی کی رٹ لگا رہا تھا۔" مغل شاہ نے کہا۔

"میرا خیال ہے اس بار تم اسے سچ مچ لنگڑا کر دو۔" ریاض نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"ظالمو..... ظلم نہ کرو' حساب دینا پڑے گا..... روز قیامت حساب دینا پڑے گا۔" مکرم نے خونخوار لہجے میں کہا۔

مغل شاہ نے اسے گردن سے پکڑ کر ٹکٹکی کی طرف دھکیلا۔ اس نے جدوجہد کی تو مغل شاہ نے اسے ایسا تھپڑ رسید کیا کہ وہ اوندھا گر پڑا۔ دو کانسٹیبلوں نے اسے اٹھا کر ٹکٹکی کے پاس پہنچایا اور اسے ٹکٹکی میں نہایت بیدردی سے کس دیا گیا۔ مجھے بے حد دکھ ہو رہا تھا اور اس وقت عجیب سا احساس دل میں ابھر رہا تھا۔ وہ انسان ہی تھا اور ایک جیتے جاگتے انسان کے ساتھ یہ سلوک..... مگر..... ریاض آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچا تو میں بھی اس کے ساتھ ہی آگے بڑھ گئی۔ مکرم خان وحشت زدہ نظروں سے ریاض کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"سنو مکرم خان..... اس سے پہلے کہ تم پر سختی کی جائے اگر تم ہمارے سوالوں کے جواب دے دو تو یہ سب کچھ نہیں ہو گا۔" جواب میں اس نے ایک غلیظ سی گالی بکی تھی۔ اور ریاض کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"نہیں لبنیٰ جی..... یہ جو کچھ ہے اس کا اندازہ آپ کو ہو رہا ہو گا۔ ہمیں اس سے بات کرنے دیں۔" ریاض نے کہا۔ پھر خونخوار لہجے میں مکرم سے بولا۔

"آپ کا پاؤں اچانک کیسے ٹھیک ہو گیا مکرم صاحب.....؟"

"میں' میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ مر رہا ہوں میں' مجھے انجکشن دیدو' کل سے..... کل سے میری حالت خراب ہے کل سے..... ایک انجکشن دیدو مجھے۔"

"فضل..... ایک انجکشن اور سرنج لے آؤ۔" ریاض نے کہا اور جس کانسٹیبل کو اس نے مخاطب کیا تھا وہ باہر نکل گیا۔ تب اس نے کہا۔ "تم نے اپاہج ہونے کا ڈھونگ کیوں رچایا تھا۔"

"ڈھونگ..... نہیں..... میں اپاہج ہوں..... وہ تو ..... وہ تو سانپ دیکھ..... آہ میرا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔ خدا تمہارا بھلا کرے۔"

"جمیلہ کو کس نے قتل کیا ہے مکرم۔" ریاض نے پوچھا۔

"یہ تمہیں معلوم کرنا چاہئے۔ تمہارا کام ہے یہ..... وہ مریل ابھی تک انجکشن نہیں لایا کسی اور کو بھیجو انسپکٹر صاحب۔"

"تم مقط کب گئے تھے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ارے بھاڑ میں گیا مسقط......... اپنی لگائے ہوئے ہو میری حالت خراب ہو رہی ہے ساری ہڈیاں کڑکڑا رہی ہیں اور تم........" ریاض نے مغل شاہ کی طرف دیکھا اور مغل شاہ نے ایک بید سنبھال لیا- پھر شائیں کی آواز کے ساتھ بید مکرم کی کمر پر پڑا اور مکرم کٹے ہوئے بکرے جیسی آوازیں نکالنے لگا- "مر گیا رے......... مر گیا......... ارے مر گیا-" دوسرا بید بھی ٹھیک اسی جگہ پڑا تھا-

"تم مسقط کب گئے تھے.........؟"

"نہیں گیا تھا- کبھی نہیں گیا تھا- جھوٹ بولا تھا میں نے- ہائے کھال اڑا دی ارے مر گیا-"

"حسین پور سے پہلے تم دونوں بہن بھائی کہاں رہتے تھے.........؟"

"جہنم میں.........!" اس نے کہا اور مغل شاہ کا بید پھر اپنے نشانے پر پڑا- اس بار مکرم نے کوئی آواز نہیں نکالی تھی بلکہ چونک کر ریاض کو دیکھنے لگا تھا- پھر اس نے کہا- "مارو......... جتنا مار سکتے ہو مارو......... دیکھوں کیا پوچھ لیتے ہو مجھ سے.........؟"

میں نے اس تبدیلی پر چونک کر اسے دیکھا تھا- اسی وقت کانسٹیبل ایک سرنج اور دو انجکشن لے آیا تھا- مکرم خان نے جلدی سے کلائی آگے بڑھا دی- "لگا دے بھائی جلدی سے لگا دے.........!"

"یہ دونوں انجکشن تمہیں لگا دیئے جائیں گے مکرم خان مگر اس وقت جب تم سارے سوالوں کا جواب دے دو گے-"

"پہلے انجکشن لگا دو......... پھر جواب دوں گا-"

"لے جاؤ......... یہ انجکشن لے جاؤ-" ریاض نے کانسٹیبل سے کہا- اور کانسٹیبل واپس جانے لگا- مکرم خان چیخ چیخ کر رونے لگا تھا- وہ دہائی دے رہا تھا سر پٹخ رہا تھا اور میرا دل دکھ رہا تھا-

"کوئی ہے......... کوئی ہے جو میری مدد کرے- کوئی ہے اس دنیا میں-" اس نے روتے ہوئے کہا میں بے اختیار آگے بڑھی اور میں نے رومال سے اس کے آنسو خشک کئے چہرہ صاف کیا اور پھر کانسٹیبل کو آواز دی تو وہ رک گیا-

"اسے انجکشن لگاؤ فضل- اسے ایک انجکشن لگا دو-"

"اوہ لیڈی جی......... پھر تو یہ کچھ بھی نہیں بولے گا اسے طاقت مل جائے گی-" ریاض نے کہا-

"پلیز ریاض......... اسے ایک انجکشن لگوا دو......... پلیز-" میں نے کہا اور ریاض نے کانسٹیبل کو اشارہ کر دیا- چند لمحات کے بعد مکرم کو انجکشن دے دیا گیا- میں نے اس کے چہرے کا پسینہ خشک کیا اور کہا- "تم نے مجھے گالی دی تھی نا مکرم......... اور گالیاں دو مجھے میں تمہاری بہن ہوں جمیلہ ہوں میں......... دیکھو......... مجھے غور سے دیکھو......... میں تمہاری بہن ہوں مکرم اور

گالیاں دو مجھے......... بند رکھو اپنی زبان کچھ نہ بتاؤ میں انہیں تم پر ظلم نہیں کرنے دوں گی- اسے کھول دیں انسپکٹر صاحب- مجرم ہے تو بند کر دیں اسے مگر یہ سب نہ کریں- وہ بھی تو اسے چاہتی ہو گی- نہیں میں یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتی- میری آنکھیں اس بہن کو دیکھ رہی ہیں جس کی روح اس کے لئے بے چین ہو رہی ہے-"

"بکو مت......... بکواس مت کرو......... بکواس مت کرو........." اس نے پھر ایک گالی بکی اور پھر چیخ چیخ کر رونے لگا- "جمیلہ......... جمیلہ......... کیا کروں میں......... بتا مجھے میں کیا کروں-"

"اسے کھول دو ریاض-" میں نے کہا اور ریاض نے مغل کو اشارہ کیا- مغل نے اسے ٹکٹکی سے اتار لیا وہ زارو قطار رو رہا تھا- پھر وہ وہیں زمین پر بیٹھ گیا- اس نے روتے ہوئے کہا-

"قتل کر دیا اس نے میری بہن کو مار دیا اس کتے نے- مامتا نے مار دیا تھا اسے- پاگل ہو گئی تھی وہ مامتا کی ماری ایک بھی نہ مانی میری......... بہت کمینہ تھا ہمارا باپ......... آوارہ' جواری' شرابی' خیرآباد میں رہتے تھے ہم' ماں مر چکی تھی وہ مجھے ماں بن کر پال رہی تھی مگر باپ کی آوارگیوں نے اسے زندہ درگور کر رکھا تھا- جو گھر میں جوا کھیلتا تھا برے لوگ آتے تھے ہمارے گھر میں میرا باپ اپنی حسین بیٹی کا لالچ دے کر لوگوں کو لوٹتا تھا- بہت خوبصورت تھی وہ اپنی جوانی میں مگر رو رو کر زندگی گزار رہی تھی- ہر لمحہ اسے اپنی آبرو کا کھٹکا لگا رہتا تھا- وہ دہشت زدہ رہتی تھی ان لوگوں سے جو ہمارے گھر آتے تھے- ہمارا باپ ہم دونوں کو مارتا تھا وہ اسے بری زندگی گزارنے پر مجبور کرتا تھا وہ کہتا تھا کہ جمیلہ اس کی بات مان لے تو عیش کی زندگی گزرے ہماری- مگر وہ خود کو بچائے ہوئے تھی- پھر وہ شیطان ہمارے گھر آیا جوا کھیلنے اپنے دوست کے ساتھ- اس دن کوئی اور نہیں آیا تھا بس وہ دونوں تھے- جوا نہ ہوا میرے باپ نے اس سے جمیلہ کے بارے میں بات کی اور وہ جمیلہ سے ملا- جمیلہ نے اس کے پاؤں پکڑ لئے رو رو کر اس سے آبرو کی بھیک مانگی اور وہ اوتار بن گیا- دولت مند آدمی تھا اس نے میرے باپ سے بات کی اسے دھمکیاں دیں- پھر کہا کہ وہ ہمارا سارا خرچ اٹھائے گا کوئی غلط کام نہ کیا جائے میرا باپ مان گیا اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور پھر اس نے جمیلہ سے نکاح کر لیا- وہ ہزاروں روپے بھیجتا تھا- ہمیں مہینہ پندرہ دن کے بعد جمیلہ کے پاس آتا تھا- مکان بھی دوسرا لے دیا تھا اس نے ہمیں تاکہ ہمارے باپ کے برے دوستوں کا رخ اس طرف نہ ہو- بعد میں اس نے بتایا کہ وہ شادی شدہ ہے اس لئے جمیلہ کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا- بات بن گئی تھی پھر جمیلہ کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی- بہت خوش تھی جمیلہ......... مگر اس اژدہے نے اسے لوٹ لیا- وہ جمیلہ کی بیٹی کو اپنے ساتھ لے گیا کیونکہ پہلی بیوی سے اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی- اس نے بڑی منت سماجت کی تھی جمیلہ کی نہ جانے کیا کیا واسطے دیئے تھے اسے- جمیلہ آہوں میں ڈوب گئی- اس کے بعد اس کے چہرے پر خوشی نہ آئی- اس مردود نے پہلے مہینوں پھر سالوں میں آنا شروع کر دیا پھر سالوں میں بھی آنا بند کر دیا- ہاں اپنی عزت بچانے کے لئے وہ رقم ضرور بھیجتا تھا- ہمارا باپ مر گیا- میری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صحبت شروع سے ہی خراب تھی میں نشے کا عادی ہو گیا تھا- اسی لئے میں بھی اپنی بہن کے لئے کچھ نہ کر سکا- زندگی گزار دی اس نے- مگر میری ساری برائیوں کے باوجود وہ مجھے دل سے چاہتی تھی ارے سب کچھ تھی وہ میری- سب کچھ تھامیں اس کا- اور پھر..... پھر اسے موت کا دورہ پڑا- اسے خواب میں اپنی بیٹی نظر آئی اور وہ پاگل ہو گئی اس کے لئے وہ اس سے ملنا چاہتی تھی اسے دیکھنا چاہتی تھی- ہمیں اس کے منی آرڈر حسین پور سے ملتے تھے ہم حسین پور آگئے اسے تلاش کیا وہ نہیں ملا البتہ اس کا وہ منحوس دوست مل گیا جو اسے پہلی بار ہمارے گھر لایا تھا- ہم نے وہاں مکان کرائے پر لے لیا تھا- میں نے اس دوست سے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ وہ کنبہ حسین پور نہیں رہتا- ہمیں اس کا دوست منی آرڈر کرتا تھا- اسی کے ذریعہ یہ کام ہو رہا تھا- اسے بلایا گیا اور اس نے جمیلہ کو پھر جھوٹی تسلیاں دینا شروع کر دیں- اسے بتایا کہ اس کی بیٹی شہزادیوں کی طرح پل رہی ہے- وہ اس کی بیوی کو ماں سمجھتی ہے- اسے سب کچھ پتہ چلا تو وہ مر جائے گی اور جمیلہ پھر مان گئی- مگر اس کی ممتا تڑپ رہی تھی- کئی ماہ گزر گئے- رقم پھر منی آرڈر کرتا تھا مگر جمیلہ کو روگ لگ گیا تھا- وہ ایک بار اپنی بیٹی سے ملنا چاہتی تھی اسے دیکھنا چاہتی تھی اس کی یہ خواہش شدید ہو گئی- پاگل ہو گئی وہ- تب مجبوراً میں نے اس کے دوست سے اس کا پتہ مانگا- وہ نہ مانا تو میں نے اس کی گردن پر چھری رکھ دی اور اسے پتہ بتانا پڑا- میں جمیلہ کی حالت دیکھ رہا تھا- یہ بھی جانتا تھا کہ اس کا دوست اسے اطلاع کر دے گا اور جمیلہ کا مقصد پھر ادھورا رہ جائے گا اس لئے میں نے اس کی گردن اتار دی- اسے ہلاک کرنا ضروری تھا میرے لئے- پھر ہم دونوں یہاں آگئے- میں نے کوارٹر کرائے پر لے لیا اور اسے تلاش کرنے لگا- کافی دن کے بعد اس کا پتہ چلا تھا- میں نے اس سے بات کی اسے جمیلہ کی آمد کے بارے میں بتایا تو وہ پھر جمیلہ کے پاس آگیا- اس نے پھر وہی کہانیاں جمیلہ کو سنانا شروع کر دیں- اس نے بتایا کہ جمیلہ کی بیٹی ملک سے باہر گئی ہوئی ہے- وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہے مگر اب جمیلہ بہل نہیں رہی تھی اس نے کہا کہ اب وہ مجبور ہو گئی ہے اس کی ممتا چاہتی ہے کہ وہ ایک نگاہ اپنی بیٹی کو دیکھے اس سے ملے تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے وہ انتظام کر دے گا اسے باہر کے ملک سے بلا لے گا- مگر اس کمینے نے میری بہن کی آہ..... اس نے اس کی آخری خواہش نہ پوری کی- اس وقت وہ آیا..... میں اسے جمیلہ کے پاس چھوڑ کر باہر چلا گیا اور پھر بہت دیر کے بعد میں واپس آیا تو..... میری بہن ہلاک کر دی گئی تھی اس نے اپنی عزت اپنا وقار بچانے کے لئے میری بہن کو موت کی نیند سلا دیا تھا- میری کائنات..... میری بہن..... اور میں اس کی موت کو بھلا نہیں سکتا تھا- میں اس کے قاتل کو جانتا تھا اس کے گھر کا راستہ جانتا تھا- میں اس کے گھر پہنچا اور میں نے..... میں نے اس کی گردن کاٹ دی- بڑا خوش تھا کتا..... مجھے بھول ہی گیا تھا..... یہ بھول گیا تھا کہ میں زندہ ہوں جیسا بھی ہوں جمیلہ کا بھائی ہوں میں- مار دیا میں نے اسے مار ڈالا میں نے اسے..... مار ڈالا موذی کو....." وہ زور زور سے چیخنے گا- اور مجھے اندازہ بھی نہ

ہو سکا کہ کب میری آنکھوں سے آنسو نکل کر رخساروں کا رخ اختیار کر چکے ہیں-

ریاض کی آواز نے مجھے چونکایا تھا- "مغل شاہ..... اسے لاک اپ میں پہنچا دو"

"مغل اسے دوسرا انجکشن بھی دیدو-" میں نے کہا اور مغل شاہ نے خاموشی سے میرے حکم کی تعمیل کی- ریاض کا چہرہ بھی اداس تھا- اپنے آفس میں آکر اس نے کہا-

"آپ نے صحیح نشاندہی کی تھی مس لبنیٰ- غازی عادل کا کیس یہی تھا ویسے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں آپ سے-"

"کیا.....؟"

"اس وقت آپ واقعی جذباتی ہو گئی تھیں اس کے لئے..... یا ہمیں ناکام ہوتے دیکھ کر آپ نے وہ جذباتی اداکاری کی تھی-"

"سوری ریاض..... اس کا جواب نہ دے سکوں گی.....!" میں نے گلوگیر لہجے میں کہا- سارا مسئلہ حل ہو گیا تھا ریاض کو میں نے چند مشورے دیئے تھے اور پھر وہاں سے چل پڑی تھی- یہ اتفاق ہی تھا کہ میرا رخ عادل محمود کی کوٹھی کی طرف ہو گیا تھا- بڑی پریشان تھی- اس وقت یہ کہانی دل دہلا رہی تھی- کیا انوکھی داستان تھی- بے چاری رافعہ اسے یہ سب کچھ معلوم ہو گا تو اس پر کیا گزرے گی- جینا مشکل ہو جائے گا اس کے لئے لیکن کچھ چھپایا بھی تو نہیں جا سکتا تھا اور پھر چھپانے سے فائدہ بھی کیا ہوتا-

کوٹھی میں داخل ہو گئی- رافعہ سے ملاقات ہوئی- "امی ہسپتال سے آگئی ہیں-" اس نے بتایا-

"کیسی طبیعت ہے.....؟"

"بس ٹھیک ہے اب تو یہ سب کچھ جاری رہے گا..... نہ جانے کب تک ہاں ایک امید ہے-"

"کیا.....؟" میں نے چونک کر پوچھا-

"ان لوگوں کا تصور کرتی ہوں لبنیٰ..... جو ایسے حادثوں سے دوچار ہو چکے ہیں اب سب ٹھیک ہیں زندگی کے تمام معمولات میں دلچسپی لیتے ہیں دل کھو کر ہنستے ہیں وقت ایسا کر دیتا ہو گا- ہم بھی ضرور ٹھیک ہو جائیں گے- سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے گا ابو کی کمی بھول جائیں گے ہم- بس دیکھنا یہ ہے کہ وہ وقت کب آئے گا ابھی تو بڑی گھٹن ہے بڑا خوف ہے- پولیس امی کے کمرے کے سامنے موجود ہے-"

"ہسپتال سے کیوں آگئیں مسز غازی.....؟" میں نے پوچھا-

"کہنے لگیں دل گھبرا رہا ہے- ڈاکٹر نے اجازت دیدی-"

ہم لوگ ابھی باتیں کر رہے تھے کہ پولیس کی دو گاڑیاں اندر داخل ہو گئیں- اگلی گاڑی سے انسپکٹر شہریار پوری وردی میں نیچے اترا- اس کے ساتھ چند اور افسر بھی تھے- میرے ذہن کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جھٹکا سا لگا شہریار کا انداز کچھ بہتر نہیں تھا اس نے کہا۔ "میں بیگم صاحبہ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"آیئے" رافعہ نے کہا۔ میں پورے اعتماد سے ان لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہو گئی تھی۔

شہریار نے سنگین لہجے میں کہا۔

"محترمہ دردانہ عادل محمود میں واقعات اور کچھ ثبوتوں کی بنیاد پر آپ کو غازی عادل محمود کے قتل کے الزام میں گرفتار کر رہا ہوں آپ نے پولیس سے تمام حقائق چھپائے ہیں اور اس واردات کو الجھاوے دینے کی کوشش کی ہے آپ نے باقاعدہ منصوبہ بندی کرکے یہ واردات کی ہے اور اس کے پس پردہ کچھ عوامل ہیں مثلاً ایک شادی کے باوجود اپنی بیٹی کو آپ نے مری روانہ کر دیا کیونکہ یہ آپ کے منصوبے میں شامل تھا۔ واردات کی رات آپ کے شوہر گھر میں تھے اور آپ تیار ہو کر گھر سے نکلی تھیں لیکن اس کے بعد آپ کئی گھنٹے گم رہیں۔ دراصل آپ واپس آئی تھیں اور موقع کی تلاش میں تھیں آپ نے موقع ملتے ہی عادل محمود کو قتل کیا اور پھر خاموشی سے واپس جاکر تقریب میں شامل ہو گئیں۔ اس قتل کے پس پردہ کیا عوامل تھے اس کی تفصیل آپ خود عدالت کو بتائیں گی۔ بنیادی طور پر آپ اپنے شوہر سے شدید اختلاف رکھتی تھیں۔ غازی عادل محمود سماج اور معاشرے میں جو نیک نامی رکھتے تھے آپ اس سے متفق نہیں تھیں آپ کو شبہ تھا کہ وہ اپنی دولت اور جائیداد کا بڑا حصہ اس لڑکی کو دیدیں گے جو آپ کی بیٹی نہیں ہے جس رافعہ آپ کی اولاد نہیں ہیں مسز غازی کیونکہ آپ ابتدا سے بانجھ ہیں اور ہر طرح کے علاج کے باوجود ڈاکٹروں نے آپ کے بانجھ ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا ہے جو آپ کے میڈیکل فائل سے پولیس کو دستیاب ہو چکا ہے۔ عادل محمود صاحب آپ کے ذہنی بحران سے واقف تھے۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ آپ ایسا بھیانک قدم اٹھا سکتی ہیں البتہ انہیں یہ خدشہ ضرور تھا کہ جائیداد کا تنازعہ پیدا ہو گا چنانچہ انہوں نے اپنے وصیت نامے تیار کرائے اور انصاف سے کام لیتے ہوئے جائیداد تقسیم کر دی۔ لیکن افسوس آپ نے انتظار نہ کیا اور....."

شہریار کچھ دیر کے لئے رکا۔ میں سخت اضطراب کا شکار ہو گئی تھی شہریار حقائق تلاش نہیں کر سکا تھا اور نہایت نامکمل ثبوتوں کا سہارا لے کر جلد بازی کا مظاہرہ کر بیٹھا تھا میں نے بیگم غازی کا چہرہ دھلے لٹھے کی طرح سفید ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہی کیفیت رافعہ کی تھی۔ تب میں آگے بڑھی اور میں نے کہا۔

"یہ تمام واقعات و شواہد آپ کی طرف سے پولیس کو مشکوک کرتے ہیں' بیگم صاحبہ اور پولیس آپ کو گرفتار کرنے پر مجبور ہے بصورت دیگر آپ کو اپنی خاموشی توڑ کر وہ اصل حقائق پولیس کے سامنے لانا ہوں گے جن سے حقیقی مجرم روشنی میں آتا ہے پولیس سے حقائق کو چھپانا جرم ہے مسٹر شہریار آپ کو ان حقائق کو آشکارا کرنے کا موقع دے رہے ہیں۔"

شہریار کا منہ کھلا اور پھر بند ہو گیا رافعہ نے صرف ایک بار مجھے دیکھا بیگم غازی کے چہرے میں تبدیلی بھی رونما ہوئی اور میں نے جلدی سے کہا۔ "ہاں بیگم صاحبہ۔ آپ بے شک نیک اور

شوہر پرست خاتون ہیں لیکن اب یہ سب کچھ چھپانے سے کوئی فائدہ نہیں جمیلہ کی کہانی پولیس کے علم میں آچکی ہے مکرم خاں پولیس کی تحویل میں ہے۔"

بیگم غازی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا اور میں نے کہا "آپ کو حوصلے سے کام لینا ہو گا۔ آپ کو۔"

"وہ برے انسان نہیں تھے وہ بہت اچھے انسان تھے مگر ہر اچھا انسان کبھی نہ کبھی کسی فریب میں آجاتا ہے ہاں میں بانجھ ہوں میرے کبھی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ مجھے اس کا دلی صدمہ تھا۔ بارہا میں نے ان سے کہا کہ وہ دوسری شادی کر لیں مگر وہ ہنس کر بولے کہ نہیں دردانہ تقدیر نے ہمیں جو کچھ دیا ہے وہی کافی ہے میں تم سے مطمئن ہوں اور بس۔ پھر وہ ایک حادثے کا شکار ہو گئے۔ جمیلہ نامی کسی لڑکی سے انہوں نے نکاح کر لیا جو ظلم کی چکی میں پس رہی تھی یہ قدم صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اٹھایا تھا بعد میں انہیں اس اقدام کا شدید احساس ہوا اور مضمحل رہنے لگے مجھے انہوں نے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا مگر میں ان کی پریشانی کو محسوس کرکے کئی بار اس بارے میں پوچھ چکی تھی پھر ایک دن انہوں نے ایک شیر خوار بچی میری آغوش میں دی اور کہا کہ یہ رافعہ ہے ان کے ایک دوست کی بچی جو دوسرے شہر میں رہتا ہے اس کی بیوی زچگی کے عالم میں فوت ہو گئی اور وہ بیرون ملک جا رہا ہے۔ اس نے یہ بچی ہمیں دیدی ہے' کیونکہ ہم بے اولاد ہیں اور وہ اس کی پرورش نہیں کر سکتا۔ میں نے ان کی بات پر یقین کر لیا تھا۔ اور میں بڑی چاہت سے اس بچی کو پروان چڑھانے لگی مجھے کوئی شبہ نہیں ہوا تھا وہ جمیلہ کا خیال رکھتے تھے اسے اخراجات مہیا کرتے رہتے تھے۔ جس کا علم مجھے طویل عرصہ کے بعد ہوا۔ ان کا ایک دوست جو ان کے اور جمیلہ کے درمیان رابطہ رکھتا تھا اتفاق سے غلطی کر بیٹھا اور اس کا ایک تفصیلی خط میرے ہاتھ لگ گیا۔ میں غم و غصے کا شکار ہو گئی۔ میں نے غازی سے کچھ نہ پوچھا اور خفیہ طور پر اس سلسلے میں تحقیقات کرنے لگی تب مجھے کافی حد تک حقائق معلوم ہو گئے۔ مگر میں نے پھر بھی ان سے کچھ نہ کہا۔ میں صبر کر گئی تھی مگر اس کے بعد رافعہ کے لئے میرے دل میں وہ مقام نہ رہا۔ میں اسے ماں جیسی چاہت نہ دے سکی میں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ زندگی کی آخری سانس تک زبان بند رکھوں گی اگر وہ خود مجھے نہیں بتائیں گے تو میں بھی ان سے کچھ نہیں پوچھوں گی اور میں نے خود سے کیا ہوا یہ عہد نبھایا۔ زندگی گزر گئی' مجھے غم تھا۔ بہت غم تھا وہ مجھے یہ سب کچھ بتا دیتے تو کیا جرم تھا۔ اور پچھلے دنوں سے وہ پریشان تھے کافی پریشان تھے بارہا جی چاہا کہ ان سے ان کی پریشانی کے بارے میں پوچھوں مگر ہمت نہ پڑی۔ البتہ میں خفیہ طور پر معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ میں نے ان کا فون سننے کی کوشش کی جس میں کوئی مکرم نامی آدمی ان سے بات کرتا تھا۔ اس نے مارسٹن روڈ کا حوالہ دیا تھا مگر تفصیل مجھے معلوم نہیں ہو سکی۔ غلطی کی تھی میں نے۔ مجھے معلوم نہیں معلوم تھا کہ۔ یہ..... یہ..... سب کچھ ہو جائے گا وہ اس طرح ہم سے جدا ہو جائیں گے خدا کی قسم مجھے شبہ بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں تھا۔"

"آپ نے یہ سب کچھ پولیس سے کیوں چھپایا بیگم صاحبہ۔"

"آہ۔ جس غم کو زندگی بھر سینے میں دبائے رکھا اسے اب ان کی موت کے بعد کیسے دنیا کے سامنے لے آتی۔ کیسے ان کی موت کے بعد انہیں رسوا کرتی" مسز غازی نے روتے ہوئے کہا۔

"جمیلہ کی کہانی یہ ہے بیگم صاحبہ۔ وہ طویل عرصہ تک برداشت کئے رہی مگر ماں تھی۔ باپ کے مرجانے کے بعد وہ اپنے اوباش بھائی مکرم کے ساتھ زندگی بسر کرتی رہی مگر اس کے دل میں بیٹی کو دیکھنے کی آرزو چٹکیاں لیتی رہی۔ اور اس نے بارہا غازی صاحب مرحوم سے کہا کہ اس کی بیٹی اسے واپس کر دی جائے اسے دکھائی جائے۔ غازی صاحب یہ جرات نہ کر سکے۔ وہ بزدلی کا مظاہرہ کرکے اسے ٹالتے رہے اس سے چھپتے رہے تب وہ دیوانگی کی حدود میں داخل ہو گئی۔ وہ اپنے بھائی کے ساتھ یہاں آگئی اور اس نے غازی صاحب کا پتہ لگا لیا اس کا مطالبہ شدت اختیار کر گیا مگر غازی صاحب کسی قیمت پر یہ راز نہیں کھلنے دینا چاہتے تھے غالباً انہیں اپنی اکلوتی بیٹی کا بھی خیال تھا کہ اسے یہ کہانی معلوم ہو گی تو اس پر کیا گزرے گی وہ سخت پریشان تھے اور اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے جمیلہ کو قتل کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ حادثے والی رات جب آپ شادی میں شرکت کرنے گئیں تو وہ تیار ہو کر خاموشی سے باہر نکلے اور مارسٹن روڈ کے کوارٹر نمبر ایک سو گیارہ میں مقیم جمیلہ کو انہوں نے قتل کر دیا۔"

رافعہ کے حلق سے ایک گھٹی گھٹی چیخ نکلی تھی۔ پھر اس نے اپنا منہ دبا لیا میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا اور بولی "جمیلہ کو قتل کرکے غازی صاحب نے سوچا کہ اب سب ٹھیک ہو گیا لیکن وہ اس کے بھائی مکرم کو فراموش کر بیٹھے۔ مکرم اپنی بہن کو بہت چاہتا تھا اپنی بہن کی لاش دیکھ کر وہ ضبط نہ کر سکا اور اس نے جوابی کارروائی کے طور پر اپنی بہن کے قتل کا انتقام لینے کے لئے اسی وقت آپ کی کوٹھی میں داخل ہو کر غازی صاحب کو قتل کر دیا۔"

"آہ۔ میں۔ بس اس وقت مارسٹن روڈ کے چکر لگاتی رہی میں جمیلہ کو تلاش کرکے اسے ملنا چاہتی تھی آہ کاش..... کاش....."

"مکرم کو مارسٹن تھانے کے انچارج نے گرفتار کر لیا ہے بیگم صاحبہ۔ اور اس نے اقرار جرم کر لیا ہے۔ آپ کو حقائق بتانے پر آمادہ کرنے کے لئے انسپکٹر شہریار نے یہ الفاظ آپ کے لئے کہے تھے۔"

انسپکٹر شہریار کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو رہا تھا وہ سخت بے چین نظر آرہا تھا۔ پھر اس نے اپنے ساتھی افسران کو اشارہ کیا اور وہاں سے باہر نکل گیا۔

رافعہ بے اختیار ہو کر رونے لگی تھی اور میں عجیب سی کیفیات سے گزر رہی تھی شہریار کو بروقت غلط قدم اٹھانے سے روک دیا تھا ورنہ اسے سخت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا۔ لیکن میں

نے حقیقی معنوں میں اس کا دماغ درست کر دیا تھا۔ میں جانتی تھی کہ وہ کیسی کڑی آزمائش سے گزر رہا ہو گا اور اس کے دل کی حالت کیا ہو گی۔ رافعہ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔ تب اچانک بیگم صاحبہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور انہوں نے آگے بڑھ کر کہا۔

"رافعہ..... تم خود فیصلہ کرو..... میں نے تو..... میں نے تو نہ تمہاری ماں کو کوئی نقصان پہنچایا نہ تمہارے باپ کو..... میں نے تو ہمیشہ حالات سے سمجھوتہ کیا۔ میرا کیا قصور ہے بیٹی..... مجھے بتاؤ میرا کیا قصور ہے"..... رافعہ دوڑ کر بیگم غازی سے لپٹ گئی تھی..... اور پھر وہ روتے روتے بے ہوش ہو گئی تھی..... میں جانتی تھی کہ اب شہریار کے لئے کوئی مسئلہ نہیں رہ گیا ہے باقی کام وہ خود کر لے گا اس کے بعد اس کوٹھی میں رکنا بھی مناسب نہیں تھا اب یہ معاملہ ان دونوں کے درمیان تھا اور میری مداخلت قطعی غیر مناسب تھی البتہ اس غمناک کہانی نے مضمحل کر دیا تھا۔ اور میں کافی ذہنی دباؤ کا شکار رہی تھی۔ دوسرے دن صبح کے اخبار میں مکرم خاں کی غازی عادل محمود کے قاتل کی حیثیت سے گرفتاری کی خبر چھپی ہوئی تھی جسے پڑھنے کے بعد ریاض سے بھی رابطے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ دفتر پہنچ گئی اور اپنے معمول کے کاموں میں مصروف ہو گئی ذہن سے سارے تصورات جھٹک دیئے تھے یہ تو کائنات کی انسانوں کی کہانیاں تھیں۔ ہر کہانی میں کوئی نہ کوئی خاص بات ہوتی ہے البتہ دوپہر کے بعد رافعہ سے ملاقات کو جی چاہا تھا ان لوگوں کا تصور دل میں تھا۔ چنانچہ گاڑی سے وہاں چل پڑی۔ اندر داخل ہوئی تو ماحول میں کوئی خاص بات نہیں نظر آئی۔ تفضل حسین ہی ملا تھا۔

"سب خیریت ہے نا تفضل حسین۔"

"جی بی بی صاحبہ"

"رافعہ کہاں ہے"

"اپنے کمرے میں ہیں جی"

"پولیس تو نہیں آئی"

آئی تھی"

"کب"

"کل بھی دوبارہ آئی تھی آج بھی ہم لوگوں سے پوچھ گچھ کی گئی تھی" تفضل حسین نے بتایا اور میں رافعہ کے کمرے کی جانب چل پڑی۔ خلاف توقع رافعہ مجھے پرسکون نظر آئی وہ کسی کو فون کر رہی تھی مجھے دیکھتے ہی اس نے ریسور رکھ دیا اور بولی۔

"ارے۔ یہ دیکھو۔ میں تمہیں ہی فون کر رہی تھی تمہارے دفتر کا نمبر تلاش کیا تھا۔"

"کیسی ہو"

"ٹھیک ہوں" اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ پھر میں بغور اس کا چہرہ دیکھنے لگی اس نے کہا میرے چہرے سے میرے تاثرات کا اندازہ لگانا چاہتی ہو میں خود تمہیں اپنے تاثرات بتانا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاہتی تھی تم سے مشورہ لینا چاہتی تھی۔"

"میں حاضر ہوں"

"دراصل لبنیٰ' میں نے حقیقتوں پر غور کیا ہے میں نے خودکشی کے بارے میں بھی سوچا مگر کیوں۔ میں کیوں مرجاؤں اس پوری کہانی میں میرا کیا قصور ہے لوگ اپنی پسند سے رہتے ہیں اپنے لئے رہتے ہیں باقی سب بعد کے کردار ہوتے ہیں اور ان کرداروں سے اپنی خواہش کے مطابق پیار کیا جاتا ہے۔ ابو۔ کیا کہوں ان کے بارے میں جو کچھ انہوں نے کیا۔ اپنی ذات کے تحفظ کے لئے کیا۔ کتنی بری بات تھی یہ۔ ایک عورت کے جذبات سے کھیلے وہ۔ اسے دھوکہ دیا۔ دوسری عورت سے اس کی اولاد چھین لی۔ اور جب اس کی ماتا چیخنے لگی تو اسے زندگی سے محروم کر دیا' ہم صرف اپنوں کے لئے روتے ہیں۔ دوسرے بھی تو ہیں وہ عورت اپنی ماتا ہی تو مانگ رہی تھی ان سے۔ مگر انہوں نے اسے موت دی۔ امی۔ ان کا رویہ درست تھا میرے ساتھ۔ ان کا دل بھی تو دکھتا ہو گا۔ پھر بھی انہوں نے مجھ سے کوئی انتقام نہ لیا بلکہ مجھے پروان چڑھایا۔ میں ان سے کیوں نفرت کروں میری ماں میرے دل میں چبھتی ہے کہ حقائق۔ میں نے حقائق کو تسلیم کر لیا ہے۔ اب میں اپنی امی کے ساتھ جیوں گی ان کی دیکھ بھال کروں گی وہ بھی تو اکیلی رہ گئی ہیں۔"

"تمہارا فیصلہ درست ہے رافعہ۔ یہ ایک دلیرانہ اور جرات مندانہ فیصلہ ہے ساری سچائیوں کے ساتھ" میں نے کہا۔ اس وقت معمولات سے فارغ ہو کر بستر پہ آئی دل میں کوئی خیال نہ تھا۔ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے بے خیالی کے انداز میں ریسیور اٹھا لیا۔

"شہریار بول رہا ہوں" دوسری طرف سے آواز آئی.....

فون کار ریسیور میرے ہاتھ میں کانپ کر رہ گیا۔ دل میں ایک عجیب سی لہر اٹھی۔ پھر میں نے خود پر قابو پا لیا اور سرد لہجے میں بولی "جی.....؟"

ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں.....؟"

"کچھ ضروری گفتگو کرنی ہے۔"

"سوری..... مصروف ہوں۔"

"ایک ضروری مشورہ کرنا ہے۔" شہریار کے لہجے میں سپاٹ پن تھا۔

"میرے خیال میں آپ نے سنا نہیں شہریار صاحب میں نے عرض کیا ہے کہ میں مصروف ہوں۔" میں نے حد درجے سرد لہجے میں کہا۔

"تھوڑا سا وقت دے دیجئے ضروری کام ہے۔"

"مشکل ہے معافی چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے بس' ایک بات سن لیجئے بعد میں نہ کہنا کہ میں نے جلد بازی کی اور آپ سے مشورہ نہ لیا۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"میں استعفیٰ دے رہا ہوں۔ کل میں یہ استعفیٰ پیش کر کے خود پر سے الجھنوں کا بوجھ اتار دوں گا۔"

"یہ آپ کا ذاتی فعل ہے۔ اتنی سی بات کے لئے آپ کو اس وقت مجھے فون نہیں کرنا چاہئے تھا۔ آپ کا جو دل چاہے کریں میرا اس سے کیا واسطہ۔" میں نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"بہتر.....!" اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میں ریسیور ہاتھ میں لئے بیٹھی رہ گئی۔ دماغ میں شعلے کوند رہے تھے کنپٹیوں میں تپش محسوس ہو رہی تھی اس کی اس دوران کی ساری باتیں یاد آ رہی تھیں "جہنم میں جائے خود کو کیا سمجھتا ہے۔ یہ اداکاری کیوں کی تھی اس نے اس کا رویہ سخت توہین آمیز تھا۔ میں کس قدر پریشان ہو گئی تھی وہ تو کسی جاننے والے نے یہ محسوس نہیں کیا ورنہ میری کس قدر سبکی ہوتی۔" ریسیور رکھ کر میں دیر تک بیٹھی سوچتی رہی۔ سخت پیاس لگنے لگی تھی۔ بستر سے اتر کر پانی پیا اور پھر آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔ "استعفیٰ دے رہے حضرت۔ دیدیں مجھ پر کیا احسان ہے۔ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی سمجھ لیا ہے خود کو۔" پانی کی ٹھنڈک رگوں میں تیرنے لگی تو حواس درست ہونے لگے۔ "استعفیٰ دے رہا ہے تو دیدے مجھے بتانا ضروری تھا کیوں ضروری تھا مگر یہ استعفیٰ کیوں دیا جا رہا ہے اس کے بعد کیا کرے گا؟ کوئی نوکری آسانی سے مل جائے گی کیا اور مل بھی گئی تو..... تو اس کی حیثیت کیا ہو گی۔ اچھا خاصا نام کما لیا ہے۔ عہدہ بھی بڑھ گیا ہے اور افسران بالا کا تعاون بھی حاصل ہے۔ کسی کو کیا معلوم کہ اسے کس کا تعاون حاصل ہے اور معلوم بھی ہے تو کسی کو کیا۔ دماغ خراب ہو گیا ہے۔ استعفیٰ پیش کر کے آخر کرے گا کیا؟ ذمہ داریاں ہیں' دوسرے لوگ ہیں اور پھر"..... اور پھر دل سے ایک بے آہنگ آواز ابھری۔ وہ مائل ہے۔ مائل میرا ساتھی میرا دوست۔" سارا وجود دل کا ساتھی بن گیا۔ میں تنہا رہ گئی انگلیوں نے ریسیور اٹھایا۔ فون نمبر ڈائل کئے اور ہاتھ نے ریسیور کان سے لگا دیا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے اس کی آواز سنائی دی جیسے گھنٹی بجنے کا انتظار کر رہا ہو۔

"کل گیارہ بجے میرے پاس دفتر آجاؤ۔" زبان نے کہا۔

"بہتر۔" دوسری طرف سے جواب ملا ریسیور اپنی جگہ پہنچ گیا۔ میں اعضاء کی اس بغاوت پر ہکا بکا رہ گئی۔ قصے کہانیوں کی جذباتی باتیں تھیں صرف تحریری چاشنی لیکن اس وقت جو کچھ دیکھا جانا قابل یقین تھا۔ اس عمل میں میرا کوئی دخل نہیں تھا۔ نہ جانے یہ سب کیسے ہو گیا۔ میں دیکھتی رہ گئی۔ یہ میں نے نہیں کیا تھا اسے میں ایک انوکھا تجربہ کہہ سکتی تھی بے حد انوکھا۔

رات کو نہ جانے کب تک حیرانی سے سوچتی رہی تھی۔ دوسری صبح بھی انہی اثرات کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شکار تھی چنانچہ طبیعت بوجھل رہی۔ دفتر پہنچ کر بھی ایک بے سکونی سی طاری رہی تھی۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی اس نے جو دل چاہا کیا اور اس کے بعد پھر میری طرف دوڑ پڑا۔ کیا میں اتنی عام ہوں۔ سب کچھ بیکار ہے جو میری ذات میں ہے خواہ مخواہ خود پر اتراتی ہوں۔ "یہ رمز حمیت ہے اور حمیت ایک پراسرار جذبہ ہے جس کے ڈانڈے فطرت کی گہرائیوں میں اتنے نیچے ہیں کہ سمندر کی گہرائی بے معنی' پاتال کا تصور بے حقیقت۔ اس جذبے کو عام سمجھنے والے احمق ہیں کیونکہ اسی پر کائنات کے وزنی ستون تعمیر کئے گئے ہیں۔" ایک آواز نے کہا اور میں نے چپڑاسی کو بلا کر پانی طلب کر لیا۔

گھڑی کی سوئی گیارہ پر پہنچی تو وہ آگیا۔ سادہ لباس میں ملبوس خوش و خرم نظر آرہا تھا آنکھوں میں وہی پرانی کیفیت نظر آرہی تھی جو یونیورسٹی کے زمانے میں اس کی صفت تصور کی جاتی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھئے۔" میرا لہجہ کھردرا تھا۔ وہ بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔

"فدوی کو شہریار مائل کہتے ہیں۔ سو پشتوں سے ہے پیشہ اجداد شاعری نامساعد حالات کے بھنور نے کچھ گہرائیاں مقدر کر دیں خادم ہوئے مرحوم سمجھے گئے لیکن بھنور ہار گئے اور ہم پھر کائنات کی سطح پر ابھر آئے۔ بحیثیت مائل ایک بار پھر شہر دیکھا۔ موسم دیکھا' پچھلی رات نم ہواؤں نے مسامات سے سرگوشیاں کیں او کچھ اشعار وارد ہوئے۔ اجازت تو نہ ملے گی بلا اجازت پیش نیاز۔

ہم اکیلے نم ہوائیں' یہ گلابی سردیاں
آزمائیں گی ہمیں کب تک گلابی سردیاں
پھر وہی ٹوٹے دریچے' پھر وہی اجڑے کواڑ
آگئیں پھر میری کٹیا میں گلابی سردیاں
سینکنے لگتی ہیں مائل یہ بھی اپنے آپ کو
دیکھ کر جلتے ہوئے دیپک' گلابی سردیاں

"غزل تو کچھ طویل تھی لیکن رخ زیبا پر ناگواری کے تاثرات دیکھ کر مقطع پیش کر دیا ہے۔ خیر وقت یہ مجبوریاں بھی ٹال دے گا اور یقیناً ایک دن مکمل غزل پیش کریں گے ویسے مزاج کیسے ہیں۔"

تعجب ہے شہریار آپ جانتے ہیں یہ میرا دفتر ہے میں یہاں روزی کمانے آتی ہوں۔ اپنی ذمہ داریاں پوری کرتی ہوں اور آپ نے نہ جانے کیوں یہاں یہ مزاحیہ گفتگو کرنے چلے آئے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"ہم آئے نہیں ہیں بلائے گئے ہیں۔"

"جو درد بھری داستان آپ سنا رہے تھے اس کی تفصیل بتایئے میرا تعلق آپ کے اہل خاندان سے بھی ہے اور میں جانتی ہوں کہ آپ کو دوسری ملازمت آسانی سے تو نہیں ملے گی وہ لوگ پریشان ہو جائیں گے اس لئے آپ کو سمجھانا چاہتی ہوں۔"

"تعلق اہل خانہ سے "بھی ہے" بس یہی لفظ ہمت افزائی کرتا ہے۔ یعنی توسط ہم ہی ہوئے۔"

"شہریار صاحب' میں مصروف ہوں۔" میں نے کہا۔

اس کے باوجود آپ ہمیں جانے کو نہ کہیں گی۔ خیر ماضی میں بھی ہم نے آپ کو کبھی پریشان نہیں کیا۔ اس وقت بھی نہیں' جب آپ ہماری بے مائیگی کو سہا ہوا چھوڑ کر یورپ جا رہی تھیں۔ آج بھی ایسا نہ کریں گے ہم نے آپ سے کہا تھا کہ ایک شاعر جرم کی کائنات کا نکتہ کش نہیں بن سکتا جو مل گیا تھا اسے غنیمت جانا تھا۔ آپ نے شانے پر ہاتھ رکھ کر آگے دھکیل دیا۔ آپ دھکیلتی رہیں ہم لڑھکتے رہے۔ اس بار سوچا کہ آپ کے سہارے کے بغیر مخلصانہ انداز میں خود بھی کچھ کریں ہم نے بھرپور کوشش کی اور اعتراف شکست کرتے ہیں۔ یہ ایک آخری کوشش تھی کامیاب نہ ہو سکے اور آپ ہی کے سہارے آگے بڑھنا پڑا۔ یہ صرف آپ سے ہٹ کر کامیاب ہونے کی ایک کوشش کے طور پر تھا اس کے پس منظر میں کچھ بھی نہیں جو بدتمیزی ہوئی اس کے لئے خلوص دل سے معافی مانگنے آئے ہیں۔ اعتراف ایک اچھا عمل ہے اور خودشناسی کا اظہار سچائی۔ ہم چاند کے مسافر نہ بن سکیں گے آج چاند کو اس کا آسمان واپس دے رہے ہیں تھوڑے کہے کو بہت جانئے خدا حافظ۔" وہ کرسی کھسکا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

میرے کان جھنجھنا رہے تھے۔ اس کے الفاظ میری روح میں اتر رہے تھے۔ ان میں زخم خوردگی تھی درد و کرب تھا لمحے بھر میں یہ درد میرے دل میں اتر گیا پاگل تھا وہ ایک جذباتی شاعر۔

"رکو' سنو..... بیٹھ جاؤ۔"

"فطرت انسانی کا آغاز ہو گیا۔ رحم کے جذبے ابھر آئے سچ ہے نا.....؟" اس نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے اس مسکراہٹ سے لہو کے قطرے ٹپکتے ہوئے دیکھے۔ وہ سچ مچ زخمی تھا۔

"تم پاگل نہیں بولو کیا تم پاگل نہیں ہو۔"

"شاید.....!"

"بالکل پاگل ہو تم..... نوکری چھوڑ دو گے۔ اپنے گھر جاؤ گے نا.....؟" میں نے کہا۔

"ہاں.....!"

"اس گھر میں' میں نے نہیں ہوں گی واپس آکر مجھ سے کیا کہو گے بتاؤ کیا جواب دو گے مجھے؟ بہت اچھے شاعر ہو تم کائنات کو الفاظ میں سمیٹ لیتے ہو۔ حالانکہ ابھی تم "میں اور تو" کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درمیانی فاصلے بھی طے نہیں کر سکے ہو "ہم" کے معنی جانتے ہو- سطحی انسان جانتے ہو "ہم" کیا ہے-" میں جذباتی ہو گئی وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا-

"لیلیٰ.....!"

"نام مت لو میرا' مجھے عورت ہونے پر شرمسار نہ کرو- تم مرد ہو واپس جا سکتے ہو - میں عورت ہوں جس کے دل پر پڑنے والا پہلا سایہ اس کی تمام عمر کا احاطہ کر لیتا ہے وہ "میں" سے شروع ہو کر "تو" پر ختم ہو جاتی ہے اور اگر اسے کبھی "ہم" مل جائے تو آخری سانس کی ادائیگی کر کے وہ آسمان پر ستارہ بن جاتی ہے کبھی کسی رات کو غور سے ان چمکتے ستاروں کو دیکھنا شاعر تمہیں ہر ستارے سے ایک "ہم زوہ" عورت کی مسکراہٹ چمکتی نظر آئے گی- وہ خلاء میں روشن اپنے عکس کی نگران ہوتی ہے- سمجھے تم- اگر بینائی ساتھ دے تو ایسا ضرور کرنا- ایک بار..... ایک بار یہ کوشش ضرور کرنا- میں نے تم میں خود کو تعمیر کرنا چاہا تھا- مگر تم نے مجھے قبول نہیں کیا- براہ کرم جاؤ پلیز شہریار اب تم جاؤ-" میرے ہونٹ بھنچ گئے تھے- اور شہریار خاموشی سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا-

"تھوڑا سا کام اور تھا لیلیٰ-"

"خدا کے واسطے شہریار..... جاؤ تم جاؤ- پلیز میں تمہارے ہاتھ جوڑتی ہوں-" میں نے کہا-

"صرف ایک منٹ-" اس نے کہا-

"پلیز شہریار-" میں نے کہا اور وہ بادل نخواستہ اٹھ گیا پھر خاموشی سے باہر نکل گیا- میں فوراً اٹھ کر باتھ روم کی طرف چل پڑی- یہ دفتر تھا کوئی بھی آسکتا تھا- مجھ پر ہیجان طاری ہو گیا تھا اور میں کسی کو اپنی کیفیت نہیں بتانا چاہتی تھی- باتھ روم جاکر میں دیر تک اپنا چہرہ دھوتی رہی- مضبوط قوت ارادی سے کام لے کر میں نے خود کو سنبھالا اور پھر باہر آگئی- اپنی میز پر بیٹھ کر ہی کام کرنے لگی اور خود کو اپنے کام میں گم کر لیا- پھر شام ہو گئی- آج پورا دن دفتر میں گزار دیا تھا کام تو کیا ہی کیا بس خود کو مصروف رکھا تھا- مقررہ وقت پر نیچے اتری اور گاڑی کی طرف چل پڑی- شہریار گاڑی کے قریب کھڑا ہوا تھا- دھول میں اٹا دھوپ سے جھلسا ہوا میں چونک پڑی اس کا حلیہ بتا رہا تھا کہ وہ صبح سے یہاں کھڑا ہے-

"تم.....؟" میں نے کہا-

"تھوڑی سی فرصت ہے-" اس نے لجاجت سے کہا- دل ڈوبنے لگا تھا ایک انوکھی تڑپ بیدار ہو گئی تھی-

"تم کب آئے- یہاں کیوں کھڑے تھے- اوپر کیوں نہ آگئے؟"

"تم ناراض ہو جاتیں-"

"آؤ-" میں نے جلدی سے دروازہ کھول کر کہا- وہ گھوم کر دوسری طرف آ بیٹھا تھا- میں

نے اس کے قریب بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کی اور تیزی سے چل پڑی اس وقت مون لینڈ جانا مناسب تھا- وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا- مون لینڈ پہنچ کر میں نے اسے ساتھ لیا اوپر پہنچی اور کہا-

"باتھ روم جاؤ اور حلیہ درست کر لو-" وہ گردن جھکا کر یہ کام کر رہا تھا- اس کی غیر موجودگی میں میں نے ویٹر کو طلب کر کے کئی چیزوں کا آرڈر دیدیا جو کھانے کا نعم البدل ہو سکتی تھیں- وہ واپس آیا تو کافی بہتر حالت میں تھا- میں خاموش بیٹھی رہی کچھ دیر کے بعد ویٹر نے میرا آرڈر سرو کر دیا اور میں نے اسے شروع ہو جانے کا اشارہ کیا- اس نے رتی بھر تعرض نہ کیا اور مجھے ہنسی آنے لگی- میں خود بھی اس کے ساتھ کھانے میں شریک تھی- مکمل خاموشی سے ہم نے پیٹ بھرا پھر میں نے کہا-

"تم واقعی پاگل تو نہیں ہو؟"

واقعی پاگل ہوں-" اس نے آہستہ سے کہا-

"مجھے غصہ مت دلاؤ-"

"نہیں دلاؤں گا-"

"بتاؤ کیا کام تھا مجھ سے.....؟"

"معاف کر دو-"

"کر دیا-" میں نے آہستہ سے کہا-

"میرا اعتماد مجھے واپس مل گیا.....؟"

"تم صرف احمق ہو- اس ڈرامے کی کیا ضرورت تھی- تم اپنے طور پر سب کچھ کر سکتے تھے مجھے تو خوشی ہوتی-"

"بس تمیں مار خانی سوجھی تھی مگر.....-"

"نہیں کچھ نہیں- تھوڑی سی جلد بازی کر لیتے ہو اور کچھ غلطیاں بھی-"

"اگر مسز غازی کو گرفتار کر لیتا تو مصیبت آجاتی-"

"ہاں برا ہوتا-"

"مجھ سے غلطی کہاں ہوئی-"

"بنیاد غلط رکھی تھی!"

"کیسے؟"

"غازی عادل کے ملازموں کے بیانات لئے تھے صرف صاحب خان کی رپورٹ سے کام چلا یا تمہیں سختی سے ملازموں کا بیان لینا چاہئے تھا- اس میں تمہیں غازی عادل کی اس رات اسرار روانگی کی اطلاع ملتی اور وہ سوچنے کی بات ہوتی کہ بیگم کے روانہ ہونے کے بعد وہ کہاں گئے تھے-"

"مگر جمیلہ کی کہانی تو بہت دور کی تھی-"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جائے واردات پر گہری نگاہ بھی بڑی کارآمد ہوتی ہے وہاں سے آسانی سے تمہیں مارسٹن روڈ کا اشارہ مل جاتا۔" میں نے کہا اور پھر مختصر طور پر اپنی کارکردگی کے بارے میں اسے تفصیل بتائی۔ وہ بولا۔

"کیا حالات تمہارے ساتھ تعاون نہیں کرتے؟"

"نہیں اس انداز میں نہ سوچا کرو حالات سب کے ساتھ تعاون کرتے ہیں لیکن خود بھی محنت کرنی پڑتی ہے۔" وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"آئندہ کیلئے ایک لائحہ عمل چاہتا ہوں۔"

"ہاں کہو۔"

"میری استاد تو تم ابتداء سے ہو۔"

"آگے کہو۔"

"طریق کار یہی رکھیں گے مجھے کوئی کہیں ملا تو میں تمہیں اس کی رپورٹ دوں گا اور پھر اپنے طور پر کام کروں گا۔ تم اپنے طور پر کام جاری رکھنا اور پھر کسی خاص نکتے پر آکر میں تمہیں اپنی رپورٹ پیش کروں گا۔ اگر خامیاں ہوں تو مجھے ہوشیار کر دینا کیا خیال ہے؟"

"خلوص دل سے منظور۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بات ختم ہو گئی زندگی کی کہانیوں میں یہ سب کچھ ہوتا ہے بعد کی تفصیل بے کار ہے۔ میرا ایک موقف تھا اور میں اس پر عمل کر رہی تھی اور شہریار نے اب اسے خلوص دل سے تسلیم کر لیا تھا اس شام اس نے کہا۔

"ایک کیس مجھے دیا گیا ہے۔"

"گڈ۔ کیا مسئلہ ہے؟"

"بس یونہی۔ ایک نوجوان لڑکی اغوا کر لی گئی ہے۔ معاملہ ابھی رشید آباد پولیس اسٹیشن کے انسپکٹر کے پاس ہے۔ کل صبح شاید اسے مکمل طور سے میرے حوالے کر دیا جائے گا۔"

"کوئی پیچیدگی ہے۔"

"ہاں۔"

"کیا؟"

"شہلا قریشی' فہیم احمد قریشی کی بیٹی ہے اور فہیم احمد قریشی' فہیم کارپوریشن کے مالک ہیں۔"

"سمجھی نہیں۔" میں نے کہا۔

"اغوا اور تاوان کے کیس تو ان دنوں عام ہیں اور ظاہر ہے یہ سب کچھ صاحب حیثیت لوگوں کے ساتھ ہی ہو رہا ہے پولیس مقدور بھر کوشش کرتی ہے کہیں کامیابی اور کہیں ناکامی لیکن فہیم قریشی کے تعلقات کچھ زیادہ وسیع ہیں حکام اس اغوا کو بڑی اہمیت دے رہے ہیں۔"

"میرے خیال میں تو اس وقت ایسے ہر کیس پر پوری توجہ دی جا رہی ہے۔"

"ہاں خصوصی ہدایات ہیں مگر شاید اس کیس میں کچھ اور بھی ہے ایس پی ابراہیم شاہ صاحب نے مجھے بذات خود ہدایات دی ہیں۔"

"یہ نیا نام ہے میرے لئے۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔

"بہت اچھے آدمی ہیں بہت پہلے یہاں ٹریفک میں تھے۔ پھر تبادلہ ہو گیا اور دوسرے شہر چلے گئے۔ تین سال کے بعد واپس آئے ہیں مجھے اپنے پاس بلایا اور بڑی تعریفیں کیں میرے کام کی کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ میری یہاں موجودگی میں تم ڈی ایس پی بنو اور میرے ساتھ رہو۔"

"ان کے منہ میں گھی شکر!"

"تمہارے پاس آنے سے تھوڑی دیر پہلے ہی انہوں نے مجھے طلب کیا کچھ دیر باتیں کرتے رہے پھر کہنے لگے کہ ایک مسئلہ خصوصی طور پر میرے سپرد کیا جا رہا ہے اور اس کے بعد انہوں نے مختصر الفاظ میں جو تفصیل بتائی وہ یہی ہے کہ فہیم احمد قریشی کی بیٹی شہلا قریشی کو پچھلے دن اغوا کر لیا گیا۔ علاقہ رشید آباد تھانے کا لگتا ہے۔ اس اغوا میں کچھ پیچیدگیاں ہیں اور اسے صرف اغوا برائے تاوان نہیں کہا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے بعد میں یہ کیس بھی عام ہی کیس ثابت ہو' لیکن فہیم احمد قریشی چاہتے ہیں کہ اس کی تحقیقات کسی اعلیٰ ترین ذہانت کے مالک پولیس افسر سے کرائی جائے۔ انہوں نے شاید آئی جی صاحب سے بھی گفتگو کی ہے اور آئی جی صاحب نے مجھے تمہارا حوالہ دے کر کہا ہے کہ شہریار کو اگر مناسب سمجھا جائے تو اس کام پر لگا دیا جائے۔ کل انسپکٹر شمشاد احمد تم سے رابطہ قائم کرے گا۔ اسے ہدایات دے دی جائیں گی چنانچہ اس کیس کو اپنے ہاتھ میں لے لو اور اس پر مناسب طریقے سے کام کرو۔ اب ظاہر ہے چیف یہ اطلاع تو نہیں دینا ہی تھی۔" میں مسکراتی نگاہوں سے شہریار کو دیکھنے لگی۔ پھر میں نے کہا۔

"ویسے آج کل تم کافی سعادت مند نظر آ رہے ہو۔"

"چھوڑو یار' ایک غلطی ہوئی تھی زندگی ختم ہوتے ہوتے بچی' آدمی بار بار حماقتیں تو نہیں کرتا۔"

"خدا نہ کرے' تم زندہ رہو شہریار' درحقیقت میں تمہیں جس مقام پر دیکھنا چاہتی ہوں ں اس کا انتظار کر رہی ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ شہریار نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

دوسرے دن کے بارے میں یہ طے ہوا کہ شہریار کو جیسے ہی اس کیس کی تفصیلات معلوم ں گی وہ مجھ سے رابطہ قائم کرے گا اور دوسرے دن تقریباً بارہ بجے وہ خود ہی میرے پاس دفتر نچ گیا۔ وردی میں تھا۔ میرے دفتر میں اسے پہچانا جانے لگا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے اسے مزید کچھ مراعات بھی دے دی تھیں جن کی تفصیل میں جانا بے کار ہے۔ میں اس کے فون کے انتظار لر رہی تھی اسے دیکھ کر خوشی ہوئی اور میں نے اس کے لئے چائے منگوا لی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں بھئی میں تمہاری منتظر تھی۔ کہو کیا رہا؟"

"چارج مل گیا ہے ابھی تک کوئی خاص بات ذہن میں نہیں آئی ہے۔ بس مختصر تفصیل یہ ہے کہ لڑکی نوجوان تھی اور آزاد فطرت کی مالک' کیونکہ دولت مند خاندان کی بیٹی تھی اس لئے وہ تمام لوازمات اسے حاصل تھے جو کسی دولت مند باپ کی بیٹی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ انسپکٹر کی تفتیش بھی اس سلسلے میں ابھی آگے نہیں بڑھی تھی کہ یہ کیس زبردستی اس سے لے لیا گیا ہے اور اس نے ابھی صحیح طور پر کام بھی شروع نہیں کیا تھا تاہم اب ہمیں اس سلسلے میں قدم آگے بڑھانا ہے۔ میں ابھی رشید آباد تھانے ہی سے آرہا ہوں اور اس سلسلے کے کاغذات وغیرہ میری تحویل میں دے دیئے گئے ہیں۔"

"ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ معاملہ ابھی کورے کاغذ کی مانند ہے۔ تو پھر کیا حکم ہے جناب انسپکٹر صاحب۔ کیا میں آپ کے ساتھ چل سکتی ہوں؟"

"تم نے مجھے نہیں بتایا لیکن مجھے پتہ چل چکا ہے کہ حامد فخری صاحب نے تمہیں وہ خصوصی اجازت نامہ دے دیا ہے جس کے تحت تم کسی بھی مسئلے میں اپنے طور پر کام کر سکتی ہو۔"

"ہاں اس میں شک نہیں کہ یہ بہت بڑا اعزاز بخشا گیا ہے مجھے اور میں اس سلسلے میں حامد فخری صاحب کا شکریہ ادا کرنے ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچی۔ تم سے تذکرہ کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں پیش آئی تھی اس لئے نہیں کیا۔"

"ویسے واقعی اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک نئی بات ہے۔"

"چلیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں بالکل۔" شہریار نے کہا اور اس کے بعد میں نے اپنا کام جلدی جلدی سمیٹا اور شہریار کے ساتھ دفتر سے باہر نکل آئی۔ شہریار پولیس جیپ میں آیا تھا چنانچہ میں نے اپنی گاڑی یہیں چھوڑی اور اس کے ساتھ چل پڑی۔

فہیم احمد قریشی کی کوٹھی ایک خوبصورت علاقے میں تھی اس علاقے سے گزرتے ہوئے میں نے ہنس کر شہریار سے کہا۔

"شہریار ایک بڑی انوکھی بات بار بار میرے ذہن میں آتی ہے۔"

"کیا؟" شہریار نے پوچھا۔

"ابھی تک ہم نے جن کیسوں پر کام کیا ہے ان کا تعلق اعلیٰ سوسائٹی ہی سے رہا ہے۔ کسی ایسے علاقے میں ابھی تک ہمیں کوئی واردات نہیں ملی جو پسماندہ لوگوں کی ہو اس کی کیا وجہ ہے؟" شہریار نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس موضوع پر ہماری پہلے بھی بات ہو چکی ہے۔ واقعات' حادثات' جرائم' قتل و غارت گری ہر جگہ ہوتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے علاقوں میں بھی یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ ہر طرح کے

لوگ جرم کرتے ہیں لیکن بس توجہ والی بات ہے۔ یہ المیہ ہے کہ چھوٹے علاقوں میں ہونے والے واقعات پر اس قدر توجہ نہیں دی جاتی اور اس کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ عموماً یہاں جو واقعات ہوتے ہیں وہ ایک الگ نوعیت کے ہوتے ہیں سوچے سمجھے منصوبوں کے تحت اور باقاعدہ پروگرام بنا کر۔"

"ہاں یہ تو ہے۔"

"اور پھر سچی بات ہے کہ یہاں زیادہ توجہ بھی نہیں دی جاتی بس کوئی حادثہ ہوا دو چار آدمی پکڑے اور بقول صاحب خان کے انہی میں سے کوئی صحیح بندہ مجرم کے طور پر نکال لیا۔ اب اس کی داد فریاد اتنے اعلیٰ پیمانے پر کہاں ہوتی ہے چنانچہ کچا پکا کام ہوتا ہی رہتا ہے۔"

فہیم احمد قریشی کی کوٹھی بھی ایک وسیع و عریض علاقے میں بنی ہوئی تھی اور دور ہی سے دیکھنے پر باغ و بہار نظر آتی تھی۔ پولیس جیپ گیٹ پر رکی اور اس کے بعد دروازہ کھل گیا۔ ہم لوگ کوٹھی کے پورچ میں اتر گئے تھے۔ دو تین ملازم قسم کے لوگ نظر آرہے تھے ان میں سے ایک سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ہماری رسائی فہیم احمد قریشی صاحب تک ہو گئی۔ بالکل فوجی آدمی معلوم ہوتے تھے۔ مونچھیں کافی بڑی اور موٹی تھیں' بالوں میں کافی سفیدی جھلک رہی تھی' قد و قامت بہت عمدہ تھا بہت ہی قیمتی فریم کا چشمہ لگائے ہوئے تھے۔ پائپ دانتوں میں دبا ہوا تھا اپنے ڈرائنگ روم میں انہوں نے سرد نگاہوں سے ہمارا استقبال کیا اور انسپکٹر شہریار نے اپنا تعارف پیش کر دیا۔ فہیم احمد صاحب نے میری طرف نگاہیں نہیں اٹھائی تھیں کہنے لگے۔

"بھئی آپ لوگ اس سلسلے میں سست رفتاری سے کام نہ کریں میں شدید ذہنی انتشار کا شکار ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ فوری طور پر یہ تمام کاروائی مکمل ہو جائے اور میری بیٹی مجھے مل جائے۔"

"ہماری انتہائی کوشش ہوگی قریشی صاحب کہ صاحب زادی کو جس قدر جلد ہو سکے دستیاب کر لیں مگر قرب و جوار کے ماحول اور عوامل پر آپ کی رہنمائی کی ضرورت پیش آئے گی۔ اس لئے آپ کو زحمت دی ہے۔" شہریار نے کہا اور قریشی صاحب نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی پھر بولے۔

"میں پولیس سے ہر قسم کا تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"بعض اوقات قریشی صاحب کچھ ایسے سوالات کرنے پڑ جاتے ہیں جو یقینی طور پر ذاتی ہوتے ہیں لیکن پولیس کو تفتیش کے لئے اسی ماحول سے اشارے ملتے ہیں اور اسی کی بناء پر پولیس اس قسم کے سوالات کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔"

"میاں صاحب زادے مجھے سبق مت پڑھاؤ' سب جانتا ہوں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ تو تمہیں معلوم ہو ہی چکا ہوگا کہ میری بیٹی شہلا کو پرسوں شام اغوا کر لیا گیا ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جی ہاں' یہ رپورٹ مجھے مل چکی ہے اور آپ کی ہدایت کے مطابق اعلیٰ افسران نے مجھے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے بہرطور میں محترمہ کے بارے میں تفصیلات جاننا چاہتا ہوں۔"

"اس کی عمر انیس سال ہے' قدوقامت بہترین ہے کیونکہ میری بیٹی ہے' زندگی سے بھرپور۔ اس نے انیس سال کی عمر میں گریجویشن کرلیا ہے اور اس سے آگے پڑھنے سے انکار کر دیا۔ پرسوں شام وہ کہیں جانے کے لئے تیاریاں کر رہی تھی میں موجود نہیں تھا دوسرے اہل خاندان بھی اپنے اپنے معمولات میں مصروف تھے اور یہ سب کسی بھی طرح غیر متوقع نہیں تھا پھر باہر وہ ڈرائیور جو گاڑی لئے اس کا انتظار کر رہا تھا پریشان ہوگیا کیونکہ وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں آئی تھی بلکہ اس نے ڈرائیور سے کہا تھا کہ وہ جلدی سے گاڑی تیار کرلے۔ اسے ایک جگہ وقت پر پہنچنا ہے۔ جب بہت وقت گزر گیا تو ڈرائیور اسے بلانے اس کے کمرے کے سامنے پہنچ گیا اس نے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی مگر اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اسی وقت گھر کی ایک ملازمہ وہاں پہنچ گئی اور ڈرائیور اللہ بخش نے اس سے تشویش کا اظہار کیا۔ ملازمہ اسے آوازیں دیتی ہوئی اندر داخل ہوگئی لیکن وہ کمرے میں نہیں تھی۔"

"کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔" شہریار نے پوچھا۔

"سامنے والا" قریشی صاحب بولے۔

"کیا اس کمرے میں دو دروازے ہیں؟"

"ہاں ایک دروازہ عقبی راہداری میں کھلتا ہے مگر وہ مستقل بند رہتا ہے۔ تاہم اس وقت وہ بھی کھلا ہوا تھا۔"

"جی.....!" شہریار نے کہا میں نے معمول کے مطابق خاموشی اختیار کی ہوئی تھی اگر شہریار سے کوئی اہم سوال رہ جاتا تو میں یقیناً مداخلت کرتی لیکن میں ہمیشہ اس سے گریز کرتی تھی مطلب یہ تھا کہ کوئی خصوصی طور پر میری طرف متوجہ نہ ہو۔

"بس اس کی گمشدگی غیر معمولی تھی کمرے میں کسی قسم کی افراتفری کے آثار نہیں تھے لیکن کچھ شواہد ایسے تھے جس سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے نہیں گئی ہے۔"

"وہ کیا....." شہریار نے پوچھا۔

"اس نے پرانا لباس اتار کر نیا لباس پہنا تھا اس کے ساتھ پہننے والے جوتے نکال کر رکھے تھے' پرس رکھا تھا مگر دونوں چیزیں وہاں موجود ہیں حتیٰ کہ اس کے عام استعمال کے جوتے بھی جو پانی سے بھیگے ہوئے تھے مطلب یہ کہ وہ باتھ روم سے آئی تھی اور اسے یہ حادثہ پیش آگیا۔"

"اوہ یقیناً۔"

"اس کے بعد اسے پوری کوٹھی میں تلاش کیا گیا مگر اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا میں اپنی بیگم کے ساتھ ایک دوست کے ہاں گیا ہوا تھا مجھے اطلاع دی گئی اور ہم بدحواس ہو کر دوڑے چلے آئے بس یہاں یہ سب کچھ....."

"پولیس انسپکٹر نے کمرے کا جائزہ لیا تھا؟ میرا مطلب ہے مس قریشی کے کمرے کا!"

"نہیں' میں نے اس سے گریز کیا اور اعلیٰ حکام سے فوراً کسی بہتر آدمی کی فرمائش کر دی۔"

"ہم خواب گاہ دیکھنا چاہتے ہیں۔" شہریار بولا اور قریشی صاحب تیار ہوگئے پھر ہم کمرے میں داخل ہوگئے۔ ایک رئیس زادی کے بیڈروم میں جو کچھ ہو سکتا تھا وہ وہاں موجود تھا۔ ہر چیز قرینے سے آراستہ۔ قریشی صاحب نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ اس کے لباس کے میچنگ جوتے ہیں' یہ اس کا پرس ہے اور پھر سب سے اہم بات یہ کہ اسے گم ہوئے آج تیسرا دن ہے۔ ایک اور بات کہوں پولیس افسر' اس کے کردار پر کوئی شبہ نہ کرنا تم یہ سوچ سکتے ہو کہ ممکن ہے وہ اپنی مرضی سے کہیں چلی گئی ہو ایسی کوئی بات نہیں ہے کچھ عوامل ایسے ہیں جن کی بناء پر میں نے اسے اپنی پسند کی شادی کی اجازت دیدی تھی میں نے اس سے کہا تھا کہ وہ اگر سڑک کے کسی آوارہ لڑکے کو بھی پسند کرلے گی تو میں اس کی شادی اس سے کر دوں گا اور اس پر محنت کر کے اسے انسان بنادوں گا۔ وہ بے دھڑک مجھ سے اس موضوع پر بات کرلے۔ اس کے بعد ایسی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی تھی تم خود سمجھ سکتے ہو۔"

"یقیناً جناب اور پھر اگر انسان اپنی مرضی سے بھی کہیں جاتا ہے تو صرف لباس پہن کر ہی نہیں چلا جاتا اسے جوتے پہننے اور پرس ساتھ لینے میں کیا دقت پیش آسکتی ہے!" شہریار نے کہا۔

"بالکل بالکل میں پولیس کی حتیٰ الامکان مدد کرنا چاہتا۔" قریشی صاحب نے کہا۔

"بے حد شکریہ۔ ہماری انتہائی کوشش ہوگی کہ ہم جس قدر جلد ممکن ہو صاحب زادی کو برآمد کرلیں۔ ایک سوال ذہن میں ہے قریشی صاحب۔"

"ضرور پوچھیں۔"

"اغوا کی رپورٹ آپ نے تھانے کو دی تھی؟"

"سوفیصد"

"اس کے بعد آپ نے یہ کیوں چاہا کہ تفتیش کسی اور کے سپرد کی جائے۔"

"ایک عام سی بات ہے صاحب زادے اخبارات پڑھتا ہوں۔ اغوا کی وارداتیں ہوتی ہیں پولیس کو رپورٹ دی جاتی ہے پولیس سرگرم ہو جاتی ہے مغوی برآمد نہیں ہوتا۔ عرصہ لگ جاتا ہے اس کے بعد مغوی خود ہی گھر واپس آ جاتا ہے نہ وہ کوئی بیان دیتا ہے نہ اس کے اہل خاندان۔ صاف بات ہے کہ سودے بازی ہو جاتی ہے۔ میں نے پولیس کو ضابطے کی کاروائی کے طور پر اطلاع دی اور اس کے بعد سے اب تک انتظار کر رہا ہوں کہ مجھ سے رابطہ ہو۔ فون پر باقاعدہ ڈیوٹی لگا دی ہے اور خود بھی گھر سے نہیں نکلا۔ البتہ اس اغوا میں کچھ انوکھا پن ہے جس کی بناء پر اپنے کچھ کرم فرماؤں سے میں نے درخواست کی کہ بات صرف اس بے حد مصروف پولیس انسپکٹر پر نہ چھوڑی جائے جو تھانہ انچارج ہوتا ہے اور مشین کی طرح ہر شفٹ میں جتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔"

"اس انوکھا پن کی کچھ وضاحت فرمائیں گے؟"

"جو کچھ تمہیں بتا چکا ہوں وہ کافی نہیں ہے۔" قریشی صاحب نے خشک لہجے میں کہا۔

"یقیناً میں آپ سے متفق ہوں ویسے آپ کے ذہن میں کوئی شک ہے۔"

"مطلب؟"

"اغوا کی وارداتیں آج کل عام ہیں اور یہ وباء بڑھتی جا رہی ہے لیکن اس اغوا میں ایک انوکھے پن کا آپ اعتراف کر چکے ہیں۔ واضح بات یہ ہے کہ اغوا کے جتنے کیس اب تک باقاعدہ ہوئے ہیں ان میں تاوان وصول کرنے والوں نے کسی خاتون کے اغوا سے گریز کیا ہے مگر یہاں یہ خاص بات ہے۔ ہوسکتا ہے یہ اغوا برائے تاوان نہ ہو ایسی شکل میں یہ بھی سوچا جاسکتا ہے کہ کسی نے آپ کو ذہنی صدمہ پہنچانے کے لئے یہ واردات کی ہو۔ ایسی شکل میں آپ کسی کا نام لینا پسند کریں گے؟"

"ہرگز نہیں میں بھلا کس کا نام لوں' مگر تمہاری بات میں وزن ہے اور میں مزید پریشان ہوگیا ہوں۔"

"آپ ہمیں تفتیش کی اجازت دیں گے قریشی صاحب؟"

"سمجھا نہیں؟"

"ضابطے کی تمام کارروائیاں کرنا ہوں گی ویسے قریشی صاحب گھر میں تو سب کو اس واردات کا علم ہوگا۔"

"ہاں سب پریشان ہیں چھپانا کیسے ممکن تھا۔"

"ہمیں دوسرے لوگوں کے بیانات لینا ہوں گے' کمرے کا نقشہ بنانا ہوگا آپ کسی ایسے شخص کو ہمارے حوالے کر دیں جو ہمیں گائیڈ کرسکے باقی کام ہم خود کرلیں گے۔"

"وہ شخص میرے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے۔ تم جو چاہو کرو میں تم سے تعاون کروں گا۔ ویسے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی فرمایئے؟"

"تمہیں کتنی ہی دیر کام کرنا پڑے یہاں سے اپنا کام مکمل کر کے جاؤ میں نہیں چاہتا کہ باوردی پولیس یہاں زیادہ آئے جائے۔ بدنامی ہوتی ہے ہاں سادہ لباس میں تم کسی بھی وقت آسکتے ہو میری بات محسوس نہ کرنا۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔"

"معاف کیجئے گا قریشی صاحب آپ نے کچھ الفاظ کہے تھے نہایت معذرت کے ساتھ ان میں سے ایک جملے کی وضاحت چاہتی ہوں۔" میں نے کہا اور فہیم قریشی میرے طرف متوجہ ہوگئے۔ "آپ نے دوران گفتگو فرمایا تھا کہ کچھ عوامل ایسے تھے جن کی بناء پر آپ نے اسے اپنی

پسند کی شادی کی اجازت دیدی تھی وہ کیا عوامل تھے!" یہ سوال کرتے ہوئے میری نگاہ فہیم قریشی کے چہرے پر جمی ہوئی تھی میں نے اس کے چہرے پر ایک تغیر دیکھا اور پھر اس نے کہا۔

"ہاں۔ پانچ سال قبل میری بیوی' یعنی شہلا کی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا دوسرے سال کے بعد میں نے دوسری شادی کرلی حالانکہ میرے دل میں دوسری شادی کا تصور بھی نہیں تھا لیکن بس وہ سب کچھ ہوگیا میری نئی بیوی کم عمر ہے کافی کم عمر ہے مجھ سے شہلا کو یہ شکایت تھی چنانچہ مجھے احساس ہوگیا اور میں نے اس کا ہر طرح ازالہ کیا اس میں یہ اجازت بھی شامل تھی۔"

"آپ کی نئی بیگم کے اختلافات تھے شہلا سے؟"

"زیادہ نہیں مگر تھوڑے بہت۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ۔"

"صرف چھوٹی چھوٹی عام سی گھریلو باتیں بس چونکہ دونوں کی عمروں میں زیادہ فرق نہیں ہے اور دونوں ایک دوسرے پر اپنی برتری چاہتی ہیں۔ غلطی میری تھی مجھے عمر کا خیال رکھنا چاہئے تھا لیکن دوستوں نے مجبور کر دیا تھا اور پھر بیرسٹر صاحب بھی خوشی سے تیار ہوگئے تھے۔"

"بیرسٹر صاحب....." میں نے پوچھا۔

"بیرسٹر فیاض الدین خان صاحب' وہ میرے سسر ہیں۔"

"بے حد شکریہ۔" میں نے گردن خم کر کے کہا شہریار نے کہا۔

"آپ فوٹو گراف وغیرہ بنالیں۔"

"بہتر۔" میں نے شانے سے کیمرہ اتار لیا اور پھر میں جانتی تھی کہ مجھے کیا کرنا ہے چنانچہ میں نے دھڑا دھڑ تصویریں اتارنا شروع کر دیں۔ قریشی صاحب کی اجازت سے شہریار نے الماریوں وغیرہ کی تلاشی بھی لی تھی میں نے بھی اس کا ہاتھ بٹایا تھا اور بہت دیر تک ہم کام کرتے رہے تھے۔

"مجھے اس گھر میں رہنے والوں کی فہرست درکار ہے۔" شہریار نے کہا۔

"تم اگر کسی سے کچھ پوچھنا چاہتے ہو تو یہ کام بھی کرلو۔ میں سب کو بلائے لیتا ہوں۔"

"اس کے لئے ہم دوبارہ آپ کو زحمت دیں گے فی الحال آپ صرف فہرست عنایت فرما دیں۔"

"اسی وقت یہ کام کیوں نہیں ختم کر دیتے....."

"نہیں جناب' یہ ممکن نہیں ہے۔ ایک طریقہ کار ہوتا ہے ہمیں اس کے مطابق کام کرنے دیں۔" شہریار نے کہا

"میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں بار بار....."

"ہمیں اعتراض نہیں آپ یہ بات ابراہیم شاہ صاحب سے کہہ دیں۔" شہریار بولا

"ہوں..... اسی لئے تو لوگ پولیس کو اپنے مسائل میں شریک کرنے سے گریز کرتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں۔ بہرحال فہرست بعد میں دے دی جائے گی اس وقت میں اور کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"
قریشی صاحب نے کہا اور شہریار مجھے اشارہ کر کے دوسرے دروازے کی طرف بڑھ گیا جو اس وقت اندر سے بند تھا اس نے دروازہ کھولا اور ہم دونوں باہر نکل آئے یہ کوٹھی کے عقبی حصے کی راہداری تھی جس کی دیواریں چھوٹی تھیں اور سامنے احاطے کی دیوار میں ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ قریشی صاحب ہمارے پیچھے چلے آئے تھے۔

"شکر ہے تم اس طرف متوجہ ہوئے میں انتظار کر رہا تھا۔"

"کوئی خاص بات قریشی صاحب۔"

"ہاں اپنا کام ختم کر لو تو بتاؤں۔"

"جی فرمایئے"

"آؤ میرے ساتھ" انہوں نے کہا اور احاطے کے دروازے کی طرف بڑھ گئے پھر انہوں نے دروازہ کھولا اور باہر نکل آئے۔ دروازے کے دوسری طرف تقریباً پندرہ فٹ چوڑی گلی تھی جہاں تعمیراتی سامان پڑا ہوا تھا ادھر ایک مکان تعمیر ہو رہا تھا' قریشی صاحب بولے "یہ ٹائروں کے نشانات دیکھو مٹی اور بجری پر ٹائروں کے نشانات نظر آ رہے ہیں" قریشی نے کہا "ادھر کوئی گاڑی کبھی نہیں آتی لیکن ٹائروں کے یہ نشانات یہاں نظر آ رہے ہیں جگہ دیکھو تو کسی گاڑی کے یہاں لانے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔"

"جی یقیناً.....!!"

"آپ کے خیال میں اغوا کنندگان نے یہ عقبی گلی استعمال کی ہے.....؟"

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے"

" قریشی صاحب یہاں تعمیر ہو رہی ہے بعض اوقات گدھا گاڑیوں سے تعمیراتی سامان لایا جاتا ہے اور ان میں گاڑیوں کے ٹائر لگے ہوتے ہیں۔" میں نے کہا اور قریشی صاحب نے کسی قدر بے چین نظروں سے مجھے دیکھا پھر بولے۔

"اول تو اس مکان کی تعمیر کوئی ایک ماہ سے رکی ہوئی ہے۔ دوئم اس تعمیراتی سامان میں کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں ہوا خود دیکھ لو' سوئم یہ کہ ٹائروں کے نشان یہاں آ کر رک گئے ہیں اس سے آگے نہیں گئے جن کا مطلب ہے کہ کوئی گاڑی یہاں تک آئی اور پھر ریورس ہو کر یہیں سے چلی گئی اس سے کیا اندازہ ہوتا ہے؟"

"ویری گڈ..... آپ بے حد باکمال انسان ہیں۔" میں نے تعریفی لہجے میں کہا

"شکریہ آپ لوگ بھی گہری نگاہوں سے ہر چیز کا تجزیہ کیا کریں۔"

"میرے خیال میں ہم نے آپ کا کافی وقت لے لیا اب اجازت دیجئے۔"

"میں تو چاہتا تھا کہ آپ باقی کام بھی مکمل کر لیتے۔"

"اس کے لئے معذرت کر لی ہے میں نے"

شہریار نے عقبی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا فہیم قریشی نے کہا

"مجھے اپنا فون نمبر دے دو آفیسر تاکہ کسی ایمرجنسی پر تم سے رابطہ کر سکوں۔"

"ضرور یہ میرا کارڈ' اس میں گھر اور دفتر کا فون نمبر درج ہے آپ یہاں رابطہ کر سکتے ہیں۔"

"کچھ دیر کے بعد ہم باہر نکل آئے شہریار نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا "چاند..... چاند کے شہر" میں نے ہنس کر گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی پھر مون لینڈ میں داخل ہو کر شہریار نے پہلے کھانے کا آرڈر دیا تھا اور مجھ سے کہا تھا..... استاد گرامی..... معدے میں آگ دوڑ رہی ہے اور شعلے دماغ کو چاٹ رہے ہیں نہ کچھ سمجھ میں آئے گا نہ کچھ بولا جائے گا اس ادبی بدنصیبی سے نمٹنے کی اجازت مل جائے تو عنایت ہوگی۔"

"اجازت ہے" میں نے کہا اور شہریار اونٹ کی طرح گردن اٹھا اٹھا کر ویٹر کو تلاش کرنے لگا ویٹر نے کھانا چن دیا اور ہم بالکل خاموشی سے کھانے میں مصروف ہو گئے پوری شکم سیری کے بعد شہریار نے گردن اٹھائی تھی پھر مسکرا بولا

"جی محترمہ.....اب فرمایئے"

"تم فرماؤ.....!" میں نے کہا

"بہتر.....!" میں شہریار خاں ولد حسن یار خان حلفیہ کہتا ہوں کہ جو کچھ کہوں گا بے دھڑک کہوں گا اور کسی دھڑکے کو خاطر میں نہ لاؤں گا.....!"

"سر خراب نہیں ہونے چاہئیں جو کچھ بکو گے سر میں بکو گے.....!" میں نے ہنس کر کہا

"سر..... سر کہاں ہیں مہاراج سر کھوئے ہیں تانپورہ ٹوٹ گیا ہے' مہابلی اب تو بے سری ہی سنئے میرے خیال میں سب سے بڑا فراڈ یہ شخص خود ہے میری مراد فہیم قریشی سے ہے آپ کا کیا خیال ہے استاد محترم۔"

"اپنے تمام خیالات کی وضاحت کرو.....!"

"تعمیل ارشاد..... نمبر ایک' وہ ایک ایسا باپ نہیں نظر آتا جس کی بیٹی اغوا ہو گئی ہو اس کے انداز میں نہ خوف ہے نہ وحشت نہ پریشانی' نمبر دو یوں لگتا ہے جیسے اس نے پولیس کی تربیت کرنے کا بیڑا اٹھایا ہو کیونکہ وہ نہایت باریک بینی سے ہمیں ہر چیز کا تجزیہ کرا رہا ہے بھیگے ہوئے جوتے' پرس' عقبی دروازہ' ٹائروں کے نشانات' ساری تفتیش تو وہ خود کر چکا ہے پولیس کے لئے اس نے کیا چھوڑا۔ نمبر تین ایس پی صاحب سے پہلی درخواست یہ کرنی ہے کہ اگر واقعی یہ کوئی تفریحی پروگرام نہیں ہے تو ہمیں کھل کر کام کرنے کی اجازت دی جائے اگر وہ دوران تفتیش سائے کی طرح ہمارے ساتھ لگا رہا تو کیا خاک کام ہوگا۔"

"ویری گڈ..... میرے خیال میں تمہارے تمام خیالات درست ہیں کوئی اور خاص نکتہ.....؟" میں نے کہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں چیف.....!"

"وہ ہمیں کسی خاص راستے پر لگانا چاہتا ہے اور اس کا انکشاف وہ خود نہیں کرنا چاہتا بلکہ جب ہم وہاں لوگوں سے بیانات لیں گے تو ہمیں اس کا اندازہ ہوگا۔ دوسری بات وہ بھیگے ہوئے جوتے ہیں جو باتھ روم سے آئے تھے تم نے ضرور غور کیا ہوگا کہ وہ بڑے قرینے سے ایسی جگہ رکھے ہوئے تھے جہاں عام استعمال کے جوتے رکھے جاتے ہیں جبکہ استعمال کے لئے نکالے جانے والے جوتے بے ترتیب پڑے ہوتے ہیں بھیگے ہوئے جوتوں پر ابھی تک پانی کی نمی تھی جبکہ اغواء کو تیسرا دن گزر چکا ہے اسے بھی نظرانداز کر دو تو اس کا اس جگہ موجود ہونا بے حد عجیب ہے جبکہ صاحب جوتا کی فطرت میں اگر اسی قدر لاابالی پن ہے کہ وہ نفیس قسم کے قالین پر بھیگے ہوئے سلیپر پہن کر چل سکتا ہے تو پھر جوتوں کو اس طرح سنبھال کر رکھنا غیر فطری نظر آتا ہے۔ میں نے خصوصاً" ان کی تصویریں بنائی ہیں اغوا کنندگان نے پچھلا دروازہ استعمال کیا مگر بیرونی دروازے کو اندر سے کھلا چھوڑ دیا اغوا کسی بھی شکل میں ہوا ہو کم از کم کچھ وقت تو لگا ہوگا اور خطرات بھی ہوں گے سامنے والے دروازے سے اس قدر لاپرواہی تو نہیں برتی جانی چاہئے تھی میری رائے ہے شہریار کہ یہ اغواء برائے تاوان کا کوئی چکر نہیں ہے بلکہ اس کے پس پردہ کوئی اور کہانی ہے۔"

"اور اس کہانی میں ایک باقاعدہ کردار قریشی صاحب کا ہے.....!"

"ہاں یہی اندازہ ہوتا ہے۔"

"واہ چیف..... اگر ہوٹل نہ ہوتا تو پاؤں پکڑ لیتا۔ کیا باریک بینی ہے تو چیف اب کیا حکم ہے۔"

"ابراہیم شاہ صاحب سے کھل کر بات کر لو کل ہم اس کے اہل خاندان کا بیان لیں گے۔"

"بالکل ٹھیک ویسے کیس دلچسپ لگ رہا ہے۔"

"ہونا چاہئے" میں نے مسکراتے ہوئے کہا کافی دیر کے بعد ہم مون لینڈ سے اٹھے تھے میرا ذہن حسب معمول اس پوری داستان کے تانوں بانوں میں الجھا ہوا تھا پھر اسی وقت کوئی گیارہ بجے مجھے شہریار کا فون موصول ہوا۔ میں ایک کتاب پڑھ رہی تھی شہریار نے کہا

"مس خان ابھی ابھی قریشی صاحب کا فون موصول ہوا ہے۔"

"خیریت.....؟"

"انہوں نے مجھ سے ملاقات کی خواہش کی ہے کہتے ہیں اغوا کنندگان نے ان سے رابطہ کیا ہے اور پانچ لاکھ روپے طلب کئے ہیں۔ میں تفصیل معلوم کرنے جا رہا ہوں صبح پوری رپورٹ پیش کردوں گا خدا حافظ.....!" شہریار نے فون بند کر دیا.....

○ --------- ☆ --------- ○

یہ اطلاع میرے اندازے کیخلاف تھی۔ فہیم قریشی کے انداز اور اس کے رویئے سے میرا ذہن کسی اور طرف گھوم گیا تھا مگر یہ اطلاع خلاف توقع تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ سیدھا سادھا کیس ہے۔ ریسیور رکھ میں سوچنے بیٹھ گئی۔ دل نہ جانے کیوں نہیں مان رہا تھا۔ شاید یہ فہیم قریشی کے مزاج کی وجہ تھی بعض لوگ مزاجاً ایسے ہوتے ہیں کہ خودبخود ان سے ایک پرخاش سی ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے ایسی ہی بات ہو اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر شبہ فہیم قریشی کی طرف ہی جاتا تھا۔ اس وقت اور کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا چنانچہ سو گئی۔

دوسرے دن بھی شہریار میرے پاس دفتر آگیا تھا۔ اس نے بتایا۔

"رات کو فہیم قریشی کے گھر گیا تھا۔ تاوان کے لئے اس سے فون پر بات کی گئی ہے۔ ایک مردانہ آواز نے اس سے کہا کہ اس کی بیٹی شہلا ان کے پاس موجود ہے اگر اس کی زندہ واپسی درکار ہے تو پانچ لاکھ روپے کیش ادا کر دیئے جائیں۔ فہیم کا بیان ہے کہ اب وہ مطمئن ہے وہ اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے تلخ لہجے میں کہا کہ اب اسے پولیس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تو پھر اس نے تمہیں کیوں بلایا تھا؟"

"یہی کہنے کے لئے اب میں تکلیف نہ کروں وہ کچھ اور سمجھ رہا تھا جس کی وجہ سے مجھے تکلیف دی گئی۔"

"تم نے پوچھا نہیں کہ وہ اور کچھ کیا سمجھ رہا تھا؟"

"اس نے جواب دیا کہ جب معاملہ ہی ختم ہو گیا ہے تو بے کار باتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہے پھر اس نے کہا کہ وہ رقم ادا کر دے گا اور معاملہ ختم ہو جائے گا چنانچہ پولیس اپنی مداخلت ترک کر دے۔ مجھے غصہ آگیا اور میں نے بھی اس سے کچھ سخت باتیں کہیں۔ میں نے کہا کہ جرم ہو رہا ہے اور وہ پولیس کو حقیقتیں بتانے سے گریز کر رہا ہے جس سے بات بڑھ گئی اور میں نے وہیں سے فون کرکے شاہ صاحب کو طلب کر لیا۔ بہت عرصے کے بعد پولیس کو ایک عمدہ افسر دستیاب ہوا ہے۔ لبٰی' شاہ صاحب پہنچ گئے اور انہوں نے اس کا دماغ ٹھیک کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اسے گرفتار کرکے لے جائیں گے اور ہیڈ کوارٹر میں اس سے معلومات حاصل کی جائیں گی۔ بہت اچھلا کودا بڑے بڑے حوالے دیئے مگر شاہ صاحب مرعوب نہیں ہوئے اور بری طرح بگڑ گئے تب کہیں جاکر وہ راہ راست پر آیا۔ اس نے بتایا کہ لال ہاڑی کے پل کے پاس اس سے رقم مانگی گئی ہے اور ہدایت کی گئی ہے کہ رقم کا تھیلا پل سے نیچے پھینک دیا جائے اور کوئی آس پاس نظر نہ آئے۔ رقم چیک کرنے کے بعد پوری ایمانداری سے کل دس بجے لڑکی واپس بھجوا دی جائے گی۔"

"رقم آج مانگی گئی ہے؟"

"ہاں..... رات کو گیارہ بجے۔"

"پھر شاہ صاحب نے اسے ہدایت کی ہے کہ وہ پولیس سے تعاون کرے۔ وہ رقم پروگرام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے مطابق پہنچائے البتہ اگر درمیان میں کوئی تبدیلی ہو تو پولیس کو اس سے آگاہ کرے اور اسے وعدہ کرنا پڑا۔ ویسے بڑا واویلا کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اس سے غلطی ہوئی کہ اس نے پولیس کو اطلاع دی جو برا بھلا کہہ سکتا تھا کہتا رہا لیکن شاہ صاحب نے اسے نہ چھوڑا اور آج رات شاہ صاحب خود آپریشن میں حصہ لیں گے۔"

"یعنی.....؟"

"اغوا کے مجرم کو پکڑنے کی کوشش کی جائے گی شاہ صاحب دو بجے کے بعد پروگرام بتائیں گے۔" میں سوچ میں ڈوب گئی پھر میں نے کہا۔

"ظاہر ہے اس پروگرام میں میری شرکت مشکل ہو گی۔"

"ناممکن ہے لیکن اگر تم اجازت دو تو میں کام ختم ہونے کے بعد فون پر تمہیں اطلاع دوں۔"

"ہاں ضرور.....!" میں نے کہا۔ شہریار سے کچھ کہنا بے کار تھا بلکہ اس سے کچھ کہنا اس کے لئے خطرے کا سبب بن سکتا تھا۔ البتہ اس کے جانے کے بعد میں نے لال باڑی کے پل کے بارے میں کافی معلومات حاصل کیں اور دوپہر کو گاڑی لیکر نکل گئی۔ لال باڑی کا علاقہ ایسے کاموں کے لئے نہایت موزوں تھا۔ پل سے کوئی ایک فرلانگ کے فاصلے پر کچی آبادی تھی پل کے نیچے گہرے کھڈ پھیلے ہوئے تھے۔ سڑک پل سے گزرتی ہوئی نہ جانے کہاں تک گئی تھی۔ آس پاس درخت بھی نظر آرہے تھے۔ میں نے اپنا پروگرام ترتیب دے لیا۔ پھر شام سات بجے میں کچی آبادی پہنچ گئی۔ یہاں ایک جگہ گاڑی کھڑی کی اور شام کے جھٹپٹے میں' میں آبادی سے ہٹ کر پل کی طرف چل پڑی چاروں طرف ہو کا عالم طاری تھا۔ کبھی کبھی پل پر سے کوئی گاڑی گزرتی نظر آجاتی اور پھر خاموشی پھیل جاتی ہے۔ میں نے لباس بھی ایسا پہنا تھا کہ تاریکی میں نظر نہ آئے۔ منتخب درخت کے نزدیک پہنچ گئی جس کی شاخیں خوب پھیلی ہوئی تھیں۔ درخت پر چڑھنا مشکل نہیں ہوا اور میں اس کی شاخوں میں چھپ گئی۔ یہ سب کچھ میں نے اپنی تجسس فطرت کی بناء پر کیا تھا ورنہ تفصیل تو شہریار سے معلوم ہو سکتی تھی چونکہ آپریشن ایس پی کنٹرول کر رہا تھا اس لئے براہ راست اس مسئلے میں نہیں گھسنا چاہتی تھی اور پھر ابراہیم شاہ سے ابھی میرا تعارف بھی نہیں تھا۔ درخت کی اس شاخ پر کئی گھنٹے گزارنے تھے میرا مخصوص کیمرا بھی تیار تھا جس سے میں نے کچھ عرصہ قبل ساحل سمندر پر اسمگلنگ کی باقاعدہ فلم بنائی تھی تمام لوازمات موجود تھے جو اس وقت کام آسکتے تھے صرف گھڑی کی چمکدار سوئیوں پر میرا اختیار نہیں تھا جو آج من مانی کر رہی تھیں اور باربار یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بند ہو گئی ہوں۔ نہ جانے کیسے گیارہ بجے تھے میرا دل جانتا ہے۔ پل پر سے گاڑیاں تو وقفے وقفے سے گزر جاتی تھیں لیکن سفید سوک ہنڈا ٹھیک گیارہ بجے پل پر رکی تھی اس دوران میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پولیس کو تلاش کرتی رہی تھی لیکن داد دینا پڑی تھی دل میں کہ کوئی ایسا نہیں نظر آیا جس پر شبہ کر سکتی۔

سفید گاڑی رکی اس سے کوئی دروازہ کھول کر نیچے اترا۔ میرے کیمرے نے کام شروع کر دیا اس میں طاقتور زوم لگا ہوا تھا چنانچہ میں نے اس شخص کو پہچان لیا وہ فہیم قریشی ہی تھا اور اس نے ایک بیگ پل سے نیچے پھینکا تھا پھر خاموشی سے کار میں آ بیٹھا تھا اس کے بعد کار ریورس ہو کر واپس چل پڑی اور کچھ دیر کے بعد اس کی روشنیاں بھی غائب ہو گئیں۔ پھر زیادہ دیر نہیں گزری کہ لینا پکڑنا کی آوازوں کے ساتھ ٹارچ کی روشنیوں کی لکیریں گردش کرنے لگیں۔ تین فائر بھی ہوئے تھے جو ہوائی تھے۔ پولیس کی بھاگ دوڑ یہاں سے نظر نہیں آرہی تھی لیکن دوڑتے قدموں کی آوازیں اور چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں ان آوازوں سے صورتحال کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی' پھر کچھ پولیس والے پل سے اوپر آئے اور ایک طرف بڑھ گئے۔ میں انہیں جاتے دیکھتی رہی اس کے بعد پولیس کی کافی نفری اور آگئی بلاشبہ انہوں نے کمال کیا تھا وہ کب اور کیسے یہاں پہنچے تھے ان کئی گھنٹوں میں مجھے اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔

میرا کیمرا پھر کام کرنے لگا تھا میں نے اس کی آنکھ سے شہریار کو بھی دیکھا' ایس پی ابراہیم شاہ کو بھی اور پھر اسے بھی جسے وہ پکڑ کر لائے تھے پتلون اور شرٹ میں ملبوس ایک خوبصورت نوجوان تھا جسے پولیس کے جوانوں نے سنبھال رکھا تھا اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی نظر آرہی تھی اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ سارے خیالات ملیامیٹ ہو گئے تھے۔ مجرم رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا ویسے بھی وہ تنہا ہی تھا اس کا مطلب تھا کہ فہیم قریشی صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جو خود کو اپنی بددماغی کی وجہ سے شک کا نشانہ بالیتے ہیں۔ معاملہ سیدھا سادھا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ نوجوان عادی مجرم نہ ہو بلکہ اس نے بہتے دریا میں ہاتھ دھونے کی کوشش کی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی اس خاندان سے واقفیت ہو.....! پھر میں نے دور سے روشنیاں دیکھیں پولیس کی گاڑیاں نزدیک آرہی تھیں۔ انہیں شاید وائرلیس پر طلب کیا گیا تھا۔ پولیس کار میں مجرم کو ایس پی صاحب کے ساتھ بٹھایا گیا اور دوسرے لوگ دوسری گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ رفتہ رفتہ گاڑیاں آگے بڑھیں اور پھر تاریکی پھیل گئی۔ سب لوگ جا چکے تھے۔ میں مزید کچھ دیر وہاں رکی پھر درخت سے نیچے اتر آئی ابھی مجھے کچی آبادی جاکر وہاں سے اپنی کار لینی تھی۔ گھر پہنچی تو پونے دو بجے تھے خاموشی سے اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔ خوب تھک گئی تھی تین بجے تک شہریار کے فون کا انتظار کرتی رہی پھر سو گئی اور اس کے بعد صبح آٹھ بجے آنکھ کھلی تھی۔ رات کو دیر تک جاگنے کی کسل آنکھوں اور دماغ پر طاری تھی لیکن غسل نے اس میں کمی پیدا کر دی۔ دفتر کے لئے نکلی تو شہریار کے لئے تحفہ ساتھ تھا۔ دفتر پہنچے دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس کا فون موصول ہوا۔

"خیریت تو ہے؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"بالکل خیریت ہے۔"

"سوا چار بجے میں نے فون کیا تھا مگر تم گہری نیند سو رہی تھیں۔"

"سوری شہریار۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں..... میں نے دوبارہ کوشش نہیں کی اور سوچا کہ صبح کو سب کچھ تفصیل میں بتا دوں گا!"

"آؤ گے نہیں؟"

"بارہ بجے تک پہنچوں گا۔ دراصل شاہ صاحب اس معاملے میں بہت دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"تب باقی باتیں اسی وقت ہوں گی۔" میں نے کہا۔

"گڈ..... ویسے بھی شاہ صاحب آرہے ہیں۔ اچھا خدا حافظ۔" شہریار نے فون بند کر دیا۔

بارہ ساڑھے بارہ اور پھر پونے ایک بج گیا۔ میں بور ہو کر دفتر سے نکل آئی نیچے اتری ہی تھی کہ شہریار کی بائیک آندھی طوفان کی طرح آتی نظر آئی وہ مسمسی سی شکل بنا کر مجھ دیکھنے لگا۔

"مون لینڈ۔" میں نے کہا اور گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

"بائیک پر آرہا ہوں۔"

"آجاؤ۔" میں نے کہا اور کار آگے بڑھا دی۔ مون لینڈ میں اپنے مخصوص ٹھکانے پر پہنچ کر اس نے کہا۔

"ناراض تو نہیں ہو؟"

"نہیں بھئی..... پاگل ہوں کیا۔"

"بے حد شکریہ یقین کرو بہت خوفزدہ تھا دیر ہو جانے سے ویسے یہ شاہ صاحب بڑے کام کے آدمی ہیں۔ ڈٹ کر کام کرتے ہیں اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اس وقت انہوں نے قریشی صاحب کے چھکے چھڑا دیئے ہیں۔"

"ایسے لوگوں کی محکمہ پولیس میں اشد ضرورت ہے۔ شہریار یقین کرو میں تمہیں بھی اتنا ہی دلیر دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"دلیر تو ہم بہت ہیں مگر..... بس چھوڑو بات دوسری طرف نکل جائے گی کیا فائدہ اس وقت کا انتظار کرنا ہو گا لینی جب قانون' قانون ہو۔ موجودہ دور میں قانون کی جس قدر بے حرمتی ہو رہی ہے اس کی مثال ملکوں کی تاریخ میں نہیں ہے۔ قانون کے محافظ خلوص سے قانون پر عمل کرنا چاہتے ہیں مگر ان کے سیدھے راستے روکے جاتے ہیں' انہیں بے حقیقت کر دیا جاتا ہے چنانچہ بعض اوقات جھلاہٹ ان سے خود قانون شکنی کرا دیتی ہے۔ اپنی بقاء کے لئے وہ خود بھی بے راہ ہو جاتے ہیں۔"

"ہاں یہ المیہ ہے۔ مجرم پکڑا گیا؟"

"ہاں پکڑا تو گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر کہا۔

"کہانی وہاں سے سناؤ جہاں سے اس کے بیان کا آغاز ہوتا ہے۔" میں نے کہا اور شہریار چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے اس کے سوال کرنے سے پہلے کہا۔ "میں وہاں موجود تھی اور میرے پاس تم لوگوں کی کاروائی کی مختصر ویڈیو موجود ہے۔"

"خدا کی قسم مجھے شبہ تھا۔" شہریار نے کہا۔

"بس میں خود کو باز نہ رکھ سکی۔" میں نے مختصراً شہریار کو اپنی کاروائی کی تفصیل بتائی' پولیس آپریشن کی تعریف کی جس میں مجھے پولیس کی وہاں موجودگی کا پتہ نہیں چل سکا تھا۔ شہریار نے بتایا کہ کس طرح ایک ایک کرکے پولیس کے جوان شام سے وہاں جا چھپے تھے اور پھر کس طرح اسے رنگے ہاتھوں بیگ وصول کرتے ہوئے پکڑا گیا پھر شہریار نے کہا۔

"اس کا نام ناصر علی ہے اور وہ ایک مقامی کالج میں پروفیسر ہے۔"

"اوہ میرے خدا!"

"مگر لینی وہ مجرم نہیں ہے۔" شہریار نے کہا اور میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"شاہ صاحب کا بھی یہ خیال ہے اور بات ایک بار پھر الجھ گئی ہے۔ یوں سمجھو ہم اپنی ڈیوٹی پر تعینات تھے کہ ہم نے اسے آتے ہوئے دیکھا وہ پل کے نچلے راستے سے آرہا تھا اور پل کے نیچے ایک جگہ رک گیا تھا۔ پھر قریشی صاحب کی کار آئی انہوں نے تھیلا نیچے پھینکا اور وہ تھیلے کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے تھیلا اٹھایا اور پولیس نے اسے گھیر لیا! مگر وہ شکل سے مجرم نہیں لگتا۔"

"شکلوں کو چھوڑو' اس نے کیا بیان دیا؟"

"بڑی ڈرامائی رات گزری ہے۔ پولیس کو دیکھ کر وہ ساکت رہ گیا تھا اس کے پاس ہتھیار کے نام پر ایک کیل بھی نہیں تھی۔ ہم نے اسے چڑیا کی طرح پکڑ لیا۔ بہرحال اس نے اپنے بارے میں بتایا اور کہا ہے کہ کسی واردات کے لئے وہاں نہیں آیا تھا اس کا تعلق ایک شریف گھرانے سے ہے۔ اس نے بتایا کہ اسے ایک فون کال موصول ہوئی تھی جس میں اسے لال باڑی کے پل کے نیچے بلایا گیا تھا۔ وہ وہاں پہنچا انتظار کر رہا تھا کہ اسے بلانے والا وہاں آئے کہ اس نے اوپر سے کوئی چیز نیچے گرتے دیکھی اور حیران ہو کر اسے اٹھا لیا اس وقت پولیس نے اسے پکڑ لیا۔"

"فون کال کس کی تھی؟ یہ پوچھا گیا؟"

"بس یہی گھپلا ہے۔ وہ اسے ایک اجنبی کا بتاتا ہے۔ اس بات پر اس سے پوچھا گیا کہ ایک یا متعدد کال کے لئے ایسی خطرناک جگہ جایا جا سکتا ہے اس نے کہا کہ جی یہ اس کی بدنصیبی ہے کہ اس نے غور نہیں کیا۔ اس کے بعد اس کھیل کا دوسرا ہاف شروع ہوا۔ محترم قریشی صاحب کو زحمت دی گئی موصوف کا کہنا تھا کہ انہوں نے اپنی بچی کے لئے پانچ لاکھ قربان کر دیئے۔ پولیس انہیں کیوں پریشان کر رہی ہے تاہم وہ آئے اور انہوں نے ایک اور انکشاف کیا۔ انکشاف یہ ہے کہ ناصر علی ان کا سالا ہے۔"

"اوہ۔" میرے منہ سے نکل گیا۔

"یعنی ان کی دوسری بیگم کا کزن ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ناصر علی ان کے پاس آیا جایا کرتا ہے اور انہوں نے کبھی اس کے بارے میں اس انداز میں نہیں سوچا تھا لیکن دنیا بہت خراب ہے۔ وہیں ناصر کا گریبان پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنی بیٹی کے لئے واویلا شروع کر دیا۔ ناصر کہتا ہے اسے شہلا کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔"

"سنگین صورتحال ہے۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

"ناصر کی صورت دیکھ کر میں پریشان ہو گیا ہوں وہ مجھے ان راستوں کا راہی نہیں لگتا اس کا وہاں پہنچنا مشکوک ہے۔"

"شاہ صاحب کیا کہتے ہیں؟"

کوئی خاص بات نہیں۔ تاہم انہوں نے کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں کہا تھا کہ یہ آدمی انہیں مجرم نہیں لگتا' تم خود بھی اسے دیکھو گی تو اس کے بارے میں یہی فیصلہ کرو گی۔' وہ کہتا ہے کہ اس کی پوری زندگی کی تفصیل معلوم کر لی جائے' اس نے کبھی کوئی جرم نہیں کیا اور جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے وہ اس سے بالکل لاعلم ہے۔ اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ شہلا کو اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"اور فون کال کے بارے میں کوئی بات نہیں بتاتا؟"

"بس یہیں مار کھا رہا ہے' میں نے کہا نا تم سے کہ اگر اس فون کال کی وضاحت کر دیتا وہ' تو معاملہ کسی قدر صاف ہو جاتا۔"

"تو پھر کیا ارادے ہیں اب' کچھ نہ کچھ تو سوچا ہو گا تم نے.....؟"

"ابھی تو اس کی شامت آئے گی' یہ مسئلہ اس لئے اور ٹیڑھا ہو گیا ہے کہ اب اغوا کرنے والا پولیس کی تحویل میں ہے گو پانچ لاکھ روپے کی رقم محفوظ رہی لیکن قریشی صاحب کا کہنا ہے کہ وہ الجھن میں پھنس گئے' اگر رقم پہنچ جاتی تو' ان کی بیٹی کے ملنے میں دشواری نہ ہوتی لیکن پولیس نے اسے گرفتار کر کے ان کی بیٹی کو خطرے میں ڈال دیا ہے' پتہ نہیں وہ کہاں ہے' خصوصاً ایسی شکل میں جب کہ ناصر اس بات سے انکار کر رہا ہے چنانچہ اب پولیس اس کی زبان کھلوانے کے لئے کاروائیاں کرے گی۔"

"مارا گیا بیچارہ..... لاک اپ میں ہے؟"

"ظاہر ہے اور کہاں ہوتا؟"

"اس کے اداحقین کے بارے میں کچھ پتہ چل سکا؟"

"ایک ماں ہے' دو بڑے بھائی ہیں جو ملک سے باہر ہیں ایک بڑی بہن ہے جس کی شادی ہو گئی ہے' ایک اور چھوٹی بہن ہے' اس وقت وہ چھوٹی بہن اور ماں کے ساتھ ایک فلیٹ میں رہتا ہے۔ مالی طور پر ناآسودہ نہیں ہے' کیونکہ خود بھی ملازمت کرتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ٹھیک تو اب کیا کرنے کا ارادہ ہے تمہارا؟"

"بس اس کے بارے میں کوائف جمع کئے ہیں' ان کی چھان بین کرنی ہے' ویسے اب تمہاری اپنی رائے کیا ہے؟"

"اس سلسلے میں میں نے اس وقت یہ سوچا تھا شہریار جب یہ دیکھا تھا کہ تم لوگوں نے مجرم کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہے کہ قریشی صاحب کے بارے میں جو رائے ہم نے قائم کی ہے وہ غلط ہے لیکن میں یہ الفاظ کہنے میں اب کوئی دقت نہیں محسوس کرتی کہ ایک بار پھر قریشی صاحب کا پاؤں اس سلسلے میں الجھا ہوا نظر آنے لگا ہے۔" شہریار سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔

"ذرا کچھ تفصیل چیف؟"

"نہیں ابھی کوئی تفصیل کیسے بیان کر سکتی ہوں' میں نے یہی سوچا تھا کہ قریشی صاحب مزاجاً ایسے آدمی ہیں یعنی وہی گفتگو جو میرے اور تمہارے درمیان ہو چکی ہے' انہوں نے سارا پروگرام خود بنا کر پیش کر دیا تھا اور اب یہ بات کہ ناصر علی ان کا سالا ہے پھر کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے۔ ذرا سا سوچنے دو مجھے' بتاؤں گی میں تمہیں اس سلسلے میں۔ ہاں کیا اب بھی یہ بات ممکن نہیں رہی کہ ہم قریشی صاحب کے اہل خاندان کے بیان لے سکیں۔ خاص طور پر ان کی بیگم کا کیا ردعمل ہے۔ اس بارے میں معلوم کرنا ہے۔"

"میرے خیال میں تو اب کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ تم اگر چاہو تو یہ پروگرام کل ہی کر لیتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ وہاں بیانات وغیرہ لینے کا سلسلہ کیونکہ لڑکی بدستور غائب ہے جو دشمن پکڑا گیا وہ اس کے حصول سے انکار کرتا ہے۔ ایسی شکل میں تو پولیس کا کام ابھی باقی ہے نا۔ اور پھر شاہ صاحب نے قریشی صاحب کے اسکرو اس طرح ٹائٹ کئے ہیں کہ قریشی صاحب جھنجلا تو رہے ہیں' لیکن کچھ کر نہیں پا رہے۔"

"تم ایسا کرو' کسی بھی طرح قریشی صاحب کی کوٹھی کے تمام افراد کے بیان لے لو' بات اب باہر نکل گئی ہے۔ قریشی صاحب کا وہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا جس کے لئے وہ کہہ رہے تھے کہ ان کی پولیس آمد سے بدنامی ہو گی' اب تو بات منظرعام پر آ ہی چکی ہے۔"

"ہاں ہاں بالکل اس سلسلے میں ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔" شہریار نے جواب دیا۔ کھانا کھانے کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ شہریار نے مجھ سے شام کی ملاقات سے معذرت کی تھی اور کہا تھا کہ ایس پی شاہ صاحب چونکہ اس پر خصوصاً توجہ دے رہے ہیں اور اسے ڈی ایس پی بنانے پر تلے ہوئے ہیں چنانچہ ان کے ساتھ کافی وقت صرف کرنا پڑے گا۔ میں نے اسے خلوص دل سے اجازت دے دی تھی اور اس کے بعد میں گھر واپس آ گئی تھی۔ کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ اتنی جلدی میری واپسی ممکن ہو جائے اہل خاندان مجھے گھیر لیا کرتے تھے بس ایک مہمان کی سی حیثیت ہوتی تھی میری گھر میں اور خاص مدارت بھی ہوا کرتی تھی۔ قبلہ والد صاحب چونکہ اب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پوری طرح میرے کام سے متفق ہو گئے تھے چنانچہ ان کی نرم روی بھی برقرار رہتی تھی گھر واپس آنے کے بعد شام تک فرصت نہیں ملی رات ہی کو موقع ملا ان واقعات پر سوچنے کا۔ قریشی صاحب کی شخصیت کا ایک انداز مجھے کھٹک رہا تھا اور اب پھر وہی خیال ذہن میں تازہ ہو گیا تھا کہ وہ کسی خاص سمت اشارہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ خاص سمت کون سی تھی بس اس کا پتہ لگانا ضروری تھا تاہم کوئی ایسا فیصلہ نہیں کر پائی جس سے بات کچھ آگے بڑھ سکتی اور معمول کے مطابق رات گزر گئی دوسرے دن معمول کے مطابق ہی دفتر پہنچی لیکن یہاں ایک اور دلچسپ صورتحال پیش آئی مجھے ایک ٹیلیفون کال ملی۔ دوسری طرف سے بولنے والے میرے کرم فرما عرشی صاحب تھے۔ انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو میں نے نہایت احترام سے ان سے دعا سلام کی ان کی خیریت دریافت کی۔ عرشی صاحب کہنے لگے۔"

"بھئی لبنیٰ بیٹے تم ہمارے پاس ایک کام سے آئی تھیں آج ہمیں تم سے ایک کام آپڑا ہے۔"

"آپ حکم فرمایئے گا جس وقت حکم دیں حاضر ہو جاؤں۔"

"اس وقت تو کورٹ جا رہا ہوں' لیکن دوپہر کے دو بجے ملاقات ہو سکتی ہے؟"

"یقیناً ہو سکتی ہے میں آپ کے دفتر حاضر ہو جاؤں۔ تھوڑی سے معاونت فرمائیں گے یہ بتائیں گے کہ کام کیا ہے؟"

"ہاں ہاں کوئی حرج نہیں بیرسٹر فیاض الدین کا نام سنا ہے تم نے؟"

"اتفاق سے نہیں سنا۔" میں نے جواب دیا' لیکن اچانک ہی مجھے یاد آگیا کہ میں نے یہ نام سنا ہے' یادداشت نے بروقت ساتھ دیا تھا۔ یہ نام میرے سامنے قریشی صاحب نے لیا تھا اور بتایا تھا کہ وہ ان کے خسر ہیں میں نے فوراً کہا۔ "جی ہاں نام کسی حد تک شناسا محسوس ہوتا ہے۔"

"بس یوں سمجھ لو وہ تم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔" عرشی صاحب نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں دو بجے پہنچ جاؤں گی" میں نے جواب دیا میرے ذہن میں سنسنی سی پیدا ہو گئی تھی نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ بیرسٹر فیاض الدین صاحب اسی سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ شہریار پونے گیارہ بجے آگیا تھا اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چلیں؟"

"مسکرا کیوں رہے ہو؟"

"بس ایسے ہی قریشی کا خیال آگیا تھا۔ عجیب آدمی ہے حالانکہ اس وجہ سے قابل ہمدردی ہے کہ اس کی بیٹی اغوا ہو گئی ہے مگر اس نے اپنے مزاج کی وجہ سے اپنے لئے ساری ہمدردی کھو دی ہے۔" ہم نیچے آگئے اور کچھ دیر کے بعد قریشی صاحب کے ہاں پہنچ گئے۔ قبلہ قریشی صاحب نے ہی ہمارا استقبال کیا تھا فوراً بولے۔

"کہا تھا نا میں نے تم سے کہا تھا نا کہ تم چوپٹ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرو گے دیکھو

شریف شہریوں میں شمار ہوتا ہے میرا۔ انکم ٹیکس ادا کرتا ہوں مجھے پریشان کرنا اتنا آسان نہیں ہو گا۔"

"ہم آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتے قریشی صاحب بلکہ آپ سے تعاون کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ مس شہلا گھر واپس آجائیں۔" شہریار نے کہا۔

"آجاتی..... اب تک آجاتی وہ۔ آستین کے سانپ نے ڈسا ہے مجھے اسے پیسے مل جاتے وہ اپنا کام کر دیتا۔ آہ تم لوگوں نے بیچ میں ٹانگ اڑا کر میری بیٹی کے لئے خطرات پیدا کر دیئے۔ اب وہ خود کو بچانے کے لئے کبھی یہ نہ بتائے گا کہ اس نے اسے اغوا کیا ہے۔ کان کھول کر سن لو بہت اوپر تک جاؤں گا۔ میں۔ اب میری بیٹی کی بازیابی کرنا تمہارا کام ہے۔"

"یقیناً ہم اسے برآمد کر لیں گے۔"

"خاک برآمد کرو گے۔ کیا کہتا ہے وہ..... کہاں ہے میری بچی؟"

"اس وقت ہم دوسرے کام سے آئے ہیں قریشی صاحب۔"

"کیا کام ہے؟"

"آپ کے اہل خاندان کا بیان....."

"وہ کیا بیان دیں گے اس سلسلے میں۔ تمہیں بیان لینے کا بہت شوق ہے کوئی کچھ بیان نہیں دے گا سمجھے۔"

"آپ سب لوگ اس کوٹھی میں جو کوئی بھی ہے تیار ہو کر میرے ساتھ پولیس ہیڈ کوارٹر چلیں میں پولیس کی گاڑی منگوائے لیتا ہوں۔"

"ارے واہ۔ یہ کیا بات ہوئی یعنی اب پولیس ہیڈ کوارٹر.....؟"

"بہتر ہے قریشی صاحب آپ پولیس سے تعاون کریں۔ خواہ مخواہ آپ کو پریشانی ہو گی۔ پولیس آپ سے تعاون کرنا چاہتی ہے اور آپ کی بیٹی کو بازیاب کرنا چاہتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ صورتحال کیا نکلتی ہے۔ کیونکہ ناصر علی سرے سے خود کو بے قصور کہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"عجب باتیں کرتی ہیں آپ۔ ایک شخص آپ کے سامنے آکر آپ کے سینے میں چھرا گھونپ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے وہ بے قصور ہے بس اس کا ہاتھ بڑھا اور چھرا آپ کے سینے میں اتر گیا۔ مان لیں گی آپ.....؟"

"ہرگز نہیں مانوں گی لیکن اب صورتحال کافی الجھ گئی ہے۔ اغوا کرنے والا آپ کا عزیز ہے یقیناً اس نے اغوا کے لئے پروگرام بنایا ہو گا۔ دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کیا ہو گا۔ وہ دوسرے کون ہیں اور یہ پروگرام کیسے بنا اس کے بارے میں جب تک معلومات حاصل نہ کی جائیں گی کیسے پتہ چل سکتا ہے قریشی صاحب۔" میری اس بات سے قریشی صاحب کے چہرے پر کسی قدر نرمی کے آثار پیدا ہوئے' پھر انہوں نے کراہتے ہو کہا۔

"میرے دل پر جو بیت رہی ہے میں ہی جانتا ہوں' ایک ایک پل میرے لئے عذاب ہے'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوچتا ہوں کہ نہ جانے میری بچی کس حال میں ہو گی' آستین کے سانپ مجھے یوں ڈس لیں گے میں نے کبھی غور بھی نہیں کیا تھا۔ یہ کم بخت میری نگاہوں میں بہت باعزت تھا یہاں آتا جاتا رہتا تھا۔ میں اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا تھا لیکن اس کے دل میں یہ شیطان جنم لے رہا تھا' دولت کے حصول کے لئے میں نے کبھی غور بھی نہیں کیا تھا۔ ٹھیک ہے بھائی بیانات لو' جس کا جی چاہے بیان لو' مجھے بس میری بچی درکار ہے اگر کوئی نقصان پہنچ گیا اسے تو یوں سمجھ لینا کہ..... کہ..... کہ.....۔"

قریشی صاحب خاموش ہو گئے' میں بغور ان کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھی اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ یہ شخص نارمل ہے بھی یا نہیں۔ اس کے جو الفاظ تھے ان میں پریشانی تھی لیکن چہرے کے تاثرات سے یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ اس سلسلے میں بہت زیادہ فکرمند یا غم زدہ ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے چہرے کی بناوٹ ہی ایسی ہو۔ پھر اس نے کہا۔

"میں تمام لوگوں کو تمہارے سامنے لے آتا ہوں' اطمینان سے ان کے بیانات لے لو"

اور اس کے بعد قریشی صاحب نے ایک ملازم کو بلا کر سب لوگوں کو بڑے ہال میں پہنچ جانے کے لئے کہا۔ میں شہریار کی طرف دیکھنے لگی اور شہریار نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی۔ پھر تقریباً تمام ہی افراد بڑے ہال میں پہنچ گئے تھے اور میں نے پہلی بار بیگم قریشی کو دیکھا' ایک نوجوان دبلی پتلی اور خوبصورت سی لڑکی تھی' مشرقی خدوخال کی مالک' آنکھوں میں شرم و حیا کے تاثرات' چہرے کی بناوٹ بہت ہی نفیس' میں گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتی رہی اس کے علاوہ ملازمین تھے' ایک معمر خاتون تھیں' بس یہی افراد تھے اس کوٹھی میں۔ قریشی صاحب نے ان میں سے سب کا تعارف کرایا۔

"یہ میرا سب سے پرانا ملازم رحمان خان ہے' یوں سمجھ لیں آٹھ سال کی عمر سے ہمارے ہاں کام کر رہا ہے اور یہیں بوڑھا ہو گیا ہے یہ جمیل ہے اور یہ دوسری ملازمائیں' یہ میری بہن ہے فردوسی خانم اور یہ میری اہلیہ نائلہ بانو' آپ لوگ ان سے جو معلوم کرنا چاہتے ہیں معلوم کر لیں۔" انہوں نے کہا۔

"قریشی صاحب کیا آپ ہمیں تنہائی میں ان سے کچھ گفتگو کرنے کی اجازت دیں گے؟"

"کیا مطلب؟" قریشی صاحب ایک بار پھر پھاڑ کھانے والے انداز میں بولے۔

"مطلب یہ کہ آپ یہاں سے باہر تشریف لے جایئے۔" شہریار نے کہا اور قریشی کی آنکھوں میں ایک بار پھر جنون کے آثار نظر آنے لگے۔ چند لمحات وہ ہمیں گھورتا رہا۔ پھر تیز تیز قدموں سے باہر نکل گیا میں نے شہریار کو اشارہ کیا اور شہریار نے دروازہ بند کر دیا۔ ہم نے ایک نشست گاہ منتخب کر لی تھی۔ تمام لوگ سامنے کے حصے میں بیٹھے گئے۔ معمر خاتون کے ہاتھ میں تسبیح تھی اور وہ تسبیح کے دانے چلا رہی تھی جبکہ بیگم صاحبہ غمزدہ سے انداز میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور ان کا چہرہ بری طرح اترا ہوا تھا' بال منتشر تھے' سب سے پہلے ہم نے رحمان خان کو اپنے

پاس طلب کیا تھا۔ رحمان خان خاموشی سے ہمارے سامنے آ بیٹھا اور میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"بابا رحمان خان آپ ہمیں اس اغوا کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں؟"

"میں کیا بتا سکتا ہوں بی بی جی..... جو سب کو معلوم ہے وہ مجھے معلوم ہے"

"ناصر علی کو جانتے ہیں آپ؟"

"ہاں جی یہاں آتے رہتے تھے"

"شہلا سے ان کے کیسے تعلقات تھے؟"

"شہلا بی بی ان سے بات نہیں کرتی تھیں وہ انہیں پسند نہیں کرتی تھیں"

"اور تمہارے صاحب؟"

"صاحب سے ان کے اچھے تعلقات تھے"

"بیگم صاحبہ سے؟"

"وہ تو ان کی بہن ہیں بی بی صاحب"

"کوئی ایسی بات جس سے ان واقعات پر کچھ روشنی پڑے"

"سر جھکا کر نوکری کی ہم نے پوری زندگی' اس گھر کے نمک حلال رہے ہیں۔ مالکوں کے رازوں کی کبھی کھوج نہیں کی ہم نے"

شہریار خاموشی سے میرے سوالات نوٹ کر رہا تھا اس ملازم سے ہمیں کچھ نہیں معلوم ہوا پھر تمام ملازموں کے بعد میں نے فردوسی خانم کو طلب کیا اور وہ ہمارے سامنے آ بیٹھیں۔ کافی عمر رسیدہ تھیں لیکن صحت اچھی تھی۔

"آپ شہلا کے اغوا پر کچھ روشنی ڈال سکتی ہیں خانم"

"میں تو خود بے نور ہوں بیٹی' بس اتنا کہہ سکتی ہوں کہ بڑی خراب تقدیر ہے میری جہاں بھی خوشیاں پانی چاہیں وہاں اندھیرا ہو گیا۔ میری بچی مجھے بہت چاہتی تھی' پھوپھی جان..... پھوپھی جان کہتے منہ سوکھتا تھا اس کا' ماں کی ترسی ہوئی تھی مجھ میں اس نے ماں پائی تھی۔ کہتی تھی پھوپھی جان جب سے آپ یہاں آئی ہیں میری زندگی بڑھ گئی ہے خدا اسے اپنی امان میں رکھے' خدا کرے جہاں ہے واپس آ جائے" فردوسی خانم رونے لگیں۔

"آپ یہاں کب آئیں؟"

"اڑھائی سال پہلے"

"اس سے پہلے کہاں تھیں؟"

"جہنم میں۔"

"جی!"

"ہاں بیٹی جہاں سکون قلب چھن جائے وہ جگہ جہنم سے بدتر ہوتی ہے۔ دو بیٹے ہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے' بیویاں پائیں تو ماں بے حقیقت ہو گئی- عورت عورت کی سب سے بڑی دشمن ہے یہ نہ سوچا کمبختوں نے کہ ماں بے لوث ہوتی ہے میرے ہی توسط سے تمہیں شوہر ملے ہیں تنہا بوڑھی کہاں جائے گی- دن رات سازشیں کرتی رہیں- میرے خلاف بیٹے منہ سے تو نہ کہ سکتے تھے ماں نکل جاؤ' پریشان رہنے لگے- میں نے ان کے سکون کے لئے گھر چھوڑ دیا نکلی دربدر پھرنے کے لئے تھی مگر بھائی اپنے گھر لے آئے اور..... اور یہاں مجھے عزت ملی آہ میری بچی مجھ سے بہت مانوس ہو گئی تھی-" انہوں نے روتے ہوئے کہا-

"ایک سوال کا جواب دیجئے"

"ہاں پوچھو"

"کیا ناصر علی شہلا کو اغوا کر سکتا ہے؟"

"میری بات سچ مانو گی"

"ہاں آپ بزرگ ہیں' کیوں نہیں"

"بڑی ڈری ہوئی ہوں دنیا سے' اس عمر میں دربدری نہیں چاہتی- صرف ایک گوشہ پکڑ لیا ہے جہاں بیٹھی خدا کے حضور گڑگڑاتی رہتی ہوں' اپنی عافیت کے لئے' ان نافرمانوں کی بہتری کے لئے' سب کے لئے' کسی پر کبھی نگاہ نہیں رکھی"

"دوسرا سوال' نائلہ بانو اور شہلا کے درمیان کیسے تعلقات تھے؟"

"گہرائیوں میں کبھی نہیں گئی' مگر فہیم میاں کو کسی عمر رسیدہ عورت سے شادی کرنی چاہئے تھی خاص طور پر ایسی شکل میں جبکہ بیٹی بھی جوان تھی"

"گویا تعلقات اچھے نہیں تھے؟"

"میرے بھی نہیں تھے' مگر مقابلہ تھا"

"قریشی صاحب کس کا ساتھ دیتے تھے؟"

"اس پر کبھی غور نہیں کیا؟" آخری فرد نائلہ بانو تھیں- سوالات میں ہی کر رہی تھی-

"آپ اس اغوا پر کچھ روشنی ڈال سکتی ہیں؟"

"نہیں" اس نے سرد لہجے میں کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی-

"کوئی ایسی بات' ایسا نکتہ جو پولیس کی معاونت کر سکے"

"میں صرف ایک گھریلو عورت ہوں' نکتوں سے ناواقف"

"آپ کو علم ہے کہ ناصر علی کو اس اغوا کے الزام میں پکڑا گیا ہے"

"ہاں معلوم ہے"

"وہ آپ کا بھائی ہے"

"اس سے کون انکار کر سکتا ہے-" اس نے کھردرے لہجے میں کہا-

"آپ کے خیال میں ناصر علی یہ قدم اٹھا سکتا ہے؟"

"عجیب باتیں کرتی ہیں' آپ کا تعلق محکمہ پولیس سے ہے' یہ بات آپ بہتر جان سکتی ہیں' میں بھلا اس بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں-"

"ناصر علی آپ کا سگا بھائی ہے؟"

"نہیں..... تایازاد....." اس نے جواب دیا-

"وہ ایک کالج میں پروفیسر ہے آپ کا تایازاد بھائی ہے' یقینی طور پر آپ اس کی فطرت کے بارے میں جانتی ہوں گی اور پھر جیسا کہ ہمارے علم میں آیا ہے کہ وہ یہاں آتا رہتا ہے اس کے اس گھرانے سے اچھے تعلقات تھے-"

"وہ میرا کزن ہے اور بس' اس سے زیادہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی-"

"شہلا سے اس کے کیسے تعلقات تھے؟"

"تعلقات تھے ہی نہیں' شہلا میری سوتیلی بیٹی ہے اور فہیم احمد قریشی کی اولاد' ظاہر ہے اس کا ناصر علی سے براہ راست کوئی واسطہ ہی نہیں تھا اس لئے بہت گہرے تعلقات ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا-"

"اور شہلا سے آپ کے کیسے تعلقات تھے؟"

"بہت خراب' انتہائی دشمنی کے' سمجھ رہی ہیں آپ اور ہو سکتا ہے اس کے اغوا میں میرا ہی ہاتھ ہو' آپ ان لائنوں پر کام کیجئے اور مجھے گرفتار کر لیجئے" اس نے جواب دیا' اس کی آواز میں ہلکی سی گھبراہٹ تھی- میں نے نرم لہجے میں کہا-

"نہیں محترمہ' ظاہر ہے' ہم بغیر کسی ثبوت کے کسی کو گرفتار نہیں کر سکتے اور پھر آپ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' میرے خیال میں آپ اس سلسلے میں پولیس سے کوئی تعاون نہیں کرنا چاہتیں-"

"آپ کا خیال بالکل درست ہے-" نائلہ نے جواب دیا اور میں شہریار کی جانب دیکھنے لگی- پھر میں نے کہا-

"بہت بہتر محترمہ نائلہ' ہمیں آپ کے عدم تعاون سے بہت مایوسی ہوئی ہے-" نائلہ نے میری اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ بولی- "میں جا سکتی ہوں اب؟"

"جی....." اس کے بعد یہاں رکنے کا جواز نہیں تھا سو میں شہریار کے ساتھ باہر نکل آئی اور باہر ہمیں قریشی صاحب ملے-

"جی ہو گیا آپ کا کام مکمل؟"

"جی قریشی صاحب' بے حد شکریہ....."

"ہم کب تک اس عذاب کا شکار رہیں گے- کوئی یقین ہے اس بارے میں؟"

"جب تک آپ کی بیٹی بازیاب نہ ہو جائے-" میں نے جواب دیا اور قریشی صاحب کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے- میں نے شہریار کو واپسی کا اشارہ کیا اور کچھ دیر کے بعد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔ شہریار گہری گہری سانسیں لیکر سینے پر پھونکیں مار رہا تھا اور میں پریشان انداز میں سڑک پر نگاہیں جمائے ان واقعات کے بارے میں سوچ رہی تھی پھر شہریار نے کہا۔

"جب کوئی کیس ملتا ہے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ پیچیدہ کیس زندگی میں دوسرا نہیں آیا لیکن جب دوسرا کیس ملتا ہے' تو پھر اس کی پیچیدگیاں پہلے کیس سے بڑھ کر معلوم ہوتی ہیں' مگر یقین کرو' اس وقت تمہاری تعریف نہیں کر رہا' بلکہ اس بیان کے دوران میں نے تم سے بہت کچھ سیکھا ہے' تم یقینی طور پر بے حد ذہین لڑکی ہو' لبنیٰ' میں خلوص دل سے آج اس کا اعتراف کر رہا ہوں۔ اعتراف تو پہلے بھی کرتا رہا تھا لیکن لیکن یوں لگتا ہے جیسے تمہیں اسی کام کے لئے تخلیق کیا گیا ہو' یہ ایک ٹھوس سچائی ہے کہ تم نے صحافت کی لائن اختیار کی ہے' ورنہ تمہارا اصل مقام محکمہ سراغ رسانی ہی تھا' تم جس انداز سے اصل بات کی تہہ تک پہنچ جاتی ہو' وہ تمہارا ہی خاصا ہے' لبنیٰ آج میں واقعی بہت متاثر ہوا ہوں۔" شہریار نے کہا اور میں ہنسنے لگی؟

"کیا بات ہے بڑی ستائش کی جا رہی ہے؟"

"میرے جذبات کا مذاق مت اڑاؤ۔" شہریار نے کہا۔ اور میں ہنسنے لگی۔

"ویسے شہریار اب تک کے واقعات پر نگاہ ڈال کر تم نے اپنے ذہن میں کوئی خاکہ تیار کیا ہے۔"

"خاک..... خیالات منتشر ہیں کبھی کچھ سوچتا ہوں کبھی کچھ' کسی ایک جگہ ذہن نہیں جم پایا' مثلاً قریشی صاحب' یوں لگتا تھا' جیسے وہ اپنی بیٹی کے اغوا سے بہت مطمئن ہوں اور اس سلسلے میں پولیس کی رہنمائی اہم نکتوں کی طرف کرکے کوئی اسکرپٹ تیار کر رہے ہوں۔ پھر پانچ لاکھ کا چکر چلا اور تاوان وصول کرنے والا تاوان وصول کرتا ہوا پکڑا گیا۔ اس کا بیان' لڑکی ہنوز غائب' ہر چند کہ اب کیمرہ صرف ناصر علی پر مرکوز ہے لیکن ہمارے دلوں میں یہ احساس ہے کہ وہ مجرم نہیں ہے بتاؤ کیا کر سکتی ہو۔"

"ہوں' نائلہ بانو کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"قریشی صاحب ہی کے پائے کی خاتون ہیں۔ انہوں نے ایک مختلف انداز اختیار کیا ہے۔ کچھ اور گہرائیوں میں اترا جائے تو ان کی طرف بھی انگلی اٹھائی جا سکتی ہے۔ ویسے اب اگر میں تمہاری رائے پوچھوں تو....."

"پورے خلوص اور سچائی سے کہہ رہی ہوں کہ ابھی کوئی رائے قائم نہیں کر سکی لیکن بہت جلد کچھ تلاش کر لوں گی۔"

"میرے لئے کیا حکم ہے جہاں پناہ؟"

"ڈی ایس پی صاحب کا کیا حکم ہے اس بارے میں اور اب وہ مزید کیا کرنا چاہتے ہیں۔"

جو کچھ بھی کر رہے ہیں' کم از کم میرے علم میں نہیں ہے' بس میرا خیال ہے' نزلہ ناصر علی پر ہی گرے گا' کیونکہ یہ بات ذرا حیران کن ہے کہ وہ وہاں موجود تھا اور اس نے رقم کا بیگ اٹھایا بھی تھا' اب یہ بعد کی بات ہے کہ وہ اس سلسلے میں کہانی پیش کر رہا ہے' بے چارے کی شامت ہی نظر آ رہی ہے مجھے۔"

"اگر ممکن ہو سکے تو اس پر تشدد کرنے سے گریز کرنا اور کچھ وقت کے لئے اسے محفوظ رکھنا۔"

"گویا' گویا تم بھی اس بات سے متفق ہو گئی ہو کہ ناصر علی اس سلسلے میں بے قصور ہے۔"

"بچوں کی سی باتیں کر رہے ہو شہریار' ابھی کوئی فیصلہ کن بات کیسے کہی جا سکتی ہے' لیکن بلاوجہ تشدد کرکے تم اس سے الٹے سیدھے بیانات لے لو گے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا سوائے اس کے کہ ایک بار پھر تاریخ دہرا دی جائے گی اور وہی سب کچھ ہو جائے گا جو پولیس کرتی رہی ہے؟"

"ہاں میں اب یہ نہیں چاہتا لبنیٰ' اصل مجرم کو گرفتار ہونا چاہئے۔ ویسے لڑکی کا مسئلہ اب بھی ٹیڑھا ہے' اگر وہ بازیاب نہ ہوئی تو قریشی صاحب وہ واویلا مچائیں گے کہ سنبھالنا مشکل ہو جائے گا' پولیس بہرطور ایک حد تک ہی اختیارات رکھتی ہے' کسی مظلوم شہری کو تو ہم پریشان نہیں کر سکتے۔"

"بس جو کچھ میں نے کہا ہے اسی پر عمل کرتے رہو' میرا مطلب ہے ناصر علی سے معلومات مزید حاصل کرو لیکن انتہائی حد تک نہیں۔ وہ بیوقوف اگر اس فون کال کے بارے میں کچھ تفصیلات بتا دے تو اس کی گلوخلاصی ہو سکتی ہے اور کچھ نہیں تو کم از کم ایک شبہ پیدا ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں تمہاری ہدایات پر عمل کروں گا۔" شہریار نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

وقت مقررہ پر عرشی صاحب کے دفتر میں داخل ہو گئی اس بارے میں شہریار کو کچھ بتانا' میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا' عرشی صاحب کے پاس ایک اور معمر شخص بیٹھا ہوا تھا' جس کے جسم کا کالا کوٹ بتاتا تھا کہ یہی بیرسٹر فیاض الدین خان ہے۔ عرشی صاحب نے میرا پرتپاک خیرمقدم کیا اور بیرسٹر صاحب بولے۔

"فیاض الدین خان صاحب' یہ ہے وہ طوفان جس نے ان دنوں بڑا تہلکہ مچا رکھا ہے۔"

بیرسٹر فیاض الدین خان صاحب نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی اور بولے۔ "بیٹھو بیٹے' میں نے بھی تمہاری بہت تعریفیں سنی ہیں اور خصوصاً تمہارے کالم پڑھے ہیں۔" میں شکریہ ادا کرکے بیٹھ گئی اور عرشی صاحب بولے۔

"ہاں اب یہ بتاؤ کیا پیو گی چائے یا....."

"چائے" میں نے کہا اور عرشی صاحب نے چائے کے لئے کہہ دیا۔ پھر بولے فہیم احمد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قریشی کی بیٹی کے اغوا کا کیس شہریار کے پاس آچکا ہے نا؟"

"جی عرشی صاحب"

"تم نے کام شروع کیا ہے؟"

"جی ہاں"

"تب پھر تمہیں علم ہو گا کہ نائلہ بانو فیاض الدین خان کی بیٹی ہے۔"

"جی معلوم ہے اور اس شادی پر حیرت ہے۔ کیونکہ یہاں کوئی مجبوری نہیں نظر آتی۔"

"میرا اندھا پن ہے بیٹی اور میری بیوی کی جہالت۔ میری دو بہنیں کنواری بوڑھی ہو گئی ہیں۔ چھ بیٹیوں کا باپ ہوں اور نائلہ چوتھے نمبر پر ہے باقی تین اس سے بڑی ہیں اور ان کے لئے کوئی بہتر رشتہ نہیں آیا۔ دوسری لڑکیاں بھی بوڑھی ہو رہی ہیں یہ کل کی حقیقت ہے ہم نے سب کچھ جان بوجھ کر یہ کیا ہے صرف اس خیال سے کہ ہمارے ہاں بھی خوشیوں کا آغاز تو ہو۔ مجھ سے زیادہ میری بیوی اس سلسلے میں خوفزدہ تھی اور میں نے اس کی بات مان لی۔"

میرا دل لرز گیا تھا۔ عرشی صاحب بولے۔ "کچھ ایسی الجھنیں ہیں لبنیٰ بیٹے جن پر تمہاری نگاہ ہونا ضروری ہے۔ قریشی ایک بدانسان ہے اگر وہ شادی کرنا چاہتا تھا تو اسے اپنی عمر کی کوئی عورت تلاش کرنا چاہئے تھی ایک درمیانی ذریعہ سے یہ رشتہ آیا اور قریشی نے خود نائلہ کا انتخاب کیا فیاض تمہیں اپنی مجبوری بتا چکے ہیں یہ تیار ہو گئے لیکن نتائج بہتر نہیں نکلے۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد قریشی بداعتمادی کا شکار ہو گیا۔ نائلہ پر گہری نگاہ رکھنے لگا چھپ چھپ کر اس کا تعاقب کرنے لگا۔ اس کی غیرموجودگی میں اس کے سامان کی تلاشی لینے لگا وہ احساس کمتری کا شکار ہو گیا اسے نائلہ کی ہر جنبش پر شک ہونے لگا مگر اس نے زبان سے اب تک کچھ نہیں کہا۔ بیرسٹر صاحب کے پاس آکر بھی وہ الٹی سیدھی باتیں کرتا تھا اور بیرسٹر صاحب بے چارے اس کی وجہ سے ڈپریشن کا شکار ہو گئے اور اب یہ کہانی منظرعام پر آئی ہے۔ ناصر گرفتار ہوا ہے۔ ناصر علی بیرسٹر صاحب کے مرحوم بھائی کا بیٹا ہے ایک نہایت شریف نوجوان جس کا ماضی بے داغ ہے جہاں سے چاہو معلوم کر سکتی ہو۔ ناصر علی ہمیشہ سے نائلہ سے زیادہ قریب ہیں۔ یہ بات فیاض الدین پورے اعتماد اور دعوے سے کہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان صرف بہن بھائی کا رشتہ ہے اور یہ بھی ایک سچ ہے کہ بیرسٹر صاحب اور ان کی بھاوج نائلہ کی چوتھے نمبر کی بہن عظمیٰ کے سلسلے میں ناصر علی کے رشتے کا فیصلہ کر چکے ہیں مگر ناصر چونکہ نائلہ کے ساتھ تعلیم بھی حاصل کر چکا ہے اس لئے دونوں کے درمیان دوستانہ قربت بھی ہے۔ وہ نائلہ کے گھر بھی کافی آتا جاتا تھا حالانکہ قریشی اس سے ہمیشہ اچھی طرح پیش آتا تھا مگر۔ ایک آدھ بار اسے یونیورسٹی میں بھی دیکھا تھا۔ یہاں سے اس نے نائلہ اور ناصر کے درمیانی معاملات کے سلسلے میں تحقیقات بھی کی تھی، تم سمجھ رہی ہو نا؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔

"ظاہر ہے بیرسٹر صاحب اس مسئلے کو نظرانداز نہیں کر سکتے اور اپنے کام کا آغاز کرنے والے ہیں مگر میں نے تم سے رابطہ ضروری سمجھا اور اس لئے تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں خصوصی توجہ دوں گی۔ ویسے نائلہ بہت نیک بچی ہے اور ان تمام بہنوں کو اپنے باپ کی پریشانی کا شدید احساس ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں میں اس رہنمائی کے لئے شکرگزار ہوں اور بیرسٹر صاحب آپ مجھے اپنی ساتویں بیٹی تصور کریں میں اس سے مختلف ثابت نہ ہوں گی۔" بیرسٹر صاحب کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔

"کوئی سوال لبنیٰ؟"

"نہیں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میں آپ کو حالات سے آگاہ رکھوں گی۔" کچھ دیر کے بعد میں وہاں سے اٹھ گئی شام کو گرین فاؤنٹین جانا تھا۔ مقررہ وقت پر وہاں پہنچی تو شہریار کا ایک ساتھی اصغر حسین میرا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے مجھے سلام کرکے ایک پرچہ میرے ہاتھ میں دیدیا۔

"خیریت اصغر حسین؟"

"جی مس صاحبہ یہ پرچہ صاحب نے دیا ہے۔" اصغر حسین نے کہا۔ میں نے کسی قدر بدحواسی کے عالم میں پرچہ کھولا۔ لکھا تھا۔ "لبنیٰ۔ شہلا کی لاش ملی ہے۔ شاہ صاحب کے ساتھ مصروف ہوں آنہیں سکوں گا۔ تفصیلات رات کو فون پر۔ شہریار۔"

میرا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ پرچے کے الفاظ دھندلا گئے اور ایک لمحے کے لئے بے حواس سی ہو گئی۔ یہ خبر اتنی ہی غیریقینی تھی۔ اصغر حسین نے کہا۔ "میرے لئے کوئی حکم ہے مس لبنیٰ؟"

"ایں۔ نہیں شکریہ۔" میں نے بے ربط سانسوں کے درمیان کہا اور اصغر حسین سلام کرکے اپنی بائیک کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بائیک اسٹارٹ کرکے چلا گیا اور میں پرچہ ہاتھ میں لئے کھڑی رہ گئی مگر اس طرح کھڑے رہنا معیوب سا لگ رہا تھا چنانچہ گرین فاؤنٹین میں داخل ہو گئی ایک جگہ بیٹھ کر چائے منگوائی پرچے کو کئی بار پڑھا اور سوچ میں ڈوب گئی۔ ناصر علی کے تابوت میں آخری کیل ٹھک گئی تھی اس قتل کی ذمے داری بھی اسی پر عائد ہو گی۔ بیرسٹر فیاض الدین بے چارے کیا کر سکیں گے۔ کیا وہ واقعی مجرم ہے اس سے ملاقات اب ضروری ہو گئی تھی لیکن یہ شہریار کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ مگر یہ کہانی آخر کیا ہے؟ شہلا اغوا ہوئی، فہیم احمد قریشی نے اعلیٰ حکام سے درخواست کی کہ اس کیس کی تحقیقات اعلیٰ پیمانے پر کرائی جائے اس نے بہت ہوشیاری سے ایک کہانی سنائی اور یوں محسوس ہوا جیسے وہ پولیس کو کسی خاص راہ پر لگانا چاہتا ہے اس کے انداز پر بھی شک ہوا تھا۔ پھر اچانک تاوان کی طلبی ہو گئی اور ناصر علی گرفتار ہو گیا۔ بیرسٹر فیاض الدین سے ملاقات کرنے کے بعد یہ معمہ ایک بار پھر حل ہوتا نظر آنے لگا اور بات پھر فہیم قریشی کی طرف مڑ گئی۔ ایک نوجوان لڑکی سے شادی کرکے وہ احساس کمتری کا شکار ہو گیا اور اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے اپنی بیوی کے خلاف سازش کی۔ ہو سکتا ہے اس نے ناصر علی کو اس جرم میں پھنسایا ہو مگر شہلا کی موت؟ کیا فہیم قریشی اپنے جنون میں اس قدر آگے بڑھ سکتا ہے کہ اپنی بیٹی کی زندگی سے کھیل جائے؟ شدید کشمکش کا شکار ہو گئی تھی کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ کچھ دیر ہوٹل میں بیٹھی پھر گھر چل پڑی۔ دماغ اسی تانے بانے میں الجھا ہوا تھا۔ گھر کے معمولات سے فارغ ہوئی پھر کسی خیال کے تحت فون کے قریب آکر عرشی صاحب کے نمبر ڈائل کئے۔ عرشی صاحب جا چکے تھے مگر ان کا پی اے موجود تھا۔

"معاف کیجئے گا آپ میرا ایک کام کر دیں۔" میں نے پی اے سے کہا۔

"جی فرمایئے۔"

"مجھے بیرسٹر فیاض الدین کے گھر کا فون نمبر درکار ہے۔"

"بہتر' انتظار فرمایئے۔" پی اے نے کہا اور پھر اس نے مجھے نمبر بتا دیا۔ کچھ دیر کے بعد دوسری طرف سے بیرسٹر صاحب نے فون وصول کیا تھا۔

"ہاں کون ہے؟" ان کی آواز میں کچھ اضطراب سا محسوس ہو رہا تھا۔

"سر میں لبنیٰ غضنفر بول رہی ہوں۔"

"اوہ لبنیٰ بیٹی تم نے سنا۔" بیرسٹر صاحب نے فوراً کہا۔

"اگر آپ شہلا کی موت کے بارے میں کہہ رہے ہیں تو مجھے معلوم ہو چکا ہے۔"

"میں ابھی کچھ دیر پہلے گھر واپس آیا ہوں۔ میری بیٹی نائلہ نے گھر فون کیا تھا گھر کے سب لوگ وہاں جا چکے ہیں میں بھی جانے والا ہوں۔"

"اوہ تب میں نے ناوقت فون کیا۔"

"نہیں تمہارا فون ناوقت نہیں ہے' اس حادثے سے جو صورتحال پیدا ہو گئی ہے اس کا تمہیں اندازہ ہے؟"

"سو فیصد۔"

"میرے تو حواس گم ہیں۔ عقل ساتھ چھوڑ چکی ہے' ناصر علی..... ناصر علی۔"

"پولیس نے ابھی تک اس پر تشدد تو شروع نہیں کیا....."

"نہیں' میں نے کچھ تعلقات استعمال کئے ہیں۔"

"ایک دو سوالوں کا جواب دے سکیں گے؟"

"ضرور بیٹی۔"

"اس شادی کے دوران شہلا کا کردار کیا رہا تھا.....؟"

"تمام معاملات میں پیش پیش تھی خوشدلی سے ہر کام میں شریک رہی تھی اور بڑی چاہت سے نائلہ کو لے گئی تھی۔"

"بعد میں اس کے رویئے کا کچھ پتہ چلا؟"

"نائلہ نے تو کبھی کچھ نہیں بتایا لیکن گھر والوں کا کہنا ہے کہ بعد میں وہ نائلہ سے کھنچ گئی تھی۔"

"بس یہی معلوم کرنا تھا۔"

"میری کچھ رہنمائی کرو گی لبنیٰ؟" بیرسٹر صاحب نے کہا۔

"فرمایئے۔"

"کیا کروں اب اس سلسلے میں..... کچھ بتاؤ مجھے۔ یہاں تو سب کچھ تباہ و برباد ہوتا نظر آرہا ہے۔ ناصر علی کی زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے اور..... نائلہ..... وہ تو ڈوب ہی چکی ہے!" بیرسٹر صاحب کی آواز سسکی بن گئی۔

"یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہو گا بیرسٹر صاحب' آپ فوراً ناصر علی کا کیس اپنے ہاتھ میں لے لیں اس میں تکلف نہ کریں"

"یہ کام عرشی نے سنبھال لیا ہے۔ ہمارے درمیان مشورہ ہوا تھا۔ حالات کے تحت یہ مناسب نہیں سمجھا گیا کہ میں قریشی کے مقابلے میں فریق بنوں!"

"یہ بھی بہتر ہے' بس ٹھیک ہے آپ اپنا فرض پورا کریں۔ میں جاگ رہی ہوں اور آپ کے ہمراہ ہوں۔"

"خدا تمہیں اس کا اجر دے۔" فیاض الدین نے رندھی ہوئی آواز میں کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ شہریار کا فون دس بجے موصول ہوا تھا۔ اس نے بتایا۔

"شہلا کی لاش ساحل پر موجود ایک ہٹ سے دستیاب ہوئی ہے۔ اسے کسی طاقتور شخص نے گلا دبا کر مارا ہے۔ قتل آج دن میں کسی وقت ہوا ہے اس کے ساتھ شدید بے رحمی کی گئی ہے اور سخت جدوجہد کے بعد ہی قاتل کے قابو میں آئی ہے جس کمرے میں اس کی لاش ملی ہے وہاں ہر شے تتر بتر ہے۔"

"اطلاع کس نے دی؟"

"ایک اونٹ والے نے۔ اس کا بیان ہے کہ لڑکی کئی دن سے اس ہٹ میں رہ رہی تھی۔ وہ باہر نہیں نکلتی تھی لیکن اکثر ہٹ کے کچن سے کھانا پکنے کی خوشبو آتی تھی۔ آج وہ ادھر سے گزر رہا تھا کہ چند کتے لڑتے ہوئے ہٹ میں گھس گئے۔ وہ صرف ہمدردی کی بنیاد پر کتوں کو ہٹ سے نکالنے کے لئے اندر داخل ہوا تھا کہ اس نے لاش دیکھی اور نزدیکی پولیس اسٹیشن کو اطلاع دی۔ لڑکی کے سامان سے اس کے بارے میں تفصیل معلوم ہو گئی سامان میں چند کتابیں اور اس کا پرس وغیرہ تھا جس میں اس کا پتہ بھی موجود تھا۔"

"ہٹ کس کی ہے۔"

"فہیم احمد قریشی کی۔"

"او مائی گاڈ۔" میرے منہ سے نکلا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیس عجیب ہو گیا ہے لبنیٰ۔"

"بے حد عجیب۔ لاش اب کہاں ہے؟"

ہسپتال سے حاصل کر لی گئی ہے۔ شاید صبح تدفین ہو گی ویسے ایک بات بتاؤں لبنیٰ۔ یہ سرے سے اغوا کا کیس ہی نہیں ہے۔ ہٹ میں جو کچھ ملا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شہلا اپنی مرضی سے وہاں رہ رہی تھی۔ کھانے پینے کی تمام اشیاء وہاں موجود تھیں اور کچن میں باقاعدہ کھانا اور چائے تیار کی جاتی تھی۔ وقت گزاری کے لئے کتابیں' ریڈیو اور پاکٹ ٹیلیویژن وہاں موجود تھا۔ اونٹ والے کا بیان بھی لے لیا گیا ہے جس سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ وہاں بالکل اکیلی تھی اور کوئی اس کے پاس نہیں آتا جاتا تھا نہ ہی وہ باہر نکلتی تھی۔"

"پوسٹ مارٹم رپورٹ مل گئی.....؟"

"مل گئی ہے' وہی سب کچھ ہے جو میں نے تمہیں بتایا ہے۔"

"قریشی سے ملے"

"ملاقات نہیں ہو سکی کمرہ بند کر کے بیٹھ گیا ہے کہتا ہے ابھی کسی سے نہیں ملوں گا پریشان کرو گے تو خودکشی کر لوں گا۔ شاہ صاحب نے پہرہ لگوا دیا ہے"

"کوئی نظریہ شہریار؟"

"کیا کہہ سکتا ہوں۔ ویسے ان واقعات سے یہ تو ثابت ہو گیا ہے کہ کیس اغوا کا نہیں تھا ہو سکتا ہے شہلا نے خود ہی اپنے اغواء کا ڈرامہ رچایا ہو سوتیلی ماں سے نااتفاقی بھی اس کی بنیاد ہو سکتی ہے اور..... اور ایک اور خیال ذہن میں آتا ہے۔"

"کیا....."

"ناصر علی خوبصورت نوجوان ہے۔"

"ہوں' اس خیال کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ مگر کیا قریشی بھی اس ڈرامے میں شامل تھا.....؟"

"خدا جانے۔" شہریار کی ٹھنڈی سانس ابھری۔

"بیزار ہو رہے ہو.....؟"

"نہیں چیف بس دماغ چرخ چوں بول رہا ہے کوئی سرا ہاتھ آئے تو سمجھ میں آئے جس طرف رخ کرتے ہیں وہاں دیوار آ کھڑی ہوتی ہے۔ ہمارا رخ قریشی کی طرف تھا کہ ناصر علی درمیان میں آ ٹپکا ایک بار پھر راستے اس طرف مڑے تو وہ قتل ہو گئی اب کیا ہو گا اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"

"کیا....."

"قریشی پولیس کو قاتل قرار دے گا اور بہرحال مشکل پیش آئے گی کیونکہ جو کچھ ہوا ہے ریکارڈ پر ہے۔ شاہ صاحب بھی اعصابی تناؤ کا شکار نظر آ رہے ہیں۔ میرے خیال میں تمہارے

امتحان کا وقت بھی آ گیا ہے چیف۔"

"وہ کیسے؟"

"دیکھنا یہ ہے کہ اس بال میں سے کھال کیسے نکالتی ہو"

"نکال لی تو کیا دو گے؟" میں نے کہا

"جڑاؤ کنگن....." شہریار نے کہا اور میں ہنس پڑی۔

"منظور ہے یاد رکھنا۔"

"چیز ہی ایسی ہے جسے کبھی بھولا نہیں جا سکتا" شہریار نے جواب دیا۔

"کہاں سے بول رہے ہو؟"

"گھر واپس آ چکا ہوں۔"

"کل کا کیا پروگرام ہے؟"

"یہ تو شاہ صاحب ہی بتا سکیں گے۔"

"ہیڈ کوارٹر کب پہنچ جاؤ گے؟"

"صبح ساڑھے آٹھ بجے۔"

"میں ناصر علی سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"تمہارے لئے کیا مشکل ہے' کس وقت آؤ گی؟"

"دس بجے۔"

"ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا۔"

"ہٹ کی تلاشی لے لی ہے؟"

"مکمل طور پر' خاص طور سے تمہاری ہدایات کی روشنی میں" اس کے علاوہ اسے سیل کر دیا گیا ہے اور وہاں باقاعدہ پہرہ لگا ہوا ہے۔"

"گڈ اس کے بعد میں بھی اسے ایک نگاہ دیکھنا پسند کروں گی۔"

"اس کا بھی انتظام ہو جائے گا۔" شہریار نے جواب دیا۔

"تو پھر فون بند کیا جاتا ہے۔"

"وہ جڑاؤ کنگن کے بارے میں کچھ اور گفتگو ہو سکتی ہے؟" شہریار نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں' بالکل نہیں۔"

"ٹھیک ہے پھر خدا حافظ" اس نے فون بند کر دیا' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی' ریسیور رکھنے کے بعد میں اپنے بستر پر آ لیٹی اور شہریار کے انکشافات کی روشنی میں ذہن دوڑانے لگی' شہریار کا کہنا غلط نہیں تھا' واقعی دماغ کی چولیں ہل کر رہ گئی تھیں' تاہم اب کیس کی نوعیت بالکل تبدیل ہو گئی تھی' جو کچھ معلومات حاصل ہوئی تھیں وہ بہت حیرتناک تھیں' اس کا مقصد تھا کہ شہلا اپنی مرضی سے گھر سے غائب ہوئی تھی' اب یہ بات قریشی صاحب کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

علم میں تھی یا نہیں' اس کا فیصلہ ذرا مشکل تھا' واقعی' شہریار کا یہ کہنا بھی بالکل درست تھا کہ اب قریشی طوفان اٹھا دے گا' وہ پہلے ہی پولیس سے کہہ چکا تھا کہ اس کی مداخلت سے سارا معاملہ بگڑ گیا ہے۔ وہ تو اپنی بیٹی کے لئے پانچ لاکھ روپے خرچ کرنے کو تیار تھا' بلکہ کہہ چکا تھا لیکن پولیس نے بیچ میں ٹانگ اڑا کر اس کی بیٹی کو زندگی سے محروم کر دیا' پولیس پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں' بے شک کسی جرم کو فروغ نہیں دیا جا سکتا' لیکن ایسی کسی شخصیت کا تحفظ بھی پولیس کی ذمہ داری ہی ہوتی ہے جس کی زندگی خطرے میں ہو' اس سلسلے میں ڈی ایس پی شاہ صاحب کو اور شہریار کو کافی پریشان ہونا پڑے گا۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر جب پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچی تو سب سے پہلے میں نے عرشی صاحب کو دیکھا جو ڈی ایس پی شاہ صاحب کے ساتھ باہر نکل رہے تھے' میں آڑ میں ہو گئی' اس وقت ان لوگوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ تاہم یہ بھی میری خوش بختی تھی کہ عرشی صاحب اپنی کار میں بیٹھے اور ڈی ایس پی شاہ صاحب دوسری کار میں بیٹھ کر باہر نکل گئے' شہریار یقینی طور پر ہیڈ کوارٹر ہی میں ہو گا اور اس نے میرے کہنے کے مطابق انتظامات کر لئے ہوں گے' غالباً کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے اس نے شاہ صاحب کے ساتھ جانے سے معذوری کا اظہار کر دیا ہو گا۔ اس کے بعد جب یہ دونوں نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو میں شہریار کے دفتر کی جانب چل پڑی۔ وہ ایک فائل میں مصروف تھا' مجھے دیکھ کر جلدی سے اس نے فائل بند کر دیا اور بولا۔

"بال بال بچ گیا' ورنہ شاہ صاحب اس وقت بھی مجھے گھسیٹ کر لئے جا رہے تھے۔"

"عرشی صاحب آئے تھے؟"

"عرشی صاحب ایڈووکیٹ؟" شہریار نے سوال کیا۔

"ہاں انہی کی بات کر رہی ہوں۔"

"ابھی ابھی تو گئے ہیں' انہوں نے ناصر علی کا کیس اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور شاہ صاحب سے اس بارے میں کافی گفتگو کی ہے' ان کے آفس میں ہی بات چیت ہوئی تھی' میں یہاں مصروف تھا' چونکہ پہلے ہی ڈی ایس پی صاحب سے اجازت لے چکا تھا کہ کچھ کام کر لوں' مجھے معلوم تھا کہ وہ جا رہے ہیں اور مجھے بھی ساتھ لے جاتے' لیکن تقدیر اچھی تھی کہ وہ مان گئے اور میں بچ گیا اور اس کی وجہ عرشی صاحب ایڈووکیٹ کا آجانا تھا۔"

"اب دیر نہیں کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر کسی الجھن میں پھنس جاؤ۔" میں نے کہا۔

"میں خود بھی دیر کرنا نہیں چاہتا' آؤ تمہاری ملاقات' پہلے ناصر علی سے کرا دوں۔"

"ناصر علی سلاخوں کے پیچھے تھا اور بہت ردی کیفیت میں نظر آ رہا تھا' اس کا شیو بڑھا ہوا تھا' آنکھوں کے گرد حلقے پڑے ہوئے تھے بہت پریشان نظر آ رہا تھا بے چارہ' میں سلاخوں کے نزدیک پہنچ گئی اور شہریار نے اشارے سے اسے سلاخوں کے قریب بلایا۔ تو وہ اٹھ کر خاموشی سے آگے آ گیا۔

"یہ مس لبنیٰ غضنفر ہیں' تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہیں' ناصر علی۔"

ناصر علی خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا' پھر اس نے کہا "جی فرمایئے۔"

"ناصر علی' تمہارے بارے میں' میں نے پہلے ہی پولیس کو اپنی رائے دے دی تھی' اور وہ رائے یہ ہے کہ کم از کم تم ایسے کسی جرم میں ملوث نہیں ہو سکتے۔ اور پھر تمہارا تعلق ایک ایسے شعبے سے ہے' جو نہایت باعزت ہے اور ایسے شعبے میں جو لوگ جاتے ہیں' وہ غلط لوگ نہیں ہو سکتے۔" ناصر علی نے کوئی جواب نہیں دیا' تو میں نے آہستہ سے کہا۔

"لیکن ناصر علی مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ بعض معاملات میں تم چشم پوشی سے کام لے رہے ہو' دیکھو بہت اچھی بات ہے کہ انسان کسی کو بچانے کے لئے کوئی ایسا رویہ اختیار کرے' جو شریفانہ ہو' لیکن بعض اوقات اس قسم کی شرافت حماقت بن جاتی ہے' ہو سکتا ہے جس چیز کو تم بہت زیادہ سنگین سمجھ رہے ہو' آگے چل کر وہ اس قدر سنگین نہ ثابت ہو لیکن تمہاری خاموشی ظاہر ہے پولیس کو روشنی تلاش کرنے میں ناکام کر سکتی ہے' تمہارے سامنے تمہاری ماں اور بہنوں کا مستقبل ہے۔ کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا ناصر علی' مجھے یہ بات بتا دو اگر مناسب سمجھو کہ وہ فون کال کس کی تھی جس کی بناء پر تم لال باڑی چلے آئے۔"

"میں بتا چکا ہوں کہ وہ ایک نامعلوم فون کال تھی۔"

"نہیں ناصر علی' بس یہیں گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے' کسی نامعلوم فون کال پر ایسی خطرناک جگہ نہیں جایا جا سکتا۔ ویسے اگر تم چاہو تو میں وہ نام تمہارے سامنے لے سکتی ہوں' جس نے تمہیں فون کیا تھا" میں نے کہا اور ناصر علی کے ساتھ ساتھ شہریار بھی مجھے چونک کر دیکھنے لگا۔

"اور اس کی وجہ یہ ہے ناصر علی کہ مجھے حقیقت بتائی جا چکی ہے۔ خود نائلہ نے مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا۔"

ناصر علی کا چہرہ سرخ ہو گیا' وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا' پھر اس کے منہ سے بے اختیار آواز نکلی۔

"تو..... تو..... نائلہ نے خود ہی..... خود ہی....."

"ہاں اس نے مجھے بتایا کہ اس نے کس کے مجبور کرنے پر تمہیں فون کیا تھا۔"

"آہ اگر یہ بات ہے تو..... تو..... تو میں کیا چھپاؤں' اور کیوں چھپاؤں' تم..... نائلہ نے..... میرا مطلب ہے اگر نائلہ نے تمہیں یہ بات بتا دی ہے تو اس کے دوسرے عوامل بھی بتائے ہوں گے.....؟"

"ہاں قریشی صاحب کی تمام کیفیت اس نے مجھے بتا دی ہے۔"

"وہ نالائق انسان ہے اپنے آپ سے بے خبر' اپنے آپ سے بیگانہ..... میں..... میں کیا کہوں۔ انکل نے' انکل نے نائلہ کی زندگی برباد کر دی' انہیں خود سوچنا چاہئے تھا' انہیں خود سوچنا چاہئے تھا نائلہ تو اتنی نفیس لڑکی تھی کہ آپ لوگ یقین نہیں کر سکتے' ہاں میں یہ بات

پورے دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس نے صرف اپنے حالات کی بناء پر گردن جھکا دی تھی ورنہ..... ورنہ وہ ایک آئیڈیل لڑکی تھی۔"

"اس نے تمہیں فون کرکے کیا کہا تھا؟"

"بس اس کے ہاں کے جو حالات چل رہے تھے اس کا آپ لوگوں کو اندازہ ہو گا' شہر اغوا ہو چکی تھی اور صورتحال بگڑتی چلی جا رہی تھی' اس نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہے میں لال باڑی پل کے نیچے پہنچ جاؤں' صورتحال ایسی ہے کہ کوئی اور جگہ اس کے لئے منتخب نہیں کی جا سکتی' وہ بہت پوشیدہ ہو کر وہاں پہنچے گی۔"

"ہوں' ناصر علی ایک بات بتاؤ لیکن سچے دل سے' براہ کرم جھوٹ نہ بولنا۔"

"اب جھوٹ بولنے سے فائدہ بھی کیا' نائلہ نے یقیناً مجبور ہو کر یہ انکشاف کیا ہو گا' کہ پوچھنا چاہتی ہیں آپ؟"

"کیا تم نائلہ سے محبت کرتے تھے؟"

"محبت کو جو شکل آپ دینا چاہتی ہیں' خدا کی قسم وہ بالکل نہیں۔ وہ میرے لئے سگی بہنوں کی مانند تھی' بس چونکہ ہم دونوں ذہنی طور پر بہت زیادہ ہم آہنگ تھے اور میں اس کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھ چکا تھا اس لئے اس کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا' میں اس سے ہمدردی رکھتا تھا' قریشی کے ساتھ وہ پوری زندگی خوشی کے ساتھ گزار دیتی' اگر قریشی صاحب اس کا مان رکھتے' اس کی عزت کرتے' اس نے اپنے والدین کے لئے اپنے آپ کو قربان کر دیا تھا اور اس قربانی کو وہ زندگی کی آخری سانس تک قائم رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن قریشی' قریشی بہت ہی عجیب انسان ہے' اس نے کبھی نائلہ پر بھروسہ نہیں کیا' ایک ایک بات پر شک کرتا رہا وہ اس کی' بس میں ہی تھا جس سے نائلہ نے درخواست کی تھی کہ میں اس کے پاس آتا رہا ہوں' کسی اور سے وہ دل کی بات نہیں کہہ سکتی تھی' میں نے قریشی کو ہمیشہ یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ میں اسے سگی بہن سمجھتا ہوں' لیکن' لیکن وہ شخص' خدا کے لئے نائلہ کو اس سے بچا لیجئے' خدا کے لئے میں نے کچھ نہیں کیا ہے' بھلا میں شہلا کو اغواء کیوں کرتا' میں' میں....."

"آخری سوال ناصر علی..... کیا شہلا تم سے محبت کرتی تھی" میں نے پوچھا اور ناصر علی نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ پھر آہستہ سے بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہاں وہ ہمیشہ مجھ سے اظہار محبت کرتی تھی' لیکن میں اس کی محبت کا جواب دے کر نائلہ کی زندگی برباد کرنا نہیں چاہتا تھا میں نے اسے بہت ہی محبت بھرے انداز میں سمجھا دیا تھا کہ یہ کسی طور ممکن نہیں ہے' میں دوسرے راستوں کا راہی ہوں' میرے لئے یہ سب کچھ کسی طور قابل قبول نہیں ہو گا۔"

"بہت بہت شکریہ ناصر علی اور اب اس بات پر پورا پورا یقین رکھو کہ تم بہت جلد یہاں سے نکل جاؤ گے اور سب کچھ باعزت طریقے سے طے ہو جائے گا۔" میں نے کہا اور اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بعد میں ناصر علی کو تسلیاں دیتی ہوئی شہریار کے ساتھ وہاں سے نکل آئی۔

"جادوگر چیف خدا کی قسم تم جادوگر ہو' یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں' ارے آخر یہ تصور تمہارے ذہن میں کہاں سے پہنچ گیا کہ اسے نائلہ نے فون کیا ہو گا؟"

"بس حالات پر پوری پوری نگاہ رکھا کرو۔ آؤ اب چلتے ہیں' مجھے ذرا ہٹ کی تلاشی اور دلا دو۔ ویسے ایک بات میں تمہیں اور بتا دوں شہریار کہ معاملہ اب بھی سلجھنے والا نہیں ہے' ابھی اس میں بے شمار الجھنیں باقی ہیں۔"

"چیف کی کھوپڑی سلامت' سب کچھ حل ہو جائے گا اور وہ جڑاؤ کنگن' جڑاؤ کنگن' آہا' مجھے کسی سنار سے بات کر لینی چاہئے۔"

میں خاموشی سے شہریار کے ساتھ بیٹھ کر ساحل سمندر کی جانب چل پڑی اور کچھ دیر کے بعد وہاں پہنچ گئی' ہٹ پر بھی پہرہ لگا ہوا تھا۔ سپاہیوں نے شہریار کے اشارے پر ہٹ کا دروازہ کھول دیا اور میں اندر داخل ہو گئی۔ کافی دیر تک میں ہٹ کی تلاشی لیتی رہی' لیکن صورتحال ایسی تھی کہ مجھے کچھ بھی دستیاب نہ ہوا ہاں وہ افراتفری اور وہاں کے نشانات جو پولیس رپورٹ میں موجود تھے اب بھی وہاں موجود تھے اور ان سے کوئی خاص بات پتہ نہیں چلتی تھی حالانکہ کافی جدوجہد کے آثار نظر آ رہے تھے' لیکن قاتل سے متعلق کوئی ایسی چیز مجھے نظر نہ آئی' جو اس کی طرف اشارہ کر سکتی' ہمارا آخری مرحلہ قریشی صاحب کی کوٹھی میں داخل ہونے کا تھا' چنانچہ ہم کوٹھی پہنچ گئے۔ قریشی صاحب کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ بے ہوش ہیں اور ڈاکٹران کی نگرانی کر رہے ہیں' میت اٹھ چکی تھی اور شہلا کی تدفین کے لئے قریشی صاحب نہیں جا سکے تھے' گھر کے بقیہ لوگ' جن میں مرد وغیرہ شامل تھے' یعنی ملازم وغیرہ' وہ چلے گئے تھے۔ میں نے چند لمحات سوچا اور اس کے بعد نائلہ قریشی کے بارے میں معلومات حاصل کرکے اس کے کمرے کی جانب چل پڑی۔ نائلہ قریشی اپنے کمرے میں موجود تھی' وہ ایک کرسی پر بیٹھی پتھرائی ہوئی نگاہوں سے دیوار دیکھ رہی تھی' ہماری آہٹ پاکر اس نے گردن گھمائی اور ایک دم سنبھل گئی' اس کے چہرے پر ویرانی چھائی ہوئی تھی' پھر اس نے کسی قدر کرخت لہجے میں کہا۔

"جی فرمایئے۔ اب کیا خدمت انجام دے سکتی ہوں میں آپ کی؟"

"ہم آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں محترمہ نائلہ" میں نے کہا۔

"دیکھو مجھے پریشان نہ کرو' تم لوگوں کو بالکل حق نہیں ہے اس بات کا کہ کسی کے گھر جاکر اس کی زندگی برباد کرکے رکھ دو آخر تم لوگ ہمیں کیوں پریشان کر رہے ہو' کیا بگاڑا ہے ہم نے تمہارا؟"

"محترمہ مسز نائلہ پولیس کی مدد کرنا تو ایک اچھے شہری کا فرض ہے۔" میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں بالکل بیکار باتیں سننے کی موڈ میں نہیں ہوں۔ تم یوں کرنا کہ مجھ پر فرد جرم عائد کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دینا' میرے خلاف ثبوت مہیا کر لینا اور اس کے بعد مجھے لے جا کر پھانسی پر چڑھا دینا' ایک لفظ بھی کہوں تو جو تم چاہو میرے ساتھ کرنا' لیکن اب اس وقت ایک لفظ نہیں بتا سکتی میں تمہیں' کوئی جواب نہیں دے سکتی تمہیں تم سے جو کیا جا سکتا ہے کر لو۔" اس نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی' بہت سخت نظر آ رہی تھی وہ اس وقت' اور میں نے محسوس کر لیا تھا کہ کوئی بھی بات اس وقت اسے میرے سوالات کا جواب دینے پر مجبور نہیں کر سکتی' چنانچہ میں شہریار کو اشارہ کر کے وہاں سے باہر نکل آئی۔

"تم اسے ناصر علی کے بیان کے بارے میں بتا دیتیں۔" شہریار نے کہا۔

"ابھی نہیں شہریار ابھی کچھ انتظار کرنا ہو گا صبر سے کام لو۔ آؤ ذرا قریشی صاحب کا جائزہ لے لیں۔" قریشی کے کمرے کے دروازے پر چند ملازم موجود تھے شہریار کو دیکھ کر وہ ہٹ گئے۔ اندر ایک ڈاکٹر موجود تھا فہیم قریشی ہوش میں تھا۔ ڈاکٹر نے ہمیں دیکھ کر کہا۔

"سوری آفیسر۔ میرے خیال میں آپ ابھی قریشی صاحب کے ذہن پر کوئی زور نہ ڈالیں ان کی طبیعت خراب ہو سکتی ہے۔" اس سے پہلے کہ ہم کچھ بولتے خود قریشی نے کہا۔

"نہیں ڈاکٹر' میں ٹھیک ہوں۔ میں ان لوگوں سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں' مجھے اس کا موقع دیجئے۔ براہ کرم آپ باہر چلے جایئے۔" ڈاکٹر نے عجیب سی نظروں سے قریشی کو دیکھا پھر شانے ہلا کر باہر نکل گیا۔ "بیٹھ جایئے۔ آپ دونوں بیٹھ جایئے۔ ہتھکڑیاں لائے ہو آفیسر انہیں میرے ہاتھوں میں ڈال دو مجرم تمہارے سامنے ہے۔ معصوم شہلا کا قاتل تمہارے سامنے ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں قریشی صاحب.....؟"

"اعتراف جرم کر رہا ہوں۔ وہ میرا شکار ہوئی اسے اس کے باپ نے ہلاک کیا ہے۔ میں ہوں اس کا قاتل۔ شادی کا شوق چرایا تھا مجھے نوخیز اور نوجوان لڑکی سے' خود کو بھول کر' یہ فراموش کر کے کہ میں ایک جوان دل کی امنگوں کا ساتھی نہیں بن سکتا مجھے معاف کرنا بیٹی تمہاری موجودگی میں' میں یہ گھناؤنا اعتراف کر رہا ہوں مگر اس وقت تمہارے سامنے کوئی شریف انسان نہیں ایک بدکار سازشی شخص ہے جس نے اپنی بیٹی" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔

ہم خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے..... پھر وہ خود کو سنبھال کر بولا "بیرسٹر فیاض الدین کثیر العیال تھے کسی شناسا نے مجھے ان کے بارے میں بتایا تھا اور میں نے ان تک رسائی حاصل کر لی۔ ان کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اپنی پسند کی لڑکی چھانٹ لی' لیکن نائلہ سے پہلے ملاقات میں ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ میری قربت اس کے لئے ایک مجبوری ہے صرف ایک مجبوری۔ وہ آج تک میرے لئے نہیں مسکرائی اس نے آج تک خود کبھی مجھے مخاطب نہیں کیا۔ اس کا رویہ مجھ سے خراب نہیں تھا وہ میری اطاعت گزار تھی مگر میں اس سے کچھ اور چاہتا تھا۔ میں اس کے ہونٹوں پر پیار بھری مسکراہٹ نہ جگا سکا جبکہ اپنے ہم عمروں میں وہ دل کھول کر ہنستی تھی اور یہ احساس میرے ذہن میں جنون بنتا گیا۔ ناصر علی اس کا کزن تھا اس کا کلاس فیلو تھا وہ اس

سے بہت مانوس تھی۔ وہ جب بھی آتا اس کی آنکھوں کے چراغ روشن ہو جاتے مجھے شک ہو گیا میں نے ہر طرح ان کا جائزہ لیا۔ نائلہ کے کردار میں کوئی کھوٹ نہیں تھا مگر اس کی مجھ سے بے اعتنائی میرے لئے ناقابل برداشت تھی۔ میں سلگتا رہا میرے دل میں اس کے لئے دھواں بڑھتا گیا۔ ہر اس شخص سے مجھے حسد ہوتا جسے وہ پسند کرتی' میں نے اس کے اور شہلا کے درمیان تفرقہ ڈالا اور شہلا اس سے بدظن ہو گئی میں نے اسے احساس دلایا کہ میں اس سے کیا چاہتا ہوں لیکن وہ مجھ سے مصنوعی برتاؤ کرتی رہی میں احمق نہیں تھا اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا دل مجھ سے نہیں ملتا وہ بے بسی کی زندگی گزار رہی ہے میرے علاوہ اسے سب سے لگاؤ ہے میرا تن بدن جل گیا اور میں اس سے کوئی شدید انتقام لینے کے بارے میں سوچنے لگا اسے کوئی ایسا دکھ پہنچانے کے بارے میں سوچنے لگا جو اسے بے کل کر دے وہ میرے قدموں میں گر کر گڑگڑائے مجھ سے رحم کی بھیک مانگے تب میں نے شہلا کے اغوا کا منصوبہ بنایا شہلا کو اپنا آلہ کار بنایا اور وہ میرے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہو گئی اسے کسی نے اغوا نہیں کیا تھا سارا پروگرام میرا تھا میں نے اسے اپنے ہٹ میں پوشیدہ کر دیا تھا اور حالات ایسے پیدا کر دیئے تھے کہ اس سلسلے میں تحقیقات ہو تو سارا شبہ نائلہ پر جائے اور ناصر علی اس کا آلہ کار ثابت ہو' ناصر علی کو نائلہ کی آواز میں فون کرا کے پل کے نیچے میں نے بلایا تھا میں جانتا تھا کہ وہ اقبال جرم تو کرے گا نہیں مگر پولیس اس پر تشدد کرے گی پھر ایک مخصوص وقت پر شہلا خود واپس آ جائے گی اور جو کہانی وہ سنائے گی اس میں واضح طور پر یہ کہے گی کہ اسے صرف ناصر علی نے اغوا کیا تھا اور وہ اپنی کوشش سے نکل بھاگی ہے میرے شک میرے جنون نے مجھ سے یہ سب کچھ کرایا قدرت نے میرے لئے سزا کا انتظار نہ کیا فوراً ہی سزا دیدی مجھے میری بچی..... میری بچی قتل کر دی گئی..... میری بچی....." وہ چیخ چیخ کر رونے لگا ہم دونوں پر سکتہ طاری تھا اور ہم پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے وہ روتا رہا اور کہتا رہا۔ "گرفتار کر لو مجھے پھانسی پر لٹکا دو مجھے میں مجرم ہوں میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنی بیٹی کو....."

"میرا خیال ہے مجھے شاہ صاحب سے فوراً رابطہ کرنا چاہئے۔" میں نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا ان واقعات کی روشنی میں آئندہ کا فیصلہ صرف ابراہیم شاہ ہی کر سکتے تھے ہم باہر آ گئے اور پھر شہریار وہیں سے شاہ صاحب کو فون کرنے لگا میں کوٹھی میں چکرانے لگی اس بیان کی روشنی میں اب مجھے قاتل کی تلاش تھی۔ شہلا کو آخر قتل کس نے کیا ایک بار پھر میں نے اس کوٹھی کے ایک ایک فرد کا جائزہ لیا۔ شہریار' شاہ صاحب کا انتظار کر رہا تھا پھر جب شاہ صاحب کی جیپ یہاں پہنچی تو میں باہر نکل آئی شہریار کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی باہر نکل کر جب میں سوچنے لگی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے بے چارہ ناصر علی اس عذاب سے چھوٹ گیا تھا دل میں عرشی صاحب کا خیال آیا' بیرسٹر فیاض الدین بھی یاد آئے پتہ نہیں عرشی صاحب اپنے دفتر میں ملیں گے یا نہیں تاہم میں نے کار کا رخ اسی طرف کر دیا پھر عرشی صاحب کے دفتر میں داخل ہوئی تو یہ دیکھ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوش ہوگئی کہ فیاض الدین بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ دونوں کی تیوری پر تشویش کے آثار تھے۔ عرشی صاحب نے کہا۔

"آؤ لبنیٰ..... یقیناً تم موجودہ صورتحال سے بے خبر نہ ہو گی۔"

"جی!"

"میں ابراہیم شاہ سپرنٹنڈنٹ کو اس بات پر آمادہ کر رہا تھا کہ وہ ناصر علی کی ضمانت لے لیں لیکن شہلا کی موت کے بعد یہ معاملہ بے حد خوفناک ہو گیا اب تو ہمارے ہاتھ بری طرح کٹ گئے ہم اسی موضوع پر بات کر رہے تھے۔ ناصر علی کی ماں کی حالت خراب ہو گئی ہے۔"

"ناصر علی چند گھنٹوں میں آزاد ہو جائے گا عرشی صاحب انشاء اللہ۔" میں نے کہا اور دونوں حضرات اچھل پڑے۔

"کیا..... کیا۔" عرشی صاحب بولے۔

"ہاں..... خدا کے فضل سے حالات ایک بار پھر ہمارے قابو میں آگئے ہیں۔"

"لبنیٰ..... کیا کہہ رہی ہو۔"

"تفصیل عرض کرتی ہوں۔" میں نے کہا اور پھر ساری کہانی ذرا مختلف انداز میں سنا دی دونوں ششدر رہ گئے تھے پھر عرشی صاحب نے کہا۔

"مگر..... کیا قریشی اس کا اعتراف کر لے گا کوئی ٹھوس ثبوت ہے تمہارے پاس.....؟"

"وہ اعتراف کر چکا ہے۔"

"اوہ' فیاض سن رہے ہو' مبارک ہو تمہیں..... بے حد مبارک ہو میں نے کہا تھا نا تم سے کہ وہ کچھ نہ کچھ کر کے رہے گی بالآخر اس نے ایک اور ہاتھی پچھاڑ دیا مگر..... پھر اس لڑکی کو کس نے قتل کیا؟"

"ہو سکتا ہے کسی بالکل غیر متعلق آدمی نے' ساحل پر ایک نوجوان لڑکی ایک تنہا ہٹ میں تھی کسی کی نگاہ پڑ گئی ہو گی اسے بے آبرو بھی تو کیا گیا ہے۔" فیاض الدین نے کہا۔ پھر بولے۔

"اس مسئلے پر بعد میں غور کر لیں گے عرشی' پہلے ناصر کے سلسلے میں بھاگ دوڑ کر لی جائے اب پولیس اسے اپنی تحویل میں رکھنے کا کوئی جواز نہیں رکھتی۔"

"ہاں آپ لوگ اب اطمینان سے یہ کام کر سکتے ہیں..... اچھا عرشی صاحب مجھے اجازت۔" میں نے کہا اور عرشی صاحب پر محبت لہجے میں بولے۔

"دوسری ملاقات تک کیلئے۔" میں ان لوگوں کے ساتھ ہی باہر آگئی تھی شام کو وقت مقررہ پر شہریار گرین فاؤنٹین پہنچا تھا۔

"آج تو بری طرح تھک گیا لبنیٰ..... چائے منگواؤ۔"

پھر چائے پیتے ہوئے اس نے کہا۔ "شاہ صاحب نے فہیم قریشی کو گرفتار کر لیا ہے کل تک

شاید اس کی ضمانت ہو جائے ویسے وہ بے حد پشیمان ہے بیٹی کی موت نے اسے بہت دلبرداشتہ کر دیا ہے اس نے درخواست کی ہے کہ اس کی ملاقات نائلہ سے کرا دی جائے وہ اس سے معافی مانگنا چاہتا ہے۔"

"ناصر علی کا کیا ہوا....."

"ابراہیم شاہ نے اسے فوراً رہا کر دیا ہے کیونکہ بیرسٹر فیاض الدین نے اس سلسلے میں عدالتی کارروائی پوری کرا دی تھی شاہ صاحب نے ان لوگوں سے شریفانہ تعاون کیا ہے۔"

"یہ ہونا چاہئے تھا۔" میں نے کہا

"کھیل ختم.....؟" شہریار نے پوچھا

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"اصولی طور پر تو ختم ہو جانا چاہئے۔"

"شہلا کا قاتل؟"

"وہ ایک نیا مسئلہ ہے۔"

"تعلق تو ہے۔"

"ہاں ہے تو سہی مگر ان واقعات سے اس کا تعلق نہیں معلوم ہوتا کیا فہیم قریشی کو اس کا قاتل سمجھا جا سکتا ہے؟"

"تحقیقات تو کرنی چاہئے۔"

"شاہ صاحب کا خیال ہے کہ شہلا کا قاتل کوئی غیر متعلق آدمی تھا جس نے اس ویران مقام پر لڑکی کی تنہائی سے فائدہ اٹھایا ہے۔"

"اور وہاں موجود تمام قیمتی سامان جوں کا توں چھوڑ دیا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہو سکتا ہے اس کی نگاہ میں اس کی کوئی وقعت نہ ہو' کوئی آوارہ مزاج دولت مند' ساحل پر لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔"

"قتل کرنا ضروری تھا؟" میں نے شہریار کو گھورتے ہوئے کہا

"کچھ ہے ذہن میں؟" اس نے پوچھا۔

"ہے نہیں..... لیکن....." میں نے کہا اور اچانک دماغ میں بجلی سی کوند گئی۔ میں نے جلدی سے چائے کی پیالی نیچے رکھ دی ایک خیال آیا تھا دماغ میں اچانک اور غیر متوقع.....!

"شہریار۔" میں نے سراسراتے ہوئے لہجے میں کہا

"اللہ رحم کرے" وہ بولا

"سنو۔ اوہ شہریار سنو۔ قریشی صاحب کی کوٹھی میں ایک اہم کردار ہے۔ بے حد اہم لیکن قطعی غیر اہم۔"

"سبحان اللہ۔ کون ہے وہ.....؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اوہ میرے خدا..... شہریار انتہائی ذہانت سے ایک کام کرو' وہاں تم نے ایک معمر خاتون کو دیکھا تھا تھی پھوپھی جان-"

"ایں- ہاں-" شہریار حیرت سے بولا

"دو بیٹوں کا تذکرہ کیا تھا انہوں نے جس قدر احتیاط سے ممکن ہو سکے ان دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کرو' بہت ضروری ہے' نہایت ضروری-"

"ہو جائے گا- چنتا نہیں"

"بس اس بارے میں مزید گفتگو بعد میں ہو گی" میں نے کہا اور شہریار خاموش ہو گیا میں شدید سنسنی کا شکار تھی' بس ایک خیال آیا تھا دماغ میں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں ان تمام کرداروں کا تجزیہ کر رہی تھی جو قریشی صاحب کے اردگرد پھیلے ہوئے تھے یہ سب کچھ میں نے پہلے سوچا تھا حالانکہ قریشی کے بیان نے تمام خیالات کی نفی کر دی تھی لیکن شہلا کا قتل؟

شہریار دوسرے دن دفتر آگیا تھا- اس نے کہا- "عامر حسین' شاکر حسین' زمان کالونی مکان نمبر ایک ہزار نوے' عامر حسین بڑا ہے' ایک بیوی کا شوہر دو بچوں کا باپ' شاکر چھوٹا ہے آوارہ مزاج شادی شدہ مگر نکما او ربے روزگار- بیوی آٹھ ماہ سے ماں باپ کے گھر ہے کوئی اولاد نہیں ہے-"

"شکریہ.....! چائے منگواؤں-"

"نہیں جانا ہے' ویسے تمہارا خیال اس طرف کیوں گیا؟"

"مجھے کچھ معلوم ہو سکے گا؟"

"ابھی کچھ نہ پوچھو---- بس ایک تیر پھینکا ہے لگ گیا تو تیر ورنہ تکا----!"

"سب کچھ تمہیں ہی معلوم ہو گا-" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہریار چلا گیا اس کے جانے کے بعد میں فوراً اٹھ گئی تھی- پہلے قریشی صاحب کی کوٹھی کا رخ کیا تھا کوٹھی پر ویرانی برس رہی تھی ملازم خاموش تھے میں نے رحمان خان کو پکڑ لیا-

"صاحب کی رہائی کے لئے کچھ ہوا؟"

"ہمیں نہیں معلوم بی بی-"

"بیگم صاحبہ کہاں ہیں؟"

"بخار میں پھنک رہی ہیں اپنے کمرے میں-"

اور وہ کیا نام ہے ان کا پھوپھی جان-"

"خانم- وہ اکیلی ہیں-" رحمان خان نے کہا اور میں پھوپھی جان کے پاس پہنچ گئی- ان کے ہاتھ میں تسبیح گھوم رہی تھی' میرے سلام کا جواب انہوں نے اشاروں میں دیا- آج میں نے بڑی گہری نگاہ سے ان کا جائزہ لیا تھا-

"آپ کے پاس آکر روح کو بڑا سکون ملتا ہے اس دن آپ سے ملی تھی اس کے بعد ہمیشہ

دل چاہتا رہا کہ آپ سے ملوں' کتنے بدنصیب ہیں وہ دونوں جنہوں نے آپ جیسی بزرگ کی قدر نہ کی-"

"بس تقدیر کی بات ہے' خدا انہیں خوش رکھے-"

"کہیں نوکری کرتے ہیں-"

"اللہ معلوم- میرا ان کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے- میں تو خدا سے اب اس گھر کے لئے دعا کرتی ہوں جو اچانک آفتوں میں گھر گیا ہے-"

"پولیس شہلا کے قاتل کو تلاش کر رہی ہے اسے شاید کچھ سراغ ملا ہے وہ گرفتار ہو جائے تو سارا کام بن جائے گا-" میں نے کہا اور پوری گہرائی سے پھوپھی جان کے چہرے کا جائزہ لیا اور پھر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر وہ بولیں-

"تم کون ہو-"

"ایک اخبار میں کام کرتی ہوں' خبریں جمع کرتی پھرتی ہوں-"

"پولیس کو کیا سراغ ملا ہے-" بڑی بی نے پوچھا-

"بس یہ تو اللہ ہی جانے پولیس بتاتی کہاں ہے اچھا بہت بہت شکریہ-" میں نے کہا اور واپس چل پڑی- اس کے بعد میں نے باہر کھڑی کار اسٹارٹ کی اور وہاں سے آگے بڑھ گئی' کچھ دور جا کر میں نے کار ایک آڑ میں روک دی اور یہاں سے کوٹھی کا جائزہ لینے لگی' بس کچھ تکے ہی تھے جن پر کام شروع کیا تھا مگر کچھ دیر کے بعد وہ تیر بن گئے- بڑی بی گیٹ سے باہر نکلی تھیں اور پیدل چل پڑی تھیں- کافی دور جا کر انہیں ایک آٹو رکشہ مل گیا اور وہ اس میں بیٹھ کر چل پڑیں- میری کار ان کے پیچھے لگ گئی تھی- ہوشیاری سے ان کا تعاقب کرتی ہوئی میں ایک بستی میں داخل ہو گئی- بڑی بی رکشہ سے اتریں' گو میں نے بھی پیدل ان کا تعاقب کیا اور پھر انہیں ایک مکان میں داخل ہوتے دیکھا- وہ اندر چلی گئی تھیں- مکان کی کیفیت کچھ ایسی تھی کہ میں نے ان کے قریب نہیں جا سکتی تھی- اسے اچھی طرح ذہن نشین کر کے بالآخر میں وہاں سے چل پڑی- پھر میں زمان کالونی کے مکان نمبر ایک ہزار نوے میں داخل ہو گئی- ایک میلی کچیلی پھوہڑ سی عورت نظر آئی تھی جو صورت سے بہت تیز معلوم ہوتی تھی- انہوں نے مجھے کڑی نگاہوں سے دیکھا تھا-

"آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں-"

"کہو کیا بات ہے؟"

"عامر حسین آپ کے شوہر ہیں؟"

"ہاں"

"دراصل میں آپ کی ساس کے بارے میں کچھ بات کرنا چاہتی ہوں' آپ لوگوں نے انہیں گھر سے نکال کر اچھا نہیں کیا- دو دو بیٹوں کے ہوتے ہوئے وہ دربدر پھر رہی ہیں-"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم ان کی کون ہو جی ..... ہیں ..... ارے جانتی بھی ہو اس بڑھیا آفت کی پڑیا کو' حرفوں کی بنی ہوئی ہے وہ' ارسطو کا بھیجا ہے اس کے سر میں اور دربدر کہاں ہے وہ عیش کر رہی ہے بیٹے کی تقدیر بنانے کے لئے گئی ہے۔ بڑا بیٹا ہمیشہ اس کی آنکھوں میں کھٹکتا رہا چھوٹے پر جان چھڑکتی ہے زندگی بھر اس کے لئے مرتی رہی ہمیں کس نے پوچھا اور وہ نکھٹو' لچا لفنگا اس نے کبھی ہاتھ پاؤں چلائے۔ بے چاری نعیمہ کی زندگی برباد ہوئی اس جواری شرابی کا کیا بگڑا۔ مزے کر رہا ہے۔ بڑی بی رقمیں پار کر دیتی ہیں ساری زندگی رشتے داروں نے شکل پر نہ تھوکا۔ روتی پیٹتی قریشی صاحب کے در پر گئیں بڑھاپے پر کون نہ رحم کھاتا مگر دیکھ لینا' ایک دن دیکھ لینا قریشی صاحب سر پکڑ کر نہ روئیں تو زاہدہ نام نہیں میرا۔ بڑی بی کچھ اور ہی ارادے لے کر گئی ہیں وہاں۔"

"شاکر علی یہاں نہیں رہتے....." میں نے سوال کیا "کس منہ سے رہیں گے یہاں۔ ہمارے بچوں کے لئے ہی کچھ نہیں ہے ہم انہیں کہاں سے کھلائیں گے بی بی۔ ہیں مگر تم کون ہو ان کی کٹنی بن کر آئی ہو..... ہیں۔"

بڑی مشکل سے جان چھوٹی تھی اس ہری مرچ سے لیکن بے شمار کام کی باتیں معلوم ہو گئی تھیں اور اس کے بعد فیصلہ کرنا تھا ایک اہم اور طوفانی فیصلہ' میں نے فیصلہ کر لیا اور شہریار کی تلاش میں چل پڑی۔ یہ صرف کام ہونے والی بات تھی کہ شہریار مجھے اپنے دفتر میں مل گیا مجھے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"کیا کر رہے ہو....."

"کچھ کام ہیں خیریت"

"چلنا ہے میرے ساتھ۔" شہریار نے کاغذات سمیٹے اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو۔"

"ایسے نہیں کم از کم آٹھ مسلح افراد ساتھ لے لو۔ ایک شخص کو پکڑنا ہے۔ مقابلہ بھی ہو سکتا۔" شہریار نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا وہ کار میں میرے ساتھ تھا پولیس کی گاڑی پیچھے آ رہی تھی۔ میں نے اسے کچھ نہیں بتایا اور اس علاقے میں داخل ہو گئی پھر میرے اشارے پر پولیس نے اس مکان کا محاصرہ کر لیا اور شہریار تین پولیس والوں کے ساتھ مکان کے دروازے پر پہنچ گیا۔ دستک دی تو پھوپھی جان نے ہی دروازہ کھولا تھا۔ پولیس کو دیکھ کر ان کی سانس بند ہونے لگی اندر سے آواز آئی۔

"کون ہے اماں" اس کے ساتھ ہی ایک کریہہ صورت، شخص باہر نکل آیا۔ مگر پولیس کو دیکھ کر اس نے صحن کے ایک حصے کی طرف چھلانگ لگائی' شہریار نے اسے للکارا۔ مگر وہ اچھل کر دیوار پر چڑھ گیا۔ مجبوراً شہریار نے اس کے پیروں پر فائر کر دیا۔ وہ باہر کی سمت گرا تھا مگر باہر اس کے استقبال کے لئے پولیس والے موجود تھے جنہوں نے اسے دبوچ لیا گولی نے اس کا ٹخنہ توڑ

دیا تھا۔ شہریار نے صرف میری ہدایات پر عمل کیا تھا مگر پھوپھی جان کو دیکھ کر وہ سب کچھ سمجھ گیا۔ میں نے اسے بتایا۔

"یہ پھوپھی جان کا بیٹا شاکر حسین ہے شہریار' شہلا کا قاتل۔ ایک اوباش اور جرائم پیشہ انسان۔"

"اسے پولیس ہسپتال بھجوا دوں۔"

"ہاں ہوشیاری کے ساتھ' ان خاتون کو بھی ہتھکڑیاں لگا دو..... یہ اس جرم میں برابر کی شریک ہیں۔" میں نے کہا اور شہریار نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ پولیس کے چار جوان جیپ میں زخمی شاکر حسین کو لے کر چلے گئے۔ بڑی بی کو بقیہ پولیس کانسٹیبلوں کی تحویل میں دیدیا گیا۔ پھر ہم نے اس ایک کمرے کے مکان کی تلاشی لی۔ پستول اور دیگر ایسی بہت سی اشیا ملیں جو کار آمد تھیں۔ انہیں قبضے میں لے لیا گیا ایک کانسٹیبل کو وہاں چھوڑا گیا۔ تین کانسٹیبل ایک ٹیکسی میں بڑی بی کو لے کر ہیڈ کوارٹر چلے گئے۔ میں شہریار کے ساتھ چل پڑی اور راستے میں میں نے اسے تفصیل بتائی۔

"پھوپھی جان ایک منصوبے کے تحت اپنے بیٹوں سے علیحدہ ہو کر قریشی صاحب کے مکان میں داخل ہوئی تھیں۔ قریشی صاحب کے خاندان میں ان کی دولت کا وارث اور کوئی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے پہلے پھوپھی جان کا کوئی اور منصوبہ ہو لیکن گھر کے حالات دیکھ کر انہوں نے منصوبہ بدل لیا۔ یقیناً وہ سارے معاملات کی چھان بین رکھتی تھیں اور شہلا کے سلسلے میں قریشی صاحب کا منصوبہ ان کے علم میں آگیا تھا وہ جانتی تھیں کہ شہلا کہاں ہے ادھر قریشی صاحب اپنے جنون کا کھیل کھیل رہے تھے اور ادھر پھوپھی جان اپنے منصوبے پر عمل کر رہی تھیں۔ بدکار شاکر نے شہلا کو بے آبرو کر کے قتل کر دیا اس وقت ناصر علی کی گردن میں پھانسی کا پھندا پڑا ہوا تھا اگر قریشی صاحب زبان نہ کھولتے تو ناصر علی گیا تھا سارے اشارے اس کی طرف تھے بعد میں حالات نے رخ اختیار کرتے ان کا تمہیں اندازہ ہے۔ نائلہ بے چاری شریک جرم قرار پاتی رہ گئے قریشی صاحب۔ بیٹی کی موت نے ان پر جو اثر کیا ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔ پھر پھوپھی جان کے عمل خل کو کون روکتا۔"

"حیرت انگیز چیف۔ اب میں کیا کروں۔"

"ان دونوں کی زبان کھلواؤ اور کیس مکمل کرو۔"

"ایک سوال چیف۔ یہ سب کیسے پتہ چلا؟"

"سب کچھ..... بعد میں مجھے ان لوگوں کے اقبال جرم کی خوشخبری سناؤ..... اور دیکھو ہیڈ کوارٹر قریب آگیا ہے۔ میں تمہیں باہر ہی اتار دوں گی.....!" میں نے کہا اور گاڑی سائیڈ پہ کر کے روک دی.....!

○ ---------- ☆ ---------- ○

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوشی کی خبر ملنے میں زیادہ وقت نہیں لگا میں لاکھ نفی کرنے کے باوجود پولیس کے اقبال جرم کرانے کے طریقے کو نہ جھٹلا سکی ہمارے پاس وہ نفسیاتی ذرائع نہیں ہیں جن سے یورپ وغیرہ میں کام لیا جاتا ہے اور پھر طویل ترین طریق زندگی کو بدلا بھی تو نہیں جا سکتا یہاں انداز مختلف ہیں۔ پھوپھی جان اور ان کے بیٹے شاکر نے بالآخر اقرار جرم کر لیا مقصد وہی تھا جس کے لئے دنیا دیوانی ہو رہی ہے یعنی حصول زر' بعد کے معاملات سے مجھے سروکار نہیں تھا وہی سب کچھ جو ہوتا ہے عوامل مختلف ہوتے ہیں المیے یکساں..... قریشی صاحب نے جنون میں گڑھے کھودے تھے خود شکار ہو گئے بعد میں سنا کہ دماغی امراض کے ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ سب سے زیادہ مظلوم نائلہ بیگم تھیں ناکردہ گناہ کا شکار لیکن غموں کی فہرست طویل ہے کون کسی کا دکھ بانٹے زندگی کے روشن پہلو زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔

ابراہیم شاہ صاحب سے میرا باقاعدہ تعارف ہو گیا۔ ایک کالم نویس کی حیثیت سے انہوں نے مجھے بہت سراہا' پھر انہیں حامد فخری صاحب کے خصوصی اجازت نامے کے بارے میں معلوم ہوا تو بڑے حیران ہوئے کہنے لگے "قانون میں یہ اجازت تو ہے مگر ہمارے ہاں پہلے ایسا ہوا نہیں ہے۔ اس اجازت نامے کے استعمال میں ذرا احتیاط رکھنا لبنیٰ بی بی..... ہماری پولیس کے افسران اس کے بارے میں ذرا کم ہی جانتے ہیں۔" میں ہنس کر خاموش ہو گئی۔ شہریار نے کچھ تعریفی اسناد اور سرٹیفکیٹ میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا.....

"اچانک اور بالکل غیر متوقع چھوٹی سی تقریب میں ایس ایس پی فاضل حیات صاحب نے یہ کچھ امانتیں مجھے سونپی ہیں۔ اس سلسلے میں شاہ صاحب نے خاموشی سے کچھ سفارشات کی تھیں۔"

"ویری گڈ..... اور تم اتنی خاموشی سے یہ مجھے دکھا رہے ہو۔" میں نے پرمسرت لہجے میں کہا۔

"بینڈ باجہ گھوڑا وغیرہ تمہیں پسند نہیں ہے ورنہ....." شہریار نے اپنے مخصوص انداز میں کہا میں ہنسنے لگی۔ شہریار قابل ذہین اور اعلیٰ کارکردگی کا مالک آفیسر تسلیم کیا گیا تھا اس کے پچھلے چند کیسوں کا بھی حوالہ دیا گیا تھا اور موجودہ کیس میں جس خاص بات کا اعتراف کیا گیا تھا وہ یہ تھی کہ جرم ہوا تحقیق ہوئی اصل کام ہو گیا لیکن دوسرا بڑا کام از سر نو شروع کیا جانا تھا۔ یعنی شہلا قریشی کے قاتل کی تلاش لیکن اعلیٰ دماغ پولیس آفیسر نے چند گھنٹوں کے اندر اندر ایک بڑی سازش بے نقاب کر کے قاتل کو گرفتار کر لیا۔ میں نے خلوص دل سے شہریار کو مبارکباد دی تو اس نے جیب سے ایک ڈبیہ نکال کر میرے سامنے رکھ دی۔

"ارے یہ کیا ہے؟"

"جڑاؤ کنگن" اس نے کہا اور میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"شہریار۔"

"واپس رکھ لوں....." اس نے اداسی سے کہا میں نے ایک لمحہ کچھ سوچا پھر ڈبیہ کھول کر دیکھی بہت خوبصورت کنگن تھے۔ میں نے ہنس کر انہیں کلائیوں میں پہن لیا' وہ خوش ہو گیا تھا۔

"بہت شریر ہو تم' بہرحال شکریہ۔"

"ایک شام جب میں گرین فاؤنٹین پر جا کر رکی تو وہ مجھے اندر کے بجائے باہر انتظار کرتا ہوا ملا اس کی بائیک یا پولیس کار موجود نہیں تھی۔

"باہر کیوں کھڑے ہو.....!" میں نے پوچھا۔

"ذرا چلنا ہے۔"

"کہاں....."

"بعد میں بتا دوں گا۔" اس نے کہا اور میرے برابر کار میں بیٹھ گیا۔ میں نے کار آگے بڑھا دی تھی وہ مجھے راستہ بتاتا رہا پھر ایک خوبصورت علاقے میں اس نے کار رکوا دی یہاں زیادہ تر تجارتی دفاتر تھے اس نے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور ایک عمارت کی پہلی منزل کے دفتر کے سامنے رک گیا۔ خوبصورت سے نوجوان پٹھان لڑکے نے ادب سے سلوٹ مار کر دروازہ کھولا اور ایک سمت ہٹ گیا۔ بہت خوبصورت دفتر تھا سامنے کے ہال میں کئی نئی میزیں پڑی ہوئی تھیں۔ بڑے بڑے شیشوں کی دیواروں کا ایک کیبن بنا ہوا تھا جس میں سے نہایت اعلیٰ درجے کا فرنیچر جھانک رہا تھا لیکن کیبن اندر سے خالی تھا۔ پورے آفس میں اس پٹھان لڑکے کے سوا کوئی نہیں نظر آیا تھا۔ شہریار نے دروازہ کھولا اور میں حیرانی سے اندر داخل ہو گئی۔ وہاں دو بڑی میزیں لگی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک پر لبنیٰ غضنفر کے نام کی پلیٹ رکھی ہوئی تھی۔

"یہ..... یہ....." میں شدید حیرت سے بولی.....

"تمہاری میز ہے۔"

"یہ دفتر....."

"ہمارا ہے۔"

"مگر کیسے..... اور کیوں....." مجھے خوشی بھی ہو رہی تھی اور حیرانی بھی۔

"بہت دن سے اس کی تیاریوں میں مصروف تھا اور یہی فیصلہ کیا تھا میں نے کہ جب مکمل ہو جائے گا تب تمہیں اس کے بارے میں اطلاع دوں گا۔"

"مگر بھلے آدمی یہاں بیٹھ کر کرو گے کیا کیا بیچنا ہے تمہیں یہاں پر؟" میں نے سوال کیا.....

"بہت عرصے سے ہم گرین فاؤنٹین جا رہے تھے بس وہ ایک پبلک مقام تھا اور وہاں تمام تر گفتگو نہیں ہو سکتی تھی' مجھے یوں لگتا تھا جیسے میں نے تمہارے استقبال کے لئے آج تک کچھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں کیا دل میں یہ خواہش تھی کہ کوئی ایسی جگہ بنائی جائے جہاں اطمینان سے بیٹھ کر ہر موضوع پر بات کر سکیں اور اپنا کام بھی پرسکون انداز میں کیا جائے' چنانچہ یہ دفتر میرے ہاتھ آگیا اور میں نے اس کی ترتیب شروع کر دی اور اب کل سے ہماری ملاقاتیں یہاں ہوا کریں گی۔ یہیں پر جو بھی وقت تم مجھے دے سکو گی بیٹھ کر گزارا جائے گا۔ اس پٹھان لڑکے کا نام گل بدر ہے میٹرک پاس ہے بہترین چائے بناتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے ٹیلیفون وغیرہ بھی نوٹ کرے گا گل بدر خان۔" شہریار نے پٹھان لڑکے کو آواز دی اور وہ اندر داخل ہو گیا.....

"ان خاتون کو جانتے ہو....."

"جی صاحب لٹی خان" گل بدر نے مستعدی سے جواب دیا اور میں ہنس پڑی.....

"خان تم بھی خان اور میں بھی خان پھر ذرا پلا دو چائے۔"

"جی بی بی صاحب" اس نے ایک بار پھر سیلوٹ جھاڑا اور باہر نکل گیا میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم نے اسے سیلوٹ مارنا بھی سکھا دیا ہے۔"

"جانتا ہے کہ پولیس والوں کا ملازم ہے۔"

"مگر تم نے کافی پیسے یہاں خرچ کر دیئے؟"

"یہ نہ سوچنا کہ رشوت کی کمائی ہے ایک ایک پیسہ حلال کا خرچ کیا ہے اس پر نیک نیتی سے تمہاری یہاں آمد چاہتا تھا دفتر ایک دوست کا ہے جو مجھے سونپ کر خود امریکہ چلا گیا ہے اور اب وہیں قیام کرے گا چنانچہ دفتر اس کا فرنیچر میرا یوں بات بن گئی ہے بعد میں کبھی اسے اس دفتر کی قیمت بھی ادا کر دی جائے گی۔"

"خیر برا نہیں ہے واقعی ہمیں ایک دفتر کی ضرورت تھی لیکن تم نے مجھ سے کہا ہوتا....."

"کیا.....؟ شہریار نے سوال کیا اور میں کچھ سوچنے لگی پھر میں نے گردن جھٹک کر کہا۔

"نہیں کچھ نہیں....."

"میں جانتا تھا کہ اگر تمہیں اشارہ بھی کر دوں تو تم ایسا کوئی دفتر تو کیا پوری عمارت خرید سکتی ہو' لیکن..... لیکن۔"

"ہاں ہاں بھئی اب کیوں اس موضوع پر گفتگو کیے جا رہے ہو' یہ دفتر مجھے بے حد پسند آیا ہے ٹیلیفون نمبر کیا ہے یہاں کا؟" میں نے سامنے رکھے ہوئے ٹیلیفون پر نمبر کی پلیٹ پڑھتے ہوئے کہا اور پھر اپنے پرس سے نوٹ بک نکال کر یہ نمبر اس میں درج کر لیا۔ شہریار خوش نظر آنے لگا تھا' گل بدر نے جو چائے بنا کر پیش کی تھی وہ واقعی لاجواب تھی۔

"تو پھر کل سے سات بجے یہیں نشیمن جما کرے گا....."

"کیسی اردو بول رہے ہو شاعر' نشیمن جمایا جاتا ہے؟"

"چھوڑ لٹی' خواہ مخواہ ہی ماضی کی حماقتیں یاد دلاتی ہو۔ شاعر کو اس دنیا سے کیا ملتا' بس ٹھیک ہے وقت نے جو فیصلہ کیا وہی بہتر ہے۔" ہم بہت دیر تک اس دفتر میں بیٹھے رہے اور مستقبل کے بارے میں پروگرام بناتے رہے کہ کس کس طرح یہاں کام شروع کرنا ہے اور پھر وقت مقررہ پر وہاں سے اٹھ گئے۔

مجھے واقعی خوشی تھی ایک تبدیلی رونما ہوئی تھی جسے میں نے ایک خوشگوار انداز میں قبول کیا تھا۔ اور رات کو اپنے گھر میں بھی بہت دیر تک اس دفتر کے بارے میں پلاننگ کرتی رہی تھی کہ یہاں کس طرح سے باقاعدہ کام کیا جائے گا۔ شہریار کے ساتھ اس دفتر میں ملاقاتیں ہوتی رہیں بہت دن سے ایسا کوئی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا تھا جس پر ہم لوگ کام کرتے' بہرطور اس سلسلے میں کوئی ایسی جلدی بھی نہیں تھی وقت بڑی اسلوبی سے گزر رہا تھا۔

پھر ایک دن ہم ایک علاقے کے تھانے میں بیٹھے ہوئے تھے یہ تھانہ بھی ایس پی ابراہیم شاہ ہی کی زیر نگرانی آتا تھا اور یہاں کا انچارج فیض اللہ ایک اچھا انسان تھا' ہنس مکھ خوش گفتار اور لطیفہ گو۔ دو تین بار ہم اس کے پاس آچکے تھے سب سے پہلے کسی کام ہی کے سلسلے میں آنا ہوا تھا' جس علاقے کا یہ تھانہ تھا وہ ذرا پسماندہ قسم کا تھا چھوٹے چھوٹے مکانات کی ایک وسیع و عریض بستی' دور دور تک پھیلی ہوئی تھی' اس بستی میں چھوٹی چھوٹی بہت سی صنعتیں لگی ہوئی تھیں کہیں قالین بنانے کی کھڈیاں اور کہیں کپڑا سینے کی مشینیں' زیادہ تر یہاں اسی قسم کے لوگ رہا کرتے تھے کچھ ملازمت پیشہ بھی تھے جو شہری آبادی میں جا کر نوکری کیا کرتے تھے شام کے تقریباً ساڑھے چار بجے جب تھانے کے باہر شور سنائی دیا اور کافی تیز تیز آوازیں اندر آنے لگیں ان میں نعروں کی آوازیں بھی شامل تھیں انچارج فضل اللہ حیرانی سے کھڑا ہو گیا اور بڑبڑایا.....

"یہ کیا مصیبت آئی؟" اسی وقت ایس آئی اندر داخل ہو گیا اس نے سیلوٹ مار کر کہا.....

"صاحب باہر لوگ مظاہرہ کر رہے ہیں....."

"کیوں کیا بات ہے؟" فیض اللہ نے پوچھا۔

"ایک لاش لے کر آئے ہیں کوئی قتل ہو گیا ہے شاید کسی ایسے آدمی کا جسے....."

"چلو چلو' دیکھتے ہیں باہر چل کر دیکھتے ہیں۔" فیض اللہ انچارج کے ساتھ میں اور شہریار بھی باہر آگئے تھے۔ تقریباً اسی نوے آدمیوں کا گروہ تھا جو کندھوں پر ایک جنازہ اٹھائے ہوئے تھا اور نعرے لگا رہا تھا بعض کے ہاتھوں میں پتھر بھی تھے کافی بگڑے ہوئے نظر آرہے تھے وہ..... فیض اللہ آگے بڑھ کر ان کے سامنے پہنچ گیا اور بولا "کیا بات ہے بھائی جنازہ رکھ دو' کس کا جنازہ ہے یہ کیا ہو گیا۔" اس نے ان کے کاندھوں پر اٹھے ہوئے جنازے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا.....

"پولیس ناکام ہے پولیس کچھ نہیں کر سکتی پولیس ہماری حفاظت نہیں کر سکتی مولوی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عبدالجبار کے قاتل کو فوراً گرفتار کرکے ہمیں دو ورنہ..... ورنہ ہم تھانہ جلا دیں گے' ہم نمٹ لیں گے تم سے۔" پرجوش لوگ نعرے لگانے لگے فیض اللہ نے سامنے موجود آدمی کو گھورتے ہوئے کہا.....

"کون مولوی عبدالجبار' کیا ہو گیا ہے جنازہ رکھدو' دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا' کیا قاتل پولیس اسٹیشن میں بیٹھا ہوا ہے' تم لوگ ذرا ذرا سی بات پر ہنگامہ کرنے پر اتر آتے ہو' جنازہ نیچے رکھ دو اور مجھے بتاؤ کون قتل ہوا ہے' مولوی عبدالجبار کون ہے....."

"اب دھاندلی نہیں چلے گی' پولیس ہماری حفاظت کرنے میں ناکام رہتی ہے کبھی ہتھوڑا گروپ' کبھی چھرا گروپ' کبھی کوئی اور گروپ' ہماری حفاظت نہیں کی جاتی۔ اب ہم اس کے خلاف آواز اٹھائیں گے' ہم تھانے کا گھیراؤ کریں گے' ہم تھانہ جلا دیں گے....."

آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں' فیض اللہ نے صورتحال کا جائزہ لیا اور ہاتھ کے اشارے سے ایس آئی سے کچھ کہا ایس آئی اندر چلا گیا اور ذرا سی دیر میں تقریباً دس بارہ کانسٹیبل ہاتھوں میں رائفلیں لئے ہوئے وہاں پہنچ گئے..... فیض اللہ نے کہا.....

"جنازہ رکھ دو اور مجھے تفصیلات بتاؤ خواہ مخواہ اپنی زندگیاں برباد کرنے پر نہ تلو....."

"ہماری زندگیاں تو ویسے بھی برباد ہیں ہم فیصلہ کرکے رہیں گے....."

"دیکھو تم لوگ ذرا ذرا سی بات پر قانون ہاتھ میں لے لیتے ہو اگر کوئی شخص قتل ہو گیا ہے تو تمہیں چاہئے تھا کہ تھانے میں ایف آئی آر درج کراتے' پولیس کو اس قتل کے بارے میں اطلاع دیتے' یہاں گھیراؤ جلاؤ کرنے کے لئے فوراً جنازہ لے کر چلے آئے کیا کسی پولیس والے نے قتل کیا ہے کیا پولیس کی طرف سے کوئی زیادتی ہوئی ہے.....؟"

"پولیس ہمارا کوئی خیال نہیں کرتی ہمیں ہر طرح سے دبانے کے لئے تو آ جاتی ہے لیکن ہماری حفاظت نہیں کرتی۔"

"اگر تم سکون سے بات کرو تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ مکمل طور پر تمہارے ساتھ ہمدردی اور انصاف برتا جائے گا۔"

فیض اللہ صاحب باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک کانسٹیبل محلے کے کونسلر کو بلا لایا' کونسلر نے بھی پہنچنے میں دیر نہیں کی تھی اس دوران جنازہ نیچے رکھ دیا گیا اور کونسلر ان لوگوں کو سمجھانے بجھانے لگا تب کہیں جا کر ان لوگوں کا دماغ ٹھنڈا ہوا' فیض اللہ خاصا بگڑا ہوا نظر آ رہا تھا لیکن صورت حال دیکھ کر خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔ خوامخواہ مصیبت بن جاتی' بلاوجہ بیٹھے بٹھائے بات بگڑ جاتی' بہرطور کونسلر کی مداخلت نے کافی بہتری پیدا کر دی تھی..... اس نے ان لوگوں کو سمجھایا بجھایا باقی لوگوں کو واپس جانے کا حکم دیا گیا اور صرف چند افراد کو یہاں رک جانے کے لئے کہا گیا' وہ لوگ بھی کچھ ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ ویسے پولیس والے بندوقیں سنبھالے کھڑے ہوئے تھے کہ اگر ذرا بھی کوئی گڑبڑ ہو تو اس گڑبڑ کو سنبھالنے کی کوشش کی جائے کونسلر

کے ساتھ وہ تمام آدمی جنازہ لے کر تھانے کے احاطے سے اندر داخل ہو گئے اور پھر فیض اللہ' میں شہریار اور کونسلر وغیرہ تابوت میں لیٹے ہوئے مقتول کو دیکھنے لگے' جس کے اوپر سفید چادر پڑی ہوئی تھی اور سفید چادر پر خون کے دھبے ابھر آئے تھے۔ مقتول ایک باریش شخصیت تھی اور شاید اس کی گردن جسم سے علیحدہ تھی کیونکہ اس کی ڈائریکشن بالکل الگ نظر آ رہی تھی جسم خون آلود تھا سادہ سے قمیض شلوار میں ملبوس سر پر ٹوپی بھی موجود تھی' بہرحال انوکھا قتل تھا یہ' صرف گردن کاٹ دی گئی تھی باقی پورے جسم پر کوئی نشان نہیں تھا.....

"کون ہیں.....؟"

"مولوی عبدالجبار....." ان میں سے ایک شخص نے جواب دیا.....

"کب قتل کیا گیا تھا؟" انچارج فیض اللہ نے سوال کیا' پھر بولا "دیکھئے ایک بار پھر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ نے انتہائی غلط طریقہ کار اختیار کیا ہے' جہاں بھی یہ قتل ہوا تھا لاش کو وہیں رہنے دیا جانا چاہئے تھا تاکہ پولیس کو نشانات وغیرہ تلاش کرنے میں آسانی ہوتی آپ نے ایک غیرقانونی کام کیا ہے اور اس کی وجہ سے آپ نے پولیس کے راستے میں مشکلات ہی پیدا کی ہیں یہ کوئی اچھا کام نہیں کیا آپ نے براہ کرم اب ہمیں تفصیلات بتائیے بھئی کرسیاں باہر ہی بچھوا دو تاکہ یہ لوگ بیٹھ کر آرام سے بات کر سکیں" میں ابھی تک مقتول کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھی اور اب اس بات میں کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ اس کی گردن شانوں سے الگ تھی اور اسے اٹھا کر شانوں کے قریب دوبارہ رکھ دیا گیا تھا۔

کرسیاں بچھا دی گئیں اور وہ لوگ بیٹھ گئے۔ فیض اللہ نے کہا "آپ میں سے دو آدمی ہمیں تفصیل بتائیں حالانکہ آپ لوگوں نے قانون کے خلاف ورزی کی ہے لاش کو اس کی جگہ سے ہلانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے تھی پولیس کا کام خراب کر دیا ہے آپ نے کونسلر صاحب آپ نے بھی انہیں نہیں سمجھایا۔"

"مجھے علم ہی نہیں ہو سکا دراصل میں یہاں تھا بھی نہیں ایک عزیز کی شادی میں شرکت کرنے گیا ہوا تھا بس ابھی کچھ دیر پہلے اپنے اہل خانہ کے ساتھ واپس آیا تو اس ہنگامے کے بارے میں معلوم ہوا۔"

"اب آپ بتائیے پولیس کیا خاک تفتیش کرے لاش کی بے حرمتی الگ کی گئی اور پولیس کے لئے مشکلات الگ پیدا کی گئیں۔ بتائیے آپ لوگ کون ہیں یہ بزرگ جنہیں قتل کیا گیا ہے؟"

"مولوی عبدالجبار....."

"کہاں رہتے تھے.....؟"

"لال مسجد کے پیچھے ان کا گھر ہے مسجد کے حجرے میں رہتے تھے پھر عقیدت مندوں نے وہ گھر خرید کر دیا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"خاندان میں کون کون ہے؟"

"کوئی نہیں بس ایک مجذوب بیٹا ہے"

"مجذوب....."

"جی بے لباس رہتا ہے مگر گھر سے باہر کبھی نہیں نکلتا اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔"

"قتل کب ہوا.....؟"

"یہ تو نہیں معلوم جناب میں نے لاش سب سے پہلے دیکھی تھی میرا نام غلام احمد ہے تین بجے کے قریب میں اپنی سائیکل پر بازار سے واپس آ رہا تھا کہ میری نگاہ کچی کھائی کے کنارے اگی جھاڑیوں پر پڑی سبز جھاڑیوں میں کوئی سفید چیز ہل رہی تھی میں ڈر گیا کیونکہ کچھ عرصہ قبل بستی کی ایک لڑکی کو ان جھاڑیوں کے قریب ایک اژدن سانپ نے کاٹ لیا تھا۔ لوگ ادھر سے گزرتے ہوئے ڈرتے ہیں مگر سڑک ایک ہی ہے اس لئے ادھر سے گزرنا پڑتا ہے کئی بار کونسلر صاحب کو درخواست دی ہے کہ ان جھاڑیوں کو صاف کرا دیا جائے مگر ہمارے کونسلر صاحب گھاٹے کا کوئی کام نہیں کرتے ان جھاڑیوں کی صفائی سے انہیں کوئی منافع نہیں ہوگا وہ یہ کام کیوں کریں" کونسلر صاحب نے اس براہ راست الزام پر جزبز ہوتے ہوئے کہا.....

"میاں زبان ہلا دینا بہت آسان کام ہوتا ہے ذرا کرنا پڑے تب پتہ چلتا ہے کوئی کم بخت ٹھیکیدار اس چھوٹے سے کام کا ٹھیکہ لینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ میں کئی بار کوشش کر چکا ہوں تم لوگوں کو الزام لگانے کے علاوہ اور کچھ آتا ہے....."

"الیکشن آنے دیجئے کونسلر صاحب پتہ چل جائے گا کہ ہم لوگوں کو زبان ہلانے کے علاوہ اور کیا آتا ہے....." غلام احمد نے ترکی بہ ترکی کہا.....

"لعنت بھیجتا ہوں اب کے کھڑا کون ہوگا....." کونسلر صاحب نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا.....

"آپ لوگ غیر متعلق باتوں میں الجھ گئے تم پوری بات بتاؤ مجھے غلام احمد کونسلر صاحب نے کیا کیا ہے اور کیا نہیں کیا ہے یہ سب کچھ بعد میں طے کر لینا۔" فیض اللہ نے کسی قدر کرخت لہجے میں کہا.....

"نہیں صاحب جان جلتی ہے ان لوگوں سے ووٹ لینے آتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے سارے جہاں کا درد ان کے سینے میں سمایا ہوا ہے اور جونہی انہیں اقتدار ملا یہ فوراً تن من دھن کی بازی لگا کر لوگوں کی مشکلات حل کرنے پر تل جائیں گے مگر اقتدار کی کرسی پر بیٹھتے ہی یہ ساری باتیں بھول جاتے ہیں۔"

"میں نے تم سے کہا ناں کام کی باتیں کرو فضول باتوں کے لئے تمہیں نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

"مولوی عبدالجبار کا نقصان اٹھا تو لیا صاحب اب اور کیا نقصان اٹھائیں گے۔ ہائے ہائے

تھے اللہ والے جن کے دلوں میں انسانیت کا درد ہوتا ہے آدھی رات کو کوئی مولوی عبدالجبار کو جا کر اپنا دکھ سنا دے باؤلے ہو جاتے تھے اور اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک کہ اپنی جیسی کوششوں سے کسی پریشان حال شخص کی مشکل دور نہ کر دیں۔" غلام احمد بہت ہی باتونی اور چرب زبان معلوم ہوتا تھا بمشکل تمام اس نے تفصیل بتائی اور کہا سفید چیز جو ہل رہی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ خوف زدہ ہوگیا پھر اس نے قریب جا کر دیکھا تو وہاں ایک بے سر کی لاش پڑی ہوئی تھی اور قریب ہی اس لاش کا سر بھی موجود تھا جسے اس نے فوراً پہچان لیا' یہ مولوی عبدالجبار کی لاش تھی جن کا سر تن سے جدا کر دیا گیا تھا۔ غلام احمد کا کہنا ہے کہ وہ اس برق رفتاری سے سائیکل پر بھاگا کہ سائیکل کی رفتار کا صحیح انداز بھی نہیں ہو سکا اور پھر وہ بستی میں چیختا ہوا داخل ہوا تھا کہ مولوی عبدالجبار کو قتل کر دیا گیا ان کی لاش کچی کھائی کی جھاڑیوں میں پڑی ہوئی ہے بستی کے لوگ دوڑ پڑے اور اس کے بعد مولوی عبدالجبار کی لاش کو وہاں سے اٹھا کر لے آئے بعد میں انہوں نے شدید غصے کے عالم میں یہ فیصلہ کیا کہ ان تمام جرائم کی ذمہ دار پولیس ہے جو صرف عیش کرتی ہے اور کسی بھی مسئلے میں کوئی کام نہیں کرتی۔ لوگوں نے طے کیا کہ لاش کو پولیس اسٹیشن لے جایا جائے' تیاریاں کی گئیں مسجد سے گہوارہ حاصل کیا گیا اور اس کے بعد وہ لوگ لاش کو لے کر یہاں آ گئے۔

فیض اللہ کا موڈ بری طرح بگڑا ہوا تھا شہریار نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے فوری طور پر ایس پی ابراہیم صاحب کو اطلاع دے دو ورنہ معاملہ بگڑ جانے کا اندیشہ ہے....."

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں....." فیض اللہ نے کہا اور فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر اندر چلا گیا بستی کے لوگ اور کونسلر صاحب بیٹھے ہوئے تھے میں آگے بڑھ کر کونسلر صاحب سے بولی.....

"کیا مولوی عبدالجبار کے بارے میں آپ کچھ بتانا پسند کریں گے کونسلر صاحب.....؟"

"ہاں کیوں نہیں محترمہ مجھے جتنا معلوم ہے وہ ضرور بتاؤں گا مولوی عبدالجبار صاحب کوئی سات سال پہلے یہاں آئے تھے خیال تھا کہ اپنے بیٹے کا اس شہر میں علاج کرائیں گے اس سلسلے میں کوشش کرتے رہے' ڈاکٹروں وغیرہ کو دکھایا لیکن شاید بات نہیں بن سکی' یا پھر ہو سکتا ہے کہ مولوی عبدالجبار صاحب اپنی مالی کمزوری کی وجہ سے اسے باقاعدہ ہسپتال میں داخل نہ کرا پائے ہوں آدمی بہت اچھے اور نیک تھے کسی سے کبھی ایک پیسے کا سوال نہیں کیا بلکہ کچھ نہ کچھ لوگوں کی مدد کرتے ہی رہا کرتے تھے۔ لوگوں نے کچھ دینا بھی چاہا تو انہوں نے بڑی عاجزی سے انکار کر دیا۔ اس مکان کے سلسلے میں بھی وہ قسطیں ادا کر رہے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ یہ رقم جو وہ مکان کی مد میں جمع کریں گے کوئی اگر نہ لے تو اسے مسجد کے کسی کام میں لگا دیا جائے گا....."

"ان کا ذریعہ آمدنی کیا تھا....." میں نے سوال کیا.....

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ بات تو نہیں معلوم بی بی بس لوگوں میں کچھ ایسی کہانیاں مشہور ہیں جو بہرطور عقیدت سے تعلق رکھتی ہیں....."

"مثلاً....."؟" میں نے سوال کیا.....

"کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مولوی عبدالجبار کو دست غیب تھا اور ان کی ضرورت کی چیزیں انہیں غیبی طور پر دستیاب ہو جایا کرتی تھی۔"

"ہوں" ابھی میں نے اتنا ہی پوچھا تھا کہ فیض اللہ صاحب واپس آگئے انہوں نے کونسلر سے کہا.....

"لاش کا پوسٹ مارٹم وغیرہ کیا جائے گا تفصیلات معلوم کرنا ضروری ہیں میرا خیال ہے لاش کو یہیں چھوڑ دیا جائے ہم لوگ فوراً چل کر جائے واردات کا معائنہ کریں گے حالانکہ جس نے بھی قتل کیا ہوگا اسے اتنا موقع مل گیا ہے کہ اب اس نے جائے واردات پر ایسے تمام نشانات صاف کر دیئے ہوں گے جن سے پولیس کو مدد مل سکتی ہے۔"

"کونسلر صاحب نے آہستہ سے کہا "میرا خیال ہے جناب بستی کے لوگ پوسٹ مارٹم کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"کیسے نہیں دیں گے یہ جہالت کی انتہا ہے اول تو آپ لوگ اپنے طور پر ایسے اقدامات کر لیا کرتے ہیں جو سو فیصد پولیس کی ذمے داریاں پوری کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں اور اس کے بعد پھر اس قسم کی احمقانہ باتیں۔"

"آپ دیکھ لیجئے افسر صاحب یہ میری رائے ہے آپ کا جو دل چاہے کریں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" کونسلر نے شانے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"ایس پی ابراہیم صاحب نے شاید اس سلسلے میں فیض اللہ کو کچھ ہدایات دے دی تھیں۔ چنانچہ فیض اللہ نے فوری طور پر جائے واردات کی جانب روانگی کا قدم نہیں اٹھایا میں نے سرگوشی کے انداز میں شہریار سے کہا۔ "کیا خیال ہے شہریار.....؟"

"جیسا تم مناسب سمجھو....."

"دیکھتے ہیں قصہ کیا ہے....." میں نے کہا اور شہریار گردن ہلا کر خاموش ہوگیا وہ جانتا تھا کہ میں اس معاملے میں دلچسپی لئے بغیر نہیں رہ سکوں گی۔

کچھ دیر بعد شاہ صاحب کی جیپ آتی ہوئی نظر آئی اور تھانے کا تمام عملہ مستعد ہوگیا کونسلر صاحب اور دوسرے تمام لوگ بھی کھڑے ہوگئے تھے ایس پی شاہ صاحب نے مسکراتی نگاہوں سے ہم دونوں کو دیکھا اور پھر فیض اللہ سے صورت حال معلوم کرنے لگے۔ اس کے بعد کونسلر کی جانب متوجہ ہو کر بولے۔

"آپ کی موجودگی میں یہ لاقانونیت ہو رہی ہے آخر آپ لوگ کس مرض کی دوا....."

"ہم تو خود مریض ہوگئے ہیں ایس پی صاحب کیا کیا جائے بدقسمتی اسے ہی کہتے ہیں اپنے

سر خود کانٹوں بھری چادر اوڑھ لی ہے ہم نے' بہرطور حاضر ہیں آپ جو بھی حکم دیں گے کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

"ایس پی شاہ صاحب کے ساتھ ہم لوگ بھی جائے واردات کا معائنہ کرنے چل پڑے تھے اور اس کے بعد اس جگہ پہنچ کر جہاں لاش پڑی پائی گئی تھی جھاڑیوں میں خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے اور ان دھبوں کو دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ کم از کم قتل یہاں نہیں کیا گیا بلکہ قتل کرنے کے فوراً بعد لاش کو ان جھاڑیوں میں پھینک دیا گیا کیونکہ یہاں خون کی اتنی مقدار نہیں تھی جو پوری گردن کٹنے کے بعد موجود ہونا چاہئے تھی۔ جبکہ مولی عبدالجبار صاحب تندرست و توانا آدمی تھے اور ان کی عمر بے شک ساٹھ پینسٹھ سال کے قریب ہوگی لیکن جسمانی صحت بہت اچھی تھی اور اس کی مناسبت سے ان کے اس قتل پر یہاں خون کی کافی مقدار ہونی چاہئے تھی۔ ضمنی کارروائیاں کی گئیں' تصاویر وغیرہ بنائی گئیں۔ آس پاس کوئی اور ایسی چیز دستیاب نہیں ہوئی تھی جس سے صورتحال کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا تھا ابراہیم صاحب نے بھی مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا....."

"اگر لاش کی تمام ڈائریکشن دیکھ لی جاتی تو شاید کچھ فائدہ حاصل ہو سکتا تھا پوسٹ مارٹم کے لئے یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔"

"کونسلر صاحب کا کہنا ہے کہ لوگ پوسٹ مارٹم کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"ایس پی صاحب پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگے کیونکہ انہیں تمام صورت حال معلوم ہو چکی تھی اور جس وقت پولیس اس جگہ کا معائنہ کر رہی تھی کچھ فاصلے پر بہت سے افراد کھڑے ہوئے ادھر ہی دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب نے کہا.....

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پوسٹ مارٹم نہ ہونے سے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اب کیا کیا جاسکتا ہے میں کسی قسم کی بدامنی نہیں چاہتا..... جب جائے واردات کا نقشہ بھی صحیح طریقے سے نہیں بن سکا ہے تو پھر پوسٹ مارٹم ہی ہمیں کیا دیدے گا۔ اگر یہ لوگ چاہتے ہیں کہ لاش ان کے حوالے کر دی جائے تو لاش کا صحیح طور پر معائنہ کر کے اسے ان کے حوالے کر دیا جائے۔"

"ایس پی شاہ صاحب کا یہ ایک اچھا قدم تھا لوگ جس طرح بگڑے ہوئے نظر آرہے تھے اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ پوسٹ مارٹم کے سلسلے میں مداخلت کریں گے۔ بس یہ بھی ایک جاہلانہ رسم ہے حالانکہ ایک شخص جب اس دارفانی سے کوچ کر ہی چکا ہے تو پھر ابتدائی کاروائیوں کے لئے کوئی عمل کرلینا کونسا ایسا غلط کام ہے۔ لیکن جذباتی رشتے اسی قسم کے ہوا کرتے ہیں چنانچہ لاش کا بھرپور طریقے سے جائزہ لیا گیا پورا جسم وغیرہ دیکھا گیا اور اس کے بعد لاش کونسلر صاحب کے ذریعے ان لوگوں کے حوالے کر دی گئی۔ یہ بتا دیا گیا تھا انہیں کہ صرف ان کے جذبات کو مدنگاہ رکھتے ہوئے پوسٹ مارٹم نہیں کیا گیا کونسلر صاحب کے ذریعے ہی ان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوگوں کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ پولیس بہت جلد مولوی عبدالجبار کے قاتلوں کی تلاش کے سلسلے میں کوئی ایسا موثر اقدام کرے گی جس سے قاتل سامنے آجائیں۔ جب یہ لوگ لاش لے کر چلے گئے تو ایس پی شاہ صاحب نے مسکراتے ہوئے ایک بار پھر مجھے اور شہریار کو دیکھا اور بولے

.....

"خوش قسمتی کی بات ہے کہ اس وقت جناب بوجھ بجھکڑ صاحب یہاں موجود ہیں چنانچہ میں سمجھتا ہوں کے اس سلسلے میں کوئی بہتر قدم اٹھالیا جائے گا۔"

یہ چوٹ ہم لوگوں کی سمت تھی میں مسکرا کر رہ گئی ایس پی شاہ صاحب نے پھر کہا "کیوں جناب شہریار صاحب ظاہر ہے علاقہ اپنا ہی ہے اور آپ یہ ذمے داری کو قبول کرنے پر تیار ہو جائیں گے کیا خیال ہے؟"

"جناب عالی ظاہر ہے ہم قانون کے خدمت گار ہیں اور ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ کوئی بھی ایسا مسئلہ سامنے آئے تو اپنی تمام تر خدمات قانون کو پیش کر دیں' انسپکٹر شہریار نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے اگر میں مولوی عبدالجبار کے مکان کا ابھی جائزہ لے لوں تو بعد کا جھگڑا نہیں رہے گا ان لوگوں کو بھی احساس ہو جائیگا کہ پولیس نے فوری کاروائی شروع کر دی ہے۔" فیض اللہ نے پولیس کی نفری ساتھ لی اور ہم سب بستی چل پڑے۔ بستی میں داخل ہو کر مولوی صاحب کی ہردلعزیزی کا اندازہ ہوا۔ ہر گھر کے دروازے پر عورتیں اور بچے کھڑے ہوئے تھے۔ بستی والوں نے سارے کام ترک کر دیئے تھے۔ ہمیں مولوی صاحب کا مکان تلاش نہیں کرنا پڑا۔ میت گھر لے آئی گئی تھی اور صحن میں رکھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے پولیس کو راستہ دیدیا اور ہم لوگ ہجوم سے گزر کر اندر داخل ہوگئے۔ سب سے پہلی نگاہ ایک نوجوان پر پڑی جو ایک گوشے میں سجدہ ریز تھا۔ وہ باہر ہونے والے ہنگاموں سے بے نیاز معلوم ہوتا تھا۔ ہماری آہٹ پر بھی اس نے جنبش نہ کی اور سجدہ کر کے نیت باندھ کر کھڑا ہوگیا۔ شاہ صاحب نے ہچکچائے ہوئے انداز میں مجھے دیکھا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔ اسی وقت علاقہ کونسلر پولیس کی خبر پاکر آگیا۔ شاہ صاحب گہری نظروں سے کمرے کا جائزہ لے رہے تھے۔ ایک قیمتی مسہری' دو الماریاں' ایک صوفہ سیٹ' فرش پر قالین ہر چیز موجود تھی۔ دوسرے کمرے میں فریج بھی موجود تھا۔ آسائش کی ہر شے یہاں تھی۔ شاہ صاحب نے مایوسی سے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"اس مکان کو سیل کرنا بیکار ہے۔ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بعد کچھ ملنے کے کیا امکانات ہیں۔ اگر کچھ ہوگا بھی تو کیوں چھوڑا گیا ہوگا۔ مجھے ان لوگوں پر غصہ آرہا ہے جو پولیس سے بے ہودگی تو کرسکتے ہیں لیکن قانون سے کوئی واقفیت نہیں رکھتے۔ یہاں تلاشی لینے بیکار ہے کوئی الزام لے کر ہی جاؤ گے۔" ہم وہاں زیادہ نہ رکے۔ واپسی میں شاہ صاحب نے جیپ وہاں رکوائی جہاں لاش ملی تھی فیض اللہ سے خون کا نمونہ لینے کے لئے کہا اور دیر تک جھاڑیوں اور

آس پاس کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر وہ تو وہاں سے چلے گئے اور ہم لوگ بھی فیض اللہ سے اجازت لے کر چل پڑے۔ شہریار نے کہا۔

"آفس چلیں گے دماغ خراب ہو رہا ہے۔" میں نے کوئی جواب دیئے بغیر کار کا رخ آفس کی طرف کر دیا۔ گل بدر نے چائے کے برتن ہمارے سامنے سجا دیئے اور میں چائے کے گھونٹ لینے لگی۔ شہریار نے چند لمحات کے بعد کہا۔

"یہ تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ابھی اس سلسلے میں کوئی نظریہ قائم ہو جائے لیکن چند باتیں غور طلب ہیں۔"

"کیا؟"

"مولوی صاحب کے گھر کا سامان کافی قیمتی تھا اگر اس کی مالیت کا اندازہ لگایا جائے تو چالیس پچاس ہزار بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی ہوگا۔"

"ہاں! تمہارا خیال درست ہے۔"

"لوگوں کا بیان ہے کہ مولوی صاحب خالی ہاتھ اس بستی میں آئے تھے۔ یہ سامان بعد میں خریدا گیا ہوگا کیا اس رقم سے مولوی صاحب اپنے بیٹے کا علاج نہیں کراسکتے تھے۔ اکلوتے جوان بیٹے کے لئے تو خون کا آخری قطرہ تک بہایا جاسکتا ہے پھر تنہا مولوی صاحب کو ایک نیم دیوانے بیٹے کے ساتھ اس سامان کی کیا ضرورت تھی؟ نیز یہ کہ ان کا ذریعہ آمدنی؟ وہ دوسروں کی مدد کیا کرتے تھے۔ بہرحال میں ان پر کوئی شک نہیں کر رہا لیکن یہ باتیں سوچنے کی ہیں۔"

"ہاں ہیں تو۔"

"کیس بے شک فیض اللہ کے پاس ہے مگر چیف شاہ صاحب نے جو کچھ کہا ہے تمہارے سامنے کہا ہے کام کے لئے ایک لائحہ عمل بنانا ضروری ہے۔"

"کیوں نہیں۔ اس کی ترتیب یوں کر لو۔ مولوی عبدالجبار کے بارے میں پہلی بات یہ معلوم کی جائے کہ سات سال پہلے وہ کہاں رہتے تھے ان کا ماضی کیا ہے۔ نمبر دو ان کی ملاقات بستی کے علاوہ کن لوگوں سے تھی کون ان سے ملنے آتا تھا آج دن میں کس نے انہیں آخری بار کہاں دیکھا تھا۔ یہ ابتدائی تفتیش ہے اور اس سے حالات روشنی میں آئیں گے اور ہاں شہریار میرے خیال میں تمہیں ایک کام اور کرنا چاہئے۔"

"کیا۔"

"پتہ نہیں مولوی صاحب کی تدفین کب ہوگی۔"

"میرے خیال میں آج ہی۔"

"معلوم کر لو۔ اور ان کی تدفین میں ضرور شرکت کرو۔ جتنے لوگ اس میں شامل ہوں ان پر خصوصی نگاہ رکھو۔ سمجھ رہے ہو نا۔"

"کسی حد تک ٹھیک ہے میں سادہ لباس میں چلا جاؤنگا۔ بلکہ چلے جانا چاہئے ہو سکتا ہے اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کام میں جلدی ہو جائے فیض اللہ سے معلومات حاصل ہو سکے گی۔ میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔ شہریار نے کہا "تمہارا کیا پروگرام ہے لبنیٰ۔"

"آٹھ بجے تک یہاں رہوں گی۔ اس کے بعد گھر چلی جاؤں گی۔"

"تب ٹھیک ہے ضرورت پڑی تو تمہیں فون کرونگا۔ اب یہاں سے گھر جا رہا ہوں لباس وغیرہ تبدیل کر کے وہاں پہنچ جاؤنگا۔" شہریار کے جانے کے بعد میں کرسی پر نیم دراز ہوگئی۔ یہ جگہ بیحد پرسکون تھی شہریار نے واقعی کارنامہ سرانجام دیا تھا نہ جانے کیوں میرے ذہن میں کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا یہاں دفتر سے ہٹ کر کام ہو سکتا تھا۔ میں مولوی عبدالجبار کے اس قتل کے بارے میں سوچنے لگی۔ گھر سے باہر وہ کہاں جانے کے لئے نکلے تھے قاتل کو ان سے کیا دشمنی ہو سکتی تھی۔ گردن کس شے سے علیحدہ کی گئی۔ آلہ قتل ہو سکتا ہے انہی جھاڑیاں میں پوشیدہ ہو مگر جھاڑیاں خطرناک تھیں وہاں کسی اژدہ سانپ کا تذکرہ بھی کیا گیا تھا۔ اس لئے آلہ قتل کو تلاش کرنا ممکن نہیں تھا۔ جہاں تک مولوی صاحب کے گھر کی تلاشی کا معاملہ تھا تو میرے خیال میں تلاشی لی جانی چاہئے تھی۔ کونسی چیز سے کیا اشارہ مل جائے اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا تھا۔ پھر مجھے وہ مجذوب نوجوان یاد آیا اور اس کے بارے میں بہت سے خیالات دل میں بسنے لگے لیکن فیصلہ مشکل تھا۔ ابھی کچھ بھی تو معلوم نہیں تھا۔ پھر میں اس بستی کے لوگوں کے بارے میں سوچنے لگی۔ واقعی جہالت کی بات تھی قانون کس آسانی سے ہاتھ میں لے لیا جاتا ہے ان کی عقیدت کا بہتر انداز تو یہ ہوتا کہ وہ پولیس کو پوری طرح تفتیش کا موقع دیتے لیکن انہوں نے جاہلانہ رویئے سے بہترین ثبوت ضائع کر دیئے تھے۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ قتل کے وقت کا تعین کرتی ممکن ہے طریقہ قتل کی کچھ وضاحت ہو جاتی۔ تلاشی لینے سے ہو سکتا ہے قاتل کے بارے میں کوئی بہتر نشاندہی ہوتی الٹا بلوہ تیار کر دیا تھا انہوں نے۔ اگر سمجھداری سے کام نہ لیا جاتا تو دو چار مر جاتے فساد برپا ہو جاتا۔ یہ رہے ایسے فسادات کی وجہ جس میں پولیس کی زیادتیوں کی کہانیاں سنائی جاتی ہیں۔ ایک لمحے کے لئے دل چاہا کہ میں خود بھی وہاں جا کر حالات کا جائزہ لوں مگر پھر یہ ارادہ ملتوی کر دیا کہیں اور کوئی مصیبت کھڑی نہ ہو جائے شہریار کے فون کا انتظار کرتی رہی فون نہیں آیا پھر آٹھ بجے وہاں سے واپسی کے لئے اٹھ گئی۔ گل بدر نے مجھے سیلوٹ کیا تھا۔

"تم تو یہیں سوتے ہو گل بدر۔"

"جی میم صاحب۔"

"اچھا میں چلتی ہوں۔" میں نے کہا اور گل بدر نے پھر سیلوٹ ٹھونک دیا میں مسکراتی ہوئی وہاں سے چلی آئی تھی۔ شہریار کے فون کرنے کے اوقات تھے چنانچہ جونہی گھڑی نے گیارہ بجائے میں نے فون پر نگاہ ڈالی اور شاید میری نگاہ کے اثر سے گھنٹی بج اٹھی میں نے مسکرا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"شہر بھر کا یار بول رہا ہے۔"

"بولو۔"

"تدفین نو بجے ہوئی شاہ صاحب خود بھی اس میں شریک ہوئے بعد میں انہوں نے دو اہم اقدامات کئے جن میں کونسلر نے تعاون کیا۔"

"وہ کیا۔"

"مکان پر پہرہ لگوا دیا اور اسے سیل کر دیا گیا۔ انہوں نے اہل محلّہ سے وعدہ کیا ہے کہ کل شام تک پہرہ ہٹا لیا جائے گا مجذوب لڑکے کو جس کا نام ستار بتایا گیا ہے کونسلر اپنے گھر لے گیا ہے جہاں دو کانسٹیبل اس کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ لوگ جذباتی ہو رہے ہیں وہاں مولوی جبار کا آستانہ بنایا جائے گا کچھ لوگوں نے تو ان کی تدفین بھی وہیں کرنا چاہی تھی لیکن اس کی اجازت نہیں دی گئی اور سختی سے کہا گیا کہ اگر زیادہ گڑبڑ کی گئی تو مجبوراً پولیس کو ایکشن لینا پڑے گا۔ ہر کام قاعدے سے کیا جائے گا۔"

"ہوں اور کوئی خاص بات۔"

"نہیں ویسے کافی لوگ جنازے میں شریک ہوئے تھے۔"

شہریار سے دیر تک باتیں ہوتی رہیں دوسرے دن پورے گھر کی تلاشی لی گئی مگر کوئی ایسی شے نہیں ملی جو کچھ روشنی ڈال سکتی۔ انتہائی مشکل معمہ بن گیا۔ تھا۔ پولیس نے آس پاس کے لوگوں کو طلب کیا اور ان سے پوچھ گچھ کی گئی۔ مولوی عبدالجبار سات سال قبل اس بستی میں آئے تھے اور انہوں نے مسجد میں قیام کیا تھا۔ انہوں نے عشاء کی نماز کے بعد وہاں آنے والے نمازیوں سے کہا "لوگو میں ایک غریب الوطن ہوں میرے ساتھ میرا تیرہ سالہ لڑکا ہے جس کا دماغی توازن درست نہیں ہے۔ میں یہاں اس کا علاج کرانا چاہتا ہوں مجھے رہنے کے لئے جگہ درکار ہے۔ آپ لوگ میری مدد کر سکتے ہیں۔" مسجد کا حجرہ خالی تھا پیش امام اپنے گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔ مسجد کمیٹی کے ارکان نے عارضی طور پر انہیں وہاں رہنے کی اجازت دیدی مولوی صاحب نے دوسرے ہی دن سے مسجد کی صفائی ستھرائی شروع کر دی لوگوں نے انہیں کھانا وغیرہ دینا چاہا تو انہوں نے معذرت کر کے کہا کہ یہ سب کچھ نہ کیا جائے وہ اپنی کفالت کر سکتے ہیں اگر وہ کبھی بالکل نادار ہو گئے تو ان سے مدد کی درخواست کریں گے۔ پھر وہ اپنے بچے کے علاج کے لئے سرگرداں ہو گئے اور ہسپتالوں کے چکر لگانے لگے۔ شاید وہاں سے کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا تھا اس لئے وہ مایوس ہو گئے ادھر لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ مولوی جبار کا بیٹا پاگل نہیں مجذوب ہے تفصیل تو نہیں معلوم ہوئی لیکن اس کی کچھ وجوہات ہوں گی۔ البتہ لوگ دہرے خیال کا شکار تھے۔ کچھ کا کہنا تھا کہ مولوی صاحب کو عارضی جگہ دی گئی تھی اب انہیں حجرہ چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ کئی ماہ گزر گئے ہیں پھر مولوی صاحب پر ایک برا وقت آیا۔ مسجد سے ایک قیمتی گھڑی اور کچھ دوسری اشیاء چوری ہو گئیں جن کی خبر صبح فجر کی نماز میں ہو گئی۔ ابھی اس سلسلے میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ ستار دیوار گیر گھڑی لئے باہر نکل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آیا- وہ اسے دیکھ کر قہقہے لگا رہا تھا- لوگ حیران ہو گئے حجرے کی تلاشی لی گئی تو دوسری چوری شدہ اشیاء بھی برآمد ہو گئیں اور مولوی صاحب کی عزت خاک میں مل گئی- چند جذباتی نوجوانوں نے تو ان کا گریبان بھی پکڑ لیا- عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ زیادہ برا سلوک نہ کیا گیا مگر ان کا سامان نکال کر باہر پھینک دیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ اگر دوبارہ وہ اس محلے میں نظر آئے تو ان کا برا حشر کیا جائے گا- مولوی صاحب خاموشی سے اپنا سامان سمیٹنے لگے پھر وہ ستار کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلے تو یاور خان روتا ہوا ان کے قدموں میں آپڑا- یاور خان اس محلے میں رہتا تھا بیوی بچوں والا آدمی تھا- اس نے لوگوں کو بتایا کہ چوری اس نے کی تھی اور سامان لیکر نکل رہا تھا کہ مولوی صاحب نے اسے پکڑ لیا- اس نے مولوی صاحب کو مارا بھی مگر ان کی گرفت سے نہ نکل سکا مولوی صاحب نے اسے پہچان کر کہا-

"یاور خان تم-"

"چھوڑ دو مجھے مولوی صاحب چھوڑ دو میں سال سے بیکار ہوں گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا' اندھا ہو کر یہ قدم اٹھایا ہے میں نے-"

"میاں کسی سے کہا ہوتا-"

"جانے دیں مولوی صاحب لوگ صرف مذاق اڑاتے ہیں کرتا کوئی کچھ نہیں- اگر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتا تو میرے بچوں تک کو ذلیل کیا جاتا- میری عزت بچاؤ مولوی صاحب خدا کے لئے میری عزت بچا لو-" مولوی صاحب اسے اپنے ساتھ حجرے میں لے گئے کھانے پینے کا سامان اور کچھ رقم دے کر انہوں نے کہا-

"صبر سے کام لو یارور خان خدا نے چاہا تو تمہیں جلد نوکری مل جائے گی- جاؤ اطمینان رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا-" اور یاور روتا چلا گیا مگر نہ جانے کیوں مولوی صاحب نے وہ چیزیں اس وقت مسجد میں نہیں پہنچائی تھیں- جب ان کے ساتھ یہ سلوک ہوا اور انہوں نے یاور خان کا نام نہ لیا تو یاور خان کا ضمیر جاگ اٹھا اور اس نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا- مولوی صاحب کے ساتھ زیادتی کرنے والے ششدر رہ گئے تھے اور پھر اس کا ردعمل جذباتی ہوا- لوگ مولوی صاحب کے قدموں میں گر گئے یاور خان کی مشکیں کس لی گئیں- شرمندہ لوگوں نے مولوی صاحب کا سامان چھین لیا وہ انہیں وہاں سے نہیں جانے دینا چاہتے تھے مولوی صاحب اس شرط پر رکے کہ یاور خان کو معاف کر دیا جائے- اس کے بعد گزرنے والے ہر دن مولوی صاحب کی عزت و توقیر میں اضافہ ہوتا رہا ان سے متعلق بہت سی داستانیں سننے کو ملی تھیں لیکن یہ کوئی نہیں بتا سکا کہ مولوی صاحب کون تھے اور کہاں سے آئے تھے یا ان کا ذریعہ آمدنی کیا تھا-

دوپہر دو بجے ہم تھانے میں فیض اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایس آئی شیر خان نے ایک فون ریسیو کیا اور پھر فیض اللہ سے بولا "سر وہ آپ سے بات کرنا چاہتا ہے-" فیض اللہ کھانے سے فارغ ہوا تھا ہم نے بھی اس کے ساتھ ہی کھانا کھایا تھا اس نے ریسیو ایس آئی سے

لے لیا اور پھر وہ کسی سے بات کرنے لگا-" ہاں بھئی ہاں ہاں آپ کون ہیں ہاں بولئے کیا نام بتایا آپ نے- ہاں ٹھیک ہے سنا ہوا نام ہے اچھا مگر آپ کون ہیں دیکھئے دیکھئے سنئے تو سہی- آپ تو ایک نیک کام کر رہے ہیں ہاں اور مگر سنئے- ہیلو- ہیلو- ہیلو"! فیض اللہ کے چہرے پر عجیب تاثرات نظر آنے لگے-

"کون تھا؟" شہریار نے پوچھا-

"گمنام- اس قتل کے سلسلے میں ہماری مدد کرنا چاہتا ہے کہتا ہے مولوی جبار کے قتل کا سراغ رحمان بخشی کے ہاں سے مل سکتا ہے- اس آبادی کے دوسری طرف بڑے بنگلے ہیں رحمان بخشی انہی میں بنگلہ نمبر ایک ہزار آٹھ میں رہتے ہیں- میرے خیال میں وہ کاروباری آدمی ہیں میں نے نام سنا ہے-"

"اور کیا بتا رہا تھا؟"

"بس یہی کہ مولوی صاحب کے قتل کا سراغ وہیں سے مل سکتا ہے-"

"مردانہ آواز تھی؟"

"ہاں اور لہجہ کچھ بگڑا بگڑا سا تھا جیسے صحیح اردو نہ بول سکتا ہو-"

"رحمان بخشی" شہریار نے پرخیال انداز میں کہا پھر بولا "کیا خیال ہے فیض اللہ چلیں-"

"جیسا پسند کرو-" فیض اللہ نے کہا اور پھر ہم لوگ تیار ہو گئے کچھ دیر کے بعد پولیس جیپ بنگلہ نمبر ایک ہزار آٹھ پر رک گئی- دروازہ بجایا گیا اور ایک ملازم نے دروازہ کھولا پولیس دیکھ کر اس کی روح قبض ہو گئی تھی-

"بخشی صاحب موجود ہیں-" فیض اللہ نے پوچھا اور ملازم نے گردن اثبات میں ہلا دی-

"انہیں اطلاع دو کہ پولیس آئی ہے-" ملازم بری طرح اندر بھاگا تھا- ہم لوگ برآمدے میں داخل ہو گئے اور بخشی صاحب کا انتظام کرنے لگے- ملازم کو گئے ہوئے کئی منٹ گزر گئے پھر ایک اچھی شخصیت کا مالک معمر شخص باہر آتا نظر آیا وہ چشمہ صاف کر رہا تھا پھر اس نے چشمہ آنکھوں پر لگایا اور ہمیں دیکھتا ہوا بولا-

"فرمایئے؟"

"آپ رحمان بخشی صاحب ہیں؟"

"جی ہاں-"

"ہمیں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا ہیں-"

"اوہ ضرور' معاف کیجئے گا میں ڈرائنگ روم کھولتا ہوں- دراصل دوپہر کو سونے کا عادی ہوں- سو رہا تھا ذہن قابو میں نہیں ہے ابھی بس ایک منٹ-" وہ دروازے سے اندر داخل ہو گیا اور اسی وقت اچانک گولیوں کی تڑتڑاہٹ ابھری اور ہمارے دائیں بائیں شدید سنسناہٹیں سنائی دیں- پھر شیشے ٹوٹنے کے چھناکے ابھرے اور دروازہ جگہ جگہ سے تڑخ گیا- شہریار نے مجھے پکڑ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نیچے چھلانگ لگا دی اور دروازے کے عقب سے ایک دلخراش چیخ ابھری۔

فائرنگ کسی خودکار ہتھیار سے کی گئی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اگر شہریار مجھے دبوچ کر سیڑھیوں سے نیچے نہ آ گرتا تو میں جاں بحق ہو گئی تھی۔ فیض اللہ معجزانہ طور پر بچ گیا تھا کیونکہ اس نے اپنے بچاؤ کے لئے کچھ نہیں کیا تھا اور ہکا بکا کھڑا رہ گیا تھا۔ البتہ اندر سے آنے والی چیخ......... باہر پولیس جیپ کھڑی ہوئی تھی اور اس میں دو پولیس کانسٹیبل موجود تھے فیض اللہ نے ان کی خبر گیری کے لئے گیٹ کی طرف چھلانگ لگا دی اور شہریار جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ اندرونی دروازے کی طرف لپکا جس میں گولیوں سے کئی سوراخ ہو گئے تھے۔ میں بھی لباس درست کر کے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس دروازے کو کھول کر اندر داخل ہو گئی جس سے شہریار اندر گیا تھا۔ دو قدم کے بعد ہی مجھے ساکت ہو جانا پڑا۔ رحمان بخشی کا خون اگلتا ہوا بدن سرد پڑ چکا تھا۔ اس کے بائیں پہلو کے چیتھڑے اڑ گئے تھے اور یقیناً اسے مرنے میں ایک لمحہ بھی نہ لگا ہو گا اسی وقت کچھ لوگ ایک اندرونی دروازے سے دوڑتے ہوئے آ گئے ایک نوجوان تھا۔ ایک چوبیس سالہ لڑکی تھی اور دو ملازم قسم کے مرد وہ سب خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔

"کیا ہوا۔ کیا......... ارے......... ابو......... ابو ارے یہ کیا ہو گیا آپ کے......... آپ نے......... ابو......... ابو........." نوجوان حلق پھاڑ کر چیخا اور اٹھ کر رحمان بخشی کی لاش سے لپٹ گیا۔ اس کی اس کیفیت سے بدحواس ہو کر لڑکی بھی چیخنے لگی اور ملازموں میں سے ایک اندر بھاگ گیا۔ شہریار سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔ چند لمحات کے بعد فیض اللہ بھی ایک کانسٹیبل کے ساتھ اندر آ گیا۔ اس نے رحمان بخشی کی لاش دیکھی اور اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"اومائی گاڈ......... مجھے شبہ تھا۔" ابھی وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ اندر سے کچھ اور لوگ آ گئے ان میں ایک درمیانی عمر کی عورت بھی تھی۔ اس نے یہ منظر دیکھا اور سکتے کے سے عالم میں کھڑی رہ گئی۔ نوجوان بری طرح رو رہا تھا۔ اور فیض اللہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بدن کو جنبش دے رہا تھا جیسے اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کیا کرے۔ پھر اس نے خود کو سنبھال کر نوجوان سے کہا۔

"براہ کرم لاش کے پاس سے ہٹ جایئے۔"

"شٹ اپ......... یو........." نوجوان نے فیض اللہ کو گالی بکی اور لاش کے پاس سے اٹھ کر فیض اللہ پر جھپٹا۔ فیض اللہ نے اس کی زد سے بچتے ہوئے کہا۔

"احمقانہ حرکت نہ کریں انہیں ہم نے۔" لیکن نوجوان نے پلٹ کر پھر فیض اللہ پر حملہ کر دیا مجبوراً فیض اللہ کو اس کا جبڑا سہلانا پڑا اس کے زوردار گھونسے نے نوجوان کو دور پہنچا دیا تھا فیض اللہ نے سروس ریوالور نکال کر اس کا رخ نوجوان کی طرف کیا تو لڑکی ایک دلخراش چیخ کے ساتھ نوجوان کے سامنے آ گئی۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں۔ اور اس کے منہ سے

صرف ایک لفظ نکل رہا تھا۔

"ہئیں......... ہئیں......... ہئیں........." فیض اللہ نے گرج کر کہا۔

"یہ سب لوگ پاگل ہو گئے ہیں۔ صورتحال معلوم کئے بغیر دیوانوں جیسی حرکتیں کر رہے ہیں کیا اس عمارت میں ایک بھی ہوش مند نہیں ہے۔"

"میرے باپ کو مار کر تم نے ہمارے سر کا سایہ چھین لیا اور ہمیں ہوشمند رہنے کی تلقین کر رہے ہو۔" نوجوان نے روتے ہوئے کہا۔

"ہم نے نہیں مارا انہیں باہر سے گولیاں چلائی گئی ہیں اور آپ سمجھدار ہو کر جاہلوں جیسی حرکتیں کر رہے ہیں۔ اس دروازے کو دیکھئے۔ بخشی صاحب اندر تھے اور ان پر کلاشنکوف کا برسٹ مارا گیا۔ وہ اندر ہی ہلاک ہو گئے۔ ہم تو ان سے ملاقات کے لئے آئے تھے۔"

"آہ میرے' ابو میرے' ابو' ای میرے ابو........." نوجوان کو اب ماں کا خیال آیا۔ عورت ابھی تک اسی طرح دروازے میں کھڑی تھی۔ نوجوان لپک کر اس کے قریب پہنچا تو وہ ایک طرف لڑھک گئی۔ اور ایک نیا ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ میں بھی بے بس کھڑی یہ عجیب کھیل دیکھ رہی تھی اور اس کا تجربہ کر رہی تھی۔ فیض اللہ نے ساتھ آئے ہوئے کانسٹیبل کو کچھ ہدایت دے کر تھانے بھیج دیا اور پھر نرم لہجے میں ان سب کو دیکھ کر بولا۔

"پولیس کچھ معلومات حاصل کرنے بخشی صاحب کے پاس آئی تھی باہر سے کسی نے برسٹ مار کر انہیں ہلاک کر دیا۔ آپ لوگ اسے پولیس کا کام نہ سمجھیں ہم آپ سے تعاون کریں گے براہ کرم ان خاتون کے لئے ڈاکٹر طلب کریں۔ انہیں اندر لے جائیں۔" یہی کیا گیا اور کچھ دیر کے لئے ہمارا کام معطل ہو گیا میں نے فیض اللہ سے پوچھا۔

"باہر کی کیا رپورٹ ہے۔"

"کیا مطلب؟" اس نے سوال کیا.........

"باہر پولیس کی جیپ میں دو پولیس والے موجود تھے وہ بھی گولیوں کی آواز سن کر حیران رہ گئے اور وہ پریشان ہو گئے کیونکہ گولیاں باہر سے نہیں چلائی گئی تھیں" شہریار بھی یہ الفاظ سن کر چونک پڑا اور اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا.........

"کیا مطلب کیا اندر سے.........؟"

"سو فیصد باہر سڑک سنسان پڑی ہوئی ہے اور ان دونوں پولیس کانسٹیبلوں نے بتایا ہے کہ کوئی بھی اتفاق سے ادھر سے نہیں گزرا........."

"ہاں اب اتفاق ہے کیا کیا جا سکتا ہے میرے ساتھ پولیس کے زیادہ آدمی تو نہیں ہیں کہ میں عمارت میں کوئی کاروائی کروں' مجبوراً خاموش ہونا پڑا ہے........." شہریار انگلی سے گال کھجانے لگا' بے چارے رحمان بخشی سے ایک بات بھی نہیں ہو سکی تھی' وہ سو رہے تھے کہ موت نے انہیں آواز دی اور بالآخر وہ موت کی نیند سو گئے۔ ڈاکٹر آیا' ہم نے باقی تمام کام

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نظرانداز کرکے اس بدنصیب خاندان کے ساتھ تعاون شروع کر دیا تھا' فیض اللہ بھی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا کہ ان لوگوں کو مدد فراہم کرے' اس کے علاوہ اس نے پولیس سٹیشن جن افراد کو بھیجا تھا وہ بھی ابھی واپس نہیں آئے تھے۔ رحمان بخشی کی لاش اسی طرح رہنے دی گئی اور..... اور..... اکلوتے پولیس کانسٹیبل کو اس کے قریب کھڑا کر دیا گیا۔

ایک عجیب سی افراتفری پھیل گئی تھی۔ میں بھی نڈھال ہو گئی تھی کیونکہ واقعات کچھ اس تیزی سے پیش آئے تھے کہ ہمارے وہم و گمان میں بھی کچھ نہیں تھا۔ پھر پولیس اسٹیشن سے پولیس کی کافی نفری آگئی تب کہیں جا کے ذرا سا سکون ہوا فیض اللہ نے پولیس کے جوانوں کو عمارت کے چاروں طرف پھیلا دیا اور کچھ کو دروازے پر تعینات کر دیا اس کے ساتھ ساتھ ہی دو ایس آئی بھی آئے تھے اور کچھ وہ لوگ بھی جو لاش وغیرہ کے سلسلے میں کام کرنے والے تھے چنانچہ تمام انتظامات ہونے لگے' میں یہاں کی کاروائی چھوڑ کر اندر چلی گئی تھی۔ عمر رسیدہ عورت جس کے بارے میں یہ بات تو معلوم ہو چکی تھی کہ وہ رحمان بخشی کی بیوی تھی بے ہوشی کے عالم میں پڑی ہوئی تھی اور نوجوان زار و قطار رو رہا تھا جو لڑکی نوجوان کے سامنے سینہ سپر ہوئی تھی وہ اس کی بیوی تھی ابھی ان لوگوں سے کوئی بیان وغیرہ بھی نہیں لیا جا سکتا تھا۔ پولیس اپنی کاروائیوں میں مصروف تھی' فیض اللہ نے سرگوشی کے انداز میں شہریار سے کہا۔

"کیا ڈی ایس پی صاحب کو اطلاع دے دی جائے.....؟"

"میرے خیال میں دے دی جانی چاہئے تھی۔" فیض اللہ نے ادھر ادھر دیکھا' ظاہر ہے اس خوبصورت کوٹھی میں ٹیلیفون کا نہ ہونا حیران کن ہوتا چنانچہ وہ ٹیلیفون کے پاس پہنچ گیا اور ڈی ایس پی صاحب کو اطلاع دینے لگا۔ یہاں معلومات وغیرہ کیا حاصل ہوتیں بس پولیس کی بلاوجہ کی کاروائی بڑھ گئی تھی۔ ڈی ایس پی صاحب آئے نام تھا دولت جلال اور شکل و صورت سے بڑے پر جلال معلوم ہوتے تھے انہوں نے یہاں داخل ہوتے ہی پولیس کے خلاف انوسٹی گیشن شروع کر دی۔ فیض اللہ سے صورتحال معلوم کی اور فیض اللہ نے انہیں تمام تفصیلات بتائیں۔ تب وہ شہریار کی جانب متوجہ ہوئے اور بولے۔

"اور آپ کو..... کیا اس کیس کے سلسلے میں آپ کو مقرر کر دیا گیا ہے.....؟"

"جی ہاں۔" شہریار نے جواب دیا۔

"اور آپ کون ہیں خاتون" اس بار وہ میری جانب متوجہ ہوئے تھے۔ میں نے عاجزی سے گردن ٹیڑھی کر کے کہا۔ "جناب عالی میں ایک اخبار کی رپورٹر ہوں....."

"کیا مطلب..... آپ رپورٹنگ کرنے بھی آگئیں کس نے اطلاع دی آپ کو؟" ڈی ایس پی صاحب غصیلے لہجے میں بولے۔

"جی اس قسم کی باتوں کی مجھے خود بخود اطلاع ہو جاتی ہے یعنی اگر کسی کو قتل ہونا ہوتا ہے تو وہ مجھے ٹیلیفون کر کے کہتا ہے کہ براہ کرم میرے قتل کی رپورٹنگ کے لئے آجایئے اور میں

آجاتی ہوں۔"

"آپ مذاق فرما رہی ہیں مجھ سے' جانتی ہیں اس کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔" پھر ڈی ایس پی صاحب فیض اللہ کی جانب متوجہ ہو کر بولے۔ "فیض اللہ انہیں کس نے اطلاع دی.....؟"

"جی وہ جناب دراصل یہ خاتون لیٹی غضنفر ہیں۔"

"تو پھر؟" ڈی ایس پی صاحب بولے۔

"انہیں ایسے حالات میں مداخلت کا کوئی خصوصی اجازت نامہ حاصل ہے۔" فیض اللہ نے کہا۔

"آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔" ڈی ایس پی صاحب نے کہا اس دوران میں اپنا کارڈ نکال چکی تھی۔

"لیجئے لیجئے۔" میں نے کارڈ ان کے سامنے کر دیا یہ انداز ڈی ایس پی صاحب کو بہت برا محسوس ہوا تھا انہوں نے غیظ و غضب کے عالم میں کہا۔

"آپ فوراً یہاں سے چلی جایئے ورنہ جو کچھ بھی آپ کے ساتھ کروں گا اس کی ذمہ دار آپ خود ہوں گی۔"

"یہ کارڈ نہیں دیکھیں گے آپ....."

"گیٹ آؤٹ۔" ڈی ایس پی صاحب نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور میں مسکرا دی۔

"جو حکم جناب۔" میں آگے بڑھی تو شہریار نے میرے ساتھ قدم آگے بڑھا دیئے۔

"آپ کہاں چلے؟" دولت جلال صاحب گرجے۔ "شٹ اپ۔" شہریار غرا کر بولا اور میں رک گئی میں نے شہریار کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم یہاں رکو گے شہریار۔"

"ہرگز نہیں۔" شہریار سخت لہجے میں بولا۔

"شہریار تمہیں یہاں رکنا ہے سمجھتے کیوں نہیں تم سپیشل برانچ کے لئے یہاں معلومات حاصل کرو گے۔" شہریار نے مجھے دیکھا اور میں نے گردن ہلا دی "تمہیں اس کے اختیارات حاصل ہیں۔"

"او کے۔" شہریار نے جھنجلے دار لہجے میں کہا اور میں خاموشی سے وہاں سے چلی آئی یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جس پر غور کیا جاتا ہاں شہریار کے سلسلے میں کچھ تشویش تھی کہیں زیادہ سخت نہ ہو جائے انہوں نے ڈی ایس پی سے بھی سخت کلامی کی تھی اب اس وقت دفتر کا رخ کرنا تو بیکار تھا چنانچہ اپنے ٹھکانے پر چل پڑی شہریار نے یہ دفتر بنا کر کمال کیا تھا۔ ایک پرسکون ٹھکانہ مل گیا۔ میری کار اس دفتر کے سامنے رک گئی خوش مزاج گل بدر خان نے مجھے سیلوٹ مارا اور میں ہنستی ہوئی اندر آگئی۔

میں ایک آرام کرسی پر نیم دراز ہو گئی تھی اور میرا ذہن اسی سلسلے میں مصروف ہو گیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بات پھر الجھ گئی تھی' حالانکہ ابھی اس کیس کے سرپاؤں کا نہیں پتہ چل سکا تھا ایک عام سا کیس بھی ہو سکتا تھا لیکن اس میں شاخیں پھوٹنے لگی تھیں۔ مولوی عبدالجبار کا ماضی کچھ بھی ہو ان کی زندگی کے سات سال اس بستی میں گزرے تھے اور وہ ایک نیک اور دیندار انسان تصور کئے جاتے تھے۔ بستی سیدھے سادے غریب لوگوں کی تھی جو عموماً ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور پھر یہ تو عقیدت کا رشتہ تھا۔ اس لئے ہنگامہ ہوا مگر یہ بعد میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کیا ہے؟

گل بدر چائے لے آیا۔ بہترین چائے بناتا تھا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھایا۔ "ہیلو۔"

"میں نے فون کرکے یہی معلوم کرنا چاہا تھا کہ تم یہاں موجود ہو تو میں آرہا ہوں۔" اور فون بند ہو گیا کچھ دیر کے بعد شہریار آگیا تھا اس نے جوتے اتار کر پاؤں پھیلا دیئے میں مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"چائے منگواؤں۔"

"ہاں" اس نے کہا اور میں نے گل بدر کو بلا کر چائے کے لئے کہا پھر شہریار کو دیکھنے لگی۔ شہریار آنکھیں بند کئے کچھ سوچ رہا تھا پھر وہ بولا۔ "خاصی گرما گرمی رہی' ڈی ایس پی صاحب نے بہت سی دھمکیاں دی ہیں' کیونکہ میں نے انہیں شٹ اپ کہا تھا اور اس بات پر وہ بھرپور ایکشن لینے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔"

"بعد میں کیا پوزیشن رہی۔"

"بس کچھ خاص ہیں' ڈی ایس پی صاحب نے مجھ سے باہر چلے جانے کا کہا اور حکم دیا کہ جب تک سپیشل برانچ کی طرف سے انہیں یہ اطلاع موصول نہیں ہو جائے گی کہ میں اس کیس پر کام کر رہا ہوں وہ مجھے اس کیس میں مداخلت کی اجازت نہیں دیں گے۔"

میں تحقیر آمیز انداز میں مسکرا دی۔ پھر میں نے کہا۔ "محکمہ پولیس واقعی بڑی بدعنوانیوں کا شکار ہے شہریار' میں نے جگہ جگہ اس کے مظاہرے دیکھے ہیں۔ مثلاً بستی کے غریب لوگ پولیس اسٹیشن پر مظاہرہ کرنے آگئے اور ان کا لہجہ تلخ تھا اس کے علاوہ رحمان بخشی کے ہاں جو کچھ ہوا' میری نگاہ میں وہ بہت بڑا المیہ ہے انہوں نے یہ سمجھا کہ پولیس نے رحمان بخشی کو ہلاک کر دیا اور اس کے بعد جب وہ لڑکی اپنے شوہر کے سامنے سینہ سپر ہوئی تو یقین کرو' میرا وجود لرز کر رہ گیا تھا کیا واقعی پولیس ایسے وحشیانہ اقدامات بھی کر ڈالتی ہے؟"

"نہیں دراصل' بس غلط فہمیاں ہیں' اب تم خود دیکھو وہ لوگ ہمارے سامنے کس طرح بگڑ گئے تھے اور یہ سوچ رہے تھے قتل ہم نے کیا ہے' ایسے ہی معاملات تشدد کی شکل اختیار کر لیتے ہیں تم خود بتاؤ وہاں کیا قصور تھا ہمارا۔"

"بات انفرادی نہیں ہے شہریار اجتماعی ہے کچھ ایسے واقعات لوگوں کے ساتھ بھی پیش آئے ہیں جن کی بناء پر ان کے دلوں میں پولیس کی طرف سے ہمیشہ شکوک و شبہات رہتے ہیں

جس کا یہ ردعمل ہوتا ہے۔"

"ہاں میں اس بات سے انحراف نہیں کروں گا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو پولیس پر اعتماد نہیں ہے اور پولیس پبلک پر اعتماد نہیں کرتی....."

"یہ کوئی دلیل نہیں ہوئی شہریار اس کی وجوہات پر غور کرو میرا خیال ہے اس میں تمہیں پولیس کی غلطیاں نظر آئیں گی۔" میں نے کہا شہریار نے کوئی جواب نہیں دیا ایک بار پھر مجھے اس کے ساتھ چائے پینا پڑی۔ حالانکہ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی چائے پیئے ہوئے پھر ہم دونوں اس موضوع پر آگئے رحمان بخشی کا قتل ایک دلدوز واقعہ تھا۔ شہریار کہنے لگا "ویسے اس عمارت میں کہیں بھی اس قسم کے نشانات نہیں ملے جس سے اندازہ ہوتا کہ گولیاں کون سے رخ سے چلائی گئی ہیں گولیاں چلانے والا کہاں چھپا ہوا تھا ویسے ایک شبہ ضرور ہے فیض اللہ کو..... وہ یہ کہ دروازے کے عین سامنے ایک درخت تھا جو کافی گھنا اور پھیلا ہوا ہے شبہ یہ ہے کہ قاتل اسی درخت پر چھپا ہوا تھا اور انتظار کر رہا تھا۔"

"مگر کیا یہ بات عقل میں آنے والی ہے شہریار.....؟"

"کیا.....؟" شہریار نے سوال کیا اور میں پیشانی مسلنے لگی بہت دیر تک میرا ذہن خیالات میں ڈوبا رہا تھا پھر میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اس ٹیلیفون پر غور کرو جس کے تحت رحمان بخشی کی جانب اشارہ کیا گیا اور ہمیں وہاں پہنچنے کی ہدایت کی گئی اس کا مطلب ہے کہ شہریار" میں جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گئی پھر میں نے کہا۔ "کسی اور کو یہ بات قطعی نہیں معلوم تھی' کہ ہم رحمان بخشی کے ہاں رخ کر رہے ہیں۔ ٹیلیفون کرنے والا ہی اس سلسلے میں مشکوک ہو سکتا ہے مگر..... مگر بات پھر الجھ جاتی ہے اس نے خود پولیس کو اس جانب متوجہ کیا اور خود ہی رحمان بخشی کو قتل کر دیا سارے کام اس کی خواہش کے مطابق ہوئے' نہیں شہریار گڑبڑ ہے درمیان میں کوئی گڑبڑ ہے" شہریار نے چائے کا بڑا سا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"ایک بات کہوں مس لبنیٰ۔" اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی شہریار بولا "اب تک کا تجزیہ ہے میرا' واقعات انتہائی سادگی سے شروع ہوتے ہیں اور پھر پیچیدہ ترین شکل اختیار کر جاتے ہیں اور بات بھی بہت پیچیدہ نکل آتی ہے' کیا یہ صرف تمہارے قدموں کی برکت ہے یا ہر کیس ایسا ہی ہوا کرتا تھا۔ یقین کرو اس سے پہلے کم از کم میں اپنے بارے میں کہہ سکتا ہوں کہ ہمیں اتنی الجھنوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا' یوں لگتا ہے جیسے اب جرائم پیشہ افراد نے بھی تمہاری ذہنی کیفیت کو سمجھ لیا ہے اور تمہارے معیار کے مطابق جرائم کرتے ہیں۔" میں ہنسنے لگی پھر میں نے کہا "پولیس خود ہی ان گہرائیوں کو نظرانداز کر دیتی ہو گی ورنہ جرم کی تاریخ یہی ہے مجرم جرم کے منصوبے بناتا ہے اور ان کی ہر باریکی پر غور کرتا ہے۔ مگر تمہاری پولیس....."

"تمہاری بھی تو ہے" شہریار نے مسخرے پن سے کہا پھر بولا "خدا کی قسم ڈی ایس پی صاحب کو معاف نہیں کروں گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بدھو ہو تم یہ کوئی اہم بات نہیں ہے۔"

"کمال کرتی ہو انہوں نے فخری صاحب کی توہین کی ہے۔"

"خود عقل آجائے گی۔"

"تم فخری صاحب کو فون کرکے پورا واقعہ بتا دو۔" شہریار نے مطالبہ کیا۔

"نہیں شہریار' پلیز بڑے آدمی بنو یہ کوئی بات ہوئی۔ چلو کام کی بات کرو یہ بتاؤ مولوی صاحب کا قاتل کون ہو سکتا ہے۔"

"ڈی ایس پی دولت جلال۔" شہریار نے جواب دیا۔

"ارے توبہ کہیں ثابت ہی نہ کر دینا۔ اچھا اب سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"میں بہت سنجیدہ ہوں۔" شہریار نے جواباً۔

"شہریار' کام کی بات کرو۔"

"کیا خاک کروں ساری صلاحیتیں تو بھسم ہو گئی ہیں بہرحال تمہارا کیا خیال ہے۔"

"مولوی صاحب کے ماضی کے بارے میں معلوم ہونا ضروری ہے۔"

"کیسے معلوم ہو۔ بستی والوں کے بارے میں تمہیں اندازہ ہے بس وہ عقیدت میں گم ہو گئے تھے اور کسی نے کچھ معلوم نہیں کیا۔"

"ویسے گڑبڑ تو ہے۔"

"کیا؟"

"مولوی صاحب کا طرز زندگی کچھ متضاد سی کیفیت کا حامل ہے۔ ان کے گھر کا سازوسامان اور بے کسی کا انداز۔ آخر ان کا ذریعہ آمدنی کیا تھا۔"

"ابھی اسے ثابت کرنے کی کوشش نہ کرنا۔"

"کیا مطلب۔"

"اندھے عقیدت مند ہنگامہ برپا کر دیں گے۔"

"ہاں مجھے اندازہ ہے' یہ بتاؤ' مولوی صاحب کی تصویریں بنائی گئی ہیں۔"

"ہاں گردن جوڑ کر کچھ تصویریں لی گئی ہیں۔ یہ کام بھی مشکل سے کیا گیا ورنہ وہ لوگ تو کچھ بھی نہ کرنے دے رہے تھے۔"

"کیا کیا جا سکتا ہے بہرحال وہ ہمارے اپنے ہیں۔ ایک تصویر میرے لئے حاصل کر لینا۔"

"مل جائے گی یہ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

"کیس تو ہاتھ میں لینا ہی ہے۔"

"وہ تو ہے یہاں سے میں شاہ صاحب کے پاس جاؤں گا اور انہیں صورتحال بتاؤں گا"

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے' مگر میرے مسئلے کو انا کا سوال مت بنانا۔" میں نے کہا شہریار نے کوئی جواب نہیں دیا تھا کچھ دیر کے بعد ہم دونوں دفتر سے باہر نکل آئے۔ شہریار نے کہا "پھر

ملاقات کب ہو گی۔"

"یہاں سے گھر جاؤں گی۔ گھر پر رہوں گی کوئی خاص بات ہو تو بتا دینا ورنہ کل شام کو یہیں ملاقات ہو گی۔"

"او کے۔" شہریار نے کہا اور ہم دونوں رخصت ہو گئے۔ غالباً کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی دوسرے دن دفتر میں پورا دن کام کیا کچھ نئے آرٹیکل لکھے دفتر والوں کا رویہ بہترین تھا اور انہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ میں ایک بڑے آدمی کی بیٹی تھی بلکہ ان تمام مصروفیات کے باوجود میں اپنے دفتری فرائض پوری محنت سے انجام دیتی تھی۔

"شام کو "آشیانے" میں داخل ہوئی تو شہریار یہاں موجود تھا اس دفتر کو اس نے آشیانے کا نام دیا تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرا دیا موڈ خوشگوار تھا مجھے دیکھتے ہی اس نے آواز لگائی "گل بدر۔"

"لایا صاب۔" گل بدر نے کہا اور میں پرس صوفے پر ڈال کر بیٹھ گئی اور بولی "سناؤ انسپکٹر۔"

"کوئی سرکاری شعر سناؤں۔"؟ شہریار نے کہا۔

"شعر نہیں نثر سناؤ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شہریار چند لمحات سوچتا رہا پھر بولا۔

"رحمان بخشی کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو گئی ہیں ایک عمر میں اس نے ملازمت بھی کی ہے اور فارسٹ آفیسر کی حیثیت سے دو تین جگہ جنگلات میں تعینات رہ چکا ہے' ملازمت سے اس نے خود ہی ریٹائرمنٹ لے لیا تھا اور اس کے بعد کوئلے کا کاروبار شروع کر دیا تھا' جس میں اسے کافی ترقی حاصل ہوئی اور اس کے بعد اس نے مختلف قسم کے کاروبار شروع کر دیئے۔ بیٹا ایک ہی ہے اور اس کا نام ہے کامران بخشی' یہ وہی نوجوان ہے جسے ہم لوگ دیکھ چکے ہیں دو بیٹیاں ہیں اور دونوں شادی شدہ ہیں ملک سے باہر رہتی ہیں' بیٹے کی بھی شادی ہو چکی ہے اور وہ باپ کے کاروبار میں شریک تھا۔ بیگم صاحبہ ہیں جن کی کیفیت ابھی تک خراب ہے اور ان پر سکتہ طاری ہے گھر میں کچھ ملازم ہیں' یہ ہے رحمان بخشی کا کل زائچہ۔ مولوی عبدالجبار رحمان بخشی سے ملتے رہتے تھے وہ اکثر رحمان بخشی کے ہاں آتے رہتے تھے بس ایک نیک آدمی کی حیثیت سے رحمان بخشی ان کی خاطر مدارت کیا کرتے تھے اور کوئی خاص بات نہیں تھی جس سے ان دونوں کا کوئی اور تعلق ظاہر ہو' کوئی بھی اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکا ہے' بیگم صاحبہ تو خیر اس وقت کچھ بتانے کی پوزیشن ہی میں نہیں گھر کے سارے لوگ غمزدہ ہیں اس جگہ کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکا جہاں سے گولیاں چلائی گئی۔ یہ ہے وہاں کے بارے میں کل معلومات۔"

"اچھا یہ بتاؤ فیض اللہ کی اس کیس کے بارے میں کیا رائے ہے۔"؟

"کیس تو اب یوں سمجھ لو کہ ہمارے پاس آگیا ہے۔ ویسے بھی پہلے ہی شاہ صاحب نے اس بارے میں ہمیں ہدایات دے دی تھیں کہ ہم کام برابر جاری رکھیں اور فیض اللہ سے پورا پورا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تعاون کیا جائے' لیکن اب ان حالات میں جبکہ ڈی ایس پی دولت جلال نے بھی ٹانگ گھسیڑ دی ہے شاہ صاحب نے باقاعدہ یہ کیس ہمارے سپرد کر دیا ہے۔"

"گڈ ویری گڈ۔"

"گڈ کہہ رہی ہو..... میں کہتا ہوں کہ مصیبتیں تلاش کر کے لانا کیا عقل مندی کی نشانی ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو شہریار یہ تو تمہارا فرض ہے کوئی بھی بات اگر تمہارے فرائض کے زمرے میں آتی ہے تو تمہیں دلچسپی سے اس پر کام کرنا چاہئے' اپنے فرائض کو مصیبت سمجھنے والے ہمیشہ پسماندہ رہتے ہیں۔" شہریار نے دونوں ہاتھ جوڑ کر سر سے لگائے اور بولا۔

"معاکر دو بی بی معاف کر دو اب لیکچر نہ پلاؤ' مان لی تمہاری بات پوری طرح مان لی۔"

اچانک ہی ٹیلیفون کی گھنٹی بجی تھی اور میں نے ٹیلیفون کی جانب ہاتھ بڑھا دیا تھا۔ مجھے تعجب تھا کہ اب ہمیں ٹیلیفون کرنے والا کون ہو سکتا ہے' دوسری طرف سے انسپکٹر فیض اللہ کی آواز سنائی دی تھی۔

"ہیلو' دیکھئے کیا یہاں انسپکٹر شہریار موجود ہیں۔"

"جی ہاں فیض اللہ صاحب آپ خیریت سے ہیں۔"

"اوہ محترمہ لبنیٰ بول رہی ہیں۔"

"جی ہاں' کیسے مزاج ہیں آپ کے۔"

"بالکل ٹھیک ہوں آپ سنایئے۔"

"میں بھی ٹھیک ہوں' شہریار سے بات کیجئے۔" میں نے ریسیور شہریار کو دیدیا اور شہریار اس سے بات کرنے لگا۔

"ہاں۔ ہاں بالکل بالکل' یقیناً یار' کیسی باتیں کر رہے ہو۔ ہاں اچھا..... ایں..... او۔ کیا کہہ رہا تھا۔ ہاں ہاں ہاں تم نے اس کے بارے میں پوچھا..... کیا پتہ بتایا ہے۔ ہاں۔" شہریار نے اشارے سے مجھ سے کاغذ قلم مانگا اور میں نے اسے وہ فراہم کر دیا۔ شہریار ایک پتہ لکھنے لگا تھا۔

"ہاں ابھی وقت تو ہے میں لبنیٰ سے بات کر لوں۔ ہاں ضروری ہے۔ نہیں بھئی۔ ابھی انہیں سمجھنے میں تمہیں دیر لگے گی۔ ہاں فون کر لوں گا تمہیں اور کوئی مصروفیت تو نہیں ہے۔ گڈ..... ویری گڈ..... یہاں کا نمبر نہ دینا..... بالکل نہیں..... بالکل نہیں..... او کے۔ ہاں تھوڑ دیر کے بعد فون کروں گا۔ او کے!" شہریار نے فون بند کر دیا۔

"دلچسپ لبنیٰ۔" شہریار نے مسکرا کر کہا۔

"کیا ہوا۔"

"فیض اللہ کو وہی گمنام فون دوبارہ موصول ہوا ہے۔"

"اوہ۔" میں آہستہ سے بولی۔

"اس نے ایک اور شخص کی نشاندہی کی ہے۔"

"کیا۔"

"اس کا کہنا ہے کہ نادر خان نامی ایک شخص مولوی عبدالجبار کے بارے میں کافی تفصیلات بتا سکتا ہے۔ نادر خان اس پتے پر مل سکتا ہے جہاں وہ ایک ہوٹل چلاتا ہے وہاں سے اس کے بارے میں معلوم ہو سکتا ہے۔ فیض اللہ نے اسے رحمان بخش کے قتل کے بارے میں بتایا تو اس نے کہا کہ پولیس کو ہوشیاری سے کام کرنا چاہئے تھا ظاہر ہے قاتل بھی ہوشیار ہے۔"

"فیض اللہ نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا۔"

ہاں اس نے کہا کہ پولیس اپنا کام کرے وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائے گا۔"

"ٹھیک اور کیا کہہ رہا تھا فیض اللہ۔"

"پوچھ رہا تھا کہ اب کیا ارادہ ہے۔ وہ نادر خان سے ملنے کیلئے بے چین ہے اور وہاں فوراً جانا چاہتا ہے اس نے کہا کہ وہ جگہ اچھی نہیں ہو گی جہاں نادر خان رہتا ہے اس لئے مس لبنیٰ کو وہاں لے جانا بہتر نہیں ہو گا۔ میں نے کہا کہ میں ان سے بات کر لوں۔"

"تم فیض اللہ کو فون کر کے اس سے کہو کہ ابھی نادر خان کے ٹھکانے کا رخ نہ کرے۔ اسے سختی سے یہ ہدایت کر دینا اور تم فوراً چند ایسے لوگوں کا انتخاب کرو جو ذہین اور مستعد ہوں۔ انہیں ہدات کرو کہ وہ نادر خان کے ہوٹل حلیہ بدل کر جائیں اور وہاں نادر خان اور کسی بھی مشکوک بات پر نگاہ رکھیں۔"

"اوہ اچھا..... ہاں ٹھیک ہے..... واقعی یہ مناسب ہے میں فیض اللہ کو فون کئے دیتا ہوں۔ شہریار نے ریسیور اٹھایا فیض اللہ کے نمبر ڈائل کئے اور ریسیور کان سے لگا لیا پھر ہدایت کے مطابق فیض اللہ کو ہدایت دیدی۔ فون بند کرنے کے بعد وہ بولا "مجھے خود ہی یہ انتظام کرنے جانا ہو گا۔"

"تو جاؤ۔"

"اور تم۔"

"کیوں میرا بھی ایک گھر ہے اور وہاں بہت سے لوگ ہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہوں ٹھیک ہے" شہریار غراتے ہوئے لہجے میں بولا میں اس کے ساتھ ہی اٹھ گئی تھی۔

چونکہ اب کیس کی مکمل ذمہ داری شہریار کو سونپ دی گئی تھی اس لئے مجھے اس بارے میں پوری پلاننگ کرنی تھی۔ مولوی عبدالجبار ان کا یہ وحشیانہ قتل آخر کیا معنی رکھتا ہے کون ہے ان کا قاتل۔ شہریار تو اس سلسلے میں کام کرنے چلا گیا اور میں اپنی کار میں بیٹھ کر گھر کی طرف چل پڑی۔ لیکن راستے میں ایک انوکھا واقعہ پیش آگیا۔ جس سڑک سے میں گزر رہی تھی وہ زیادہ مصروف نہیں تھی لیکن بڑی سڑک تھی آگے ایک چوراہا تھا دفعتہً میں نے چوراہے کے چبوترے پر ایک لڑکے کو چڑھتے دیکھا اوپر چڑھ کر وہ ٹریفک کنٹرول کرنے لگا تھا اکا دکا گاڑیاں گزر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہی تھیں کوئی بھی دیوانہ ہو سکتا تھا لیکن جس چیز نے مجھ متوجہ کیا تھا وہ اس کا چہرہ تھا میں نے ایک نگاہ میں اسے پہچان لیا وہ مولوی عبدالجبار کا بیٹا عبدالستار تھا۔ بدستور لباس سے بے نیاز' بڑے ماہرانہ انداز میں وہ ٹریفک کانسٹیبل کی نقل کر رہا تھا میں نے کار روک دی اور اسے دیکھنے لگی اس چوراہے کا ٹریفک سپاہی کافی فاصلے پر گنے کا رس پی رہا تھا۔ وہ بے چارہ اس منظر کو دیکھ کر جلدی سے گلاس پھینک کر بھاگا۔ اس دوران کچھ اور گاڑیاں اس انوکھے کانسٹیبل کو دیکھ کر رک گئی تھیں۔ میرے برابر ہی ایک گاڑی رکی تھی اس میں سے کچھ قہقہوں کی آوازیں ابھریں تو میں نے چونک کر ادھر دیکھا چند آوارہ مزاج نوجوان تھے جو مجھے دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ مجھے ایک دم اس عجیب صورتحال کا احساس ہوا اور میں نے گاڑی آگے بڑھا دی لیکن دوسرے چوراہے سے میں نے اسے واپس موڑ لیا اور پھر کافی لمبا فاصلہ طے کرکے فیض اللہ کے تھانے پہنچ گئی فیض اللہ موجود تھا مجھے دیکھ کر احترام سے کھڑا ہو گیا۔

"آیئے لبنیٰ صاحب۔"

"کہیں جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں....."

"ہاں کچھ دیر میں چلا جاؤں گا کوئی خاص بات نہیں۔"

"مولوی عبدالجبار کا وہ دیوانہ لڑکا کہاں ہے۔"

"اوہ۔ وہ کونسلر صاحب کے ہاں رہ رہا تھا لیکن پچھلی رات کسی وقت نکل بھاگا کیا آپ نے اسے کہیں دیکھا ہے۔"

"وہاں لائن چوک پر ٹریفک کنٹرول کر رہا ہے۔" میں نے جواب دیا اور فیض اللہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"خدا غارت کرے۔ ٹھیک ٹھاک پریشانیاں ہو رہی ہیں۔"

"اور کچھ ہو گیا۔"

"ایک منٹ کی اجازت دیں لائن اسکوائر پولیس اسٹیشن فون کرکے اس کے بارے میں ہدایت دے دوں۔ یہاں محلے داروں نے ناک میں دم کر دیا ہے۔" فیض اللہ نے کہا اور تھانے سے رابطہ کرنے لگا بات کرنے پر دوسری طرف سے معلوم ہوا کہ اس دیوانے کو تھانے لے آیا گیا ہے۔

"یار اسے میرے پاس لے آؤ بہت بڑا گھپلا ہے۔ ہاں براہ کرم اسے میرے پاس پہنچادو۔ بہت بہت شکریہ مگر احتیاط سے' بھاگ نہ جائے۔ ہاں میں انتظار کر رہا ہوں۔" فیض اللہ نے فون بند کر دیا پھر بولا "پچھلی رات وہ کونسلر صاحب کے گھر سے بھاگ گیا محلے والوں نے مولوی صاحب کے گھر کی سیل توڑ دی ہے ان کا کہنا ہے کہ اس خانقاہ سے پولیس ہٹائی جائے عبدالستار یہاں رہے گا اور وہاں آستانہ بنے گا اب اگر سختی کی جائے تو فساد تیار ہے اور پھر پولیس کے بارے میں کہانیاں گردش کرنے لگیں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کونسلر صاحب بھی اس کھیل کو دیکھ

رہے ہیں۔"

"کیوں۔"

"بھئی زبردستی کی ذمہ داری آ پڑی تھی ان پر کسی پاگل کو گھر میں رکھنا واقعی مشکل کام ہے میرا خیال ہے اسے بھگایا بھی انہوں نے خود ہو گا۔"

"ہاں۔ ہو سکتا ہے بس اس کے بارے میں معلوم کرنے آئی تھی۔"

"لبنیٰ صاحبہ' کچھ پلے پڑ رہا ہے یہاں تو خدا کی قسم بھیجا ناریل کی طرح خالی خالی محسوس ہو رہا ہے۔"

"دیکھو' اللہ مالک ہے۔"

"بے چارے رحمان بخشی کی موت کا بے حد افسوس ہوا ہے مجھے۔ اس کے اہل خاندان سخت پریشان کر رہے ہیں۔ ہر تھوڑی دیر کے بعد کوئی فون آجاتا ہے کہ آخر رحمان بخشی کا قتل کیوں ہوا ایک صاحب نے تو اسے پولیس سازش قرار دیکر مقدمہ کرنے کی دھمکی بھی دی ہے۔ لیکن میں نے کسی کے ساتھ سختی نہیں کی۔ وہ بے چارے بے گناہ ہی مصیبت کا شکار ہو گئے ہیں۔"

"اس لئے میں نے نادر خان کے سلسلے میں احتیاط کا مشورہ دیا ہے۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔"

"بیٹھیں چائے منگواتا ہوں ویسے ابھی وہ لوگ ستار کو لے کر آتے ہوں گے۔ اس کا کیا کروں۔ لاک اپ میں بند کر دوں۔"

"کیوں ذمہ داری قبول کرتے ہیں آپ' اسے ان لوگوں کے حوالے کر دیں اور ان سے کہہ دیں کہ اب پولیس ذمہ دار نہیں ہے۔"

"بہتر مس لبنیٰ۔" فیض اللہ نے کہا' میں اس کی چائے کی دعوت سے معذرت کرکے وہاں سے چلی آئی تھی۔ دوسرے دن فیض اللہ نے شاید شہریار سے درخواست کی تھی کہ اگر وہ نادر خان سے ملے تو اسے ساتھ لے لے کیونکہ جب میں نے شہریار کو فون کرکے نادر خان کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔

"میرے آدمیوں نے کوئی خاص رپورٹ نہیں دی ہے لبنیٰ ان کا کہنا ہے کہ نادر خان ایک پہلوان نما آدمی ہے اور بڑا رعب دار ہے۔ اس کے ہوٹل میں ڈرائیور آتے ہیں اور وہاں کھاتے پیتے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی خاص بات وہاں نہیں دیکھی جا سکی ہے۔ کوئی ایسی شخصیت بھی نہیں جو الگ سے اس سے ملنے آئی ہو۔"

"کیا خیال ہے اس سے ملاقات کرلی جائے۔"

"میرے خیال میں کوئی حرج نہیں ہے مگر تم بھی جاؤ گی۔"

"دماغ خراب ہے کیا کیوں نہیں جاؤں گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ فیض اللہ بھی چلنا چاہتا ہے۔"

"مجھے اعتراض نہیں مگر وردی میں کوئی نہیں ہو گا۔ ویسے جانا کب ہے۔"

"فیض اللہ سے بات کر کے تمہیں دفتر فون کئے دیتا ہوں۔"

"نہیں میرے خیال میں تین بجے تم دونوں تیار ہو کر یہاں آجاؤ۔ یہیں سے چلیں گے" میں نے کہا۔ ٹھیک تین بجے وہ دونوں آگئے فیض اللہ ایک پرائیویٹ کار لایا تھا اور اسی میں چلنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اعتراض نہیں کیا۔ وہ خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا راستے میں' میں نے اس سے عبدالستار کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا۔

"بستی والے اسے تھانے سے لے گئے تھے۔ ان کی محبت و عقید انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اسے مولوی صاحب کے گھر پر ہی رکھا گیا ہے۔" شہریار کے پوچھنے پر میں نے مختصراً اسے عبدالستار کے بارے میں بتا دیا تھا۔ فاصلہ کافی طویل تھا پھر ہم وہاں پہنچ گئے جہاں نادر خان کا ہوٹل تھا۔ بہت سے ٹرک بے ترتیب کھڑے ہوئے تھے۔ موسیقی کا کیسٹ لگا ہوا تھا چارپائیوں اور بینچوں پر گاہک کھا پی رہے تھے ہمیں حیرت سے دیکھا گیا۔ فیض اللہ نے ایک پٹھان لڑکے سے نادر خان کے بارے میں پوچھا تو اس نے ہوٹل کے ایک آخری گوشے کی طرف اشارہ کر دیا۔ شہریار کے بیان کے مطابق نادر خان واقعی دیو نما انسان تھا۔ عمر پچاس کے قریب ہو گی مگر سرخ و سفید تھا۔ اس نے حیرت سے ہمیں دیکھا اور پھر اس کی نگاہ مجھ پر جم گئی اور اس کے دانت باہر نکل آئے اس کے دو دانت چاندی چڑھے تھے۔

"آؤ بابو صاحب..... آؤ بی بی خانم..... میرے سے کوئی کام ہے۔"

"تم نادر خان ہو" شہریار نے پوچھا۔

"اور ادھر نادر خان کون ہو سکتا ہے" اس نے جواب دیا مگر اس کی آنکھیں صرف میری نگران تھیں وہ انتہائی اوباش اور بدقماش انسان نظر آتا تھا۔ پھر اس نے اپنے ساتھ بیٹھے لوگوں سے کہا "ابھی تم جاؤ خانان میرا مہمان آیا ہے" اس کے ساتھ بیٹھے تینوں آدمی اٹھ کر باہر چلے گئے تھے۔ وہ اپنی مکروہ آنکھوں سے صرف مجھے دیکھ رہا تھا اور فیض اللہ اور شہریار بے چین ہو رہے تھے فیض اللہ نے کہا۔

"نادر خان ہمیں تم سے ایک کام ہے۔"

"دل و جان سے حاضر' بیٹھو چائے پیو۔"

"تم کسی مولوی عبدالجبار کو جانتے ہو؟" شہریار نے غصے سے جھینپے ہوئے لہجے میں کہا اور پہلی بار نادر خان نے مجھ پر سے نظریں ہٹا کر شہریار کو دیکھا۔ پھر میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا؟چہ ساری دنیا کو جانتا ہے نادر خان تمہارا کیا نام ہے بی بی خانم" اس نے مجھ سے کہا۔

"مولوی عبدالجبار کون ہے" فیض اللہ نے کہا۔

"مولوی ہو گا بھائی صاحب..... ابھی تم خود بولتا ہے" اس نے ہنستے ہوئے کہا پھر میری

طرف دیکھتا ہوا بولا "ابھی تم ڈیرے پر آؤ تو تمہیں بہت سا بات بتائے ان لوگ کو کیوں ساتھ لے آیا۔"

"تمیز سے بات کرو نادر خان..... تم پولیس سے بات کر رہے ہو" فیض اللہ بولا۔ دوسری بار نادر خان نے نگاہوں کا زاویہ بدلا تھا اور پر اس نے کہا "کدھر ہے پولیس"

"ہمارا تعلق پولیس برانچ سے ہے۔"

"نادر خان بغیر وردی کے پولیس کو نہیں مانتا۔ ابھی ادھر کوئی تڑی ولا بات نئیں کرنا یار ورنہ زندہ واپس نہیں جائے گا۔ ابھی پیار سے پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے۔ اوہ بی بی کو بولو ہمارا ساتھ چلے جو سوال چاہے پوچھے نادر خان بھی سپیشل ہے یارا۔"

"اٹھو فیض اللہ..... چلو یہاں سے..... اٹھو۔" شہریار مسکرایا اور فیض اللہ جو چارپائی پر بیٹھ گیا تھا اٹھ گیا۔ نادر خان نے کہا۔

"وہ سامنے والا بلڈنگ جو نظر آتا ہے بی بی خانم اس کا دوسرا مالہ پر ہم رہتا ہے۔ رات کو نو بجے کے بعد ہم ادھر ملے گا۔ ہمارا فلیٹ نمبر بائیس ہے رات کو روٹی ہمارے ساتھ کھاؤ۔"

شہریار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ فیض اللہ بھی غصے سے سرخ ہو رہا تھا ہم تینوں باہر نکل آئے۔ باہر آکر فیض اللہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"کیا دیکھ رہے ہو فیض اللہ میں نے کہا۔

"ٹیلیفون تلاش کر رہا ہوں۔"

"کیوں؟"

"ابھی مسلح پولیس کو طلب کرتا ہوں اسے پکڑ کر لے چلوں گا پھر دیکھوں گا یہ کتنا بڑا بدمعاش ہے۔"

"نہیں فیض اللہ..... فکر مت کرو جو کچھ اسے معلوم ہے بتا دے گا!" شہریار نے کہا۔

"یار اس نے ہماری بے عزتی کی ہے۔"

"پرواہ مت کرو' حساب ہو جائے گا" شہریار کا لہجہ سخت تھا۔ فیض اللہ نے اسٹیرنگ سنبھال لیا تھا پھر اس نے کہا۔ "میرے خیال میں تو اسے اٹھا لیا جائے ویسے بھی وہ عبدالجبار کے بارے میں کچھ جانتا ہے اس کا اندازہ ہوا تھا۔"

"جو کچھ جانتا ہے میں تمہیں بتا دوں گا" شہریار بولا اس نے ہمیں دفتر کے سامنے چھوڑا تھا یہاں سے میں کار لیکر آشیانے چل پڑی شہریار ساتھ ہی تھا اور روٹھا ہوا بیٹھا تھا۔

"کیا ہو گیا شاعر؟"

"مت بکواس کرو' منع کر رہا تھا ناں میں وہاں جانے کو" شہریار نے کہا۔

"پتہ نہیں کیا سمجھا ہے تم نے مجھے سنو رات کو تم نہیں صرف میں جاؤں گی اس کے فلیٹ پر اور اس سے سب کچھ معلوم کروں گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"دماغ خراب ہو گیا ہے" شہریار بوکھلا کر بولا۔

"غلط فہمیوں کے مریض ہو تم لوگ۔ خود کو نجانے کیا سمجھتے ہو جو کچھ میں نے کہا ہے وہ کر کے دکھاؤں گی سمجھے" بعد میں شہریار میری خوشامدی کرتا رہا تھا اسے خطرہ ہو گیا تھا کہ کہیں میں وہی نہ کروں جو میں نے کہا ہے نو بجے ہم دونوں دفتر سے نکلے تھے اور نو چالیس پر دوبارہ اس علاقے میں پہنچے تھے۔ میں نے اپنی کار ایک طرف کھڑی کر دی۔ سامنے ہوٹل میں اب بھی روشنی ہو رہی تھی اور ٹرک اسی طرح کھڑے ہوئے تھے۔ ہم دونوں خاموشی سے عمارت میں داخل ہو گئے اور پھر دوسری منزل کے فلیٹ نمبر بائیس کے سامنے ہم رکے۔ اندر روشنی تھی مگر کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ شہریار نے دروازے پر دستک دی۔ ایک بار..... دوسری بار..... تیسری بار۔ پھر دروازے کو اندر دبایا تو دروازہ کھل گیا..... دروازے کے بالکل سامنے..... بالکل سامنے ایک انسانی جسم تڑا مڑا پڑا ہوا تھا۔ ایک زبردست تن و توش والا شخص جو ہمارے اندازے کے مطابق نادر خان کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

سنسنی کیا ایک لہر پورے بدن میں دوڑ گئی۔ شہریار نے پستول نکال لیا اور چوکنے انداز میں کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ میں باہر کے دروازے کی طرف متوجہ ہو گئی جس سے ہم داخل ہوئے تھے چند قدم بڑھا کر میں نے دروازے سے باہر جھانکا پھر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ سوداٹ کے بلب کی روشنی اس گندے فلیٹ کے ماحول کو پراسرار اور بھیانک شکل میں پیش کر رہی تھی' فلیٹ میں دو کمرے تھے اور یہ ایک چھوٹا سا لاؤنج تھا' جس کے ایک سمت لیٹرین اور باتھ روم بنا ہوا تھا اور دوسری جانب کچن' دیواریں بری طرح غلیظ ہو رہی تھیں' ان پر چائے کے دھبے' میل اور دوسری بے شمار غلاظتیں لگی ہوئی تھیں' کاغذ کے مڑے تڑے ٹکڑے' بکھرے ہوئے تھے' پھٹے ہوئے جوتے اوندھے پڑے تھے' جگہ جگہ مٹی کی تہیں جمی ہوئی تھیں' دروازے جو کبھی سفید تھے اب پیلے ہو رہے تھے' ایک طرف فلمی اداکاراؤں کی تین تصویریں لگی ہوئی تھیں' اور دوسری طرف دیوار پر ایک جالی لگی ہوئی تھی' جس پر نجانے کیسی کیسی ڈبیاں اور چھوٹے بوکس رکھے ہوئے تھے' یہ اس جگہ کا منظر تھا' کمروں کی اندرونی حالت بھی یقینی طور پر باہر سے مختلف نہیں ہو گی۔ شہریار نے بالآخر آگے کا رخ کیا اور پستول سیدھا کئے ہوئے ایک کمرے کے دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ کمروں میں البتہ روشنی نہیں تھی شہریار کو میں نے سنسنی خیز نگاہوں سے دیکھا۔ وہ ایک دروازہ کھول کر پھرتی سے آگے بڑھا اور پٹ کی آواز کے ساتھ اندر روشنی کر دی۔ پھر چند لمحات کے بعد وہ وہاں سے باہر نکل آیا اور اس طرح اس نے دوسرے کمرے کا بھی جائزہ لیا میں نے باتھ روم کی جانب اشارہ کیا اور اس کمرے

سے نکلنے کے بعد باتھ روم وغیرہ کا جائزہ لینے لگا یہ خیال تھا ہمارے ذہن میں کہ کہیں کوئی اندر پوشیدہ نہ ہو' لیکن نادر خان کے علاوہ اس وقت فلیٹ میں اور کوئی موجود نہیں تھا یہ اندازہ لگانے کے بعد ہم لوگ نادر خان کی لاش کی طرف متوجہ ہو گئے' جو کیفیت نظر آ رہی تھی اس سے اندازہ ہو گیا کہ صورتحال کیا ہے' نادر خان حالانکہ لمبے چوڑے بدن کا ایک خونخوار سا آدمی تھا لیکن اس وقت وہ جس کیفیت میں نظر آ رہا تھا اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ جن لوگوں نے اس کی یہ حالت بنائی ہے انہوں نے اسے پوری طرح سے قابو میں کر لیا ہو گا' لیکن جب لاش کو قریب سے دیکھا تو کچھ اور دہشت ناک انکشافات ہوئے' نادر خان کے ہونٹ خون سے رنگے ہوئے تھے اور زبان کا ایک ٹکڑا اس کے ہونٹوں کے قریب ہی زمین پر پڑا ہوا تھا۔ دوسری چیز جو انتہائی بھیانک تھی۔ وہ اس کے ہاتھوں اور پیروں کی کٹی ہوئی انگلیاں تھیں' اس کے پنجوں کی ساری انگلیاں کاٹ دی گئی تھیں اور قاتل نے اس کے سینے میں' دل کے مقام پر خنجر کے کئی وار کئے تھے۔ اسے گولی وغیرہ نہیں ماری گئی تھی بلکہ طاقتور لوگوں نے سے قابو میں کر کے خنجر سے اس کی یہ درگت بنائی تھی' لاش کے چہرے پر بہت ہی بھیانک تاثرات تھے ظاہر ہے اس نے جس اذیت کے عالم میں جان دی ہو گی اس کے اثرات اس کے چہرے پر منجمد ہونا لازمی تھے۔ میں اور شہریار قتل کے اس انداز کا جائزہ لیتے رہے' شہریار نے ایک دوبار اس احساس کے ساتھ میرے چہرے کی جانب دیکھا' جیسے یہ اندازہ لگانا چاہتا ہو کہ میں لاش کی کیفیت دیکھ کر زیادہ خوفزدہ تو نہیں ہو گئی۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ میں یہ سب کچھ برداشت کرنے کی ہمت رکھتی تھی' تب میں نے فوری طور پر کہا۔

"شہریار تم فوراً ان کمروں کی تلاشی لے ڈالو' جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔" شہریار نے مجھ سے اتفاق کیا اور ہم ایک کمرے میں داخل ہو گئے کمرے کا منظر بھی میرے اندازے کے مطابق باہر کے منظر سے مختلف نہیں تھا' غلیظ ترین دیواریں' نادر خان بہت گندی فطرت کا مالک تھا' بستر جو پلنگ پر پڑا ہوا تھا اتنا گندا ہو رہا تھا کہ اس پر بیٹھنا تو درکنار' اسے ہاتھ لگانا بھی ایک مشکل کام تھا' ٹین کے کچھ صندوق رکھے ہوئے تھے' ایک طرف الماری تھی' ان سب چیزوں کا انتہائی برق رفتاری سے جائزہ لیا گیا میں نے وہ عقبی کھڑکی کھول کر باہر کا منظر دیکھا جو کمرے کی واحد کھڑکی تھی اور یہاں سے مجھے وہ حصہ نظر آ گیا' جہاں ٹرک وغیرہ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ ٹرک اڈے پر ویسے ہی رونق تھی۔ میں نے جلدی سے کھڑکی بند کر دی۔ یہ خدشہ تھا کہ کہیں اور کوئی اس جانب متوجہ نہ ہو جائے۔ شہریار بڑی جان سوزی سے ایک ایک چیز کا معائنہ کرتا جا رہا تھا اور مجھے بھی اس کے بارے میں بتاتا جا رہا تھا..... کافی بڑی رقم بھی یہاں موجود تھی' جو اسی طرح رکھی ہوئی تھی' صندوقوں میں کپڑے وغیرہ تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوئی اور ایسی چیز نظر نہیں آئی جو قابل توجہ ہوتی۔ چنانچہ ان سب چیزوں کو بند کر کے شہریار نے جیب سے رومال نکالا اور ہر چیز پر اسے اپنی انگلیوں کے نشانات مٹا ڈالے' دوسرے کمرے میں کچھ بھی نہیں تھا' سوائے ایک بستر کے اور زمین پر پڑے پلاسٹک کے ٹکڑے کے..... تمام چیزوں کا جائزہ ہم نے زیادہ سے زیادہ پندرہ سولہ منٹ میں لے لیا' یہ وقت بھی یہاں گزارنا بڑا مشکل کام تھا' ہر لمحے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے' اس وقت کسی کا یہاں آجانا ہمارے لئے خاصی مشکلات کا باعث بن سکتا تھا۔ میں نے بھی ان تمام جگہوں کو صاف کر دیا' جہاں مجھے اپنی انگلیوں کے نشانات رہ جانے کا خدشہ تھا اور اس کے بعد میں نے شہریار کی جانب دیکھا تو شہریار بولا.....؟

"کیا کیا جائے.....؟"

"واپسی"..... میں نے سرد لہجے میں کہا اور شہریار نے گردن ہلا دی۔ ہم دونوں نہایت خاموشی سے فلیٹ کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آئے تھے اور اس کے بعد اپنی کار تک پہنچ گئے تھے۔ میں نے خاموشی سے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ شہریار بالکل خاموش تھا' کچھ دیر کے بعد میں نے کار ایک پرونق علاقے میں روکی اور کہا..... "شہریار وہ سامنے ٹیلیفون بوتھ نظر آرہا ہے' تم علاقے کے انچارج کو اس قتل کی اطلاع دے دو۔" شہریار نے ایک لمحے کے لئے مجھے دیکھا اور بولا..... "کس حیثیت سے.....؟"

"بس ایک گمنام فون کرو' آواز بھی تبدیل کر لینا' بس احتیاط شرط ہے" شہریار نے اس سلسلے میں کوئی اور سوال نہیں کیا اور خاموشی سے کار سے اتر کر پبلک کال بوتھ کی جانب بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آکر کار میں بیٹھ گیا اور میں نے کار وہاں سے بھی آگے بڑھا دی۔ پھر ہم ایک ریستوران میں جا بیٹھے تھے۔ میں نے ویٹر سے کافی طلب کی تھی' شہریار بھی غالباً ایسی ہی ذہنی تھکن محسوس کر رہا تھا' اس نے کافی پر اعتراض نہیں کیا بہترین کافی آگئی اور میں نے اس کی ایک پیالی بنا کر شہریار کے سامنے رکھی اور دوسری سے خود چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگی۔ شہریار خاموش تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا..... "گمنام فون کرنا مناسب تھا نا؟"

"ہاں پہلے تو سمجھ میں نہیں آیا تھا' لیکن بعد میں سب کچھ سمجھ میں آگیا۔ واقعی یہی مناسب تھا' کیونکہ ہمارے اوپر مصیبت نازل ہو سکتی تھی۔ رحمان بخشی کے ہاں گئے تو وہ بے چارہ مارا گیا۔ نادر خان کو ٹٹولنا چاہا تو اس کی بھی یہی کیفیت ہو گئی' اف بہت بھیانک قتل تھا۔ پہلے تو میں نے یہ سوچا تھا لبنیٰ کہ مولوی عبدالجبار کا قتل زیادہ پیچیدگیوں کا حامل نہیں ہو گا۔ لیکن اب اس بدنصیبی کا کیا کیا جائے کہ جو اطلاع تمہارے کانوں تک پہنچ جائے' وہ ضرور الجھی ہوئی اور پراسرار ہو' اب دیکھو نا اچھے خاصے فیض اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں بستی والوں نے

مظاہرہ شروع کر دیا اور بلاوجہ ہی اس جھگڑے میں ملوث ہو گئے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ہم وہاں نہ ہوتے' تو کیا یہ معاملہ اتنا زیادہ آگے بڑھ جاتا' فیض اللہ کسی نہ کسی شکل میں سارے معاملات ہموار کر کے قتل کا الزام کسی کے سر پر تھوپ دیتا۔"

"میں نے تیکھی نگاہوں سے شہریار کو دیکھا اور بولی۔ "میں تو کتنی ہی بار کہہ چکی ہوں کہ تم لوگ اس کے علاوہ کرتے ہی کیا ہو.....؟"

"شہریار ہنسنے لگا۔ پھر اس نے کہا" اور تم ہر بال پر سے کھال اتارنے پر تل جاتی ہو....."

"کھال اتار نہیں دیتی کیا....." میں نے کہا۔

"فضول باتوں میں الجھ گئے' اس مسئلے پر کوئی تبصرہ کرو کہاں ذہن پہنچتا ہے....." شہریار کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر اپنی پیالی کی کافی ختم کرنے لگا' پھر اس نے اسے میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "تھوڑی سی اور" اور میں اس کے لئے نئی کافی بنانے لگی' میرا ذہن بھی خیالات میں گم تھا۔ میں نے کہا۔

"نادر خان کے قتل کو تم ان واقعات سے منسوب کرو گے.....؟"

"اور کیا کیا جا سکتا ہے"

"میرا مطلب ہے کیا یہ اتفاق نہیں ہو سکتا.....؟"

"ہو بھی سکتا ہے' لیکن وہ ٹیلیفون کال' جس نے پہلے رحمان بخشی کی زندگی ختم کرائی اور اس کے بعد نادر خان کی....."

"ہاں نظرانداز نہیں کیا جا سکتا..... اور اب وہ ٹیلیفون کال اس سلسلے میں بہت زیادہ پراسرار ہو گئی ہے' کاش ہم وہ آواز سن سکتے۔ کون ہو سکتا ہے' اور تمہارا کیا خیال ہے' یہ اطلاعات دینے کے بعد' یہ قتل کیا معنی رکھتے ہیں؟" شہریار بے اختیار ہنس پڑا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی.....

"کیوں اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے.....؟"

"ہنسنے کی یہ بات ہے محترمہ لبنیٰ صاحبہ کہ میں تو ان سارے ہی معاملات میں کورا چل رہا ہوں' ایک مولوی ٹائپ کا آدمی' جس کی نیک نامی کی گواہی بہت سے لوگ دیتے ہیں' اس بے دردی سے قتل کر دیا گیا اگر قاتل میرے سامنے ہوتا تو میں اس سے یہ سوال ضرور کرتا کہ بھائی ایسے لوگوں کو بھی قتل کر سکتے ہو' جنہیں دنیا اپنے لئے بے ضرر سمجھتی ہے اور پھر اس سلسلے میں کسی نشاندہی اور اس بے چارے شخص کا قتل جو بظاہر اس معاملے میں بالکل ملوث نظر نہیں آتا' ہائے ہم تو اس کی ایک جھلک ہی دیکھ پائے تھے اس سے کچھ باتیں بھی نہیں ہو سکی تھیں' بے چارہ سوتے سے جگایا گیا تھا اور اس کے بعد اسے دوبارہ سونا نصیب نہ ہوا یا سویا تو اس طرح کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ دوبارہ جاگ نہیں سکا۔" شہریار نے بین کرنے والے انداز میں کہنا شروع کر دیا اور میں نے ہنس کر اسے گھورتے ہوئے کہا..... "عجیب مسخرے آدمی ہو' سنجیدہ اوقات میں بھی سنجیدہ نہیں رہ سکتے۔"

"ایک شرط پہ سنجیدہ ہو سکتا ہوں' وہ یہ ہے کہ میری سنجیدگی ان تمام واقعات کی گہرائیوں کا انکشاف کر دے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور اپنی پیالی میں نئی کافی بنانے لگی' ہم لوگ ظاہر ہے کہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔ البتہ اس فیصلے پر مطمئن تھے کہ ہم نے ان معاملات میں اپنے آپ کو ملوث نہیں کیا تھا۔ صورتحال واقعی خاصی گڑبڑ ہو جاتی' رحمان بخشی کے سلسلے میں ہم پہنچے تو وہ قتل ہو گیا اور اب نادر خان کا قتل' اور پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ نادر خان سے شہریار تھوڑا سا ناراض بھی ہو گیا تھا' اور یہی کیفیت فیض اللہ کی تھی' شبہات تو کئے جا سکتے چنانچہ یہ طریقہ بہت بہتر اور مناسب رہا تھا۔